علامہ انور شاہ کشمیری، علامہ یوسف بنوری، مولانا بدر عالم مہاجر مدنی
اور مفتی محمد شفیع صاحب رحمہم اللہ جیسے اکابر حضرات کی یادگار مادر علمی کی مکمل تاریخی دستاویز

تاریخ جامعہ اسلامیہ

ڈابھیل

سنہ ۱۳۴۶ھ سے سنہ ۱۴۰۵ھ تک کے فضلاء شیوخ مدرسین و متعلقین حضرات
کی تفصیلات • جامعہ کے مکمل حالات • خدمات • تعمیرات • شخصیات
و کردار کی حامل مکمل تاریخی دستاویز • اکابر حضرات کی قلمی تحریرات کا عکس
• مدارس کے انتظام و اہتمام سے منسلک حضرات کیلئے بیشمار مفید معلومات پر مشتمل ایک نایاب تصنیف

ادارہ تالیفات اشرفیہ
بیرون بوہڑ گیٹ ○ ملتان ○ پاکستان۔

علامہ انور شاہ کشمیری، علامہ یوسف بنوری، مولانا بدر عالم مہاجر مدنی
اور مفتی محمد شفیع صاحب رحمہم اللہ جیسے اکابر حضرات کی یادگار مادر علمی کی مکمل تاریخی دستاویز

۱۳۲۶ھ سے ۱۴۰۵ھ تک کے فضلاء شیوخ مدرسین و متعلقین حضرات کی تفصیلات
جامعہ کے مکمل حالات ○ خدمات ○ تحریرات ○ شخصیات و کردار کی حامل
مکمل تاریخی دستاویز ○ اکابر حضرات کی قلمی تحریرات کا عکس ○ مدارس
کے نظام و اہتمام سے منسلک حضرات کیلئے بیشمار مفید معلومات پر مشتمل ایک نایاب تصنیف

تصنیف
مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی
استاذ الحدیث جامعہ ڈابھیل

ناشر:
ادارہ تالیفات اشرفیہ
بیرون بوہڑ گیٹ ○ ملتان ○ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

غیر منقسم ہندوپاک کی سرزمین کو جن چند مادر علمی مدارس نے اپنے فیض علمی اور تربیت روحانی سے منور کیا ان میں "جامعہ اسلامیہ ڈابھیل" بھی ایک ہے یہ عظیم دینی قلعہ عرصہ دراز تک اکابر علماء دیوبند کے درس و تدریس، دعوت و تبلیغ اور اخلاص و توکل کا مظہر رہا ہے۔ خاص طور پر فقیہ العصر محدث کبیر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا ورود مسعود جامعہ کے لئے نور علی نور ثابت ہوا۔

یہ عظیم جامعہ کن کن خدمات کی بدولت علماء ربانی کے التفات کا مستحق ہوا اس کا اندازہ آپ اس تاریخی دستاویز کے مطالعہ کے بعد ہی کر سکتے ہیں۔

بہر حال اس کتاب کے متعلق صرف یہی کافی ہے کہ یہ اپنے نشیب و فراز کا حامل تاریخ کا وہ سنہرا باب ہے جس کی چھاؤں میں جانے کتنے لوگ میراث نبوت سے سیراب ہو کر اطراف عالم میں پھیل گئے اور حسب استطاعت دین کے شعبوں سے منسلک رہ کر علم دین کو زندہ کرتے رہے

عرصہ دراز سے ادارہ کی خواہش تھی کہ اس مادر علمی کے کوائف کے متعلق کوئی کتاب منظر عام پر لائی جائے۔ حسن اتفاق سے کچھ عرصہ پہلے ہمیں حضرۃ نفیس شاہ صاحب مدظلہم کا ایک نسخہ "تاریخ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل" محترم محمد راشد شیخ صاحب کی وساطت سے حاصل ہوا اور اسی وقت سے طباعت کا ارادہ کر لیا۔

اللہ پاک کا شکر ہے کہ اس نایاب کتاب کی پاکستان میں پہلی بار اشاعت کا شرف ادارہ ہذا کو ہو رہا ہے۔

امید ہے کہ مدارس کے مہتممین و منتظمین حضرات اس کتاب سے خاطر خواہ معلومات حاصل کر کے اس دور میں بھی اکابرین کی یاد تازہ کر سکیں گے۔

والسلام

محمد اسحٰق عفی عنہ

ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

عنوانات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

افتتاحیہ

از حضرت مولانا محمد سعید صاحب بزرگ مدظلہ مہتمم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

اہل تاریخ پر روشن ہے کہ گجرات وہ سرزمین ہے جہاں سے پہلے پہل اسلام کی روشنی ہندوستان میں آئی، صدیوں پہلے اہل عرب تاجر اور سوداگر کی حیثیت سے سندھ اور ملیبار سے لیکر گجرات تک بحر ہند کے پورے سواحل پر پھیل چکے تھے وہ اپنے ساتھ اپنا دین، اپنا قرآن اور اپنے علوم بھی لائے تھے اور اس سے سالہا سال پہلے کہ اسلام کا کوئی تیغ زن سپاہی اس سرزمین پر قدم رکھے یہاں مسلمان عربوں اور عراقیوں کی نوآبادیاں قائم تھیں اور مسجدیں تعمیر اور آباد تھیں، یہی مسجدیں اسلام کی ابتدائی درسگاہیں تھیں جنمیں بیٹھ کر قال اللہ اور قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا آوازہ بلند کرتے تھے۔ حضرت عمر رضؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں جب عثمان بن العاص ثقفی رضؓ کو بحرین اور عمان کا گورنر مقرر فرمایا تو انھوں نے تھانہ (بمبئی) پر فوج کشی کیلئے ۱۵ھ میں ایک فوج مقرر کی جو سالم و غانم واپس گئی۔ اس فوج کے افسر ان کے بھائی حکم بن العاص رضؓ تھے اور اس کے بعد حضرت عثمان بن العاص رضؓ نے اپنے بھائی الحکم بن العاص رضؓ کو بھروچ پر فوج کشی کیلئے بھیجا، حضرت مؤرخین نے ان دونوں فوج کشیوں کا تذکرہ اجمالی طور پر فرمایا ہے، حضرات حکم بن العاص رضؓ جو اس فوج کے افسر تھے ان کے صحابی ہونے کی تصریح علامہ ابن سعد نے طبقات میں اور علامہ ابن اثیر جزری نے اسد الغابہ میں فرمائی ہے۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ان دونوں فوجوں میں دیدار نبوی ﷺ سے مشرف ہستیوں کی کچھ تعداد یقیناً شامل ہوگی اس لحاظ سے ہندوستان بھی (اور خصوصاً علاقہ گجرات) ان خوش قسمت ملکوں میں ہے جن کی خاک صحبت یافتگان نبوی کے پاؤں سے لگ ہماری آنکھوں کا کحل الجواہر بن چکی ہے اور یہ وہ زمانہ تھا جب ہر کلمہ گو کے لب و دہن اخبرنا اور حدثنا کی خوشبوؤں سے معطر تھے۔ ۱۵۹ھ میں خلیفہ مہدی کے حکم سے جو فوج ہندوستان کی طرف روانہ ہوئی اسمیں ربیع بن صبیح السعدی البصری بھی تھے

جن کو تابعی ہونے کا شرف حاصل تھا۔ یہ بھی ان بزرگوں میں تھے جنھوں نے احادیث کے منتشر اوراق کے یکجا کرنے میں سب سے پہلے حصہ لیا تھا بلکہ صاحب کشف الظنون کا بیان ہے کہ قیل ھو اول من صنف و بوب فی الاسلام (کہا گیا ہے کہ یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اسلام میں تصنیف کی) آپ حضرت حسن بصریؒ کے شاگرد ہیں اور احادیث کے اساطین علم سفیان ثوری، عبدالرحمٰن بن مہدی، عبداللہ بن مبارک، وکیع بن الجراح وغیرہ کے استاذ ہیں۔ آپ جس فوج میں ہندوستان آئے تھے اس نے باربد (بھاڑبھوت۔ ضلع بھروچ) پر حملہ کیا، یہاں ایک بڑا بت خانہ تھا اب بھی ہر بارہ سال کے بعد یہاں مذہبی میلہ لگتا ہے۔ اس حملہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتحیاب کیا، مگر جنگ کے بعد سمندر میں طغیانی آگئی اس لئے اسلامی فوج فوراً واپس نہ ہوسکی اور موسم کے خوشگوار ہونے اور مدوجزر ختم ہونے تک ٹھہر گئی اسی زمانۂ قیام میں مجاہدوں میں ایک وبائی بیماری پھیل گئی جسے "حمام قر" (جماری) کہا جاتا ہے یہ منھ میں پھوڑے پھنسی کی شکل میں پیدا ہوتی تھی اس بیماری میں ایک ہزار آدمی کے قریب مرگئے، انہی مرنے والوں میں ربیع بن صبیح بھی ہیں۔ گویا یہ پہلے محدث ہیں جو سرزمین ہند میں وارد ہوئے۔ بلکہ دوسری صدی ہجری کے آخر میں جنوبی گجرات کے مقام سنجان میں ایک اسلامی سلطنت بھی قائم ہوچکی تھی۔ اس دور کے اہل فضل وعلم کا تذکرہ مولانا قاضی اطہر مبارکپوری مدظلہم نے تفصیل سے کیا ہے۔ ۸۱۰ھ میں محمد شاہ تغلق کے گورنر ظفر خاں نے مظفر شاہ کا لقب اختیار کرکے ایک خودمختار حکومت قائم کی اور اس کے بعد ۸۱۳ھ میں اس کا سعادتمند بیٹا احمد شاہ اول تخت نشین ہوا۔ یہی وہ خوش نصیب سلطان ہے جس نے گجرات کو عرب اور ہندوستان کے بیچ میں سلسلۃ الذہب بنادیا، اور سفر کی آسانی اور آمد و رفت کی کثرت نے علمائے ہند کو حجازی علوم سے آشنا ہونے کا موقع بہم پہنچایا۔ علم حدیث کے ہندوستان میں فروغ کا حقیقی زمانہ نویں صدی ہجری کا خاتمہ اور دسویں صدی کا آغاز ہے۔ یہ وہ عہد تھا جب مصر، شام و حجاز میں امام الحدیث حافظ محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی کے فضل و کمال کا آفتاب نصف النہار پر تھا، اور ہندوستان کے مختلف صوبوں میں سے سب سے پہلے گجرات نے اپنا طبعی حق پایا یعنی بحر عرب کے اس پار کی شعائیں سب سے پہلے یہیں آکر پڑیں۔ حافظ سخاوی کے تلامذہ میں سب سے پہلے مولانا راجح بن داؤد گجراتی ہیں ۸۹۴ھ میں وہ حافظ موصوف کے حلقہ میں داخل ہوئے اور الفیۂ حدیث کی سند حاصل کی اس کے بعد وہ گجرات آئے لوگوں نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا ۹۰۴ھ میں احمد آباد میں وفات پائی

اس کے بعد مولانا وجیہ الدین مالکی آئے، سلطان گجرات نے ان کو ملک المحدثین کا خطاب دیا، وہ یہیں کے ہو رہے ۹۲۹ھ میں احمد آباد میں وفات پائی، اس کے بعد تو اس سرزمین میں علم و فضل کے آفتاب و ماہتاب روشن ہوتے رہے جنہیں مولانا علاء الدین احمد نہروالی، جمال الدین محمد بن عمر حضرمی، سید رفیع الدین صفوی گجراتی، مولانا عبد المالک عباسی گجراتی (حافظ بخاری) سے لیکر شیخ علی متقی (صاحب کنز العمال) شیخ محمد طاہر پٹنی (صاحب مجمع البحار ۔ تذکرۃ الموضوعات، المغنی فی اسماء الرجال) شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی (صاحب حواشی علی المطول والتلویح وتفسیر البیضاوی، وشرح المواقف، وشرح المقاصد) جیسے اساطین علم و فضل موجود ہیں، یہ وہ زمانہ تھا کہ خطۂ گجرات میں اسلامی علوم و فنون کا غلغلہ تھا۔ اور تشنگان علوم اپنی علمی پیاس ان علمی چشموں سے بجھاتے تھے، یہ سب شاہان گجرات کی علمی قدردانی کا نتیجہ تھا، مولانا حکیم سید عبد الحئی حسنیؒ "یاد ایام" میں تحریر فرماتے ہیں کہ "شاہان گجرات نے اپنے ڈیڑھ سو برس کے زمانۂ فرمانروائی میں جس قدر علوم و فنون کی سرپرستی کی ہے دہلی کی ششصد سالہ تاریخ اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتی یہ صرف ان کی قدردانی اور حوصلہ افزائی کا نتیجہ تھا کہ شیراز و یمن و دیگر ممالک اسلامیہ کے چیدہ و برگزیدہ علماء نے گجرات میں آکر بود و باش اختیار فرمائی جن کے فیوض سے چند دنوں میں گجرات مالامال ہو گیا اور خود گجرات میں اس پائے کے علماء پیدا ہوئے جن کے فیوض علمی کی آبیاری سے اب تک ہندوستان کی درسگاہیں سیراب ہو رہی ہیں اگر آپ اس کا صحیح اندازہ کرنا چاہیں تو شیخ عبد القادر حضرمی کی النور السافر، ابوبکر شلی کی المشرع الروی، محمد بن عمر آصفی کی ظفر الوالہ اور اگر میری ناچیز تصنیفات شائع ہو گئی ہوتیں تو میں کہتا کہ العوارف، جنۃ المشرق۔ اور نزہۃ الخواطر ملاحظہ فرمایئے اس وقت آپ پر ایک حیرت انگیز حقیقت کا انکشاف ہوگا اور آپ سمجھیں گے کہ گجرات اگر علوم و فنون عقلیہ کے اعتبار سے شیراز تھا تو حدیث شریف کی خدمات کے لحاظ سے یمن میمون سے مماثلت رکھتا تھا ص ۹۸-۹۹ ۔ اس کے بعد بھی علم کا یہ سلسلہ مختلف علماء کے ذریعہ جاری رہا لیکن انگریزی حکومت کے قیام کے بعد اس میں بہت تیزی سے زوال آیا، ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کے بعد جب انگریزوں کے قدم ہندوستان کی سرزمین میں مضبوطی کے ساتھ جم گئے تو مسلمان مفکرین کو محسوس ہوا کہ اب سیاسی زوال و انحطاط کے ساتھ مسلمانوں کے دین و مذہب اور ان کی قومی زندگی کی بھی خیر نہیں ہے کیوں کہ تاریخ کی مسلسل شہادتوں کے مطابق جب کوئی قوم کسی ملک کو فتح کرتی اور اس ملک کے باشندوں پر

سیاسی غلبہ نہ استیلا پالیتی ہے تو فاتح قوم کا اثر و نفوذ صرف مفتوح قوم کے جسموں تک محدود نہیں رہتا بلکہ وہ اسکے دلوں اور دماغوں کی بھی تسخیر کر لیتی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مفتوحہ اقوام اپنے قومی خصائص اور روایات اور ملی شعائر و علامات کو نہ صرف یہ کہ نظر انداز کر دیتی ہیں بلکہ ایک مدت تک عمل تجاذب کے مسلسل جاری رہنے کے باعث آخر کار وہ ان سے نفرت کرنے لگتی ہیں اور اب ان کے لئے فاتح قوم کی نقالی اور کورانہ تقلید سرمایۂ افتخار بن جاتی ہے۔ ہندوستان کے بیدار مغز مسلمان ارباب فکر و علم نے اس خطرہ کا اسی وقت احساس کر لیا اور اس کا سد باب کرنے کیلئے انھوں نے سب سے پہلے مسلمانوں کی تعلیم کی طرف توجہ کی، اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ مسلمان ارباب فکر کا یہ اقدام نہایت عاقبت اندیشی اور دور بینی پر مبنی تھا کیوں کہ سیاسی قوت و طاقت سے محروم ہو جانے کے بعد تعلیم کے سوا کوئی اور ایسی چیز باقی نہیں رہ گئی تھی جس کے ذریعہ مسلمان اپنی قومیت کا تحفظ کر سکتے اور مغلوب و محکوم ہونے کے باوجود بحیثیت ایک قوم کے زندہ رہ سکتے۔

اس وقت کے اہل انظر اور خصوصیت سے ان بزرگوں میں جو ۱۸۵۷ء کے خونیں انقلاب سے خود بھی گذر چکے تھے اور مسلمانوں کی نعشوں کو خاک و خون میں تڑپتا ہوا دیکھ چکے تھے یہ فکر و اضطراب لاحق ہوا کہ علم و معرفت کے اس کارواں کو کہاں ٹھکانہ دیا جائے؟ اور ہندوستان میں بے سہارا مسلمانوں کے دین و ایمان کے سنبھالنے کیلئے کیا صورت اختیار کی جائے؟ اس وقت یہ طے ہوا کہ مسلمانوں کے دینی شعور کو بیدار رکھنے اور ان کی ملی شیرازہ بندی کیلئے ایک دینی و علمی درسگاہ کا قیام ناگزیر ہے اس قرار داد کی روشنی میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ اور ان کے رفقاء نے یہ طے کیا کہ دیوبند میں یہ دینی درسگاہ قائم ہونی چاہئے چنانچہ دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا۔ اسلامی عہد حکومت میں مدارس کے لئے حکومت کی جانب سے اوقاف مقرر ہوتے تھے جن سے مدارس کے اخراجات پورے کئے جاتے تھے، والیانِ ریاست اور امرائے حکومت بھی پوری فیاضی کے ساتھ مدارس کی سرپرستی کرتے تھے مگر جب دارالعلوم قائم ہوا تو اسلامی حکومت کی وہ شمع جو چھ سو سال سے ہندوستان میں روشن تھی گل ہو چکی تھی اسلامی حکومت نے عوام کو اس سے بے نیاز کر دیا تھا کہ وہ اپنے بچوں کی دینی تعلیم کی ذمہ داری اپنے سر پر اٹھائیں، اس لئے اس وقت کا سب سے اہم سوال یہ تھا کہ آئندہ بچوں کی تعلیم کا کس طرح انتظام کیا جائے۔ تمام اوقاف حکومت نے ضبط کر لئے تھے اس لئے اب ضرورت تھی کہ اوقاف

کے مطابق طریقہ پر بھروسہ کرنے کے بجائے کوئی دوسرا طریقہ اختیار کیا جائے۔ یہ طریقہ عوامی چندے کا تھا جسمیں نہ حکومت کی مالی امداد شامل ہو اور نہ جاگیرداروں کی تاکہ سرکاری اثرات سے یہ تعلیم گاہ آزاد رہے۔ آج سے سو، سوا سو سال پہلے بلاشبہ یہ ایک عجیب وغریب اور نئی بات تھی کہ عوامی چندے کی بنیاد پر ایک ایسا تعلیمی ادارہ قائم کیا جائے جو حکومت کے اثرات سے آزاد ہو۔ آنے والے عوامی دور کے پیش نظر یہ ایک زبردست پیش بینی تھی۔ اب جب کہ بڑی بڑی ریاستیں خواب وخیال بن چکی ہیں اور زمینداریاں ختم ہوگئی ہیں مگر پورے ہندوستان میں ہزاروں دینی مدرسے چل رہے ہیں اور ان پر حکومت کی تبدیلیوں کا کوئی اثر نہیں ہے اس سے عوامی چندے کی افادیت اور مدارس کی بنیادوں کے استحکام کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اوقاف کے سابقہ طریقے کے بجائے عوامی چندے کا یہ طریقہ بہت کامیاب اور بڑا نتیجہ خیز ثابت ہوا۔ نئے مدارس کے قیام اور دینی تعلیم کے فروغ کو عوامی چندے کی تحریک میں تبدیل کردیا۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ہے جس کی ابتداء ایک چھوٹے مدرسہ کی شکل میں تعلیم الدین کے نام سے سملک کی مسجد میں ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔ خدا کے ایک برگزیدہ اور مسلمانوں کی دینی جہالت و رسوم پرستی سے دردمند حضرت مولانا احمد حسن بھامؒ نے بڑی بے سروسامانی کے عالم میں اس کو شروع کیا۔ گاؤں میں ہر گھر میں ایک ہنڈیا رکھ دی گئی کہ عورتیں جب اپنے گھر کی روٹی پکانے کیلئے بیٹھیں تو ایک مٹھی آٹا اس ہنڈیا میں بھی ڈال دیا کریں یہ تھا وہ چندہ جس سے تعلیم الدین کی ابتداء ہوئی۔ اور پھر تو یہ چھوٹا سا مدرسہ جو تعلیم الدین کے نام سے سملک کی مسجد میں شروع ہوا تھا۔ چند سالوں کے بعد جامعہ اسلامیہ کے نام سے گجرات و ہندوستان کے افق پر چمکنے لگا۔ اور دارالعلوم دیوبند میں آنے والے تشنگان علوم کی پیاس بجھانے والے علم کے چشمے ڈابھیل کی سرزمین سے ابلنے لگے اور دنیا نے شیخ علی متقی اور محمد طاہر پٹنی کے بعد دوسری مرتبہ یگانۂ روزگار محدثین وعلماء کی ایک جماعت کو (جنمیں محدث عصر علامہ انور شاہؒ اور مفسر قرآن وشارح مسلم علامہ شبیر احمد عثمانیؒ جیسی نابغہ شخصیتیں تھیں) سرزمین گجرات کے ایک، دورافتادہ دیہات میں محو افادہ وافاضہ پایا۔ یہ سب کب اور کس طرح ہوا اسی کا جواب آپ پیش نظر کتاب میں تلاش کرسکتے ہیں۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل گجرات ہی نہیں بلکہ ہندوستان کا بلند پایہ علمی وثقافتی مرکز اور ایک قدیم درسگاہ ہے جس کے فضلاء دنیا کے مختلف حصوں

میں پھیلے ہوئے ہیں اس کے اثرات شعوری وغیر شعوری طور پر عام قلوب تک پہنچے ہوئے ہیں اسلئے متعلقین جامعہ کے علاوہ وارد ین وصادرین کا ایک سلسلہ ہے جو اس کی طرف کھنچتا آتا رہتا ہے آنے والوں اور آنے کے آرزومندوں کے دلوں میں معائنہ سے قبل اور بعد قدرتاً یہ سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ جامعہ کیا ہے؟ کب قائم ہوا؟ کیوں قائم ہوا؟ کن حالات میں قائم ہوا؟ اور اس نے کیا خدمات انجام دیں؟ ان سوالات کا تفصیلی جواب ظاہر ہے کہ زبانی اور وہ بھی ہر وارد وصادر کیلئے علیحدہ علیحدہ دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے اس لئے ضرورت تھی کہ اجمالی طور پر جامعہ کی تاریخ مرتب کی جائے خصوصاً بعض وہ معلومات جو قدیم ومعمر حضرات کے سینوں میں امانت تھیں وہ ان کے اٹھنے سے ختم ہوتی جا رہی تھیں، اگر بروقت ان کو محفوظ نہ کر لیا جاتا تو یہ معلومات انہی کے ساتھ رخصت ہوجاتیں۔ چنانچہ اس کام کیلئے جامعہ کے مستعد وفعال استاذ الحدیث مولانا فضل الرحمٰن صاحب زید مجدہم سے درخواست کی گئی اور مولانا موصوف نے بڑی خوشدلی سے اس اہم ذمہ داری کو قبول فرمایا۔ موصوف نے جامعہ کی قدیم وجدید روئیدادوں اور مستند دفتری کاغذات سے مواد فراہم کرنا شروع کیا۔ بعض معلومات زبانی طور پر بھی مجھ سے اور دیگر بعض معمر حضرات سے حاصل کرتے رہے اور جمع شدہ حصہ کو وقتاً فوقتاً احقر کو سناتے رہے اور الحمدللہ ایک مدت کی عرق ریزی سے جامعہ کی اجمالی تاریخ پر ایک ایسا مجموعہ مرتب ہوگیا جس کے مطالعہ سے جامعہ بیک وقت سامنے آسکتا ہے اور جامعہ کے سلسلہ میں ابھرنے والے سوالات بآسانی حل ہوسکتے ہیں۔ میں حضرت مولانا موصوف کا ممنون ہوں کہ انھوں نے اپنی تمام اہم تدریسی ذمہ داریوں کے ساتھ بڑی محنت وجانفشانی سے یہ ذمہ داری انجام دی فجزاھم اللہ فی الدارین احسن الجزاء۔

اس راہ میں قدم رکھنے والے حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ تاریخ نگاری کا فن بڑا محنت طلب اور جاں گداز ہے۔ بعض مرتبہ ایک چھوٹی سی تاریخی کڑی کے حصول کے لئے بیسیوں قسم کی تکالیف برداشت کرنا پڑتی ہیں خصوصاً جب کہ ایک ایسے ادارہ کی تاریخ مرتب کرنی ہو جس کے سلسلہ میں اس سے پہلے کبھی اس قسم کی کوئی سعی نہیں کی گئی اور مولانا موصوف بھی اس راہ کے کہنہ مشق نہیں ہیں، اس لئے عین ممکن ہے کہ بعض قارئین کو اس میں کچھ تشنگی محسوس -

اور بعض حضرات ایسے بھی موجود ہوں جن کے پاس جامعہ کے سلسلہ میں مستند معلومات ہوں ، لیکن مؤلف کے سامنے سے وہ باتیں نہ گذر سکیں اس لئے وہ ان کو اس میں شامل نہ کر سکے اس قسم کے تمام حضرات سے گذارش ہے کہ وہ سنجیدہ اور مستند طریقہ سے اس کی نشاندہی فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی تلافی کی جاسکے ، اس کی دوسری جلد میں جامعہ کے ان فضلاء کا تذکرہ ہوگا جنھوں نے علمی وثقافتی ، تصنیفی ، تدریسی ، اصلاحی ، تبلیغی میدانوں میں سے کسی میدان میں خاص خدمات انجام دیں اس سلسلہ میں قارئین حضرات خصوصاً فضلاء جامعہ سے گذارش ہے کہ وہ اپنی معلومات فراہم فرماکر خصوصی تعاون فرمائیں ۔

اس موقع پر میں اراکین شوریٰ کا خصوصی طور پر شکر گذار ہوں کہ انھوں نے جامعہ کی طرف سے اس کی اشاعت کی اجازت مرحمت فرماکر اس مرحلہ کو آسان فرمایا ۔

محمد سعید بزرگ
مہتمم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

عرضِ مُرتب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین وآلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد!

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل سملک ہندوستان کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے دینی مدارس کی فہرست میں اپنا ایک بلند مقام رکھتا ہے، اس کی اپنی ایک روشن اور تابناک تاریخ ہے جو اسے ایک خصوصی امتیاز وفضیلت عطا کرتی ہے۔ اس کو ایک ایسی عالی نسبت حاصل ہے جو ہند وپاک کے بہت سے مدارس کو حاصل نہیں، اسی لئے اس کا شمار ملک کے عظیم اور مشہور تر مدارس میں ہوتا ہے۔ دار العلوم دیوبند کے ساتھ تو جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کا تذکرہ ناگزیر ہوجاتا ہے۔ بقول حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ جامعہ ڈابھیل "دار العلوم ثانی" ہے۔

اور خاص اس سرزمین گجرات پر تو اپنے نوع کی سب سے عظیم اور بے نظیر مثالی درسگاہ ہے اس لئے اس کی شدید ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ اس ادارہ کی ایک تاریخ بزبان اردو ضرور مرتب ہونی چاہیئے۔ اب جب کہ اس کا وہ عہد زریں جس نے اس کو شہرت کے بام عروج پر پہنچا دیا تھا ماضی بن گیا ہے۔ پرانے حضرات جنہوں نے وہ دور مسعود بچشم خود دیکھا تھا دنیا سے رخصت ہوتے چلے جارہے ہیں یہ ضرورت شدید سے شدید تر ہوگئی۔

احباب میں اس کا تذکرہ ہوتا رہا۔ مہتمم جامعہ حضرت مولانا محمد سعید احمد صاحب بزرگ مدظلہٗ کے سامنے ذکر آیا تو موصوف نے نہ صرف اس کی تائید کی بلکہ زور دیا کہ یہ کام ہونا چاہیئے اتفاق سے بعض احباب کا اشارہ مجھ حقیر کی طرف ہوا کہ میں ہی یہ کام انجام دوں۔ میرے لئے

اس کام کا انجام دینا کچھ آسان نہیں تھا لیکن یہ سوچ کر کہ نہ ہونے سے کچھ ہو جانا بہتر ہے (ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ) اللہ تعالیٰ کا نام لیکر شروع کر دیا۔

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل
نسیم صبح تیری مہربانی

ابتداء سے اب تک تقریباً ہر سال کی مدرسہ کی رپورٹ بزبان گجراتی شائع ہوتی رہی ہے۔ ۱۳۵۰ھ میں مولانا احمد بزرگ رحمۃ اللہ علیہ مہتمم جامعہ نے اردو میں بھی روداد شائع فرمائی جس میں ۱۳۴۰ھ سے لیکر ۱۳۵۰ھ تک کے حالات تحریر فرمائے بلکہ تاسیس مدرسہ سے لیکر ۱۳۴۰ھ تک کے مختصر حالات بھی بیان فرما دئے۔ اس کے بعد ۱۳۵۹ھ تک ہر سال اردو روداد شائع فرماتے رہے۔

اس تاریخ کی ترتیب میں ان اردو رودادوں سے کافی مدد ملی ہے۔ اس کے بعد کے حالات گجراتی رپورٹ سے ماخوذ ہیں۔ ہر سال کے حالات سنہ وار لکھے گئے ہیں۔ تمام واقعات رپورٹ سے اس طرح منقول ہیں کہ پڑھنے والا ایسا محسوس کرے گا گویا اس سال کے حالات اسی سال میں پڑھ رہا ہے۔ بعض مقامات پر واقعات کی ترتیب کیلئے خارج سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ اس کا حوالہ بھی وہیں درج کر دیا گیا ہے۔ جس تعمیر کا ذکر آیا ہے اس کا فوٹو بھی وہیں دیدیا گیا ہے مجلس علمی کی خدمات بھی جامعہ سے متعلق تھیں اس لئے مجلس علمی اور اس کی خدمات کا تعارف بھی پیش کر دیا گیا ہے۔ سالانہ حالات کے بعد جامعہ کے مہتمین اور مشہور اساتذۂ حدیث کا تذکرہ بھی لکھا گیا ہے جس میں ان خدمات کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو یہاں رہ کر ان حضرات نے انجام دی ہیں۔

اردو رودادوں میں بہت سے اردو فارسی اور عربی قصائد بھی شائع ہوئے تھے ان کو بھی جمع کر دیا گیا ہے جو اساتذۂ جامعہ کی قابلیت کی سند کا درجہ رکھتے ہیں۔ عربی قصائد کا ترجمہ بھی شامل اشاعت کیا گیا ہے۔

آخر میں اصحاب اہتمام، شیوخ حدیث، اساتذۂ جامعہ اور خاص ملازمین نیز فارغین اور طلبۂ جامعہ کا ایک چارٹ بھی تیار کر دیا گیا ہے جس سے جامعہ کی تاریخ ایک نظر میں

سامنے آجاتی ہے۔ جامعہ کے فضلاء کے نام بھی سنۂ فراغت کے ساتھ لکھ دئے گئے ہیں جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ جامعہ نے کن کن علاقوں کے تشنگان علوم کو سیراب کیا ہے اور اس کی خدمات کہاں کہاں تک پہونچی ہیں۔

اس تاریخ کو جامعہ کی تاریخ کا حصۂ اول سمجھنا چاہئے، ابھی حصۂ دوم باقی ہے جس میں فضلاء جامعہ کی تدریسی، تصنیفی اور دیگر دینی خدمات کا تذکرہ ہونا چاہئے۔ اگرچہ یہ کام بہت مشکل اور محنت طلب ہے لیکن اگر توفیق ایزدی نے ساتھ دیا اور حالات مساعد رہے تو انشاء اللہ حصۂ دوم بھی منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوگا۔ وما ذالك على الله بعزيز۔

مرتب نے اپنی وسعت بھر تحقیق و تصحیح کا اہتمام کیا ہے پھر بھی غلطی اور خطاء سے پاک ہونے کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا ویابی اللہ الا ان یصح کتابہ۔

یہ کام محض ایک دینی ادارہ کی دینی خدمت کو امت کے سامنے پیش کرنے اور ایک جامعہ کی تاریخ کو محفوظ کرنے کی نیت سے کیا گیا ہے، کسی کی بیجا تعریف اور تنقیص مقصود نہیں۔ یہ مجموعہ میں نے مولانا احمد سعید صاحب بزرگ مدظلہٗ مہتمم جامعہ کو سنا بھی دیا ہے، اور ان کے حکم کے مطابق حذف و اضافہ بھی کر دیا ہے۔ امید ہے کہ اس تحریر کو اعتبار و اعتماد کا مقام حاصل ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ایک دینی ادارہ کی اس حقیر خدمت کو قبول فرما کر میرے لئے ذریعۂ نجات و فلاح بنائے۔ آمین

فضل الرحمٰن اعظمی
مدرس جامعہ اسلامیہ ڈابھیل
ربیع الآخر ۱۴۰۵ھ

جامعۂ گجرات

نتیجۂ فکر: جناب مولانا حبیب اللہ صاحب سلطانپوری مدرس فارسی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

رخت بجامعہ کشا اہلِ کمال و فن نگر
فیض رواں رواں ببیں چشمۂ ذوالمنن نگر

بحرِ علوم موج موج طالب علم فوج فوج
گامزناں بہ اوج اوج بر ہمہ علم و فن نگر

عالمِ علمِ ظاہری عارفِ نورِ باطنی
ماہرِ شرع و دیں ببیں شاعرِ پُر سخن نگر

اہلِ علوم جمع جمع و زہر دیار نوع نوع
مردمِ ملک ملک بیں طرزِ وطن وطن نگر

مجلسِ مست معرفت پُر ز خلوص و مکرمت
خالی ز شور و شر ببیں عاری ز ہر فتن نگر

ماہ مبیں جبیں جبیں چشمۂ لطف چشم چشم
دل ہمہ صاف صاف بیں سینہ پہن پہن نگر

یادِ الٰہ قلب قلب ذکرِ خدا زباں زباں
قال و مقالِ مصطفیٰ انجمن انجمن نگر

دورِ جدید رنگ رنگ ہم رنگِ خود کناں نگر
میکدۂ عتیق بیں جامِ مئے کہن نگر

تشنہ لبانِ علمِ دیں در طلب اند مست مست
دل ہمہ ذوق ذوق بیں شوق بجان و تن نگر

باغ و بہارِ گوجرات خطہ بخطہ فیض یاب
نورِ جہاں جہاں ببیں فیضِ چمن چمن نگر

جانبِ طفلِ بے پدر خستہ دل و شکستہ بر
چشمِ حمیتے کشا باز بخویشتن نگر

(منقول از روداد ۵۸ھ ص ۱۲)

الجامعۃ الاسلامیۃ بالگجرات

ازجناب: مولانا محمد یوسف صاحب بنوری
مدرس جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

۱۔ رأیتُ ریاضاً قد تزهی مَریجُها ۔۔۔ ونارت بشمس حین یبدُو طلوعُها

میں نے ایسے باغات دیکھے جن کی سرسبزی دعوت نظارہ دے رہی تھی اور سورج کی شعاع بوقت طلوع ان پر ضیا پاشی کر رہی تھی۔

۲۔ مغَانیَ فیها الطیرُ یَصدَحُ بالجوی ۔۔۔ دنوحاتِ مسک طاب فیها ذیوعُها

وہ مقامات خوش منظر کہ جن میں چڑیاں پرشوق نغمہ گا رہی تھیں اور مشک بیز معطر ہوائیں ان میں ہر طرف پھیلی ہوئی تھیں۔

۳۔ و اشجارَ طیبٍ عَطَّرَ الروحَ نفحُها ۔۔۔ ومن سُندسٍ خُضرٍ تزیّت فروعُها

اور خوشبودار درخت دیکھے جن کی مہک دل و دماغ کو معطر کر رہی تھی اور ان کی شاخوں نے سبز ریشمی لباس سے زیب تن کیا تھا۔

۴۔ رأیت بها سَلمیٰ وسُعدیٰ وهندهم ۔۔۔ سُلَیْمیٰ ولیلیٰ قد حوانی ولوعُها

وہاں میں نے سلمیٰ، سعدیٰ، ہند، سلیمیٰ اور لیلیٰ کو دیکھا جنکی محبت میرے قلب پر چھا گئی تھی۔

۵۔ فدع عنکَ لیلیٰ ثم سعدیٰ وهندهم ۔۔۔ بجامعة "الاسلام" فیها جمیعها

مگر اے دل! اب لیلیٰ، سعدیٰ اور ہند کے ذکر سے تجھ کو کیا فائدہ؟ جب کہ جامعہ اسلامیہ میں یہ تمام موجود ہیں۔

۶- ردع ذکر سلمیٰ او حدیث سعاد هو — فهذی مغانی العلم راقت ربوعها

پس لیلیٰ اور سعاد کے ذکر و قصہ سے درگذر کر کیونکہ یہاں علم و فضل کے خوش منظر عالیشان دل کش محلات موجود ہیں۔

۷- وناديتی الاشواقُ مَهْلاً فهذه — حدائقُ فيها للقلوب نجُوعُها

میں یہاں سے گذرا تو عواطف شوق نے مجھ کو ٹھہرا لیا کہ یہی وہ باغات ہیں جہاں دلوں کی پیاس بجھتی ہے۔

۸- الا بالکجرات نعم ع طیبها — مالکت بور قد انا رصد یعها

سرزمین گجرات کیسی خوش قسمت ہے جس کی علمی نکہتیں مہک رہی ہیں اور ظلمت جہل کے بعد پھر علم کی روشنی پھیلی ہے۔

۹- تلألأ نور الحق فی وسط قـاعها — فیرتاح فیها شیخُها ورضیعُها

وسط گجرات میں حق و صداقت کے انوار اس طرح چمکے کہ سب چھوٹوں اور بڑوں میں مسرت کے آثار ظاہر ہونے لگے۔

۱۰- وکانت بقا عاً اجدبت من طوارق — فعادت ریاضاً رحبها و رسیعها

یہ قطعہ کچھ عرصہ پیشتر حوادث زمانہ سے قحط زدہ ہو چکا تھا، اب پھر اس کے کھلے میدان شاداب باغات بن گئے۔

۱۱- وهذی دیار کن مظلمة الرجا — فاضحت ویزهو ربعها وبقیعها

یہ وہ دیار ہیں جنکے اطراف و جوانب پراندہ ہو چکا تھا اب دوبارہ اسکے بیابان اور معمورات روشن ہو گئے

۱۲- علیٌ وَجیهٌ قبلهُ الشیخ طاهرٌ — جواهر هذی الارض کلٌ ضجیعها

خواجہ علی متقی شیخ محمد طاہر پٹنی اور شیخ وجیہ الدین یہ سب اسی سرزمین کے جواہر یہیں آسودۂ خواب ہیں۔

۱۳- وکان غُثاءً زهرها و نَباتُها — فرقت لها مطلاءٌ فاضت دموعُها

اور اس کے علم و معرفت کے باغیچے اور سبزہ زار خشک ہو کر بے رونق ہو گئے تھے اب ابر رحمت نے مہربانی کی اور برسنے لگے۔

۱۴- تَضَوَّعَتِ الْأَقْطَارُ مِنْ طِيبِ نَشْرِهَا ۔۔۔ وَيَهْتَزُّ مَوْجًا نَهْرُهَا وَبُضَيْعُهَا

تمام اطراف وجوانب اسکی پاکیزہ خوشبوؤں سے معطر ہوگئے اور اس کے چھوٹے بڑے دریا فرطِ خوشی سے لہرانے لگے۔

۱۵- الا بارك الرحمن اسعاد جدها ۔۔۔ نساوى بهاءً بدء ثمها ورجوعها

خدائے رحمٰن اسکی خوش بختی کو مبارک کرے اسی کے فضل سے اس سرزمین کا ابتدائی اور آخری دور حسن میں برابر ہوگیا

۱۶- جرت فى نظام الحق سنة ربنا ۔۔۔ تدور بنا دولاب دهر يطيعها

ہاں! نظام عالم میں سنت اللہ یوں ہی جاری رہی ہے کہ حوادث کا چرخ اس کے مطابق گھومتا رہا ہے۔

۱۷- فرب بقاع احرقتها عواصف ۔۔۔ سقتها غوادى المزن يزهو ربيعها

پس بہت سی بستیاں تھیں جنکو باد سموم نے جھلس دیا تھا اب ابرہائے رحمت سے ان پر موسم بہار آگیا ہے۔

۱۸- ورب بلاد قد حواها ظلامها ۔۔۔ اضاءت بشمس قد تلألأ نيعها

اور بہت سے ملک اور شہر جنہیں ظلمتیں چھاگئی تھیں پھر اس کے بیابان آفتاب کی روشنی سے جگمگا اٹھے۔

۱۹- ورب قلوب من سقام تصدعت ۔۔۔ فآسى طبيب القلب صحت صدوعها

اور بہت سے وہ قلوب جو مصائب دہر سے صد درجہ درد مند ہوگئے تھے وہ طبیب قلب کے علاج سے آسودہ حال ہوگئے۔

۲۰- فجامعة الاسلام تهطل مزنها ۔۔۔ ويخضر منها سهلها وربوعها

جامعہ اسلامیہ کے ابرہائے علم ومعرفت اسطرح برسنے لگے کہ اس سے پست وہموار سب سرسبز و شاداب ہوگئے۔

۲۱- فقرت قلوب كان جما وجيبها ۔۔۔ وقرت عيون حين تهمى دموعها

بیقرار دل مطمئن ہوگئے اور آنسو بہانے والی آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں۔

۲۲- فهاهى دار العلوم رفيعة ۔۔۔ ومرعاة خصب لا يعد قطيعها

پس یہی ایک رفیع الشان دار العلوم ہے اور سرسبز چمن ہے جس کے خوشہ چیں بیشمار ہیں۔

۲۳- هى الشمس ابدى رونق العلم نورها ۔۔۔ واشرق فى سر القلوب طلوعها

یہی وہ آفتاب ہے جسکی روشنی نے علم کی رونق کو دوبالا کردیا اور جسکی روشنی دل کی گہرائیوں تک پہنچ گئی۔

۲۴- ورب ينابيع الرشاد تزادها ۔۔۔ فمنها مجاريها ومنها ينبوعها

اور بہت سے علم وہدایت کے چشمے جو آپ دیکھ رہے ہیں وہ ایسی جامعہ کے سرچشمۂ علم سے پھوٹ کر نکلے ہیں۔

۲۵- وقد استنارت بهة ستطابة   وشقت لاظلام الضلال دُرُوعُها

یہ جامعہ ایک کافی عرصہ تک جہل و گمراہی کے تاریک پردوں سے نکل کر بہت بڑے حصۂ نور علم سے بہرہ ور رہ چکا ہے۔

۲۶- بنور امام العصر انور شیخنا   اشاع غوالی الدُّر ریلو منہ یُحُها

یعنی حضرت امام العصر مولانا انور شاہؒ کے نور علم و عرفان سے۔ جس نے علم کے گرانقدر موتیوں کو فیاضی سے تقسیم کیا ہے۔

۲۷- تحمل من اوقار علم ذخائرا   تکاد جبال الارض لا تستطیعُها

آپ نے ذخائر علم کے ایسے بارہائے گراں کا تحمل کیا جن کے تحمل سے بڑے بڑے پہاڑ بھی عاجز تھے۔

۲۸- وبث علوما من مکامن صدره   زمانا مدیدا تجادَ فیها ربیعُها

اور آپ نے اپنی حیات کے مبارک لمحوں میں عرصۂ دراز تک علوم و معارف کے اسرار و حقائق ظاہر کئے۔

۲۹- واما قضیٰ نحبًا انار مقامه   محقق عصر فی العلوم یُشیّحُها

آپ کے وفات کے بعد ایک محقق عصر عالم متبحر نے آپکی جانشینی فرما کر مسند درس کو روشن کیا۔

۳۰- امام الهدی شبیر احمد شیخنا   اذا عُدَّ اهل العلم فهو ضلیعها

یعنی رشد و ہدایت کے امام حضرت الاستاذ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی نے جو اہل علم ممتاز و مقتدیٰ ہیں۔

۳۱- واولاه رب العالمین فصاحه   تصیر له منحبا لشعاب ذلوعُها

خدا نے آپکو ایسی فصاحت دی ہے کہ ان کے مؤثر بیان سے دقائق و مشکلات بالکل صاف اور واضح ہو جاتے ہیں۔

۳۲- هلا لة عثمان الحیی و نجله   له تَلوُ قلبٌ لسانٌ نصیحها

جو امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ کی اولاد میں ہیں آپ کو خدا نے دل زبان اور قلم کا مالک بنایا ہے۔

۳۳- وفاح عبیرُ المسك من حسن وشیه   بخدمة قرآن حدیث تبیعُها

آپ نے اپنی حسن تحریر سے قرآن و حدیث کی ایسی خدمت کی جس کی عطر بیزی سے مشام عالم معطر ہے۔

۳۴- فوائد تنزیلٍ له فاق حسنها   تنظّمَ کالدُّرِّ البدیع بدیعها

آپکے فوائد قرآن مجید حسن و جمال میں بے نظیر ہیں گویا وہ بیش بہا پروئے ہوئے موتی ہیں۔

۳۵- تنورت الاقطار من فتح ملهمٍ   وکم من مزایا العلم فهو بدیعها

آپ کی فتح الملہم شرح صحیح مسلم سے اطراف عالم منور ہو گئے اور بہت سے علمی کمالات کے آپ مخترع ہیں۔

۳۶- فاحیٰ قلوبا قد امیتت بجهلها   ونبّه نُوّاما حواها هجوعُها

آپ نے مردہ دلوں کو زندہ کیا غافل اور سونیوالوں کو بیدار کیا۔

۳۷- فکم لكَ یا دابیل من حسن اثرة　　تضیئ البرایا ضوءُها ولموعها

پس اے ڈابھیل تیری ایسی علمی اور دینی خدمتیں ہیں جنکی منور شعاعوں سے عالم روشن ہوگیا۔

۳۸- بلكَ المجلس العلمی قد طاب نشرہ　　بنشر لآلی العلو فهو مشیعُها

مجلس علمی بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس سے علم کے گرانقدر موتی منصۂ شہود پر آرہے ہیں۔

۳۹- اشاع تصانیف البحور ائمةٍ　　غُنیَةً ذُخرًا کاد دھر یضیعها

جس نے متبحرین علماء کے ان بیش بہا ذخیروں کو شائع کیا جو قریب تھا کہ حوادث زمانہ کی نذر ہو جائے۔

۴۰- فجدّ و قاسیٰ فی اکتساب جواهر　　نفائس اسرار العلوم رفیعها

اس مجلس نے اپنی سعی اور کوشش سے علمی جواہرات حاصل کئے۔ اے مشتاقان علم! یہی بلند پایہ اسرار علوم ہیں

۴۱- فشکرا لبانیه النبیل و ناظر　　لأولیٰ علو باجتهاد یذیعها

ہم اس مجلس کے محترم بانی اور ناظم کے شکر گذار ہیں وہ ناظم علمی موتیوں کو پرو کر محنت سے شائع کر رہے ہیں۔

۴۲- فأکرم أیا دابیل من فیض باری　　و نفحات رب قد ارید شیوعها

پس مبارک ہے تو اے ڈابھیل کہ تجھ میں فیض باری کے طرح طرح کے کرشمہائے قدرت ظاہر ہورہے ہیں۔

۴۳- و یا بقعة "الکجرات" زدت مأثرا　　تمیزت بالحسناء باد صنیعها

اے گجرات کی سرزمین! اللہ تعالیٰ تیری برکتوں کو اور بھی زیادہ کرے تو ایک درسگاہ کیوجہ سے ممتاز ہے جسکی خدمات ظاہر ہیں۔

۴۴- فجامعة الاسلام تزهو بروضها　　علی سائر الروضات فهی بدیعها

جامعہ اسلامیہ اپنے علمی گلستاں کیوجہ سے دوسرے علمی گلستانوں پر فخر کر رہا ہے کیونکہ یہ سب سے ممتاز ہے۔

۴۵- و کل دیار مؤنقات بعلمها　　کأنْ تلك اجساد و هاهی روعها

سارے علمی معاہد گویا بمنزلہ جسد کے ہیں اور یہ جامعہ اسلامیہ گویا ان کا دل ہے۔

۴۶- ففی الارض اذ تزهو القصور بهجة　　تجلّی بهاء فی السباسب ریعها

جب روئے زمین پر علمی عمارتیں ظاہر ہوں تو یہ جامعہ ایسا نمایاں معلوم ہوگا جیسے ہموار زمین پر ٹیلہ۔

۴۷- عجبت لها من حسنها و بهائها　　و رفع قصور قد اجید صنیعها

میں اسکے ظاہری و باطنی خوبیوں کو اور عمدہ بلند عمارتوں کو دیکھ کر تعجب کرتا ہوں۔

۴۸- و ائتلاء برق فی دجی اللیل ابرقت　　اذا اسودّ من ظلماء لیل هزیعها

اور تعجب کرتا ہوں اسکی بجلی کے قمقموں سے جب وہ رات کی اندھیری میں جگمگاتے ہیں۔

۴۹۔ تماقم نورفی دجا ہ کانہا نجوم سماء فی الدیاجی لمیعُھا
وہ بجلی کے قمقمے رات کی اندھیری میں آسمان کے ستاروں کی طرح منور معلوم ہوتے ہیں۔

۵۰۔ الیہا یشد الرحل من کل بلدۃ شمالاً جنوباً کیف کان شسوعُھا
یہی وہ درسگاہ ہے جس کی طرف شمال، وجنوب ہر ملک کے لوگ دُور دُور سے آرہے ہیں۔

۵۱۔ تؤم بہا درس العلوم عصابۃٌ لطلاب علم تطمئن ضلوعہا
یہاں پر ایسی جماعت درس علوم دے رہی ہے جن کے درس سے طلبہ علم کے دل مطمئن ہوتے ہیں۔

۵۲۔ فیشفی الصدیٰ والبحر ملتطوبہا طوائف عشاق الیہا نزوعہا
تشنگان علم ایسی حالت میں کہ علمی دریا موجزن ہے اپنی پیاس بجھانے کیلئے جوق در جوق آرہے ہیں۔

۵۳۔ فیا ایہا الطلاب قوموا وشمروا وشدوا رحالاً لایفتکم نجیحہا
پس اے مشتاقانِ علم! اٹھ کر تیار ہوجاؤ اور سامان سفر باندھو تاکہ یہ علمی متاع تم سے فوت نہ ہو۔

۵۴۔ ویا قاطنی کجرات اَسنُّوا منارھا فاتوتہا نوص علیکم ذُنوبہا
اور اے گجرات کے باشندو! اسکی شان کو بلند کرو کیونکہ اس کی ہر قسم کی خدمت تمہارا فرض ہے۔

۵۵۔ وایقنتُ ان اللہ یجزی بفضلہ دفاق مساعیکم وکیف یضیعہا
اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تمہاری کوششوں کا پورا بدلہ دے گا اور کیونکر ضائع کرے گا۔

۵۶۔ أیا جامعۃ الاسلام لازلت ملتقی لعُشاق علم تحتمزی جموعُھا
اے جامعہ اسلامیہ خدائے تعالیٰ تجھ کو ہمیشہ مشتاقان علوم کے اجتماع سے معمور رکھے۔

۵۷۔ وصلی اللہ علی خاتم النبیین ربّنا صلاۃً تکون للمعاصی شفیعہا
اللہ تعالیٰ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی رحمت کاملہ نازل فرمائے جو ہماری گناہوں کیلئے شفیع بن جائے۔ آمین

(منقول از روداد ۵۳ھ صـ ۳۶ تا ۴۱)

مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل سملک

ڈابھیل سملک سورت ہندوستان کا ایک مشہور شہر ہے۔ سورت سے بمبئی کو جانے والی ایک سڑک کے کنارے یہ دونوں گاؤں آباد ہیں۔ ڈابھیل اور سملک دونوں گاؤں اس طرح ایک دوسرے سے متصل ہیں کہ دونوں کو ایک ہی بستی اور ایک ہی گاؤں سمجھنا چاہئے۔

سورت سے جنوب مشرق میں تقریباً ۲۶ کلومیٹر پر یہ گاؤں آباد ہے۔ یہاں سے جنوب مغرب کی سمت ایک قدیم شہر "نوساری" تقریباً ۱۴ کلومیٹر پر واقع ہے۔ جانب مغرب میں سورت سے بمبئی جانے والی ریلوے لائن پر "مَرَولی" اسٹیشن ۶ کلومیٹر پر واقع ہے۔ جانب مشرق میں احمد آباد سے بمبئی جانے والی بڑی سڑک (ہائیوے روڈ) پر "وسیمہ" کے نام سے ایک چوراہا ۲ کلومیٹر کی مسافت پر واقع ہے جو بسوں اور ٹرکوں کی بہت مشہور گذرگاہ ہے۔

ڈابھیل و سملک پہلے ضلع سورت میں داخل تھے۔ اب ضلع "بلساڑ" کا ایک حصہ ہیں۔

ابتدائی حالات جامعہ اسلامیہ ڈابھیل پہلے مدرسہ تعلیم الدین کے نام سے سملک کی مسجد میں مکتب کی شکل میں شروع ہوا اس کے بانی اسی گاؤں کے ایک بزرگ مولانا احمد حسن بھام سملکی رحمۃ اللہ

علیہ ہیں[1]۔ جامعہ کے سابق مہتمم مولانا احمد بزرگ رحمہ اللہ نے بنائے مدرسہ، ابتدائی حالات اور اس کی تدریجی ترقی کے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کو ان ہی کے الفاظ میں پیش کرنا زیادہ مناسب ہے فرماتے ہیں" یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی زمانہ میں یہ گجرات علوم و فنون کا سرچشمہ و مخزن اور علماء و فضلاء کا ماویٰ و مسکن تھا۔ جن کے فیوض علمیہ سے ہزاروں تشنگان علوم سیراب ہوا کرتے تھے اور جن کی مفید تصنیفات آج بھی طالبان ہدایت کے لئے مشعلِ ہدایت ہیں۔

از منۂ ماضی میں چونکہ سورت کو باب مکہ ہونے کا شرف حاصل تھا اس لئے ہندوستان کے ہر گوشہ سے ارباب فضل و کمال، اولیاء و صلحاء کے قدوم میمنت لزوم سے اس سرزمین کو شرف حاصل ہوتا رہتا تھا۔ اور اس طرح پر یہاں کے لوگوں کو ان برگزیدہ حضرات سے استفادۂ فیوض کے بہترین مواقع نصیب ہوتے تھے۔

مگر انقلاب زمانہ جہاں مسلمانوں کی سلطنت، مال و دولت، صنعت و حرفت کو تباہی کے ہولناک سیلاب میں بہالے گیا وہیں اس نے اس سرزمین کی خصوصیت کو بھی خاک میں ملادیا۔ شاہان گجرات کی سلطنت کے زوال کے ساتھ ساتھ علماء ربانی اور اولیاء و صلحاء حقانی کہ جن کا وجود سلطنت سے بھی زیادہ باعث خیر و برکت تھا رخصت ہوگئے۔ ان نفوس قدسیہ کے دور کے ختم ہوتے ہی ہر طرف جہالت کی بھیانک اور خوفناک تاریکی چھاگئی۔ احمد آباد جو اسلامی تہذیب و تمدن کا سرچشمہ تھا ایسا تباہ ہوا کہ پھر اسے پنپنا نصیب ہی

---

[1] مولانا کے حالات ص۲۶۸ پر ملاحظہ ہوں۔

نہ ہوا۔ اس کا وہ جاہ و جلال اور شانِ وشوکت جو یادگارِ زمانہ تھا تاریخ کے صفحات پر افسانہ بن کر رہ گیا۔ یہی شہر جو کبھی دارالعلم تھا دارالجہل بن گیا۔ لوگوں کے عقائد ایسے بگڑے کہ خدا کی پناہ! امور شرکیہ و بدعیہ دین کے ہر شعبہ میں رچ بس گئے۔ بہت سی باتیں جن کو دین سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا دین میں داخل سمجھی جانے لگیں۔ غرض جہالت کیا تھی ایک وبا تھی جو ہر طرف پھیلی ہوئی تھی جس میں اسلامی عقائد و اعمال ڈھونڈے بھی نہ ملتے تھے۔

اس مہلک مرض کے اثرات سے بچانے کے لئے حکیم مطلق نے چند ایسے حاذق اطباء خود اس سرزمین گجرات میں پیدا فرمائے جن کا وجود مبارک جہالت کے زہریلے جراثیم کے لئے تریاق سے بھی زیادہ نفع بخش ثابت ہوا۔ ان بزرگوں نے مختلف طریقوں سے عوام کے عقائد و اعمال کی اصلاح کی طرف توجہ فرمائی کچھ وعظ و نصیحت اور تلقین وارشاد میں لگ گئے تو کچھ تصنیف و تالیف میں۔ چند بزرگوں نے مختلف مقامات پر اسلامی مدارس قائم کرکے دین متین کی خدمت شروع کی۔

بحمد اللہ تعالیٰ اس طرح اصلاح کا ایک ایسا مبارک سلسلہ شروع ہو گیا جس سے بہت جلد مفید نتائج ظاہر ہونے لگے۔ لیکن ابھی اس کو مضبوط اور مستحکم بنیادوں پر قائم کرنے اور وسیع پیمانہ پر پھیلانے کی ضرورت تھی۔ اور یہ اسی وقت ہو سکتا تھا کہ اس کے لئے ایک دارالعلوم اور جامعہ کی بنیاد ڈالی جائے۔ ظاہر ہے کہ کسی جامعہ کا قیام کوئی معمولی کام نہیں۔ اس کے لئے اگر بڑے سرمایہ کی ضرورت تھی تو دوسری طرف ایک ایسی شخصیت بھی درکار تھی جو متدین، سنجیدہ، خوش اخلاق، مستقل مزاج، اولوالعزم، بلند ہمت، وسیع القلب اور صاحبِ علم وفضل ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ پیمانہ پر انتظامی
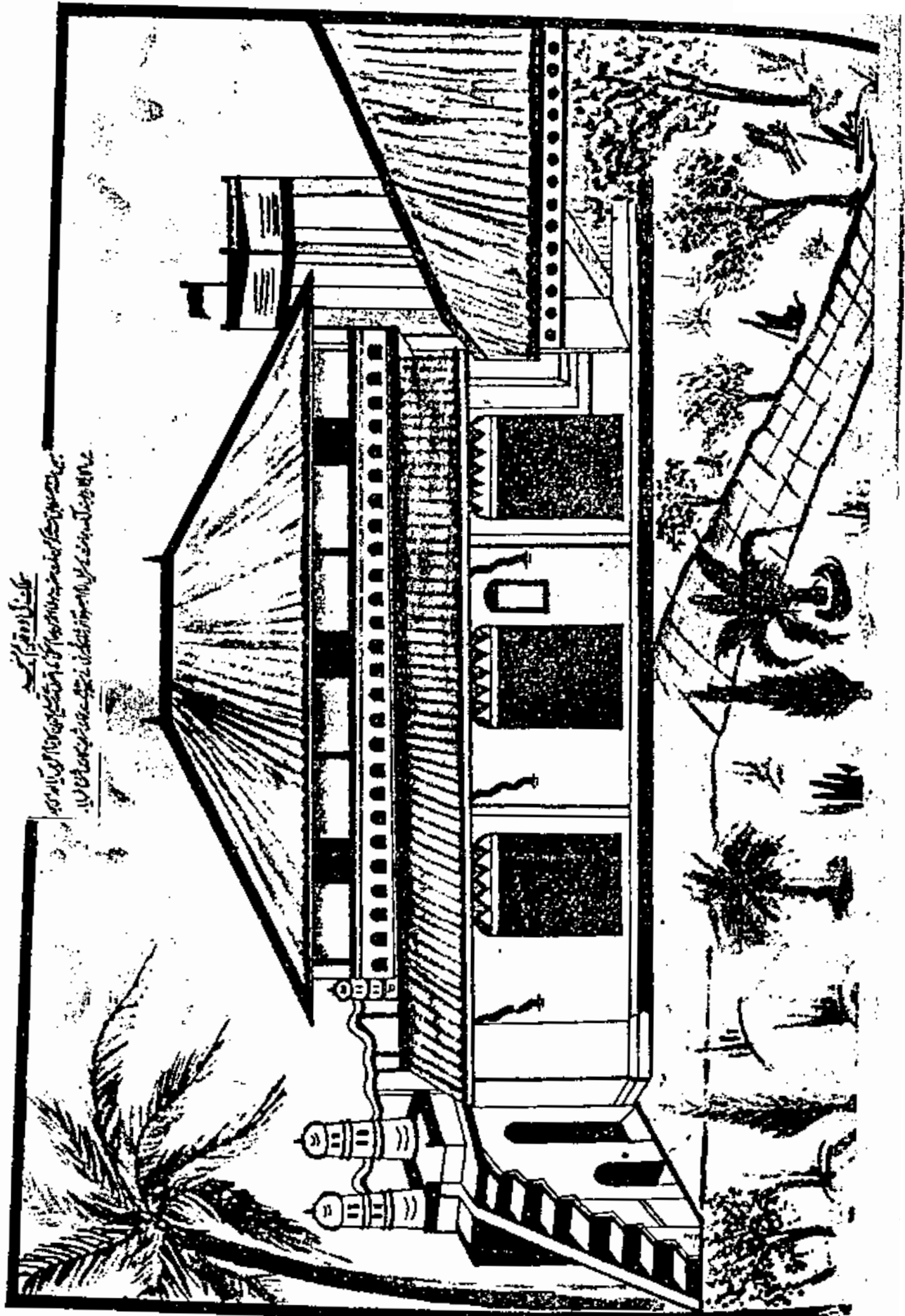
قوت بھی رکھتی ہو۔

اگرچہ بظاہر جبل آباد گجرات میں ایسی جامع ہستی کا وجود عنقا تھا مگر حکمت ایزدی کا فیصلہ بہت جلد ظہور میں آیا۔ اہل گجرات کی قسمت چمکی اور ان کی ٹوٹی ہوئی کشتی کا ناخدا خدائے تعالیٰ نے جناب مولانا احمد حسن بھام سملکی مرحوم بانیٔ مدرسہ وسابق مہتمم مدرسہ کو منتخب کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ وجعل الجنۃ مثواہ۔

قیامِ مدرسہ

مولانا مرحوم نے توکلاً علی اللہ چند محبین ومخلصین کی اعانت سے سملک کی مسجد میں ماہ شعبان المعظم ۱۳۲۶ھ کو جامعہ اسلامیہ کا افتتاح "مدرسہ تعلیم الدین" کے نام سے (ایک بڑے مجمع میں اپنے استاذ مولانا صوفی احمد میاں لاجپوری رحمہ اللہ کے دست مبارک سے[1]) کرایا۔ افتتاح کے وقت اگرچہ کچھ سرمایہ آپ کے پاس نہیں تھا۔ مگر حسن نیت، اخلاص وللّٰہیت اور سب سے بڑھ کر جوش عمل کا بے پناہ جذبہ موجود تھا جس کے سامنے لاکھوں کی پونجی ہیچ ہوتی ہے اور درحقیقت سب سے بڑی اور کام کی چیز نیت صالحہ اور اخلاص کامل ہی ہے جس کی برکت سے مشکل سے مشکل اور سخت سے سخت کام بھی باوجود سیکڑوں دشواریوں کے سہل ہوجاتے ہیں۔ اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمانوں کے محیر العقول کارناموں اور کامیابیوں کا راز یہی چیزیں تھیں۔

بہرحال افتتاح کے وقت مدرسہ کی جو حالت تھی اس کو خود مولانا مرحوم کے الفاظ میں سنئے۔ مولانا قوم کو خطاب فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"اپنے مدرسہ کی بنیاد ۱۳۲۶ھ میں اس حالت میں ہوئی کہ اس وقت مجھ خادم

---

[1] مابین القوسین عبارت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری کے ایک مضمون سے ماخوذ ہے، جو ماہنامہ دارالعلوم محرم ۱۴۰۳ھ میں شائع ہوا۔

احمد حسن اور ایک قرآن شریف کے مدرس کے سوا کوئی دوسرا نہیں تھا نیز مالی امداد کے لئے اس غریب بستی کی چاول آٹے کی برکتی مٹھی کے سوا کوئی دوسری صورت نہ تھی۔"

ان بالکل سادہ مگر پر اثر لفظوں سے جہاں مولانا مرحوم کے حد درجہ ایثار و خلوص کا پتہ چلتا ہے وہیں اسلامی سادگی کی وہ عدیم النظیر شان بھی ظاہر ہوتی ہے جو کبھی مسلمانوں کا طرۂ امتیاز تھی۔ خدائے تعالیٰ اس مٹھی مٹھی چاول آٹے کو ڈابھیل و سملک کے باشندوں کے لئے آخرت کا ذخیرہ بنائے۔ آمین

مدرسہ کی ترقی تاسیس مدرسہ کے بعد بفضلہ تعالیٰ بہت جلد مدرسہ کی ترقی ہونے لگی، طلبہ کی کثرت کے ساتھ مدرسین وملازمین میں بھی اضافہ ہوتا رہا اور باقاعدہ عربی، فارسی، اردو، قرآن شریف اور گجراتی کی تعلیم ہونے لگی۔

تجوید کا انتظام مولانا مرحوم کی خواہش تھی کہ قرآن مجید کی تعلیم باقاعدہ تجوید کے ساتھ ہونی چاہئے کیونکہ یہ کلام بلاغت نظام جس درجہ رفیع المرتبت ہے اسی قدر اس کو صحیح حاصل کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ آپ نے اس ضرورت کے لئے درجۂ تجوید قائم کیا اور ایک ماہر قاری کا تقرر کیا۔ یہ اسی کی برکت ہے کہ آج قرآن شریف کو صحیح پڑھنے والوں کی اچھی خاصی تعداد ان اطراف میں موجود ہے۔ (اس وقت سے اب تک یہ شعبہ برابر قائم ہے۔ اور تعلیم کے دوسرے شعبوں کے ساتھ ساتھ یہ شعبہ بھی ترقی پذیر ہے۔ (مرتب)

لہ یہ مولانا احمد درویش سملکی تھے۔ ملاحظہ ہو روداد اردو ۱۳۵۶ھ صہ ۳

خوشنویسی

تعلیم کے ساتھ صنعت کتابت کی ضرورت محتاج بیان نہیں،
مولانا مرحوم کو اس کا بھی بہت خیال تھا۔ آپ کی نظر سے ایسے
طلبہ کا حال مخفی نہیں تھا کہ دستارِ فضیلت حاصل کر لینے کے باوجود ان کا املاء
صحیح نہیں ہوتا تھا۔ حُسنِ خط تو درکنار رہا اس لئے آپ نے ابتدا ہی سے طلبہ پر
املاء نویسی اور خوشنویسی کی مشق لازم کر دی تھی اور اس کو فن کی حیثیت سے
باقاعدہ سکھلانے کے لئے ایک تجربہ کار خوشنویس منشی کانپور سے بلایا۔

طریقۂ تعلیم

مولانا مرحوم نے ابتدائی تعلیم کی اہمیت کو محسوس فرمایا کہ اس
کی پختگی اور مضبوطی کے بغیر آئندہ کامیابی اور ترقی نہیں ہو سکتی
اس لئے ابتدائی تعلیم کی نگرانی کی طرف بیحد توجہ کی۔ سالانہ، ششماہی، سہ ماہی
امتحانات کے علاوہ ماہانہ امتحان بھی تجویز فرمایا اور اکثر خود بنفس نفیس یہ امتحان
لیتے تھے۔ (یہ سلسلہ بحمدہ تعالیٰ اب تک جاری ہے۔ تین امتحانات کے علاوہ
ابتدائی درجات کا ماہانہ امتحان بھی ہر ماہ ہوتا ہے ۱۲ مرتب

زبان اردو

یہاں کی مادری زبان عموماً گجراتی ہے۔ مگر دینی مدارس میں تعلیم
و تعلّم کا سلسلہ ہمیشہ اردو زبان کے ذریعہ قائم رہا ہے۔ بچے
اس طرزِ تعلیم سے اسی وقت پورا فائدہ اٹھا سکتے ہیں کہ اُردو زبان بولنے اور
سمجھنے پر قادر ہوں۔ اس لئے مولانا مرحوم نے ہر ایک طالب علم پر اُردو میں
بات کرنا لازم کر دیا تھا۔ اگر کسی کو گجراتی میں بات کرتے سن لیتے تھے تو سخت
ناراض ہوتے تھے۔ بعض اوقات سزا تک دیتے تھے۔ اس طرح چھوٹے بچوں
میں بھی اردو بولنے کا شوق پیدا ہو چلا تھا۔

(روداد جامعہ اردو شائع شدہ ۱۳۵۱ھ ص۱ تا ۵)

رسالہ "الدین" کا اجراء تمام مسلمانوں میں عملی شوق پیدا کرنے اور مذہبی معلومات بہم پہنچانے کے لئے آپ نے ایک ماہوار رسالہ "الدین" کے نام سے جاری فرمایا۔ جس میں علمی، مذہبی، تاریخی اور اصلاحی مضامین شائع کئے جاتے تھے۔ اس رسالہ نے مسلمانوں کی بیش بہا خدمات انجام دیں۔ (ایضاً ص۵)۔

پریس کا قیام مولانائے مرحوم نے جو شاہراہ اختیار فرمائی تھی اس کے لئے قدم قدم پر پریس کی ضرورت پڑتی تھی۔ لہذا ضروری تھا کہ پریس کی طرف توجہ کی جاتی۔ اگرچہ چند در چند مشکلات اس میں سدّ راہ تھیں اور ایسا شخص جو ظاہری اسباب سے بالکل خالی ہو پریس کے قیام کا تخیل بھی نہیں کر سکتا تھا، مگر مولانا مرحوم جن کی نظر ہمیشہ تائید غیبی پر لگی رہتی تھی اس موقع پر بھی آپ نے ظاہری موانع کی طرف التفات نہ کیا۔ اور "معین الدین" کے نام سے ایک پریس قائم کر لیا۔ غالباً ضلع سورت میں یہ پہلا اسلامی پریس تھا جس سے ایک طرف "الدین" کی اشاعت کی مشکلات حل ہو گئیں تو دوسری طرف تبلیغی مقاصد کی توسیع کا بہترین ذریعہ حاصل ہو گیا۔ افسوس کہ مولانا مرحوم کی وفات کے بعد یہ دونوں مفید سلسلے قائم نہ رہ سکے۔
(ایضاً ص۶)

مدرسہ کا دور ثانی

مدرسہ کے لئے زمین کی خریداری درس و تدریس کا سلسلہ اگرچہ سملک کی مسجد میں جاری تھا لیکن وہ جگہ

مولانا احمد حسن بھام سملکیؒ کے زمانہ کی جامعہ کی قدیم مسجد کا مغربی حصہ
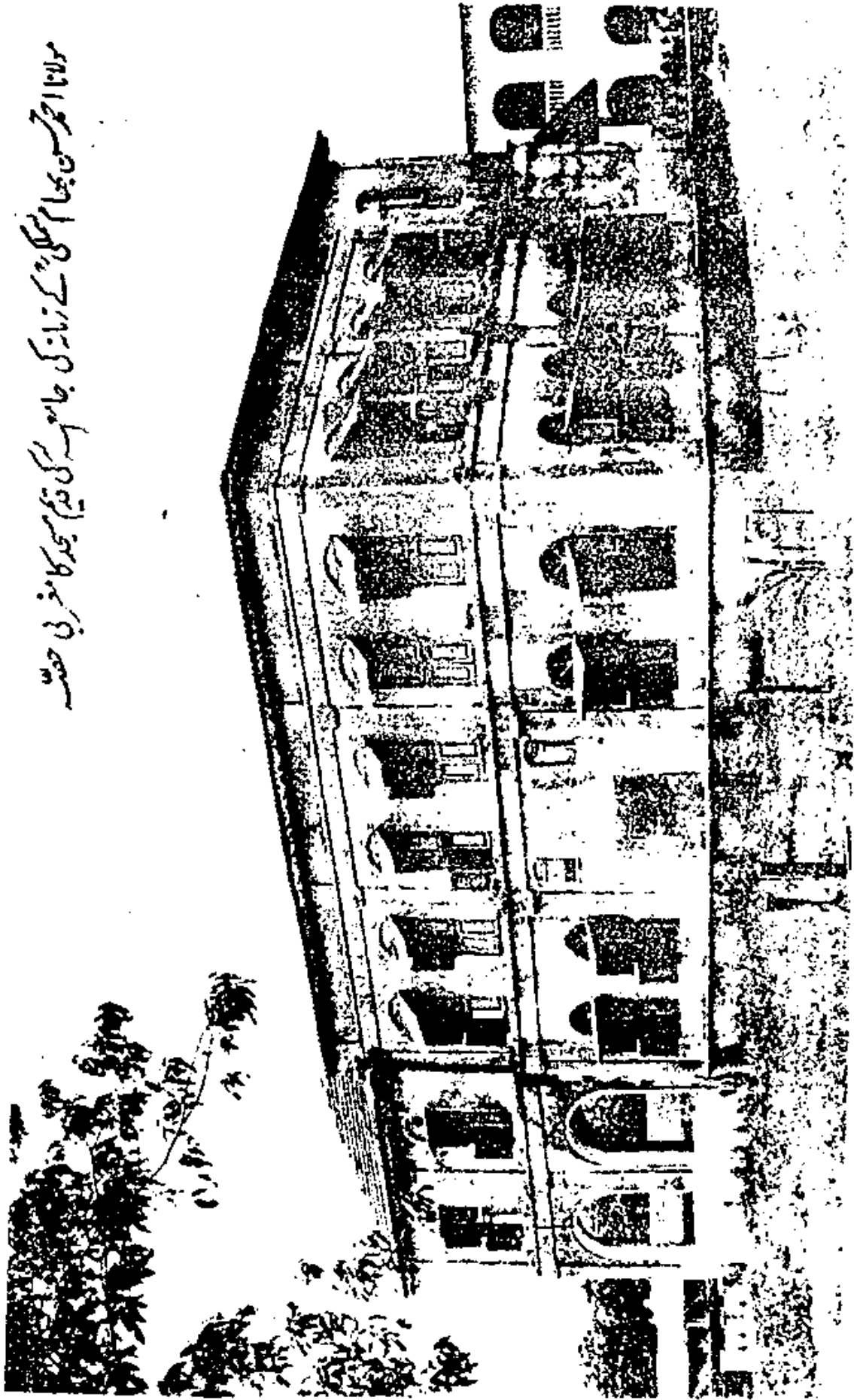
غیر مستقل اور ناکافی تھی۔ اس لئے ضرورت تھی کہ مدرسہ کے لئے ایک مستقل اور وسیع جگہ حاصل کی جائے۔ اگر معمولی مکتب کے لئے زمین کی ضرورت ہوتی تو اس کا مل جانا چنداں مشکل نہ تھا مگر مولانا کے پیشِ نظر ایک دارالعلوم کی بناء تھی اور آپ ایسی جگہ کی تحصیل کی کوشش کر رہے تھے جو ایک دارالعلوم کے شایانِ شان ہو۔ آخر بڑی جد و جہد کے بعد ڈابھیل کی غربی جانب عیدگاہ کے مقابل زمین کا ایک قطعہ خرید لیا گیا۔ بعض لوگوں نے جن کی نگاہ مستقبل پر نہیں تھی اس پر نکتہ چینی بھی کی کہ ضرورت سے زیادہ زمین کیوں خریدی گئی۔ لیکن ان نکتہ چینیوں کے جواب میں مولانا نہایت خندہ پیشانی سے یہی فرماتے رہے کہ "ابھی یہ کم ہے اس سے بھی زیادہ زمین کی ضرورت ہوگی" مولانا کا وہ جواب آج حرف بحرف صحیح ثابت ہو رہا ہے۔

(ایضاً صـ۶ـ۷)

مولانا مرغوب احمد لاجپوری اپنے ایک مضمون میں زمین کی خریداری کے سلسلہ میں لکھتے ہیں "دراصل آپ کے ذہن میں ایک جامعہ کا تصور تھا اسی کے شایانِ شان آپ کو زمین کی ضرورت تھی اس زمانہ کے نوساری کے نائب صوبہ دار مولانا محمد علی (جوہر) مرحوم کا بھی یہی مشورہ تھا کہ گاؤں سے باہر کوئی وسیع زمین حاصل کرنی چاہئے چنانچہ دونوں نے ڈابھیل و سملک کے ہر چہار طرف گھوم پھر کر دیکھا اور بڑی جد و جہد کے بعد ڈابھیل کی غربی جانب عیدگاہ کے مقابل ایک وسیع قطعۂ زمین خریدا جہاں پر آج جامعہ قائم ہے۔

(دارالعلوم محرم ۱۳۷۳ھ)

بنائے مسجد

زمین مل جانے کے بعد آپ نے سب سے پہلے مسجد تیار کرائی درسگاہوں، دارالطلبہ وغیرہ دوسری ضروریات کی اگرچہ

سخت ضرورت تھی مگر سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے ان کو موخر کرنا پڑا۔
(روداد اردو ۸۵ھ صے)

وہ قدیم مسجد اب باقی نہیں رہی۔ خستہ اور پرانی ہوجانے نیز جامعہ کی ضرورت کے لئے ناکافی ہوجانے کے سبب شہید کرکے اسی جگہ شاندار طویل و عریض مسجد جامعہ کے حسب ضرورت موجودہ مہتمم حضرت مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہ نے تعمیر کرائی اس کا ذکر آئندہ آنے والا ہے۔

مولانا مرحوم نے مسجد کے حوض کے اوپر ایک ہال طلبہ کے قیام کے لئے بنوایا تھا۔ مسجد کے ساتھ وہ بھی منہدم کردیا گیا۔ چند کمرے جو اشیاء خوردنی کی ذخیرہ اندوزی اور مطبخ کی ضروریات کے لئے تعمیر کرائے تھے وہ ابھی تک موجود تھے۔ اس سال ۱۴۱۷ھ میں وہ بھی منہدم کردئے گئے۔

جنوبی افریقہ کا سفر

درسگاہ وغیرہ کی تعمیر کے لئے آپ نے مقامی اور جنوبی افریقہ میں مقیم تجار حضرات کے مشورہ سے جنوبی افریقہ کا سفر کیا، وہاں پہونچ کر آپ نے ابتداء "انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم" کا نہایت اہم فریضہ ادا کیا۔ آپ کی حسن تدبیر سے مسلمانوں میں آپس کی کشیدگی دور ہوگئی اور اتحاد و اتفاق کا خوشگوار ماحول پیدا ہوگیا۔ یہ اتفاق مدرسہ کے حق میں بہت مفید ثابت ہوا سب نے متحد ہوکر مدرسہ کی طرف دست اعانت بڑھایا اور تعمیر کے لئے ایک گرانقدر رقم جمع ہوگئی جس کو آپ نے یہاں بھیج دیا (ایضاً صــ۱۰)۔

واپسی کا قصد اور وفات

آپ ہندوستان مراجعت کا قصد فرمارہے تھے کہ وہاں انفلوئنزا کی وبا پھیل گئی۔ جس میں آپ کے بہت سے مخلصین رحلت کرگئے۔ بالآخر آپ پر بھی اس مرض کا

مسجد قدیم کے حوض کے اوپر ایک ہال جو دارالاقامہ تھا
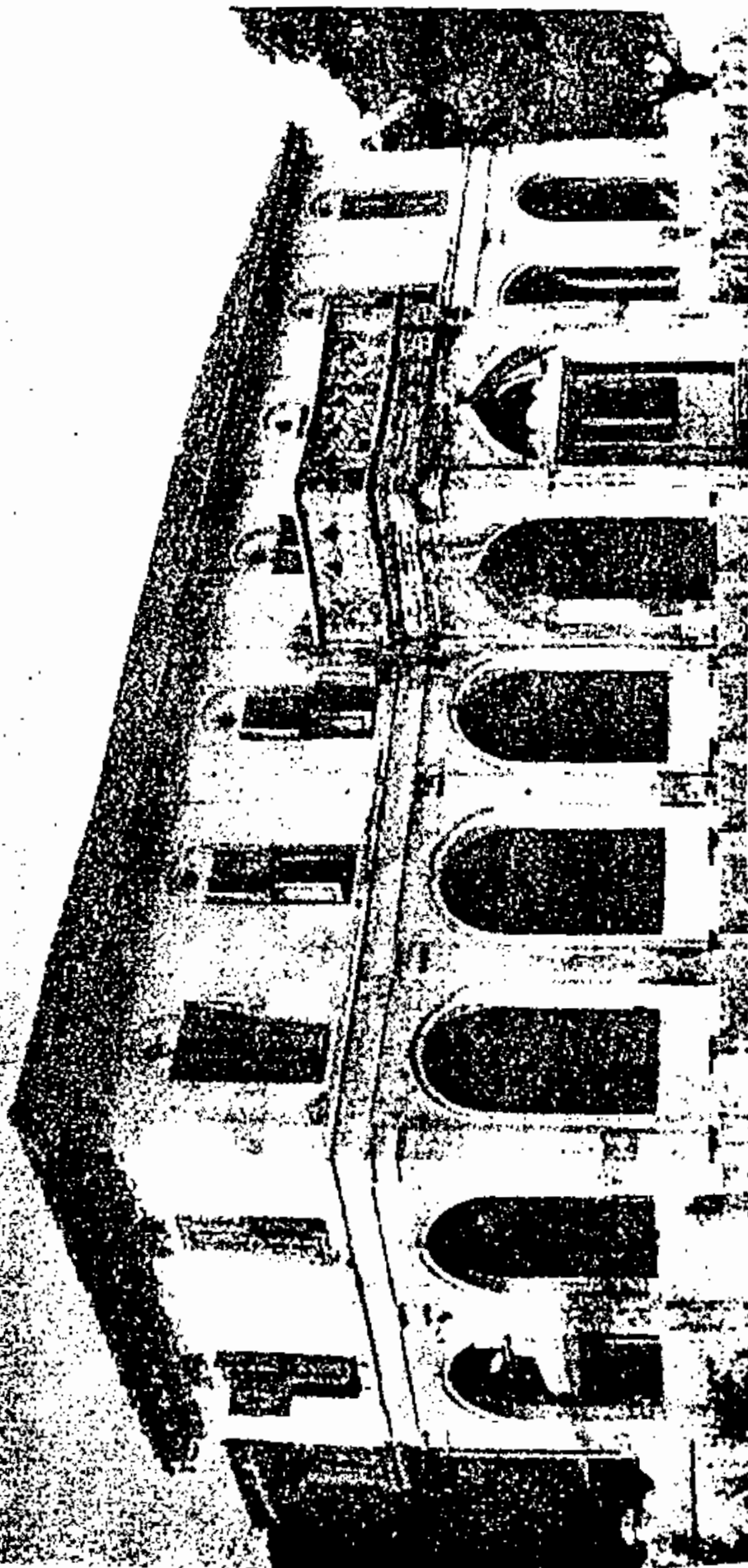
زبردست حملہ ہوا اور چند روزی علالت کے بعد ۱۰ محرم ۱۳۳۷ھ پنجشنبہ کو واصل بحق ہوگئے اور جنوبی افریقہ کے ایک شہر جوہانسبرگ میں مدفون ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (ایضاً صفحہ ۱۰۔)

مولانا کے بعد مدرسہ کا انتظام اور شاندار درسگاہ کی تعمیر

ابتداء سے مدرسہ کا انتظام واہتمام مولانا مرحوم کے ہاتھ میں رہا۔ جب آپ نے جنوبی افریقہ کا سفر اختیار فرمایا تو واپسی تک کے لئے مدرسہ کا انتظام جناب حاجی احمد پٹیل صاحب اور جناب حاجی ابراہیم میاں صاحب کے سپرد فرمایا ان ہر دو حضرات نے اپنے مقدور کے موافق حسبۃً للہ مدرسہ کی خدمت نہایت محنت وجانفشانی سے مولانا کی وفات کے بعد تک کی۔ جب جناب حاجی یوسف میاں صاحب افریقہ سے تشریف لائے تو مدرسہ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا اور تقریباً ڈیڑھ سال تک انہوں نے مدرسہ کے ہر شعبہ کی دیکھ بھال اور نگرانی کی، مولانا مرحوم نے ایک بڑی رقم فراہم کرکے افریقہ سے یہاں بھیج دی تھی۔ جس میں دوسری رقم کا اضافہ کرکے تقریباً پینسٹھ ہزار روپے کی لاگت سے ایک عظیم الشان وسیع دو منزلہ عمارت جناب سیٹھ حاجی یوسف میاں صاحب نے اپنی نگرانی میں تعمیر کرائی یہ عمارت گیارہ درسگاہوں پر مشتمل ہے جن میں ایک صدر درسگاہ ہے (نیچے چھ درسگاہیں ہیں اوپر چار اور دو درسگاہ کے بقدر دارالحدیث) جناب حاجی صاحب نے اس کی تکمیل میں بیش از بیش محنت وسعی کی اور جب تک مدرسہ کی عمارت پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ گئی آپ نے اطمینان کا سانس نہیں لیا۔

(ایضاً صفحہ ۱۱)

اس عظیم درسگاہ کی چھت کھپریل کی تھی۔ مولانا احمد بزرگ رح نے ۱۳۵۳ھ

میں اس کے بوسیدہ ہوجانے کی وجہ سے کھپریل کو نکال کر عمدہ قسم کا مضبوط ٹین ڈال دیا۔ اس کے بعد آپ کے خلف الصدق موجودہ مہتمم مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہ نے ۱۳۹۱ھ میں ٹین کے پرانے ہوجانے اور چھت کے ٹپکنے کے سبب سمنٹ کی پختہ چھت بنوائی نیز دیواروں کی مرمّت کرائی۔ اس میں پچپن ہزار سے زیادہ رقم خرچ ہوئی۔

مولانا احمد حسن بھامؒ کے انتقال کے تقریباً دو سال بعد شعبان ۱۳۳۹ھ میں مولانا احمد بزرگ سملکیؒ کو رنگون سے بلاکر مہتمم بنایا گیا جیسا کہ آئندہ اس کا ذکر آنے والا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ عظیم قدیم درسگاہ جس میں فارسی اور عربی کی تعلیم ہوتی ہے۔ اس کی بنیاد مولانا احمد حسن بھام کے انتقال کے بعد جلد ہی ۱۳۳۷ھ ہی میں رکھ دی گئی تھی اور یہ بات یہاں بہت مشہور ہے کہ اس کی بنیاد حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے رکھی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ دو سال میں یہ عمارت مکمل ہوگئی تھی۔

مولانا احمد اشرف صاحب راندیری مدظلہ سے اس اندازے کی تائید بھی حاصل ہوگئی۔ مولانا موصوف نے بتایا کہ حاجی یوسف میاں سملکی نے تعمیر کی تکمیل کے بعد اس کے افتتاح کے لئے ایک جلسہ کیا تھا جس میں مولانا قاضی رحمۃ اللہ، مولانا نذیر صاحب پالنپوری، مولانا یوسف صاحب لاجپوری وغیرہ شریک تھے میں اس وقت پڑھتا تھا۔ میں نے علم کی فضیلت پر اس جلسہ میں یاد کی ہوئی ایک تقریر بھی کی تھی۔ راندیر سے مجھے قاضی صاحب موصوف ساتھ لائے تھے۔ اسی جلسہ میں اہتمام کے لئے قاضی صاحب نے مولانا احمد بزرگ کا نام پیش کیا تھا جس کی تائید حاجی یوسف میاں وغیرہ تمام حاضرین نے کی تھی۔

(از افادات مولانا احمد اشرف راندیری مدظلہ بذریعہ مکتوب)

بلی فارسی درگاہ جس میں دارالحدیث بھی ہے ۔ تعمیر کی ہے ، سال تکمیل سنہ ۱۳۳۹ء
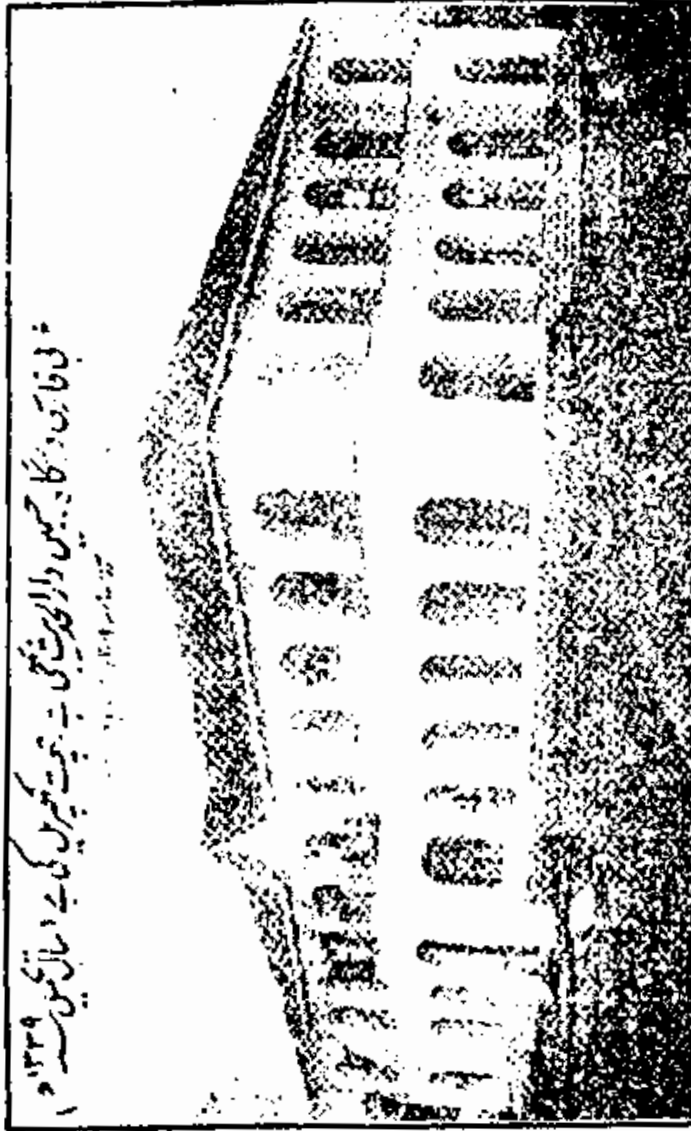
مدرسہ کا دَورِ ثالث

مولانا احمد بزرگ سملکیؒ کا اہتمام

مولانا احمد حسنؒ بھام کے انتقال کے بعد اگرچہ جناب حاجی یوسف میاں صاحب نے افریقہ سے آکر مدرسہ کا اہتمام سنبھال لیا تھا۔ لیکن اس اثناء میں حاجی صاحب موصوف اور دوسرے متعلقین مدرسہ اس امر کی سخت ضرورت محسوس کر رہے تھے کہ مدرسہ کا اہتمام کسی صاحبِ علم کو سپرد کرنا چاہیئے۔

مولانا احمد بزرگؒ لکھتے ہیں " بالآخر بہی خواہانِ مدرسہ نے راقم الحروف کو اہتمام سپرد کرنا چاہا۔ ان دنوں دارالافتاء وسورتی جامع مسجد رنگون کی خدمت راقم کے سپرد تھی۔ اگرچہ حضرات رنگون وہاں کے قیام پر مجبور کر رہے تھے، لیکن ایک اسلامی مدرسہ کی خدمت ایسی چیز نہیں تھی جس کو نظر انداز کر دیا جاتا خصوصاً جب کہ اس سے اہلِ وطن کی خدمت اور مولانا مرحوم کی دیرینہ رفاقت کا بہترین حق ادا ہوتا تھا، اس لئے راقم کو قیامِ رنگون ترک کر کے اپنے وطن ڈابھیل سملک آنا پڑا اور خدا پر بھروسہ کر کے ۲۳ رشعبان ۱۳۳۹ھ کو اہتمام کی گراں بار ذمہ داریوں کو قبول کر لیا۔" (رودادِ اردو شائع شدہ ۱۳۵۰ھ صلا)۔

مولانا احمد بزرگ کا دورِ اہتمام جامعہ کا وہ تابناک دور ہے جو جامعہ کی پوری تاریخ میں ہمیشہ اولیت کا مقام حاصل کرے گا۔ اس دورِ مسعود میں جامعہ کو ظاہری اور باطنی ایسی ترقی ہوئی جس سے جامعہ کو عالمی شہرت حاصل ہوئی

دیکھتے دیکھتے ایک معمولی مدرسہ جامعہ بن کر ملک کے عظیم مدارس میں شمار ہونے لگا۔

جیسا کہ پہلے معلوم ہوا حاجی یوسف میاں کے دور میں درسگاہ کی تعمیر مکمل ہوگئی تھی۔ اس تعمیری سلسلہ کی وجہ سے سرمایہ کی دقت پیش آرہی تھی۔

مولانا احمد بزرگ لکھتے ہیں:-

"جس وقت مدرسہ کا نظام میرے ہاتھ میں آیا اس وقت تعمیر کے اخراجات مدرسہ کا خزانہ خالی کر چکے تھے خزانہ میں ایک پائی بھی نہیں تھی۔ ضرورت تھی کہ اس کے سرمایہ کے لئے نیز انتظام وتعلیم کی نگرانی کے لئے پورا بندوبست کیا جائے چنانچہ اس کی سعی کی گئی۔ الحمدللہ وہ سعی بارآور ہوئی اور مدرسہ حسب سابق خاطر خواہ طریقہ پر چلنے لگا۔" (روداد شائع شدہ ۱۳۵۰ھ ص۱۱)۔

۱۳۳۹ھ میں مولانا احمد بزرگ نے اہتمام سنبھالا، دو سال کے بعد ۱۳۴۲ھ میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس علاقہ کو اپنی تشریف آوری سے مشرف فرمایا۔ مدرسہ دیکھنے کے بعد اپنے قلم حقیقت رقم سے معاینہ تحریر فرمایا۔

نقل معائنہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بعد الحمد والصلاۃ۔

یہ احقر حسن اتفاق سے بعض احباب کے بلانے پر اس نواح میں وارد ہوا اور پرسوں ۲۲ رجمادی الاخریٰ کو مقام ڈابھیل ضلع سورت مدرسہ تعلیم الدین میں

داخل ہوا اور ۲۳ر کو قیام کیا اور آج ۲۴ر کو رخصت ہو رہا ہوں۔ مدرسہ موصوفہ کے مہتمم صاحب اور مدرس تجوید کی فرمائش پر یوم قیام میں تجوید کے طلبہ کا تجوید میں امتحان لیا۔ جن میں مختلف طبقات کے طلبہ تھے بعض عربی کے رسالے پڑھے ہوئے بعض اردو کے، بعض کو صرف زبانی قواعد بتلائے گئے تھے پھر ان میں بعض حفظ کرنے والے تھے بعض ناظرہ پڑھنے والے پھر ان سب میں بعض نے زیادہ قرآن پڑھا تھا بعض نے کم، یہ سب ملا کر غالباً اٹھارہ تھے۔ ہر طالب علم سے اس کے درجہ کے موافق مختلف سوالات کئے جو سب کے سب کامیاب ہوئے اور پھر کامیابی بھی باستثناء دوچار کے ۸ متوسط درجہ میں کامیاب ہوئے باقی سب کو اول درجہ میں ہوئی اور یہ صریح ثمرہ ہے طلبہ اور مدرس صاحب کی مشقت و توجہ اور مہتمم صاحب کی نگرانی کا کہ طلبہ کے ساتھ ہے اور اگر مشقت و توجہ کی یہی رفتار رہی تو مدرسہ کو بہت کچھ ترقی کی امید ہے باقی دوسرے شعب تعلیمیہ و انتظامیہ کی تنقید و تنقیح کا مجھ کو موقعہ نہیں ملا لیکن مجموعی قرائن و آثار سے امید غالب ہے کہ سب کی اصلاح و تکمیل کی طرف توجہ اور اس توجہ کی بارآوری میں ترقی روز افزوں رہے گی۔ میں دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ ان امیدوں کو پوری فرمائے اور ظاہری و باطنی برکت بخشے۔ والسلام۔

کتبہٗ اشرف علی تھانوی حنفی عفی عنہ

۲۴ ج ۲ ۱۳۴۲ھ

(بقیہ مضمون) آنکہ یہ احقر اس مدرسہ کے متعلق یہ رائے ہمیشہ کے لئے دیتا ہے کہ اس کے مہتمم ہمیشہ عالم باعمل اور بقدر ضرورت انتظام سے مناسبت رکھنے والے ہوا کریں جیسا کہ اس وقت واقعہ ہے کہ تجربہ سے اس کی سخت

ضرورت ہے۔ اشرف علی تاریخ مذکورہ بالا
(از رجسٹر معاینہ صفحہ ۸۲)

اکابر علماءِ دیوبند کی تشریف آوری اور مدرسہ کی حیرت انگیز ترقی

مدرسہ اب جامعہ اسلامیہ ہوگیا

مولانا بزرگ لکھتے ہیں۔ مشہور ہے کہ تاریخ ہمیشہ اوراق ماضیہ کو دہراتی ہے اور ہر مستقبل ایک مرتبہ ضرور ماضی کو دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے، اگر یہ صحیح ہے تو بلاشبہ کہا جاسکتا ہے کہ گجرات کی سرزمین نے بھی اپنی تاریخ ماضی کے اوراق کو دہرانا شروع کردیا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ گجرات کی پاک سرزمین پر اب سے چند صدی قبل علوم نبوی کے وہ آفتاب و ماہتاب گذرے ہیں جن کی ضیا پاشی سے ایک زمانہ تک دنیائے اسلام مستفید رہ چکی ہے۔ مثلاً:

۱۔ شیخ علی متقی متوفی ۹۷۵ھ (مؤلف کنزالعمال) جو گجرات کے تاریخی مقام برہانپور میں جلوہ افروز شمع نبوت تھے۔

۲۔ علامہ مجد الدین محمد بن طاہر شہید پٹنی متوفی ۹۸۶ھ (صاحب مجمع بحارالانوار وغیرہ) جن کے وجود سے مدتوں "پیران پٹن" میں علوم نبویہ کے چشمے ابلتے رہے۔

۳۔ گجرات کے مایہ ناز محدث اور اسرار شریعت کے زبردست امین شیخ علاؤالدین علی بن احمد المہائمی قدس سرہٗ متوفی ۸۳۵ھ (مصنف تبصیر الرحمٰن و تیسیر المنان

اور انعام الملک العلاّم) پہلی کتاب تفسیر میں اور دوسری حقائق شریعت میں جو غالباً اسرار شریعت میں سب سے پہلی تصنیف ہے (اس لئے کہ آپ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے متقدم ہیں)۔

۴۔ علامہ وجیہ الدین بن نصر اللہ علوی متوفی ۹۹۸ھ علامہ موصوف سرسٹھ سال تک احمد آباد میں معقول و منقول کا درس دیتے رہے (اور متعدد کتابوں پر حاشیے اور شرحیں لکھیں)۔

۵۔ قاضی علاء الدین گجراتی۔

۶۔ قاضی برہان الدین۔

۷۔ مولانا صبغۃ اللہ الحسینی بھروچی۔

۸۔ شیخ عبدالقادر۔

۹۔ محمد بن عمر آصفی۔

۱۰۔ مولانا نورالدین احمد آبادی۔

۱۱۔ شیخ جمال الدین وغیرہم۔

یہ وہ حضرات ہیں جن کے انہماک تدریس و تصنیف سے خطۂ گجرات بارہویں صدی کے اوائل تک معمورۂ علم بنا رہا مگر نیرنگیٔ زمانہ نے اس بابرکت دور کے بعد عرصہ تک اس سرزمین کو اپنے موروثہ علم سے بیگانہ رکھا اور گجرات کی سرزمین کا چپہ چپہ ان قرون مبارکہ کو ترڑپتا رہا جن میں اس نے ہند اور بیرون ہند کے طالبان علوم نبوت کو اپنی پشت پر جگہ دی اور ہر وقت ان کی زبان سے قال اللہ اور قال الرسول سنتی رہتی تھی۔

(اردو روداد ۴۷ھ صہ ۱۲ تا ۱۳)

الحمد للہ زمانہ نے پلٹا کھایا اور قدرت باری تعالیٰ نے پھر ایک بار فیصلہ کیا

کہ سرزمین گجرات پر علوم نبوت کا ایک ایسا چشمہ جاری کرے جس کا آب زلال دلوں کی گندگیوں اور دماغوں کی آلائشوں کو ایک مدت مدید تک صاف کرتا رہے، اور جس کی سوتیں اتنی طویل اور عمیق ہوں کہ ایک عالم اس سے فیضیاب ہوسکے۔ یہ سلسلۂ علم وحکمت کسی سلطنت اور حکومت کا مرہون منت نہ ہو کہ اس کے رخصت ہونے کے ساتھ یہ بھی دم توڑ دے بلکہ اخلاص وللہیت کی طاقت سے بھرپور ایک ایسا انقلاب ہو جو زمانہ کے رخ کو بدل دے۔

سنت اللہ کچھ یوں ہی جاری ہے کہ اللہ کی زمین جب پیاسی ہوتی ہے اور کرۂ ارض کی ہر شئ تشنگی کی شدت سے پانی کے لئے بیتاب ہوجاتی ہے تو سمندر میں تلاطم اور تموج کا ایک طوفان برپا ہوتا ہے جس سے بخارات اٹھتے ہیں اوپر جاتے ہیں پھر بادل کی شکل اختیار کرتے ہیں اور ابرِ رحمت بن کر بارانِ رحمت برسانے لگتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح علامہ شبیر احمد عثمانی رح کے لفظوں میں دارالعلوم (دیوبند) سے علمی سمندر میں ایک طوفان جوش پرتلاطم اٹھا اور اس کی موجیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں اس تموج اور تلاطم سے کچھ نقصانات بھی ہوئے۔ پھر یہاں سے بخارات کے جو بادل اٹھے وہ ابر رحمت بن کر گجرات کی اس دور افتادہ سرزمین پر جاکر برسے جو علم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے محروم اور بے بہرہ تھی۔ علماء دیوبند کے وہاں پہونچ جانے سے ڈابھیل میں وہ عظیم الشان مدرسہ وجود میں آیا جس کے علمی فیضان سے آج گجرات کا چپہ چپہ سیراب ہورہا ہے۔ اور گجرات کا بدعت کدہ بحمد اللہ آج قرآن وسنت کی روشنی سے منور ہے۔

(تاریخ دارالعلوم دیوبند صفحہ ۲۷۳ ج ۱)

اس ہنگامہ کا جس کی طرف اوپر اشارہ ہوا خلاصہ یہ ہے کہ ۱۳۴۶ھ کے

اور آخر میں دارالعلوم دیوبند کے طلبہ کو ناظم مطبخ مولوی گل محمد مرحوم سے کچھ شکایت پیدا ہوئی طلبہ نے انھیں کچھ زد و کوب بھی کیا جس کے نتیجہ میں پانچ طلبہ کا اخراج عمل میں آیا۔ اس اخراج سے طلبہ کی ایک بڑی جماعت میں ہیجان پیدا ہوگیا۔ مگر سالانہ امتحان کے بعد نام تعطیل ہو جانے سے یہ ہنگامہ فرو ہوگیا ۱۳۴۵ھ میں پھر اس طرح کی کچھ شکایتیں پیدا ہوئیں اور اب کی دفعہ طلبہ کو اکابر اساتذہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰنؒ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ حضرت مولانا سراج احمد رشیدیؒ کی تائیدات بھی حاصل ہوگئیں اور شاہ صاحبؒ نے دارالعلوم کی مسجد میں اوائل شعبان ۱۳۴۵ھ میں دوبارہ طلبہ کی تائید میں تقریر بھی فرمائی یہ اختلاف جو تقریباً دو سال سے جاری تھا دب دب کر نمایاں ہوجاتا تھا۔ ذی قعدہ ۱۳۴۵ھ میں حضرت شاہ صاحبؒ اپنے وطن کشمیر تشریف لے گئے۔ ماہ صفر ۱۳۴۶ھ کے وسط میں وہیں سے استعفاء بھیج دیا۔ ۲/ربیع الاول کو دیوبند واپس تشریف لائے، مستعفی ہوچکے تھے اس لئے درس شروع نہیں فرمایا، طلبہ نے تعلیمی اسٹرائک کر دی جو دس دن تک جاری رہی۔ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب اور حضرت مولانا احمد سعید دہلوی کی سعی و کوشش سے اسٹرائک ختم ہوگئی اور مفاہمت ہوگئی۔

اوائل رجب ۴۶ھ میں مجلس شوریٰ ہوئی۔ اس نے مولانا مفتی عزیز الرحمٰن اور مولانا سراج احمد رشیدی سے بربنائے اختلاف استعفاء طلب کرلیا۔ ان حضرات کے استعفاء پر دوسرے اساتذہ نے بھی احتجاجاً اپنے اپنے استعفاء پیش کر دئے (ماخوذ از تاریخ دارالعلوم مرتبہ سید محبوب رضوی صفحہ ۲۶۹ تا صفحہ ۲۷۳ ملخصاً)[1]۔

---

[1] ہم نے حالات کا کچھ اندازہ کرنے کے لئے تاریخ دارالعلوم سے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶ پر)

بہر حال یہ معلوم ہو گیا کہ علامہ کشمیری اور ان کے رفقاء جو بعد میں ڈابھیل تشریف لائے۔ رجب ۱۳۴۶ھ میں دارالعلوم سے علیحدہ ہو گئے۔ ادھر ڈابھیل میں علامہ کشمیری کے بہت خاص خادم و تلمیذ مولانا محمد بن موسیٰ میاں افریقی کی (جو ۱۳۴۴ھ میں دارالعلوم سے فراغت حاصل کر چکے تھے اور دارالعلوم کے حالات سے واقف تھے) شادی کی تقریب تھی۔ یہ اکابر شادی میں شرکت کیلئے ڈابھیل تشریف لائے مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی بھی دعوت میں شرکت کیلئے تشریف لائے تھے۔ شعبان ۱۳۴۶ھ کی ۱۰ر تاریخ سے لیکر ۱۲ر تاریخ تک ڈابھیل میں یہ حضرات تشریف فرما تھے مدرسہ کا سالانہ امتحان بھی لیا تھا۔ عربی درجات کا امتحان علامہ انورشاہ کشمیریؒ اور مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ نے ۱۰ر شعبان کو لیا۔ فارسی کا امتحان مولانا سراج احمد رشیدیؒ نے، اردو کا مولانا بشیر احمد صاحب ناظم انجمن اتحاد المسلمین اور مولانا بدر عالم صاحب نے لیا۔ قراءت کا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی نے ۱۲ر شعبان کو اور قرآن شریف کا مولانا سید محمد ادریس صاحب سکھروڈی اور محمود حسن صاحب گیاوی نے لیا۔ اور ان تمام حضرات نے معیار تعلیم کو سراہا۔ ان بزرگوں کے

(بقیہ حاشیہ ص۲۵ کا) یہ خلاصہ بغیر نقد و تبصرہ کے اخذ کر لیا ہے ورنہ دارالعلوم میں کچھ اور واقعات بھی اس سے پہلے پیش آئے تھے مثلاً ۱۳۳۹ھ میں مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کا نام نائب مہتمم دوم کیلئے تجویز میں آنا۔ اور ۱۳۴۱ھ میں اس تجویز کا منظور ہو جانا۔ تعجب ہے کہ مرتب تاریخ دارالعلوم نے تمام واقعات سنہ کی ترتیب سے لکھے ہیں مگر اس تجویز اور اس کی منظوری کو ۱۳۴۹ھ کے واقعات کے بعد درج کیا ہے۔ ملاحظہ ہو تاریخ دارالعلوم ص۲۷۹ ج۱ ہم اس تقدیم و تاخیر کی مصلحت نہیں سمجھ سکے۔ ۱۲

قلم سے رجسٹر معاینہ میں تحریریں موجود ہیں ۔ ملاحظہ ہو رجسٹر معاینہ ص۸۸-۸۹)
۱۴ر شعبان ۱۳۴۶ھ کو مدرسہ کا سالانہ جلسہ ہوا جس میں علامہ انور شاہ کشمیری اور مولانا بدر عالم میرٹھی نے تقریریں بھی فرمائیں ۔ (روداد بزبان گجراتی ۱۳۴۶ھ ص۱۴۱ ، ص۱۵۱ وص۸۸ ور جسٹر معاینہ) ۔

ان اکابر کی دارالعلوم سے علیحدگی کے بعد بہت سے مدارس نے یہ چاہا کہ ان کی خدمات حاصل کریں لیکن یہ شرف ڈابھیل وسملک اور گجرات کے نصیب میں آیا ؎

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

جب یہ حضرات ڈابھیل شادی میں شرکت کے لئے تشریف لائے اسی وقت آئندہ یہاں آنے کیلئے ان حضرات کو آمادہ کرلیا گیا تھا ۔ مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی رحمہ اللہ اپنے مکتوب میں جو اسی قسم کے تاریخی استفسارات کے جواب میں میرے نام ارسال فرمایا ہے تحریر فرماتے ہیں " شعبان میں ہم لوگ شادی میں شرکت کیلئے ڈابھیل گئے تھے ہمارے قافلہ میں سبھی بزرگ اور ساتھی تھے ، حضرت والد صاحب حضرت شاہ صاحب مولانا شبیر احمد صاحب مولانا حفظ الرحمٰن صاحب مولانا بشیر احمد صاحب وغیرہ ۔ ہم سب راندیر بھی گئے تھے ۔ اس وقت کل باتیں طے ہو گئی تھیں ۔

یہ شعبان کا قصہ ہے ۔ رمضان ۱۳۴۶ھ کے اخیر عشرہ میں ۲۷ر کی شب کو مدرسہ کے مہتمم مولانا احمد بزرگ صاحب نے ایک خواب دیکھا (روداد اردو ۱۳۵۱ھ ص۱۱) وہ خواب " نفحۃ العنبر فی حیاۃ امام العصر الشیخ انور " میں جو مولانا احمد بزرگ کی حیات میں شائع ہو چکی تھی یوں مذکور ہے ۔

"آپ دیکھتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دہلی میں وصال ہوگیا ہے ہر طرف انتقال کی خبر پھیل چکی ہے لوگوں پر حیرانی و پریشانی طاری ہے آپ کے جسد اطہر کو جنازہ پر رکھا گیا ہے پھر اچانک دیکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں ایک چارپائی پر ڈابھیل و سملک کے درمیان ایک جگہ پر لیٹے ہوئے ہیں (اس جگہ سے مراد سملک کا وہ سہ راہہ ہے جہاں بس رکتی ہے) لیکن بیمار ہیں مولانا چاہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی گود میں اٹھا کر جسم اطہر سے اپنے جسم کو ملا کر برکت حاصل کریں لیکن جب اٹھانا چاہتے ہیں جسم مبارک بھاری اور وزنی ہو جاتا ہے اور اٹھانے سے عاجز ہو جاتے ہیں بڑی مشکل اور مشقت سے تھوڑا اٹھا سکے[1] (نفحۃ العنبر ص۱) ۔

پہلے سے یہ بات چل ہی رہی تھی بلکہ بقول مفتی عتیق الرحمٰن صاحب کل باتیں طے ہو گئی تھیں اس خواب کے بعد اس کا داعیہ شدید ہو گیا اور اس بات کیلئے کمر ہمت باندھ لی گئی کہ ان حضرات کو لانا ہے لیکن جیسا کہ ظاہر ہے یہ کام آسان نہیں تھا ۔ ان اکابر کے رہنے سہنے کا انتظام ان کے ساتھ پروانوں کا ایک ہجوم امنڈ آوے گا ان کیلئے خورد و نوش کا بند و بست ، اساتذہ کی تنخواہ اور کتابوں کیلئے رقم کی فراہمی یہ تمام مسائل نظر کے سامنے تھے ۔ مدرسہ ابھی اپنی ابتدائی منزل میں تھا چھوٹی سی مسجد ایک ہال جو سو طلبہ کیلئے بھی کافی نہیں ہو سکتا تھا ۔ مطبخ کا معمولی نظم یہی مدرسہ کی کل کائنات تھی دوسری طرف جیسا کہ مولانا احمد بزرگ رح لکھتے ہیں " واقعات و حالات کی رفتار سے بجا طور پر یہ اندیشہ ہونے لگا تھا کہ کچھ دنوں اگر یہی صورت اور قائم رہی تو مبادا دنیا کے

---

[1] اس موقعہ پر نقش دوام میں تاریخ و ترجمانی میں سقم ہے ۔ تنبیہ ۱۲ مرتب

اسلام کہیں اسلام کی ان مایۂ ناز ہستیوں کے فیض سے محروم نہ ہو جائے۔
(روداد اردو ۴۷ھ ص ۱۳)

اس مشکل کا حل یوں نکلا کہ خدا کے دو مخلص بندوں جناب حاجی موسیٰ میاں اور حاجی یوسف گارڈی کے دل میں ان حضرات کو دعوت کی تحریک پیدا ہوئی اور ان دونوں حضرات نے ایک ایک ہزار روپے ماہانہ مدرسہ کو دینے کا وعدہ فرمایا چنانچہ مولانا احمد بزرگ ایک وفد کے ساتھ دیوبند گئے اور ان حضرات اساتذہ کی خدمت میں ڈابھیل سملک آنے کی دعوت پیش کی خدا کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ ان اکابر نے استدعاء کو قبول فرمالیا اور ۵ ر ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ (۱۹۲۸ء) کو مندرجہ ذیل حضرات رونق افروز جامعہ ہوئے۔

۱۔ شیخ الاسلام حضرت علامہ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ۔
۲۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ۔
۳۔ حضرت مولانا سید سراج احمد رشیدیؒ (بلند شہری)۔
۴۔ جناب مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانیؒ۔
۵۔ جناب مولانا بدر عالم صاحب میرٹھیؒ۔
۶۔ جناب مولانا سید محمد ادریس صاحب سکھروڈیؒ۔
۷۔ جناب مولانا ابو القاسم حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ۔
۸۔ جناب مولانا محمد یحییٰ صاحب تھانوی۔
۹۔ جناب مولانا سعید احمد صاحب آگروی (اکبرآبادی)۔

حضرت مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰن اپنے ضعف اور پیرانہ سالی کی وجہ سے اس وقت ہمراہ تشریف نہ لا سکے۔ چند ماہ کے بعد تشریف لائے جس کا

ذکر آئندہ آتا ہے۔ (روداد اردو ۲۴۷ھ ص ۱۴)۔

یہ تمام حضرات دیوبند سے ڈابھیل کے اس سفر میں راستہ میں مولانا سعید احمد اکبرآبادی کی شادی میں شرکت کیلئے آگرہ بھی اترے تھے۔

(مکتوب مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی)

ان بزرگوں کی تشریف آوری کے وقت مدرسہ کی حالت

ان حضرات کی تشریف آوری

کے وقت جیسا کہ معلوم ہوچکا مدرسہ کی تعمیرات بہت قلیل تھیں۔ تعلیم بھی صرف مشکوٰۃ، جلالین تک تھی۔ اس درجہ میں صرف ڈابھیل کے ایک طالب علم اسماعیل یوسف گارڈی فقط مشکوٰۃ جلالین پڑھتے تھے کسی اور کتاب کا ذکر نہیں مدرس اول مولانا عبدالجبار صاحب پشاوری تھے۔ تمام طلبہ کی تعداد ۲۹۳ تھی۔ اس وقت مدرسہ میں گجراتی اور ناظرہ کی پڑھائی بھی ہوتی تھی اس تعداد میں بیشتر وہی ہیں۔ عربی درجات میں اول سے لے کر مشکوٰۃ تک صرف ۱۲ طلبہ تھے۔ درجۂ فارسی میں اس سے کچھ زیادہ۔ مدرسین و ملازمین کی کل تعداد ۲۳ تھی۔

(روداد بزبان گجراتی ۱۳۴۶ھ متفرقاً)۔

جامعہ کا دَورِ اوّل

(از ۴۷ھ تا ۶۰ھ)

۱۴ رسال

ان حضرات اکابر کے آتے ہی مدرسہ تعلیم الدین ترقی کر کے جامعہ اسلامیہ بن گیا۔ اطرافِ عالم سے تشنگانِ علوم آجمع ہوئے۔ اس دورافتادہ اور غیر معروف بستی میں یکایک علوم نبوت کے پروانے ٹوٹ پڑے۔ پشاور، کابل، ترکی، ڈھاکہ، بہار، بخارا، رنگون، ایران، مدراس، کشمیر، سمرقند، سندھ، منگلور، ہزارہ، چاٹگام، کرلائی، اعظم گڈھ، فیض آباد، سنبھل، بلیا، بستی، دیوبند، کاندھلہ، نجیب آباد، سیالکوٹ، ہشیارپور، نگینہ وغیرہ کے طلبہ اس کثرت سے پہنچ گئے کہ ۴۸ھ کے اوائل ہی میں طلبہ کی تعداد چار سو سے زیادہ ہو گئی جس میں صرف دورۂ حدیث کے طلبہ کی تعداد انسٹھ ۵۹ تھی، مدرسین وملازمین تیئیس ۲۳ سے بڑھکر تینتالیس ۴۳ ہو گئے۔ (روداد ۴۷ھ)۔

اساتذہ کے قیام کے لئے جامعہ میں کوئی جگہ نہیں تھی حاجی یوسف اسماعیل میاں رئیس سملک نے اپنی وسیع اور عالی شان کوٹھی (جس میں اس وقت مجلس خدام الدین سملک کا آفس ہے) خالی کر دی۔ حاجی یوسف گارڈی اور حاجی موسیٰ اسماعیل میاں سملکی نے حسب وعدہ ایک ایک ہزار روپئے ماہانہ

عنایت فرمائے (اور برابر بارہ ۱۲ سال تک دیتے رہے) نیز حاجی یوسف گارڈی صاحب نے دس ۱۰ ہزار کی مالیت کی کتابیں جن کی تعداد ایک ہزار نو سو چودہ ۱۹۱۴ تھی بطور عاریت عنایت فرمائیں۔ جامعہ کے کتب خانہ میں پہلے سے تین ہزار ایک سو چھبیس ۳۱۲۶ کتابیں موجود تھیں اس وقت اسی سے کام چلتا رہا۔

(روداد شائع شدہ ۱۳۵۰ھ صفحہ ۱۵-۷۶)۔

حضرت مفتی صاحب کا ورودِ مسعود

شیخ الجامعہ حضرت علامہ کشمیریؒ محرم ۱۳۴۷ھ کی آخری تاریخوں میں یکایک، علیل ہوکر تبدیلیٔ آب وہوا اور علاج و معالجہ کیلئے دیوبند تشریف لے گئے حدیث کی تعلیم میں بہت نقصان ہونے لگا۔ اس لئے حضرت مفتیٔ اعظم مولانا عزیز الرحمٰن عثمانیؒ سے جو اپنی پیرانہ سالی اور ضعف کی وجہ سے اب تک تشریف نہ لاسکے تھے درخواست کی گئی کہ ڈابھیل تشریف لاکر بخاری شریف ختم کرادیں جامعہ اور طلبہ کی خوش نصیبی کہ حضرت مفتی صاحب نے ہماری درخواست کو قبول فرماکر ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ کو تشریف آوری کا شرف بخشا اور بخاری شریف کی تدریس میں مشغول ہوگئے (ایضاً صفحہ ۱۶)۔

علامہ کشمیری کے دیوبند چلے جانے کے بعد طلبہ اور اہلِ مدرسہ بے حد پریشان تھے اس وقت مولانا شبیر احمد عثمانی نے مسلم اور ترمذی کا درس غیر معمولی انہماک اور پابندی کے ساتھ دیا اور دونوں درسی کتابوں کو اختتام تک پہونچادیا، ایسی پابندی غالباً اس سے پہلے کبھی نہیں فرمائی تھی۔ (ایضاً صفحہ ۲۲)۔

حضرت مفتی صاحب کا درس

حضرت مفتی صاحب کے ضعف کا یہ حال تھا کہ ہاتھ پاؤں کانپتے تھے۔ لاٹھی کے سہارے بھی تھوڑی دور چلنا مشکل تھا بلکہ اٹھ کر بیٹھنا اور بیٹھ کر اٹھنا بھی آسان

نہ تھا۔ ایسی حالت میں آپ نے مدرسہ کی سرپرستی فرمائی اور درس بخاری شریف کیلئے سملک سے مدرسہ تقریباً ایک میل چلنے کی صعوبت برداشت کرتے اور ہر روز تقریباً تین گھنٹے طلبہ کو پابندی کے ساتھ درس دیتے۔

(ایضاً ص۱۶)

دیوبند واپسی اور وفات

جامعہ کی تعلیم نہایت پرسکون طریقہ پر جاری تھی اور ابھی آپ کو تشریف لائے ہوئے دوماہ بھی نہیں گذرے تھے کہ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۷ھ کے اوائل میں ایک اہم اور ضروری کام کی وجہ سے آپ کو دیوبند تشریف لے جانا پڑا۔ موسم نہایت سرد۔ ضعف کا یہ عالم اس پر یہ طویل سفر۔ دیوبند پہنچتے ہی فالج کا عارضہ لاحق ہوا اور چند دن علیل رہ کر بارہ ۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۷ھ یوم جمعہ کو رہ گزار عالم جاودانی ہوئے۔ اور عالم اسلام آپ کے ظاہری اور باطنی فیوض سے ہمیشہ کیلئے محروم ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (ایضاً ص۱۷)

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سملک بہت ہی خوش نصیب ہے کہ ایسے ولی کامل اور مفتیٔ اعظم کی آخری عمر کا مبارک حصہ اسے نصیب ہوگیا۔ حضرت مفتی صاحبؒ کو جامعہ سے جو غیر معمولی تعلق تھا اس کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ جامعہ کی موجودہ تشکیل اور اس کے قیام کی یہ جدید نوعیت آپ کی خصوصی توجہ کی رہین ہے اس درسگاہ سے حضرت مرحوم کی وابستگی کی یہ انتہا تھی کہ مرض وفات میں بھی آپ کی زبان پر ڈابھیل ہی کا ذکر تھا۔ عالم کرب میں جب آپ کو ہوش آتا واپسی ڈابھیل پر اصرار فرماتے۔ حضرت اقدس کو جامعہ کی ترقی اور استحکام سے جس درجہ شغف تھا فی الحقیقت اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ خدا کرے آپ کے فیوض روحانیہ دائماً جامعہ کی سرپرستی اور

رہنمائی کرتے رہیں۔ (ایضاً ص۱۸)۔

حضرت مفتی صاحب کے بعد منصب افتاء

حضرت مفتی صاحب کی وفات کے بعد

شعبۂ افتاء کے اہم فرائض آپ کے خلف الصدق مولانا حافظ قاری مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی مدظلہ سے کلیۃً متعلق رہا۔ آپ نے اپنے والد مرحوم کی نگرانی میں فتویٰ نویسی میں مہارت حاصل کر لی تھی۔ حضرت مرحوم کو آپ کے فتاویٰ پر پورا اعتماد و اطمینان تھا (ایضاً ص۲۱) مفتی عتیق الرحمٰن صاحب ۵ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ تک جامعہ سے متعلق رہے تدریس کے ساتھ فتاوی کا کام بھی انجام دیتے رہے (روداد گجراتی ۵۱ھ ص۳۹)۔

تعمیرات

یہ جامعہ کا پہلا سال ہے۔ طلبہ کی رہائش کیلئے حوض کے اوپر بنے ہوئے ایک ہال کے سوا کوئی اور عمارت نہیں اس لئے ضرورت تھی کہ فوراً کچھ کمرے تیار کئے جائیں۔ بعض مخیر حضرات کی نیک توجہ سے سولہ ۱۶ کمرے تیار ہو گئے (ایضاً ص۱۵) یہ کمرے مشرقی جانب تیار ہوئے تھے جہاں اب دار القرآن ہے۔

جلسۂ دستار بندی

۱۰ شعبان ۱۳۴۷ھ کو دستور کے مطابق سالانہ جلسہ جامعہ کے وسیع میدان میں منعقد ہوا۔

اب تک سالانہ امتحان کے بعد جلسے صرف انعام اور تقریر کے لئے منعقد ہوا کرتے تھے یہ جامعہ کا پہلا جلسہ تھا جو دستار بندی کیلئے منعقد ہوا۔ اس میں ۵۹ نفر فارغ ہونے والے طلبہ کو دستارِ فضیلت دی گئی۔ اس جلسہ میں بمبئی سے لے کر احمد آباد تک کے تقریباً چار ہزار افراد نے شرکت کی جن میں علماء و فضلاء بھی تھے۔ صبح کے اجلاس میں مہتمم جامعہ مولانا احمد بزرگؒ اور مولانا علی محمد

کھپریل کے قدیم دارالاقامہ کے دو سلسلے۔ ایک جانب شمال
اور دوسرا جانب مغرب ——— سالِ تعمیر سنہ ۱۳۴۸ھ
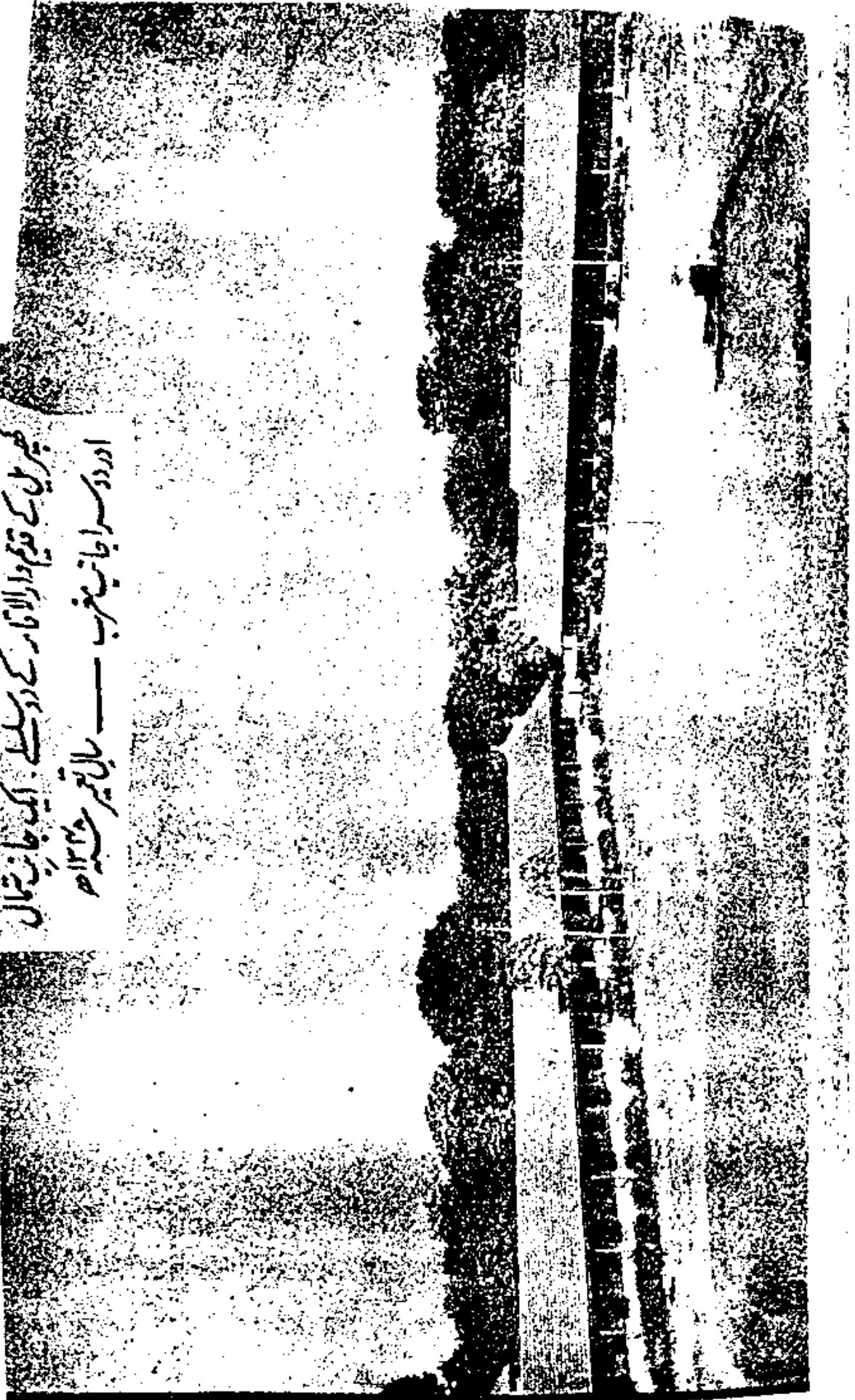
قدیم دارالاقامہ کے تین سلسلے
اس میں عربی درسگاہ بھی آگئی ہے۔ دسالِ تعمیر سنہ ۱۳۴۷–۴۸ھ
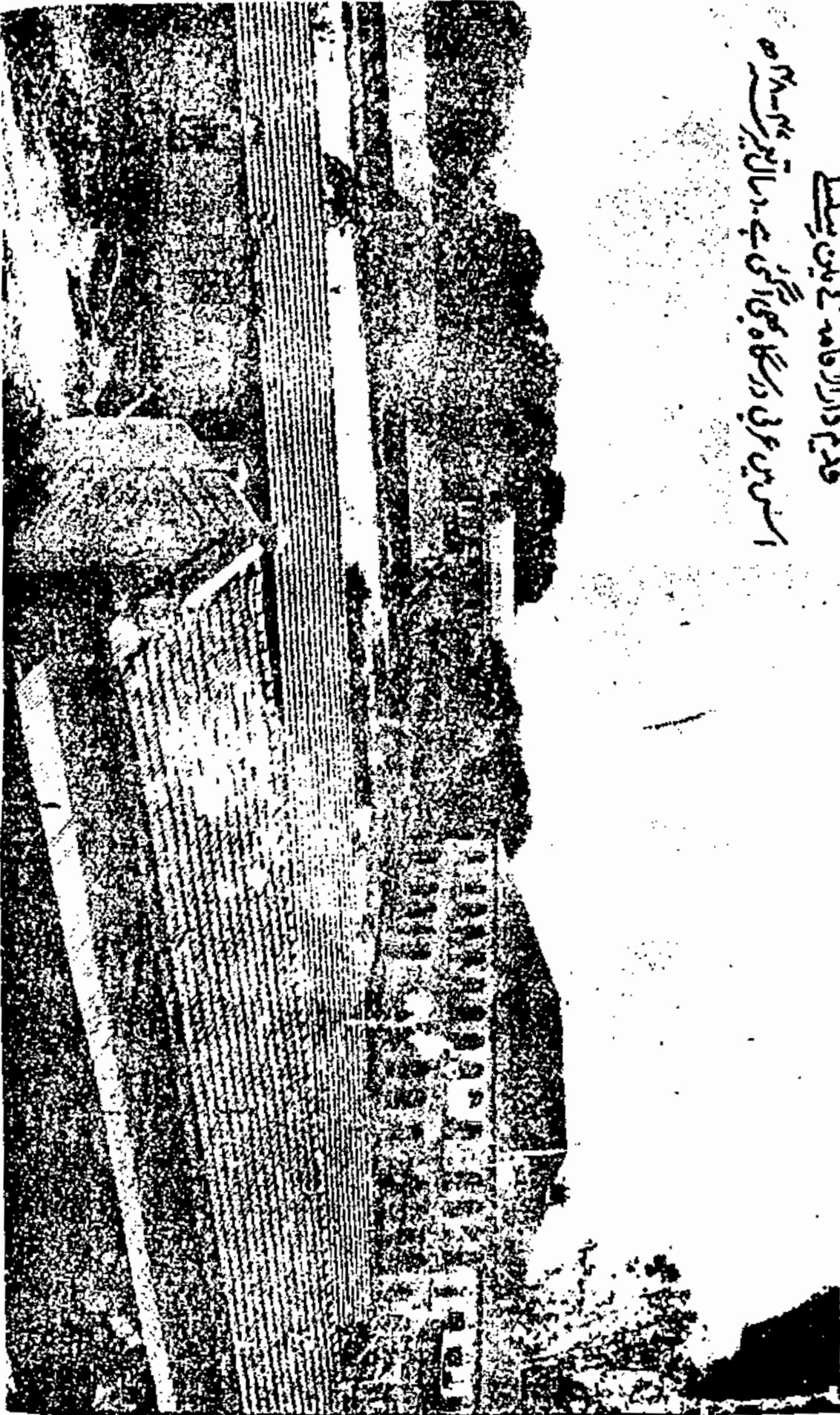
تراجوی کے علاوہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے علم دین کی ضرورت اور مدارس کی اہمیت پر تقریریں فرمائیں۔ شام کے اجلاس میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے تقریر فرمائی اس کے بعد علامہ کشمیری اور علامہ عثمانی کے ہاتھوں طلبہ کی دستار بندی ہوئی۔ سندیں اور انعامات تقسیم ہوئے، تمام کامیاب ہونے والے طلبہ کو حسب درجات کتابیں، نقد روپئے اور برتن حاصل ہوئے۔

الحمد للہ اس جلسہ سے تمام گجرات میں ایک خاص کیفیت پیدا ہوئی اور ہر طرف سے جامعہ کے خیر خواہوں کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ علم دین اور مدارس کی اہمیت لوگوں کے دلوں میں جاگزیں ہوئی (ایضاً ص۲۳)

حضرت مفتی صاحب کے انتقال کے بعد علامہ کشمیری دیوبند سے کب تشریف لائے اس کا ذکر نہیں ملتا۔

ظاہر یہ ہے کہ جمادی الاخریٰ تک (جب کہ مفتی صاحب دیوبند تشریف لے گئے تھے) بخاری شریف ختم نہیں ہوئی ہوگی علامہ کشمیری مفتی صاحب کے انتقال کے بعد تشریف لائے ہوں گے اور بخاری شریف رجب یا شعبان کے کسی حصہ میں ختم کرائی ہوگی۔ شعبان کے جلسۂ دستار بندی میں شرکت سے یہی سمجھ میں آتا ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۳۴۸ھ جامعہ کا تعلیمی ایک سال پورا ہوا۔ اس سال بھی تمام اکابرین تشریف فرما ہوئے اور سال گذشتہ کے طرز پر تعلیم جاری رہی۔

تعمیرات اس سال مزید دار الاقامہ کی تعمیر کیلئے جناب حاجی یوسف صاحب گارڈی اور جناب حاجی موسیٰ میاں صاحب نے چار چار ہزار روپئے نقد عنایت فرمائے۔ ماہ شعبان ۱۳۴۸ھ میں مہتمم جامعہ مولانا احمد بزرگؒ

نے سرمایہ کی فراہمی کیلئے رنگون کا سفر اختیار کیا وہاں کے اہل خیر حضرات نے جامعہ کے ساتھ پوری ہمدردی اور خلوص کا ثبوت دیا اس سلسلہ میں وہاں مقیم علماء گجرات اور سربرآوردہ حضرات نے غیر معمولی جد وجہد سے چندہ کی فراہمی کا کام انجام دیا۔ خصوصاً مولانا احمد اشرف راندیری، مفتی اسماعیل بسم اللہ ڈابھیلی، مولانا مرغوب احمد لاجپوری وغیرہم کی مساعی سے تقریباً اٹھارہ ہزار کی رقم فراہم ہو گئی۔ اسی طرح جنوبی افریقہ سے بھی مختلف رقمیں موصول ہوئیں ان تمام رقوم سے دارالاقامہ کے مزید چونتیس ۳۴ کمرے تیار ہوئے اب کل پچاس کمرے ہو گئے جن سے طلبہ کے قیام کی مشکل حل ہو گئی (ایضاً ص۳۷) ان تمام کمروں کی تعمیر میں چالیس ہزار روپئے خرچ ہوئے (ایضاً ص۷۵)۔

دارالاساتذہ اساتذہ کرام کا اب تک سملک میں جناب حاجی یوسف میاں رئیس سملک کی کوٹھی میں قیام تھا اس سال بحمد اللہ ان کے قیام کا بھی مدرسہ میں انتظام ہو گیا۔ جناب سیٹھ اسماعیل حاجی ابراہیم مفتی صاحب اور جناب محمود حاجی ابراہیم مفتی صاحب ہر دو برادران نے اپنے والد مرحوم حاجی ابراہیم مفتی کے ایصال ثواب کیلئے جامعہ کے وسیع احاطہ کے جنوب مغربی گوشہ میں لب سڑک نو ہزار کی لاگت سے ایک نہایت شاندار دارالاساتذہ تعمیر کرایا تعمیر کے بعد اساتذہ کا قیام اسی میں رہا علامہ کشمیری مولانا شبیر احمد عثمانی اور دیگر اساتذہ اکٹھا یہیں رہتے تھے۔

اسی سال مسجد جامعہ کی خوشنما سانگ کیلئے جناب سیٹھ حاجی یوسف اسماعیل چوتھیا ساکن نوساری نے آٹھ سو روپئے عنایت کئے۔ صفوں کے لئے جناب اعظم محمد بھاجی نے اپنی بہنوں کے ایصال ثواب کے واسطے ساڑھے تین سو روپئے دئے۔ (ایضاً ص۳۸)۔
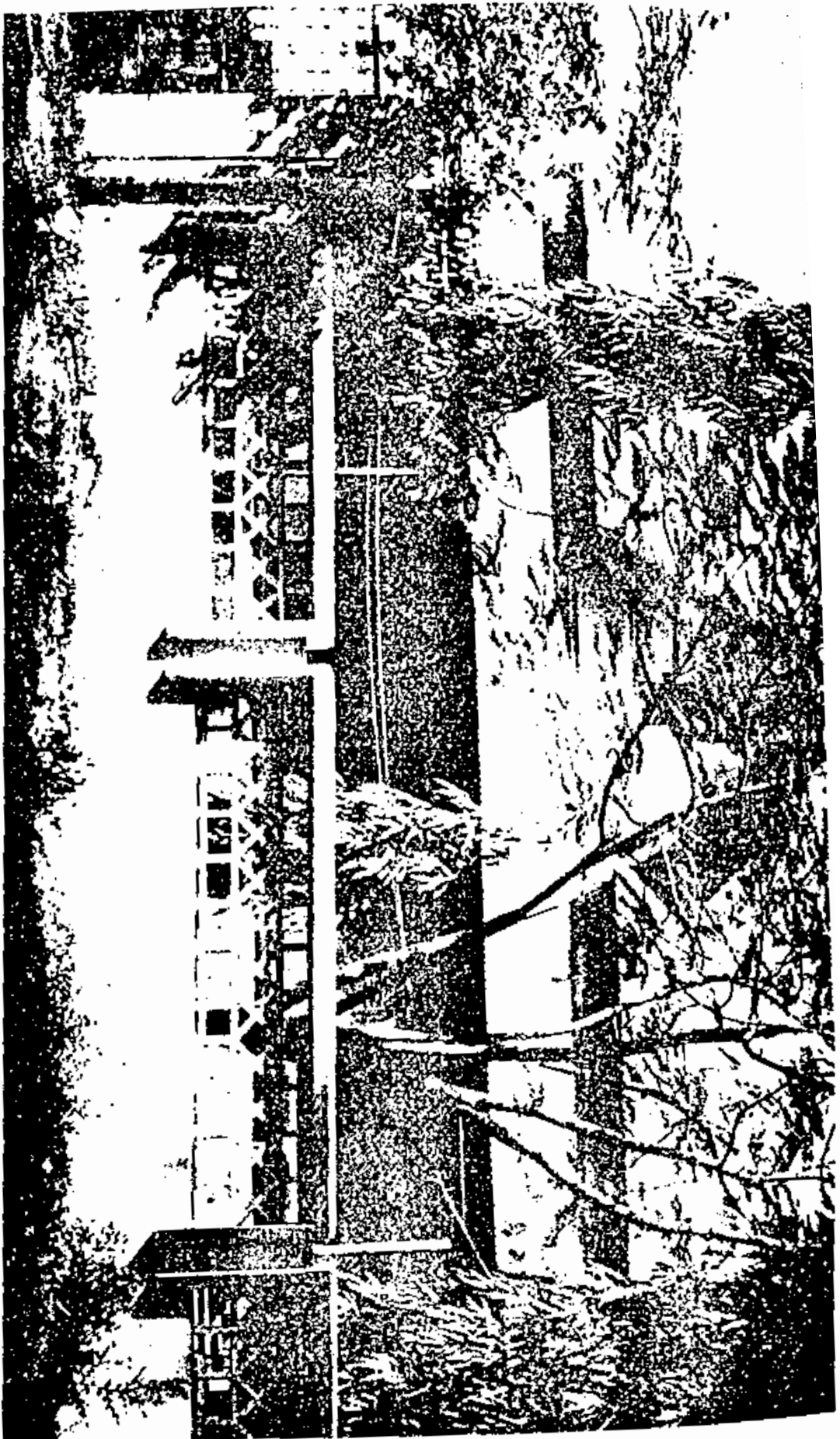
دار الاساتذہ (بنگلہ) رہائشگاہ حضرت مولانا انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا بدر عالم رح، مولانا عبد الرحمن امروہی رح، مولانا شبیر احمد عثمانی رح
مولانا مفتی عتیق الرحمن عثمانی رح مولانا حفظ الرحمن صاحب وغیرہم

قدیم مطبخ میں بھی اس سال توسیع کی گئی۔ اسی کے متصل تین کمرے مزید بنائے گئے اور غلہ کی ذخیرہ اندوزی کے لئے ایک وسیع گودام بھی بنایا گیا۔ جس میں سال بھر کیلئے غلّہ جمع کرلیا جاتا تھا۔

(ایضاً ص۳۸ و روداد گجراتی ۱۳۴۸ھ ص۱۱)

سالانہ جلسہ اس سال بھی ۱۰؍ شعبان کو حسب دستور سالانہ جلسہ منعقد ہوا جس میں علامہ کشمیری اور علامہ عثمانی نے تقریریں فرمائیں اور فارغ التحصیل تینتالیس ۴۳ طلبہ کو دستار فضیلت اور اسناد تقسیم ہوئیں۔ جن میں گجرات، بنگال، یوپی، کاٹھیاوار، دکن، سندھ، کابل قندھار، بخارا، برما، موریشس، چین کے طلبہ شامل تھے دیگر تمام طلبہ کو بھی انعامات تقسیم کئے گئے۔ ایک نابینا طالب علم مولوی عبد المجید لائل پوری کو جنھوں نے اپنی معذوری کے باوجود نمایاں کامیابی حاصل کی تھی علامہ کشمیری نے اپنی طرف سے پانچ روپئے بطور انعام خصوصی عنایت فرمائے۔

(ایضاً ص۳۹)

صرف دو سال کی قلیل مدت میں بحمد اللہ تعالیٰ تعمیری ضروریات حیرت انگیز طریقہ سے پوری ہوگئیں طلبہ اور اساتذہ کیلئے جامعہ کے احاطہ میں قیام کا پورا انتظام ہوگیا۔ طمانینت وسکون کی ایک فضا قائم تھی، قال اللہ وقال الرسول کی ہماہمی تھی علمی تحقیقات اور قرآن وحدیث کے حقائق ومعارف درسگاہوں میں بکھیرے جارہے تھے۔ طلبہ تھے جو اپنے دامن کو ان بیش بہا علوم سے بھرے جارہے تھے۔ صبح ہوتے ہی آہ سحرگاہی اور اللہ اللہ کی صدا سے جامعہ کی فضا معمور ہوجاتی تھی کتنا حسین تھا وہ منظر اور کتنی سعید تھیں وہ گھڑیاں؟

مولانا سعید احمد اکبر آبادی مدظلہ جو اس وقت ایک استاذ کی حیثیت سے یہاں مقیم تھے کتنے والہانہ انداز میں اس زریں ماضی کا ذکر کرتے ہیں لکھتے ہیں :-

" دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہونے یعنی فنون کی بھی تکمیل کر لینے کے فوراً بعد کم و بیش جو تین برس میں نے شیخ العرب والعجم حضرۃ الاستاذ مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ اور ان کی جماعت کے ساتھ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت میں گذارے ہیں ان کو میں تعلیم و تربیت کے لحاظ سے اپنی زندگی کے بہترین سال شمار کرتا ہوں۔ کیوں کہ اگرچہ دیوبند کے شش سالہ قیام میں بھی درس و تدریس کے علاوہ اکابر اساتذہ کی معیت و صحبت کے فیض و شرف سے باریاب رہا لیکن ڈابھیل کی بات ہی اور تھی یہاں ایک عالی شان کوٹھی تھی جس کے مختلف کمروں میں حضرت شاہ صاحبؒ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ حضرت مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ، مولانا سراج احمد رشیدیؒ، مولانا بدر عالم میرٹھیؒ، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ، اور یہ خاکسار ہم سب ایک جگہ رہتے تھے۔ چوبیس گھنٹے ساتھ کھانا پینا نشست و برخاست سب یکجا۔ اس لئے ان بزرگوں کو خلوت و جلوت میں بھی ہر رنگ اور ہر شکل میں دیکھا اور ان سے مستفید ہوا۔ اللہ اکبر! علم و عمل، صلاح و تقویٰ اور امانت و دیانت کے کیسے پیکر تھے یہ لوگ۔ بعض اوقات یہ خیال ہوتا تھا کہ صدیاں حائل ہو گئیں ہیں ورنہ یہی حضرات اگر عہد نبوت میں ہوتے تو ان میں کوئی عبد اللہ بن عمر ہوتا تو کوئی عبد اللہ بن عباس اور کوئی عبد اللہ بن مسعود۔

(نظرات برہان جولائی ۱۹۸۰ء)

۱۳۴۹ھ اس سال بھی تعلیم حسب سابق جاری رہی۔ خاص بات یہ پیش آئی کہ اراکین "جمعیۃ العلماء برما" رنگون کی خواہش و دعوت پر علامہ کشمیریؒ، علامہ عثمانیؒ، مولانا احمد بزرگؒ مہتمم جامعہ، مولانا محمد ادریس سکھرڈوی، مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی اور مولوی محمد اسماعیل گارڈی صاحبان نے رنگون کا سفر اختیار فرمایا۔ ۱۵ر جمادی الاولیٰ ۱۳۴۹ھ کو روانہ ہو کر ۲۱ر جمادی الاولیٰ کو رنگون وارد ہوئے وہاں بڑے بڑے جلسوں میں علامہ کشمیری اور مولانا عثمانی کی تقریریں ہوئیں اہل رنگون ان اکابر کے مواعظ سے بہرہ اندوز ہوئے اکیس یوم کے قیام کے بعد ۵ر جمادی الاخریٰ کو روانہ ہو کر ۱۰ر کو ڈابھیل سملک بخیر و عافیت واپس ہوئے اس تبلیغی سفر میں اہل بمبئی اہل کلکتہ اور خصوصاً اہل رنگون بڑے گہرے اخلاص وعقیدت سے پیش آئے۔

رنگون میں اراکین جمعیۃ العلماء صوبہ برما اور مدرسہ محمودیہ راندیریہ رنگون کے ناظم مولانا ظفر احمد عثمانی تھانویؒ کی طرف سے ان اکابر کو سپاس نامے بھی پیش کئے گئے۔ ان طویل سپاسناموں کو نقل کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔ ہم ان میں سے چند جملے نقل کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔ ان سپاسناموں میں علامہ کشمیری، علامہ عثمانی اور مولانا احمد بزرگ کو خطاب کیا گیا ہے۔ جمعیۃ العلماء کے سپاسنامہ میں ہے۔

"حضرات والا! آپ تینوں بزرگوں میں سے شیخ العلماء والفضلاء حضرت مولانا انور شاہ صاحب کا مرتبہ علم و فضل میں محتاج بیان نہیں خاص رنگون ہی میں آپ کے شاگردوں اور شاگردوں کے شاگردوں کی ایک جماعت آپ کے فضل و کمال پر شاہد عدل ہے۔ آپ شیخ العالم حضرت مولانا محمود حسن

محدث رحمہ اللہ کے بعد مدرسہ عالیہ دارالعلوم دیوبند کے مدرس اعلیٰ قرار پائے جہاں سے آپ کے ہاتھوں صدہا طلباء فارغ التحصیل ہو کر ہدایت خلق اللہ اور سلسلۂ درس و تدریس میں مشغول ہیں پھر خدائے پاک کو منظور ہوا کہ ملک گجرات کو خاص طور پر آپ کی ذات ستودہ صفات سے فیض یاب ہونے کا موقع ملے اس لئے بمقتضائے "رحمت حق بہانہ می جوید" ایسے اسباب پردۂ غیب سے ظہور میں آئے کہ آپ نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل کو مشرف فرمایا اور بیک چشم زدن ایک چھوٹی سی درسگاہ کو دارالعلوم کے درجہ تک پہونچا دیا اور اس طرح ہندوستان میں بجائے ایک کے دو دارالعلوم تشنگانِ علوم کے لئے جلوہ افروز ہوئے...... رئیس المتکلمین حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے اوصاف حمیدہ اظہر من الشمس ابین من الامس ہیں۔ خدمت علوم دینیہ کے ساتھ تحریر میں آپ کے زور قلم اور تقریر میں آپ کی فصیح الکلامی اور شیریں بیانی نے آپ کی شہرت میں چار چاند لگا دئیے ہیں۔ آپ کی تصانیف عوام و خواص دونوں میں مفید ثابت ہوئیں...... حضرت مولانا احمد بزرگ ایک مدت تک ہمارے اسی شہر رنگون میں قیام فرما کر بحیثیت مفتی اعظم مسلمانان برما کو اپنے فیوض و برکات سے بہرہ یاب فرما چکے ہیں "عیاں راچہ بیاں" اب ڈابھیل میں دارالعلوم کی روح رواں آپ ہی کی ذات گرامی ہے۔ اور آپ ہی کے زیر اہتمام یہ دارالعلوم نمایاں خدمات انجام دے رہا ہے (ایضاً ص۵۳-۵۴ مختصراً)۔

مولانا ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں "حضرات کرام! اس موقع پر یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ میں آپ کے مبارک قدموں میں قدم جبرئیل کی سی حیات بخشی کا

مشاہدہ کررہا ہوں کیوں کہ آپ ایک عرصۂ دراز تک دارالعلوم دیوبند میں مقیم رہ کر جب خطۂ سورت میں رونق افروز ہوئے تو وہاں کا چھوٹا سا مدرسہ دفعۃً دارالعلوم کے مرتبہ کو پہنچ گیا۔۔۔۔ مقدس حضرات! میں اپنی خوش قسمتی پر نازاں ہوں کہ مجھے ہندوستان کی مجالس علمیہ کا لطف سمندر پار بھی نصیب ہوگیا

(ایضاً ص۵۶-۵۷)

اس موقع پر اہل فن حضرات کی طبیعتیں بھی کھلیں چنانچہ فارسی اور عربی میں مدحیہ اشعار اور قصائد بھی پیش کئے گئے جن کو ہم انشاء اللہ اخیر میں ذکر کریں گے۔

پانی کے نلوں کا انتظام

حضرت شاہ صاحب نے سال گذشتہ کے جلسۂ دستار بندی میں اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی کہ جامعہ میں طلبہ اور مدرسین کی راحت کے لئے پانی کا انتظام ہوجائے تو بہتر ہے۔ اس کے چند ہی ماہ کے بعد جناب سیٹھ حاجی یوسف گارڈی صاحب نے اس کام کی تکمیل کا ارادہ کرلیا تھا۔ مولوی محمد موسیٰ میاں نے بھی اس کام کے لئے افریقہ میں چند اور مخیر حضرات کو تیار کرلیا تھا لیکن یہ سعادت باقیہ سیٹھ اسحاق اسماعیل داؤدجی مرحوم کی اہلیہ اور ورثہ کی قسمت میں مقدر تھی۔ مرحوم کے ورثہ نے بہت جلد انجن اور پمپ وغیرہ بھیج دئے اور مسجد دارالطلبہ، دارالاساتذہ اور مطبخ وغیرہ کے لئے مختلف مقامات پر نل لگا دیے گئے اور پانی کی تکلیف کلیتہً رفع ہوگئی۔

بجلی کی روشنی کا انتظام

اس کے ساتھ ہی سیٹھ صاحب مرحوم کے ورثہ نے جامعہ کیلئے بجلی کی روشنی کا بھی انتظام فرمادیا اور بحمداللہ تعالیٰ جامعہ کی مسجد، درسگاہیں، طلبہ کے کمرے، مطبخ اور گذرگاہیں

اور احاطۂ جامعہ تقریباً دو سو قمقموں کی روشنی سے بقعۂ نور بن گیا۔

بجلی گھر انجن، جنریٹر اور پمپ وغیرہ کیلئے ایک مستقل مکان کی ضرورت تھی وہ بحمدہ تعالیٰ تیار ہو گیا اسی طرح جامعہ کی احاطہ بندی بھی ہوئی پانی کی پرانی ٹنکی کو جو جامعہ کے باغ میں پہلے سے موجود تھی مزید چار فٹ اونچا کیا گیا۔ اب حضرات اساتذہ اور عزیز طلبہ کو پانی اور روشنی کی پوری سہولت حاصل ہو گئی۔ (ایضاً ص۵۹-۶۰)۔

سالانہ جلسہ ۱۰ ر شعبان ۱۳۴۹ھ کو حسب دستور سالانہ جلسہ منعقد ہوا جس میں اطراف و اکناف کے ہزارہا عقیدت مندوں نے والہانہ شوق و ذوق کے ساتھ شرکت کی۔ مہتمم صاحب نے رپورٹ پیش کی اس کے بعد حضرت شاہ صاحب نے حقائق علمیہ سے لبریز نہایت مؤثر وعظ فرمایا۔ پھر علامہ عثمانی نے اپنی سحر بیانی سے لوگوں کے قلوب کو گرمایا اس جلسہ میں کچھ سربرآوردہ برادران وطن نے بھی شرکت کی۔ وڈیا پیٹھ احمد آباد کے پرنسپل مسٹر کاکا کیلکر نے ایک تقریر بھی کی جس میں اسلامی خوبیوں کا تذکرہ کیا۔ اس کے بعد دستار بندی ہوئی۔ سندیں اور انعامات تقسیم کئے گئے۔ باون ۵۲ طلبہ کو دستار باندھی گئی۔ (ایضاً ص۶۱)۔

۱۳۵۰ھ

شکر نعمت ہائے تو چنداں کہ نعمت ہائے تو

عذر تقصیرات ما چنداں کہ تقصیرات ما

سالہائے گذشتہ کے تذکرہ میں جامعہ کے مختلف تعمیری ضرورتوں کی تکمیل کا بیان ہو چکا ہے تاہم اس سلسلہ کی بعض نہایت ہی اہم ضروریات کی تکمیل کا کوئی انتظام نہ ہو سکا تھا۔ سب سے بڑی ضرورت درسگاہوں کی تعمیر تھی۔ جامعہ کی قدیم عمارت اگرچہ گیارہ درسگاہوں پر مشتمل ہے لیکن مدرسہ کی بڑھتی ہوئی ضرورت کے لئے یہ عظیم الشان عمارت بھی

بالکل ناکافی ثابت ہوئی قدیم درسگاہ زیادہ سے زیادہ درجات عربیہ کیلئے اس وقت کافی ہوسکتی تھی جب کہ وہاں سے گجراتی اردو اور تجوید کے درجات بالکل جدا کردئے جاتے جن کیلئے ظاہر ہے مستقل درسگاہوں کا انتظام ضروری تھا۔ دوسری شدید ضرورت کتب خانہ کی تھی سابق کتب خانہ (جو عربی درسگاہ کے شمال مغربی گوشہ والے کمرے میں تھا) کتابوں کے علی الترتیب رکھنے کیلئے بھی ناکافی تھا۔ اساتذہ اور طلبہ کے مطالعہ کیلئے اس میں کہاں سے گنجائش ہوتی، اسی طرح دفتر اہتمام اور اس کی ضروریات کیلئے بھی ایک مستقل اور علیحدہ مکان کی ضرورت تھی پھر جامعہ کی عمارات میں ایک بڑی کمی مستقل مہمان خانہ کی بھی تھی جس کے نہ ہونے سے مہمانوں کو بسا اوقات تکلیف اٹھانی پڑتی تھی۔ ان تمام ضرورتوں کے پیش نظر ایک ایسی وسیع وعریض عمارت کا ہونا لابدی تھا جو ان تمام ضرورتوں کے لئے کافی ہو چنانچہ اسی سال احاطۂ جامعہ کی شرقی جانب اس عمارت کی بنیاد اساتذہ کے مبارک ہاتھوں سے رکھی گئی (ایضاً ص ۶۶-۶۷)

ان اساتذہ میں علامہ انور شاہ کشمیری بھی تھے اور ظاہر ہے کہ پہلی اینٹ آپ ہی کے ہاتھ سے رکھی گئی ہوگی چنانچہ یہی مشہور بھی ہے۔ اسی لئے اس عمارت کا نام "انور بلڈنگ" ہے۔ اس میں دس درسگاہیں، ایک مہمان خانہ، ایک دفتر، دو کمرے بالائی اور دو کمرے کتب خانہ کے لئے۔ کل سولہ کمرے تھے۔ یہ عمارت ستائیس ہزار میں تیار ہوئی تھی۔ ایکھلو ایا خاندان کے معزز افراد نے کتب خانہ کے ایک حصہ کیلئے تقریباً تین ہزار کی رقم عنایت فرمائی تھی (ایضاً ص ۶۷)

موجودہ مہتمم مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہ نے ۱۳۸۵ھ میں اس کی مرمت کرائی اوپر چار کمروں کی جگہ خالی تھی وہاں چار کمرے بنوائے، تین پرانے ہوگئے

تھے ان کو ہٹا کر نئے ٹین کی چھت ڈالی۔ سائبان کی چھت پختہ سمنٹ کی بنوائی اس میں تقریباً چالیس ہزار روپئے خرچ ہوئے۔

(روداد ۱۳۸۵ھ ص ۹۵)

اب اس میں کل ۲۰ کمرے ہوگئے، گیارہ ۱۱ نیچے نو ۹ اوپر اسی بلڈنگ میں کتبخانہ، آفس محاسبی، دار الاہتمام اور مختلف درسگاہیں ہیں۔ اسی میں گھڑی سازی، وائرنگ، جلدسازی اور سلائی کے درجات بھی ہیں جو مدرسہ کے دونوں میقاتوں کے درمیان کھلتے ہیں۔ اسی بلڈنگ کے ایک کمرے میں اس وقت جنریٹر بھی ہے۔

اسی سال ۱۳۸۵ھ میں بجلی کے لئے نیا انجن جناب حاجی یوسف گارڈی صاحب نے سترہ ہارس پاور کا عنایت فرمایا جو بجلی، پانی اور چکی تمام کیلئے بہت کافی ثابت ہوا۔ اس سے قبل جو انجن لگا تھا وہ صرف سات ہارس پاور کا تھا جو تمام ضروریات کیلئے کافی نہیں تھا۔ اسی سال نظام حیدرآباد نے اپنے ادارہ "دائرۃ المعارف" کی تمام قدیم مطبوعات بصرف نصف قیمت پر جامعہ کو عنایت فرمائیں۔ اب کتب خانہ کی کتابوں کی تعداد چھ ہزار کے قریب ہوگئی۔

سالانہ جلسہ اس سال بھی حسب دستور ۱۰ر شعبان کو جلسۂ دستاربندی منعقد ہوا جس میں علامہ کشمیریؒ نے "سفر آخرت" کے موضوع پر تقریباً دو گھنٹے تقریر فرمائی جس میں بہت سے اہم مسائل علمیہ پر بے نظیر اور محققانہ تبصرہ فرمایا۔ اس کے بعد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے "تحصیلِ علم" پر اپنے خاص انداز بیان میں بصیرت افروز تقریر فرمائی جس میں آپ نے ضرورتِ تحصیل علم پر خصوصیت سے روشنی ڈالی۔ آخر

انور بلڈنگ ۔ قبل اضافہ ۱۳۵۰ھ ـــــ اس کی بنیاد حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے ہاتھ سے رکھی گئی
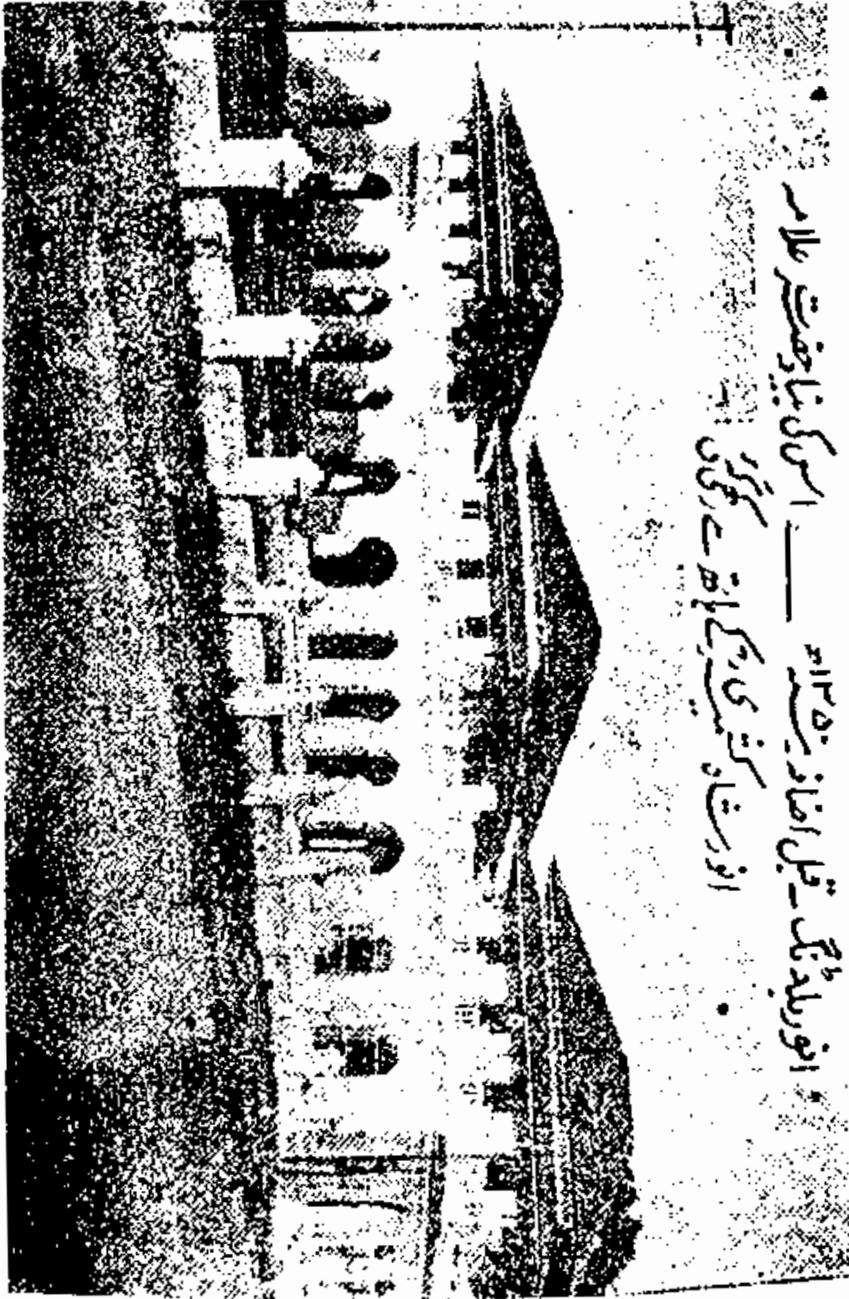
میں ان اکابر نے اپنے مبارک ہاتھوں سے بتیس ۳۲ فارغ التحصیل طلبہ کی دستار بندی کی اور اسناد تقسیم ہوئیں (روداد ارد و ۵۰ھ صٹ)۔

۱۳۵۱ھ اس سال بھی حسب سابق تعلیم جاری رہی۔ تعلیمی سال کے اختتام پر ۱۰ ارشعبان کو سالانہ جلسۂ دستار بندی منعقد ہوا۔ رات کے اجلاس میں مولانا احمد علی لاہوری (شیخ التفسیر) نے ایک لمبا وعظ فرمایا۔ صبح کا اجلاس سات بجے شروع ہوا، ہزاروں کا مجمع تھا، وسیع وعریض پنڈال لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ پہلے مہتمم صاحب نے تعلیم وتعمیر اور رمالیات سے متعلق مفصل تبصرہ کیا۔ نیز طلبہ کے لئے جو آرام وآسائش کا انتظام ہے اس کا تذکرہ کیا کہ یہاں نادار طلبہ کے لئے جوتوں اور کپڑوں کا مستقل اور معقول انتظام ہے۔ حاجت مند طلبہ کو ان کی متفرق ضروریات کیلئے ایک روپیہ ماہوار وظیفہ بھی دیا جاتا ہے۔ پھر علامہ کشمیری ؒ نے "زندگی اور موت" کے عنوان سے طویل وعظ فرما کر لوگوں پر ایک عجیب کیفیت اور اثر طاری کر دیا۔ اس کے بعد علامہ عثمانی ؒ نے "مدارس اسلامیہ اور علماء اسلام کی ضرورت" پر مدلل وعظ فرمایا۔ اس کے بعد چھیالیس ۴۶ فضلاء کی دستار بندی ہوئی اور سندیں تقسیم ہوئیں جلسہ ختم ہونے پر حسب دستور کھانا تناول فرما کر آنے والے رخصت ہوئے (روداد اردو ۵۱ھ صٓ۴۳)

حضرت شاہ صاحب نے سال گذشتہ بھی سفر آخرت کے موضوع پر تقریر فرمائی تھی اس سال بھی تقریباً یہی موضوع رہا۔ شاید یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ جلد ہی آپ یہ سفر اختیار کرنے والے ہیں کسے معلوم تھا یہ آپ کا یہاں آخری وعظ ہے آئندہ سال نگاہیں آپ کو تلاش کرتی ہوں گی اور نہ پا کر غم کے آنسو بہائیں گی۔

ڈابھیل جیسی دور دراز جگہ کا سفر علامہ کو راس نہیں آیا۔ آب وہوا بھی موافق نہ آئی۔ بواسیر کے دورے پڑنے لگے۔ آہستہ آہستہ مرض شدت اختیار کرتا گیا۔ سال گذشتہ بڑی مشکل سے تمام ہوا تھا ضعف کے مسلسل بڑھتے رہنے کی وجہ سے خطرہ ہورہا تھا کہ کہیں درمیان سال ہی میں ہمت جواب نہ دے جائے اور کتاب ختم ہونے سے رہ جائے۔ خیر کسی طرح سال پورا ہوگیا۔ سالانہ جلسہ کے بعد دیوبند تشریف لے گئے وہاں بھی بیماری بڑھتی گئی۔ شوال میں آنے اور پڑھانے کی بالکل ہمت نہ ہوئی ورنہ شاہ صاحب کو جامعہ سے اتنا لگاؤ تھا کہ اگر کبھی طبیعت کی ناسازگی کی وجہ سے ڈابھیل چھوڑنے کی بات کہی جاتی تو فرماتے "میں نے جامعہ سے نباہ کرنے کا قول وقرار کرلیا ہے۔ زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے میں اپنے قول وقرار سے پھر نہیں سکتا۔"

(روداد ۵۱ھ ص۳۲)

۳رشوال ۱۳۵۱ھ کو آپ نے اپنے ہاتھ سے دیوبند سے ایک خط مہتمم جامعہ کے نام لکھا جس میں بیماری میں تخفیف نہ ہونے کا ذکر ہے اور لکھا ہے "قرینہ نہیں کہ میں ایک سبق بھی نبھا سکوں۔ پارسال بھی ایسا ہی خطرہ عاجز کو پیدا ہوگیا تھا لیکن باشکال کتاب پوری ہوئی۔ ان حالات کو دیکھ کر ارادہ ہوگیا ہے کہ احقر مدرسہ تعلیم الدین سے سال بھر کی رخصت لے لے۔

(مکتوب گرامی بلفظہ)

اس خط کو پاکر مہتمم جامعہ اور دیگر خیر خواہانِ جامعہ نے حضرت شاہ صاحب کے پاس خطوط لکھے جس میں اپنی حسنِ عقیدت وارادت کا اظہار کیا اور ڈابھیل تشریف لانے کی درخواست کی۔ شاہ صاحب نے اس کے جواب میں دیوبند سے ۱۲رشوال کو مندرجہ ذیل خط مولانا ادریس صاحب (سکھرو ڈوی) کے ذریعہ

لکھوایا۔ اصل خط فارسی میں ہے اس کا حاصل یہ ہے۔

جناب مولانا احمد اور مولانا اسماعیل گارڈی صاحبان!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ تمام حضرات کے خطوط موصول ہوئے انگشت نیاز سے کھول کر نظر اخلاص سے پڑھا، آپ کی سابق مہربانیاں ہمارے ساتھ ہیں۔ میں ان کا شکر گذار ہوں "من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ" آپ لوگوں نے جتنی مہربانیاں ہمارے ساتھ کی ہیں، ان کا حق ادا کرنا مشکل ہے۔ آپ اس کی فکر نہ کریں فقط اتنی بات ہے کہ صحت اچھی نہیں ہمت بالکل جواب دے چکی ہے۔ گذشتہ سال ہی خطرہ تھا کہ کتاب ختم نہ ہو گی تو مدرسہ کا نقصان ہو گا مگر اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے پوری ہو گئی۔ آئندہ پورا خطرہ ہے کہ درمیان سال میں لاچار ہو جاؤں۔ اس لئے پہلے ہی عرض کر دیا اس کے علاوہ کوئی دوسری وجہ نہیں ہے۔ لاہور رہنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے نہ اس سال جانے کا خیال ہی ہے البتہ تھوڑی مدت دیوبند پھر کشمیر میں گذارنے کا ارادہ ہے اس درمیان میں آپ لوگوں سے ملاقات کا بھی خیال ہے۔

آپ لوگ پوری توجہ اور لگن سے مدرسہ کو چلائیے کوئی ضروری نہیں کہ میری ذات پر بھروسہ ہو اللہ تعالیٰ آپ کو ہمت مزید عطا فرمائے اور جزا کرے یہ دینی کام نہ رکے۔

والسلام

محمد انور شاہ عفا اللہ عنہ بقلم محمد ادریس ۱۲ر شوال ۱۳۵۱ھ دیوبند

(روداد اردو ۵۱ھ ص ۲۳)

(و گجراتی ص ۳۴ - ۳۵)

اس کے بعد مہتمم جامعہ مولانا احمد بزرگ دیوبند تشریف لے گئے اور شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ درخواست پیش فرمائی کہ جب تک طبیعت درست نہیں ہو جاتی اس وقت تک پڑھانا چھوڑ دینے کا جناب کا ارادہ بالکل بجا ہے ہم بھی یہی رائے دیں گے لیکن ہم یہ چاہتے ہیں اور یہ درخواست کرتے ہیں کہ جناب والا اتنے زمانہ تک جامعہ ہی میں قیام فرماویں تاکہ ہم خدام آپ کے فیض صحبت سے بالکل محروم نہ رہیں۔ بخاری شریف پڑھانے کی خدمت کسی اور کے سپرد کی جائے گی۔

شاہ صاحب نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اس طرح قیام کی صورت میں جامعہ سے تنخواہ نہیں لے سکتا مہتمم صاحب نے فرمایا کہ جناب حاجی موسیٰ میاں اور جناب حاجی یوسف گارڈی صاحبان تنخواہ کے بقدر رقم اپنی طرف سے آپ کی خدمت میں پیش کریں گے۔ اس پر شاہ صاحب نے یہ درخواست قبول فرمالی۔

طبیعت کے ذرا درست ہونے کے بعد ڈابھیل تشریف لانے کا پختہ ارادہ تھا لیکن بجنور، امرتسر اور لاہور وغیرہ کے ضروری سفر سے واپس ہوئے تو طبیعت بہت سخت خراب ہو گئی۔ تھوڑے دنوں بعد کچھ افاقہ ہوا تو گرمی شروع ہو چکی تھی اور والد محترم سے ملاقات ہوئے ڈیڑھ برس ہو گئے تھے۔ ان کا، بھائیوں کا اور دوسرے رشتہ داروں کا تقاضا بھی تھا کہ امسال گرمی کا موسم کشمیر میں گذاریں۔ شاہ صاحب نے سوچا تھا کہ گرمی کا موسم کشمیر میں گذار کر ڈابھیل چلا جاؤں۔

(روداد ۵۱ھ صـ۲۲ و گجراتی صـ۳۲-۳۳)

ادھر شوال ۵۱ھ میں دورۂ حدیث کے اسباق کی تقسیم اس طرح ہوئی

بخاری شریف علامہ کشمیری کے پاس ۔ ترمذی شریف مولانا شبیر احمد عثمانی کے پاس ، ابو داؤد اور مسلم مولانا سراج احمد رشیدی کے پاس - مولانا عبدالوحید صدیقی فتحپوری جامع تقریر[1] بخاری علامہ عثمانی مقدمۂ تقریر بخاری میں مندرجہ بالا تقسیم اسباق کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"پہلے مولانا سراج احمد صاحب رشیدی کے پاس اسباق شروع ہوئے۔ پہلے ہی دن جب کہ ابو داؤد شروع کرائی فرمایا کہ کتاب مجھ سے حل کر لو تقریر حضرت شاہ صاحب اور مولوی شبیر احمد عثمانی سے سُننا۔ حقیقت یہ ہے کہ کتاب کا حق ادا فرماتے اور اس خوبی سے مسلک حنفی کے ساتھ احادیث کی تطبیق فرماتے کہ ذرا بھی اشکال باقی نہ رہتا تقریر طویل نہ ہوتی لیکن مسئلہ پوری طرح منقح ہوجاتا ، چند ہی دن گزرے تھے کہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبند سے تشریف لائے اور ساتھ ہی یہ بھی خبر لائے کہ حضرت شاہ صاحب کی طبیعت ناساز ہے ابھی نہ آسکیں گے۔ آنے کے بعد ہی ترمذی شریف کا سبق شروع ہوگیا۔ پہلے ہی دن سبق کا قلب پر یہ اثر پڑا کہ اللہ تعالیٰ نے بڑا فضل فرمایا کہ اس مبارک درسگاہ اور ان بلند پایہ اساتذہ تک پہونچا دیا۔ اس پر جس قدر بھی اس کا شکر ادا کیا جائے کم ہے .... ادھر یہ اسباق ترمذی ابوداؤد مسلم کے جاری تھے اُدھر تمام طلبہ کو شاہ صاحب کا بے چینی سے انتظار تھا لیکن اطلاعات مایوس کن آنے لگیں تو دل ٹوٹنے لگا۔ دورۂ حدیث کی اس جماعت میں متعدد طلبہ وہ تھے جو بعض مدارس کے اچھے اساتذہ تھے اور صرف شاہ صاحب

---

[1] اس تقریر کی جلد اول محدث جلیل مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی مدظلہٗ کی تصحیح و نظرثانی کے بعد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے شائع ہو چکی ہے۔

سے استفادہ کی خاطر آئے تھے۔" (مقدمۂ تقریر بخاری علامہ عثمانی)
امید تھی کہ کچھ دنوں بعد علامہ کشمیری صحت یاب ہو کر تشریف لائیں گے اور یہ دور دور سے آئے ہوئے طلبہ مستفید ہو سکیں گے اسی انتظار میں دن گذرتے گئے۔ ذیقعدہ اور ذی الحجہ بھی گذر گئے۔ ۱۳۵۱ھ ختم ہو کر ۱۳۵۲ھ شروع ہو گیا۔

۱۳۵۲ھ ماہ محرم بھی گذرنے لگا شاہ صاحب کا ارادہ یہ تھا کہ ایک دو روز میں کشمیر کے لئے روانہ ہو جائیں گے اور کچھ دن گذار کر ڈابھیل جائیں گے کہ اچانک دوم صفر بروز اتوار پھر خون بڑی مقدار میں خارج ہوا اور ضعف بڑھتا گیا تا آنکہ ۲ رصفر کا دن گذار کر رات میں نصف شب کے بعد جو نزولِ رحمت کا خاص وقت ہے علم و ہدایت کا یہ چراغ ہمیشہ کیلئے گل ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

جو طلبہ شاہ صاحب کے انتظار میں تھے وہ آپ کے فیض سے ہمیشہ کیلئے محروم ہو گئے بلکہ پوری علمی دنیا، مدارس اور علماء یتیم ہو گئے۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے لئے یہ حادثہ بڑا ہی جانکاہ اور صبر آزما تھا۔ مولانا احمد بزرگ مہتمم جامعہ لکھتے ہیں۔

" بیشک جامعہ کی تاریخ میں ۳ رصفر ۱۳۵۲ھ کا حادثۂ جانکاہ بڑا ہی درد انگیز اور صبر آزما حادثہ تھا جس کی تلخی کو ارکانِ جامعہ خصوصاً اور متوسلین جامعہ عموماً کبھی فراموش نہیں کر سکیں گے ہم اس جاں گسل سانحہ پر جس قدر بھی ماتم کریں اور ایسی بلند شخصیت کے ظلِ عاطفت سے محروم ہو جانے پر جس قدر بھی غم و اندوہ تاسف و تحسر کا اظہار کریں وہ کم ہے۔ (روداد ارد و ۵۲ھ ص۲)

۳۰ر صفر ۱۳۵۲ھ مطابق ۲۹ر مئی ۱۹۳۲ء کو تقریباً ایک بجے دوپہر کو مولانا حکیم سید محفوظ علی کا تار دیوبند سے خرمن ہوش وحواس پر برق خاطف بن کر گرا۔ دارالجامعہ تین دن کے لئے بند کر دیا گیا۔ صبح وشام طلبہ و مدرسین دارالحدیث مسجد اور درسگاہوں میں ایصال ثواب کے لئے قرآن کا ختم کرتے، کلمۂ طیبہ کا ورد کرتے رہے، ایک سو سے زیادہ ختم قرآن صرف جامعہ اسلامیہ میں کیا گیا ۴ر صفر مطابق ۳۰ر مئی کو عصر کے بعد دعائے مغفرت کا اہتمام کیا گیا جس میں ڈابھیل وسملک کے حضرات بھی شریک ہوئے۔ دعا کے بعد مولانا شبیر احمد عثمانی نے شاہ صاحب کے مختصر احوال بیان کئے جس پر تمام مجمع ہچکیوں کے ساتھ رو رہا تھا اور بعض طلبہ بے اختیار دھاڑیں مار کر رو رہے تھے یہ اجتماع صرف دعا کے لئے تھا۔ عظیم الشان جلسۂ تعزیت کے لئے ۲ر جون بعد الجمعہ کا وقت مقرر کیا گیا تاکہ آس پاس کے گاؤں کے حضرات بھی شریک ہو سکیں اسی دن بہت سے مدرسین اور ڈابھیل وسملک کی انجمنوں کی طرف سے تعزیتی خطوط اور تار مولانا حکیم سید محفوظ علی کے نام دیوبند اور شاہ صاحب کے والد محترم معظم شاہ کے نام کشمیر روانہ کئے گئے۔

(روداد دارالعلوم ۱۳۵۱ھ ص ۸ و گجراتی ۱۳۵۱ھ ص ۲۲)

۲ر جون مطابق ۷ر صفر بعد الجمعہ تعزیتی جلسہ جامعہ کے دارالحدیث میں منعقد ہوا۔ مولانا عثمانی کو جلسہ کا صدر منتخب کیا گیا۔ اطراف سے لوگ آکر جمع ہو گئے تھے۔ پہلے طلبہ نے عربی فارسی اور اردو میں مراثی پڑھے جن میں شاہ صاحب کے کمالات اور آپ سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا اس کے بعد علامہ عثمانی تقریر کے لئے کھڑے ہوئے لیکن اداسی اس قدر چھائی ہوئی تھی اور دل اس درجہ افسردہ تھا کہ دس پندرہ منٹ تک تقریر نہ کر سکے، آواز بھرا گئی، ایک سناٹا چھایا ہوا

تھا، ہر ایک کے دل سے آہ انور شاہ آہ انور شاہ کی آواز نکل رہی تھی ایسا منظر کبھی دیکھنے میں نہ آیا ہوگا۔ مولانا عثمانی نے دل پر قابو حاصل کرنے کی کوشش کی اور ہمت کرکے تقریر شروع فرمائی۔ فرمایا:

"مرحوم کی وفات کی خبر جب سے سُنی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پوری علمی دنیا کا آفتاب غروب ہوگیا آپ کی وفات سے درحقیقت طلبہ یتیم نہیں ہوئے کہ ان کو پڑھانے والے اور میسر ہوجائیں گے بلکہ پڑھانے والے اساتذہ اور علماء یتیم ہوگئے۔ اس لئے کہ اب قرآن وحدیث کی ہماری مشکلات کو حل کرنے والا کوئی باقی نہ رہا۔ کتنی دفعہ ایسا ہوا کہ قرآن وحدیث کے کسی اشکال کو حل کرنے کے لئے پندرہ بیس دنوں تک میں نے کتابوں کا غور سے مطالعہ کیا تمام متعلقہ مقامات کی چھان بین کی لیکن دل کو اطمینان نہ ہوا۔ مرحوم شاہ صاحب کی طرف رجوع کیا تو آپ کے مختصر ہی جواب سے تشفی ہوگئی۔ مرحوم کا حافظہ اتنا قوی تھا کہ جس کتاب کو ایک دفعہ دیکھ لیتے جب ضرورت ہوتی تو فوراً صفحہ اور سطر کے ساتھ حوالہ دیدیتے تھے، مگر آپ کا کمال صرف حافظہ کی قوت، مطالعہ کی کثرت اور نظر کی وسعت نہیں بلکہ آپ کا کمال میرے نزدیک یہ تھا کہ ہر علم کی روح پر آپ مطلع تھے اور حقیقتاً یہی علم کی معراج ہے۔ مجھ سے اگر مصر یا شام کا کوئی شخص پوچھے کہ تم نے حافظ ابن حجر عسقلانی، شیخ تقی الدین بن دقیق العید اور سلطان العلماء شیخ عزالدین بن عبدالسلام کو دیکھا ہے؟ تو بلا استعارہ کرکے کہوں گا کہ دیکھا ہے۔ کیوں کہ صرف صدیوں کے آگے پیچھے ہونے کا فرق ہے۔ اگر شاہ صاحب چھٹیں یا ساتویں صدی میں ہوتے تو آپ کا رتبہ اُن ہی علماء کے برابر ہوتا۔ اور آپ کے اُن ہی کی طرح مدتوں تذکرے کئے جاتے اس کے علاوہ یہ کہ بہت سے اہل علم غیر متورع ہوتے ہیں اور بہت سے

درویش غیر عالم ہوتے ہیں بعض عالم اور بزرگ بھی لیکن اخلاق محمدی پر
پورے نہیں اترتے آپ ان سب کے جامع تھے پھر یہ کہ فرض کرو کوئی علم
ورع اخلاق سب ہی جمع کرلے لیکن اس پر نورانی صورت کہاں سے لائے
وہ تو قبضہ کی چیز ہی نہیں ۔ یہ بھی خدا کا بڑا انعام ہے ۔ انبیاء علیہم السلام
سب حسین و وجیہ تھے ان کے چہرے کو دیکھتے ہی ان کے صدق وصفا اور
اخلاص کا یقین ہوجاتا تھا ۔ حضرت شاہ صاحب میں یہ چیزیں بدرجۂ اتم
موجود تھیں ۔ جلسوں، مناظروں میں اور ریلوں میں سفر کرتے وقت جہاں
آپ کے علم و فضل کا غیر معمولی اثر و رعب پڑتا تھا وہاں آپ کے منور چہرہ کا
بھی ہر کافر و مشرک کے دل پر نمایاں اثر ہوتا تھا ۔ کسی نے سچ کہا ہے ۔

لیس علی اللہ بمستنکر

ان یجمع العالم فی واحد

شروع عمر میں آپ کی توجہ تصوف کی طرف کم تھی لیکن آخر عمر میں اس
کی طرف بھی بہت زیادہ انہماک ہوگیا تھا مشکلات وہموم میں جس صبر و
استقامت کا مظاہرہ فرماتے وہ آپ ہی کا حصّہ تھا چنانچہ دیوبند کے مناقشہ
میں ہم ان کے پہلے سے زیادہ معتقد ہوگئے ۔ سچ ہے

الصدر من یلقی الخطوب بصدرہٖ

ویصبرہٗ ویحمدہٗ ویشکرہٗ

اسی طرح ممدوح کے اور بھی مناقب بیان فرمائے ۔

اس کے بعد راندیر سے تشریف لائے ہوئے مفتی مہدی حسن صاحب نے شاہ صاحب کی
علمی زندگی پر روشنی ڈالی بعدہٗ مہتمم جامعہ نے مرحوم کی علمی و عملی زندگی کا
تذکرہ کیا اور خاص طور سے ۲۷ رمضان ۱۳۴۶ھ کے اس خواب کا ذکر کیا

جس میں علم حدیث کی خدمت کے لئے آپ کو اشارہ فرمایا گیا تھا جس کی تعبیر ان ہی حضرات کو جامعہ میں لانے سے کی گئی تھی۔ نیز بتایا کہ یہ جامعہ مرحوم کی یادگار ہے آپ لوگوں کو اس کے بقاء اور تحفظ و ترقی کے لئے ہر ممکن اعانت کرنی چاہیئے۔

پھر علامہ عثمانی سے یہ درخواست کی کہ جامعہ کی ہر طرح کی خصوصاً تعلیمی انتظام کی سرپرستی آپ ہی کے ذمہ ہے اس کو قبول فرما کر ہمیں تشکریہ کا موقع عنایت کیجئے۔ نیز تمام حضرات سے درخواست کی کہ مرحوم کے پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کریں۔

(روداد اردو ۱۳۵۱ھ ص ۹ تا ۱۱ وگجراتی ۱۳۵۱ھ ص ۲۲-۲۳)

علامہ عثمانی نے فتح الملہم شرح صحیح مسلم کی مشغولیت کی وجہ سے پہلے تو عہدۂ صدارت سنبھالنے سے معذرت ظاہر کی لیکن کارکنانِ مدرسہ اور طلبہ کی طرف سے باصرار درخواست کی گئی کہ اس وقت حضرت شاہ صاحب کی اگر کوئی ہستی جانشینی کر سکتی ہے تو وہ آپ ہی کی ذات ہے اور اب ہمارے مجروح دلوں کا اگر کوئی مرہم بن سکتا ہے تو وہ آپ ہی کی ذات ستودہ صفات ہے۔ بار بار کے اصرار اور درخواست سے مولانا نے ازراہِ عنایت استدعاء قبول فرمائی اور عہدۂ صدارت کو زینت بخشی۔

(روداد اردو ۱۳۵۱ھ ص ۴۰-۴۱)

مہتمم جامعہ لکھتے ہیں "اس سلسلہ میں یہ جان لینا بھی مناسب ہے کہ حضرت مرحوم کی وفات کے بعد ہم کو بہت فکر تھی کہ مرحوم کے بال بچوں کا خرچ کیسے چلے گا آپ نے اپنی پوری زندگی خدا کے بھروسہ گذاری کوئی ملکیت اور دولت نہیں چھوڑی لیکن بفضلِ خداوندی یہ کب گوارہ کرتا کہ یہ ضائع ہوتے

سیٹھ حاجی موسیٰ میاں مقیم جوہانسبرگ (جنوبی افریقہ) نے اس کے لئے ایک رقم مقرر کردی جس سے ہماری فکر دور ہوئی۔

(ایضاً ص ۲۲)

اس سانحہ کے بعد بخاری شریف کا سبق حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کے سپرد ہوا اور ترمذی شریف جو اس وقت تک باب ما جاء فی الترجیع فی الاذان کے ختم تک ہو چکی تھی حضرت مولانا بدر عالم صاحب کے پاس آ گئی جس کا پہلا سبق ۱۳ر صفر ۱۳۵۲ھ یوم چہارشنبہ کو باب فی افراد الاقامۃ سے شروع ہوا اور حضرت علامہ عثمانی کے یہاں اسی دن بوقت ساڑھے ۸ بجے بخاری شریف کا سبق شروع ہوا۔

(مقدمۂ تقریر بخاری از مولانا عبدالوحید صدیقی)

چونکہ بخاری شریف دیر سے شروع ہوئی تھی اس لئے حضرت نے اس سال بڑی محنت فرمائی حتی کہ وہ فضلاء اور اساتذہ جو حضرت شاہ صاحب ہی سے استفادہ کے لئے آئے تھے اور برسوں پڑھا کر آئے تھے وہ بھی بہت ہی خوش اور مطمئن تھے۔ کچھ ہی دنوں بعد عصر کے بعد بھی سبق ہونے لگا، اس محنت شاقہ کا اچھا نتیجہ یہ ہوا کہ ۲۴ر رجب ۵۲ھ کو بخاری شریف ختم ہو گئی۔ (ایضاً)۔

اسی سال ۲۰ر ربیع الاول ۵۲ھ کو مولانا سید سلیمان ندوی جامعہ تشریف لائے معائنہ کے رجسٹر میں تحریر فرماتے ہیں "مجھے کل اتفاق سے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں حاضری کی عزت حاصل ہوئی اور چونکہ مجھے بحمد اللہ ان تمام حضرات کرام کی خدمت میں نیاز قدیم حاصل ہے جو اس جامعہ کے روح رواں اور کارکن ہیں اس لئے یہاں کی ہر چیز دیکھنے کا موقع ملا۔ جامعہ کی جائے وقوع،

عمارات اور دوسرے انتظامات ہر شئی قابلِ اطمینان اور سزاوارِ شکرِ الٰہی ہے یہ محض فضلِ الٰہی ہے کہ جن فیوض و برکات کے ضائع ہوجانے کا افسوس تھا ان کے لئے خداوند کریم نے یہ امن وامان کی سرزمین عطا فرمائی اور ان کو اس خطہ میں جاری ہونے کا موقع عنایت فرمایا گیا جہاں ان کی سخت ضرورت تھی۔

یہاں کے حضرات مدرسین اور رجالِ عمل کے متعلق کچھ کہنا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے اللہ تعالیٰ ان صاحبوں کو مزید برکت عطا فرمادے جو اس جامعہ کے مصارف کی کفالت کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔ مجھے بفضلِ خدا پوری امید ہے کہ یہ خطۂ گجرات اس جامعہ کے فضل و کمال کی روشنی سے منوّر ہوگا۔ جامعہ میں اس وقت ۲۳ مدرسین ہیں اور طلبہ کی تعداد چار سَو کے قریب ہے۔ عربی دینی درسگاہ کے علاوہ اردو گجراتی کے مکتب اور قرأت و تجوید کے درجے ہیں ہند و بیرون ہند کے اکثر طلبہ اس سے فیض پا رہے ہیں کتب خانہ گوابھی ابتدائی حالت میں ہے مگر اس کی تکمیل کی بھی کوشش جاری ہے۔

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب اور مولانا سراج احمد صاحب کی ذات سے یہ توقع بیجا نہیں کہ حضرت علامہ انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے جو صدمہ اس جامعہ کو پہونچا ہے اس کی تلافی بہر نوع انشاء اللہ ہوگی۔ خوش قسمتی سے اس جامعہ کو مولانا احمد بزرگ صاحب جیسے بزرگ کے اہتمام کی سعادت حاصل ہے ان صاحبوں کی مخلصانہ کوششیں بارگاہِ کریم میں انشاء اللہ قبول ہوں گی اور مسلمانوں کو عموماً اور خطۂ گجرات کو خصوصاً اس جامعہ سے فائدۂ عظیم پہونچے گا۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

خادم علم وعلماء سلیمان ندوی

۲۰ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ ۱۴ جولائی ۱۹۳۳ء

(منقول از رجسٹر معائنہ صفحہ ۱۰۴)۔

جلسۂ دستاربندی

جیساکہ معلوم ہوا ۲۳ رجب کو بخاری شریف ختم ہوگئی۔ سالانہ امتحان کے بعد دستار بندی کا جلسہ ہوا اس سال نسبتاً مجمع زیادہ تھا اہلِ جامعہ کی استدعا پر ۹ر شعبان کو دہلی سے حضرت العلامہ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ العلماء ہند اور حضرت مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ العلماء ہند سالانہ جلسہ میں شرکت کیلئے تشریف لائے ہر دو حضرات کا سورت اسٹیشن پر جامعہ کی طرف سے شاندار استقبال کیا گیا۔ مولانا احمد سعید سحبان الہند نے حاضرین کے اصرار پر دسویں شعبان کی شب میں بھی ایک مبسوط وعظ فرمایا جس سے سامعین بہت زیادہ محظوظ و متأثر ہوئے۔

اگلے روز ۱۰ر شعبان کو صبح ۷ بجے جلسہ شروع ہوا مولانا علی محمد تراجوی کی تحریک پر مفتی کفایت اللہ صاحب کو صدر منتخب کیا گیا قراءت سے جلسہ کا افتتاح ہوا۔ اس جلسہ میں مہتمم صاحب کے خلف اصغر (مولانا قاری) حافظ محمد رشید سلّمہ نے بھی قراءت کی اس کے بعد مہتمم صاحب نے رپورٹ پیش کی جس میں حاضرین کا شکریہ ادا کیا نیز حضرت شاہ صاحب کی وفات پر حسرت و افسوس ظاہر کرتے ہوئے دیگر امور کا تذکرہ کیا۔

اس کے بعد مفتی کفایت اللہ صاحب نے ایک جامع علمی و مذہبی تقریر فرمائی۔ پھر علامہ عثمانی نے ایک مبسوط اور بصیرت افروز وعظ فرمایا بعد ازاں حضرت مولانا احمد سعید دہلوی نے اپنی شب کی تقریر سے منسلک کرتے ہوئے ایک نہایت ہی مفصل تقریر کی ایک بجے تقریر ختم ہوئی اس کے بعد مفتی صاحب کے متبرک ہاتھوں سے بتیس ۳۲ فارغ التحصیل طلبہ کی دستار بندی عمل میں آئی اور مخصوص انعامات بھی تقسیم کئے گئے جلسۂ دستار بندی کے لئے جامعہ کے ایک

فاضل مدرس مولانا قاری محمد یامین صاحب سہارنپوری مدرس تجوید نے ایک فصیح و بلیغ عربی نظم اور ایک سلیس اردو نظم لکھی تھی وہ بھی جلسہ میں پڑھی گئی۔

حضرت مفتی صاحب اور مولانا احمد سعید صاحب یہاں سے راندیر تشریف لے گئے اور کئی روز تک راندیر اور اس کے اطراف میں آپ حضرات کے مواعظ حسنہ ہوتے رہے جن سے اہل گجرات نے علمی و مذہبی فیوض حاصل کئے۔

(روداد اردو ۱۳۵۲ھ ص ۱۲ تا ۱۴)

ان دو حضرات نے مدرسہ کا معائنہ کرنے کے بعد مندرجہ ذیل الفاظ میں اپنے تأثرات تحریر فرمائے۔

نقلِ مُعائنہ

مخدوم العُلما حضرت العلامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب

صدر جمعیۃ علماء ہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً ومصلیاً ومسلماً: خاکسار کو تقریباً پانچ سال کے بعد ڈابھیل حاضر ہونے کا موقع ملا۔ پہلے[1] بحیثیت مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل کے ہیں اس کے ایک سالانہ جلسہ

---

[1] حضرت مفتی صاحب ۱۳۴۳ھ میں تشریف لائے تھے رجسٹر معائنہ میں اچھے تأثرات تحریر فرمائے ہیں اس کے بعد ۱۳۴۵ھ میں بھی سالانہ جلسہ کیلئے تشریف لائے تھے (روداد ۱۳۴۵ھ) اسی کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے ۱۲ مرتب

میں شریک ہوا تھا لیکن آج جامعہ اسلامیہ عربیہ ڈابھیل کی حیثیت سے میں نے
اس کے سالانہ جلسہ میں شرکت کی مسرت حاصل کی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور
اس کے کرشمہائے قدرت میں سے ایک غیبی کرشمہ نے گذشتہ پانچ سال کے عرصہ
میں اس درسگاہ کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ اس کی تفصیل اس وقت بیان کرنا دشوار
ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ہندوستان کے منتخب اور چیدہ باکمال علماء وفضلاء کا
مرکز ہوگیا اور دنیائے اسلام کی بے نظیر ہستی حضرت مولانا انورشاہ کی سرپرستی
میں اس نے علمی حیثیت سے معراج کمال کو پہنچ کر تمام ہندوستان اور بیرون ہند
کے مشتاقانِ علوم کی گودیں علمی جواہرات سے بھر دیں اگرچہ ان سطور کے لکھنے
کے وقت حضرت مولانا انورشاہ صاحب قدس سرہٗ کی مفارقت اور وصال کا صدمہ
جگر کو شق کر رہا ہے لیکن پھر بھی حضرت مرحوم کے مآثر علمیہ نے یہاں جڑ پکڑ لی ہے
اور امید ہے کہ یہ پودا تمام اقطار ہند پر سایہ فگن ہو کر رہے گا حضرت افضل المفسرین
مولانا مولوی شبیر احمد صاحب کا ظل عاطفت اس کے لئے تمام ترقیات کا کفیل و
ضامن ہوگا انشاء اللہ۔ مدرسہ کے انتظامات عمدہ، عمارات فراخ و دلکش اور
جائے وقوع مفید صحت اور مسرت بخش ہے۔ حق تعالیٰ سے عاجزانہ دعا ہے کہ وہ
اس دریائے فیض کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور اس کے فیض کو
تا قیام قیامت جاری رکھے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ
۱۱ / شعبان ۱۳۵۲ھ

حضرت مفتی صاحب نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کے لفظ لفظ سے میں متفق ہوں۔

احقر الزمن السید مہدی حسن غفرلہٗ
مفتی راندیر ضلع سورت ۱۱ / شعبان ۱۳۵۲ھ

نقلِ مُعائنہ

حضرت مولانا احمد سعید صاحب

ناظم جمعیۃ علماءِ ہند

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم ۰

حسنِ اتفاق سے فقیر کو جامعۂ ڈابھیل کے سالانہ جلسہ کی امسال شرکت کا موقع میسّر ہوا ایک طویل عرصہ ہوا جب میں ڈابھیل آیا تھا اس وقت ڈابھیل میں صرف ایک مدرسہ تعلیم الدین کے نام سے جاری تھا جس میں قرآن شریف کے علاوہ بچوں کو بعض ابتدائی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں اس مدرسہ کے بانی مولانا احمد حسن صاحب سملکی کے خلوص اور جذبۂ ایثار کا یہ اثر ہے کہ فقیر اس چھوٹے سے مدرسہ کو آج شاندار دارالعلوم کی شکل میں دیکھ رہا ہے۔ خطۂ گجرات جو کسی زمانہ میں علوم مذہبیہ کا مرکز تھا اور حوادث زمانہ کے باعث ایک مدّت سے برکات علمی کا یہاں وجود نظر نہیں آتا تھا پھر اپنی قدیم شہرت اور گذشتہ تاریخی عزت حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر مسرّت ہوئی کہ صوبۂ گجرات کے مسلمانوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں ایک ایسی جامعہ قائم کر لی جہاں نہ صرف گجرات بلکہ ہندوستان اور بیرونِ ہندوستان کے تقریباً چارسَو طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں ان طلبہ کی تعلیم کیلئے مختلف علوم و فنون کے ۲۳ مدرسین مقرر ہیں جو اپنے اپنے اوقات میں ان طلبہ کو تعلیم دیتے ہیں۔ اور ان کی اخلاقی تربیت کی نگرانی کرتے ہیں۔ جامعہ کی

عکس تحریر سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلویؒ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

[illegible]

عمارت ایک نہایت دلکشا اور وسیع میدان کے احاطہ میں واقع ہے آب و ہوا کے لحاظ سے یہ مقام بہترین ہے طلبہ کیلئے ہر قسم کی سہولت اور آسائش و آرام کا سامان مہیا ہے طلبہ کیلئے اس وقت تک پچپن ۵۵ کمرے تعمیر ہو چکے ہیں - ان کمروں میں دو سو ۲۰۰ طالب علم بآسانی رہ سکتے ہیں۔ طلبہ کے علاوہ مدرسین کے کمرے، درسگاہیں ہیں - مہمانوں کی قیام گاہ مطبخ اور بعض ضروری عمارتیں بھی موجود ہیں ۔ جامعہ میں ایک کتب خانہ بھی ہے جس میں علاوہ درسی کتابوں کے بعض نادر الوجود مطبوعہ غیر مطبوعہ کتابیں بھی موجود ہیں کتب خانہ کو ایک بڑی لائبریری بنانے کی کوششیں برابر جاری ہیں ۔ جامعہ کے میدان میں ایک مسجد ہے جس میں مدرسین و طلبہ کے علاوہ بستی کے دوسرے مسلمان بھی نماز ادا کرتے ہیں بعض اہل خیر کے مصارف سے ایک بجلی کی مشین بھی لگائی گئی ہے جس کے ذریعہ جامعہ میں روشنی اور پانی کا انتظام کیا جاتا ہے اسی مشین سے آٹا بھی پستا ہے ۔ اس جامعہ کا اہتمام و ذمہ داری مولانا احمد بزرگ صاحب کے سپرد ہے جو صوبہ گجرات کے ایک مشہور عالم ہیں موصوف اپنے فرائض کو پوری کوشش اور محنت کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت العلامہ مولانا سید انور شاہ کی وفات کے بعد صدر مدرس کا عہدہ حضرت رئیس المتکلمین مولانا شبیر احمد عثمانی کو تفویض کیا گیا کتب درسیہ کے علاوہ قرآن شریف کی تجوید اور حفظ قرآن کا بھی خاص اہتمام ہے حضرت شاہ صاحب کی سرپرستی میں ایک مجلس علمی یہاں قائم کی گئی ہے جو اس وقت تک مختلف مباحث پر متعدد رسالے اور کتابیں ملک میں شائع کر چکی ہے اور اس کا کام اب تک جاری ہے اس وقت جامعہ کی تعلیمی اور انتظامی حیثیت ہر اعتبار سے قابلِ اطمینان ہے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا احمد بزرگ صاحب کی مساعی کو مشکور فرمائیں اور ان اہلِ دُوَل اور اصحاب خیر کو

دینی خدمت کی مزید توفیق عطا فرمائے جن کی مالی امداد سے یہ جامعہ قائم ہے اور علوم مذہبیہ کا ایک شیریں چشمہ جاری ہے۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

۳ر نومبر ۱۹۳۳ء مطابق ۱۱ر شعبان ۱۳۵۲ھ

(منقول از رجسٹر معائنہ ص ۶-۱۰۵)

اسی سال جناب مولانا الحاج مرغوب احمد لاجپوری نے جامعہ کے لئے تینتیس (۳۳) مفید و کار آمد درسی کتابیں وقف فرمائیں اس طرح ایک بہترین سنت کی بنیاد ڈال کر ہمیشہ کیلئے مستحق ثواب ہوئے۔

(روداد ردو ۵۲ھ ص ۶)

شوال ۱۳۵۲ھ

علامہ کشمیری کی جگہ مولانا عثمانی کے تقرر کے بعد ضرورت سمجھی گئی کہ کسی ایک اور محدث اور مفسر کا تقرر عمل میں لایا جائے تاکہ تعلیمی معیار بلند کا بلند رہے چنانچہ خوش قسمتی سے ہندوستان کے مشہور و معروف محدث و مفسر حضرت مولانا الحاج عبدالرحمٰن صاحب امروہی نے جامعہ کی خدمت قبول فرمائی۔ آپ کی ذات تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ حضرت مولانا الحاج احمد حسن امروہی کے تلمیذ خاص (اور حضرت نانوتویؒ کے تلمیذ) ہونے کے علاوہ سالہا سال تک مدرسہ عالیہ امروہہ میں بعہدۂ صدارت فائز رہ چکے ہیں۔

(روداد ردو ۵۱ھ ص ۴۱)

امسال بھی جامعہ کی تعلیم ۲۵ر شوال سے شروع ہو گئی۔ تمام کتابوں میں طلبہ کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ دورۂ حدیث میں بیالیس (۴۲) طلبہ نے داخلہ لیا۔ اس سال تقسیم کا نقشہ یوں تھا۔

	تنخواہ	
۱۔ حضرت علامہ مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی	-/۱۷۵	بخاری شریف، صفر ۵۲ھ سے حضرت ممدوح نے عہدۂ صدارت کو زینت بخشی (پہلے آپ کی کوئی تنخواہ مقرر نہیں تھی حسب ضرورت لیا کرتے تھے لیکن عہدۂ صدارت پر آنے کے بعد شاہ صاحب کی تنخواہ آپ کے نام کے سامنے روداد میں ذکر کی جانے لگی)۔
۲۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن امروہی	-/۱۵۰	ترمذی شریف، مسلم شریف، بیضاوی شریف بعدہٗ نسائی شریف، توضیح تلویح بعدہٗ مسلم الثبوت (شوال ۵۲ھ سے تشریف لائے)۔
۳۔ مولانا سراج احمد صاحب بلند شہری	-/۸۵	ابو داؤد شریف، ہدایہ اولین، ابن ماجہ بعدہٗ موطائین، نور الانوار بعدہٗ حسامی، دیوان متنبی بعدہٗ حماسہ۔
۴۔ مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی	-/۶۰	مشکوٰۃ شریف، ملا حسن، مختصر المعانی، کنز الدقائق۔
۵۔ مولانا محمد ادریس صاحب سکھرو ڈوی	-/۶۰	جلالین شریف، مقامات حریری، شرح جامی بحث فعل بعدہٗ بحث اسم، تصریح بعدہٗ شرح عقائد، نور الایضاح بعدہٗ قدوری۔

۶۔ جناب مولانا محمد یحییٰ صاحب	۳۰/-	ہدایہ اخیرین، میر قطبی بعدہ سلّم۔ (صرف دو سبق پڑھاتے تھے)
۷۔ جناب مولانا عبدالجبار صاحب پشاوری	۴۵/-	شرح وقایہ، قطبی بعدہٗ میر قطبی، شرح تہذیب بعدہٗ قطبی، اصول الشاشی بعدہٗ نور الانوار، کافیہ بعدہٗ شرح جامی بحث فعل (آپ جامعہ کے دورِ قدیم سے مدرس ہیں)۔
۸۔ جناب مولانا عبدالقدیر صاحب کیمل پوری	۴۰/-	صدرا بعدہٗ شمس بازغہ، حمد اللہ بعدہٗ قاضی، سلم بعدہٗ ملاحسن۔ (۱۵ر ذی الحجہ سے تقرر ہوا آپ جامعہ کے ہی فاضل ہیں)۔
۹۔ جناب مولانا عبدالعزیز صاحب کیمل پوری	۴۰/-	میر زاہد ملا جلال بعدہٗ میر زاہد رسالہ، حسامی بعدہٗ مسلم الثبوت، کبریٰ بعدہٗ مرقات و شرح تہذیب، مراح الارواح بعدہٗ شافیہ، مطول بعدہ شرح عقائد، (پہلی مرتبہ آپ کا نام سنہ ۵ھ میں ہے آپ بھی جامعہ کے فاضل ہیں)۔
۱۰۔ جناب مولانا سید احمد رضا بجنوری مدظلہٗ		میبذی بعدہٗ شرح عقائد، قدوری (لوجہ اللہ پڑھاتے تھے) مجلس علمی کے ناظم تھے۔
۱۱۔ جناب مولانا احمد بزرگ صاحب مہتمم مدرسہ	۷۵/-	سراجی۔

۱۲- جناب مولانا محمد ناظم صاحب ندوی	۴۰/-	ابتدائی جماعت عربی موافق نصاب جدید (ماہ شوال ۵۲ھ سے تقرر ہوا)

(روداد اردو ۵۲ھ صفحہ ۲۲-۲۳)

شوال ۵۲ھ میں مولانا معین الدین صاحب اجمیری اور مولانا سید اصغر حسین صاحب دیوبندی استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند ڈابھیل تشریف لائے تھے۔ ان حضرات نے اپنے تاثرات مندرجہ ذیل الفاظ میں ظاہر فرمائے۔

نقل معائنہ

مولانا معین الدین صاحب اجمیری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

آج فقیر کو جامعہ اسلامیہ عربیہ ڈابھیل کی زیارت کا موقع ملا۔ اس کو مدارس اسلامیہ میں ایک مرکزیت حاصل ہے اس کی عمارات شاندار اور وسیع ہیں اور اس کے مدرسین ارباب فضل و کمال میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ طلبہ کی تمام ضروریات پوری کردی گئی ہیں اور اس خوبی اور حسن انتظام کے ساتھ کہ دوسرے مدارس اسلامیہ میں اس کی نظیر نایاب ہے۔ ایک مشین کے ذریعہ روشنی اور پانی کا انتظام کیا گیا ہے اس کا محل وقوع تدریس و تصنیف کے لئے نہایت مناسب ہے یہ سب کچھ مقامی ارباب خیر کی اعانت اور جناب مولانا احمد بزرگ صاحب مہتمم کی مساعی جمیلہ باکمال علماء کے جذب مقناطیسی

کا نتیجہ ہے۔ حق تعالیٰ اس کو ترقی کے اعلیٰ منازل تک پہنچائے۔ آمین
فقیر معین الدین اجمیری کان اللہ لہٗ
۶ رشوال ۱۳۵۲ھ

نقل معائنہ

مولانا سید اصغر حسین صاحب دیوبندی

استاذ حدیث دار العلوم دیوبند

حامداً و مصلیاً! الحمد للہ کہ یہ احقر اپنی جماعت کی ایک ایسی درسگاہ کو دیکھ کر مسرور ہوا جو بفضلہٖ تعالیٰ فیض یافتگانِ دارالعلوم کے فیوض علمیہ سے شاہراہ ترقی پر گامزن ہے اور مخیر و دیندار رؤساء گجرات کی عالی ہمتی سے اس کی بارونق و پرشان عمارات و درسگاہیں تسرّ الناظرین کا مصداق ہیں اور اپنے ضروری اور شائستہ ساز و سامان سے علماء و طلبہ کو درس و تدریس و قیام میں سہولت و راحت پہنچا رہی ہیں دعا ہے کہ حق تعالیٰ درسگاہ کو مزید ترقی اور حضرات معاونین کو جزائے حسن عطا فرمائے۔

بندہ فقیر سید اصغر حسین حسنی حنفی مدرس دار العلوم دیوبند
محررہ یازدہم ماہ شوال ۱۳۵۲ھ
(از رجسٹر معائنہ صفحہ ۱۰)

عربی، فارسی درسگاہ

جبکہ اس کی چھت ٹین کی ہے (سال تجدید چھت سنہ ۱۳۵۳ھ

۱۳۵۳ھ
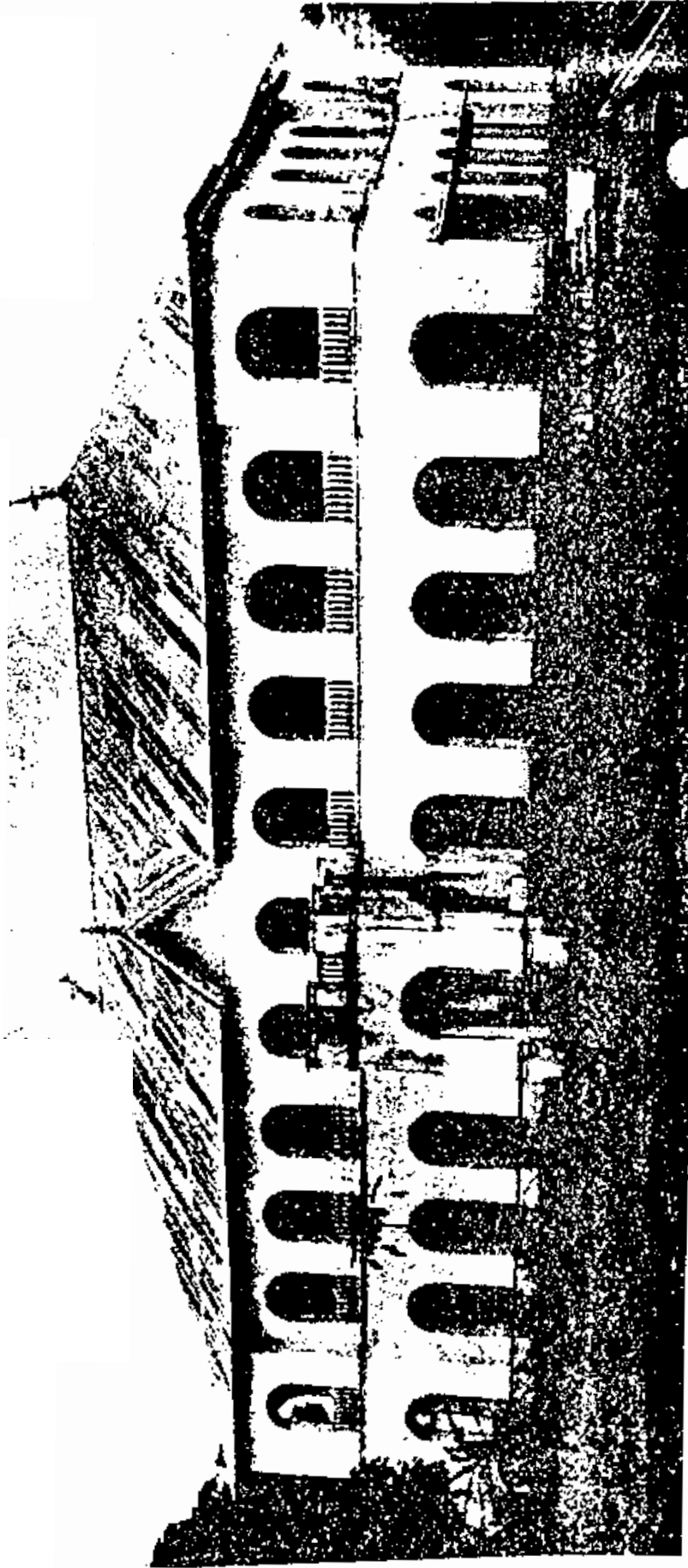
۵۲ھ ختم ہو کر ۵۳ھ شروع ہو گیا۔ مذکورہ بالا تقسیم اسباق کے مطابق تعلیم جاری رہی۔ اس سال مولانا بدر عالم صاحب نے نصف وقت پڑھایا اور نصف تنخواہ لی بقیہ وقت میں شاہ صاحب کی درس بخاری کی تقریر (فیض الباری) کی ترتیب میں مشغول رہے۔ (روداد ۵۳ھ ص۴۲)۔ اسی سال شوال ۵۳ھ میں مولانا یوسف بنوری جو ۴۷ھ میں فارغ ہو کر وطن کی طرف چلے گئے تھے مدرس بن کر جامعہ میں تشریف فرما ہوئے اسی سال مسجد قدیم کی چھت نئی تعمیر کرائی گئی ہے۔ عربی درسگاہ کی چھت جو کھپریل کی تھی مضبوط ٹین کی بنائی گئی۔ مصر وغیرہ سے کتب خانہ کے لئے مدرسہ کی طرف سے ایک ہزار انچاس ۱۰۴۹ کتابیں دو ہزار نو سو پچاس ۲۹۵۰ روپئے کی لاگت سے منگائی گئیں کچھ کمرے بھی مدرسین حضرات کے رہنے کیلئے بنوائے گئے غلّہ کے گودام کو بھی جو ٹین کا تھا پختہ بنوایا گیا۔ (ایضاً ص۴۶)

۱۴ر صفر ۵۳ھ کو مولانا عبدالعزیز صاحب خطیب و مدرس جامع مسجد گوجرانوالہ جامعہ تشریف لائے اور رجسٹر معائنہ میں بلند الفاظ میں اس کے انتظامات کی تعریف لکھی اور ترقی کی دعا دی۔ یہ مولانا عبدالعزیزؒ "نبراس الساری علی اطراف البخاری" کے مصنف اور نصب الرایہ کے کتاب الحج تک کے مخرج اور محشی ہیں۔ دارالعلوم دیوبند سے ۱۳۱۸ھ میں فارغ ہوئے۔

(تاریخ دارالعلوم دیوبند ص۹۷/۲)

جلسۂ دستار بندی

۱۰ر شعبان کو جلسۂ دستار بندی ہوا جس میں مہتمم صاحب نے بتایا کہ دوران سال میں حسب دستور تحتانی درجات کے ماہوار امتحانات اور فوقانی درجات کے سہ ماہی و ششماہی امتحانات ہوئے اور غریب و مستحق طلبہ کیلئے کھانے، کپڑے اور

جوتوں کا انتظام بھی کیا گیا۔ نیز زیادہ نادار اور غریب الدیار طلبہ کو ایک روپیہ ماہوار وظیفہ بھی حسب سابق دیا جاتا رہا جامعہ کے تمام معاونین کا کا شکریہ ادا کیا۔

اس جلسہ میں شیخ الحدیث والتفسیر علامہ عثمانی نے انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض کی تفسیر وتشریح میں دو ڈھائی گھنٹہ تک تقریر کی۔ حاضرینِ جلسہ آپ کی محققانہ معلومات اور قرآنی علوم ومعارف سے مالامال ہوئے تقریر کے بعد ۳۸ طلبہ کی دستاربندی فرمائی اور مخصوص انعامات تقسیم کئے گئے۔

(روداد اردو ۵۳ھ ص ۲۴ وغیرہ)

اس سال روداد میں صنعت وحرفت کا شعبہ کھولنے کی تجویز پیش کی گئی اسی طرح انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کیلئے علوم دینیہ کی تحصیل کیلئے سہ سالہ نصاب کی تجویز بھی رکھی گئی تاکہ انگریزی تعلیم یافتہ حضرات دین اسلام کی خدمت کا کام انگریزی زبان میں انجام دے سکیں۔ یہ آخری تجویز عملی صورت نہیں اختیار کر سکی۔

۱۳۵۴ھ اس سال کے اہم واقعات میں یہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ نے حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کو دارالعلوم دیوبند کی صدارت اہتمام کیلئے منتخب فرما کر آپ کے تقرر کے لئے سلسلہ جنبانی شروع کی۔ شوال ۵۳ھ میں جب جناب مولانا الحاج محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند حج بیت اللہ کے لئے عازم حجاز ہوئے تو ان کی جگہ حضرت مولانا عثمانی تا واپسی مہتمم صاحب عہدۂ اہتمام پر فائز رہے تھے اپنے فرائض منصبی کو کچھ دن دیوبند رہ کر اور زیادہ عرصہ جامعۂ ڈابھیل ہی میں قیام فرماتے ہوئے

انجام دیا تھا۔ پھر مجلس شوریٰ نے ۵۴ھ میں مستقل طور پر عہدۂ صدر مہتمم کیلئے باتفاق رائے مولانا کا تقرر منظور کیا مگر جب مولانا سے عہدۂ صدارت قبول کرنے کے بارے میں استفسار کیا گیا تو مولانا نے دوسرے اعذار کثرت مشاغل وغیرہ کے علاوہ سب سے بڑا عذر یہ بیان فرمایا کہ میں جامعہ ڈابھیل سے قطع تعلق نہیں کرسکتا اور اس صورت میں میرے لئے اس قدر دور رہ کر دارالعلوم کے فرائض متعلقہ کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے میں غیر معمولی دشواریاں اور مشکلات پیش آنا لابدی ہے۔

اکابر دارالعلوم نے آپ کے اعذار کی صحت واہمیت کو تسلیم کیا لیکن دارالعلوم کیلئے موجودہ حالات میں آپ کی خدمات کا حصول بھی سخت ضروری اور اہم ہونا ظاہر کیا اور بہت غور وفکر کے بعد یہ صورت تجویز کی گئی کہ مولانا موصوف جامعہ ڈابھیل سے بدستور متعلق رہ کر درس وتالیف میں مشغول رہیں اور صدارت اہتمام دارالعلوم کے فرائض زمانۂ تعطیل میں دیوبند قیام فرماکر اور بقیہ سال بھر جامعہ کے قیام میں بذریعہ مراسلت انجام دیا کریں، چنانچہ تجویز صدارت اسی شکل میں مجلس شوریٰ میں منظور ہوگئی۔

(روداد جامعہ ۵۳ھ ص ۲-۳ وتاریخ دارالعلوم دیوبند)

امسال بھی حسب سابق سارا نظام چلتا رہا۔ مدرسین پورے انہماک اور شوق سے درس وتعلیم میں مشغول رہے طلبہ بھی مطالعہ اور درس میں غیر معمولی دلچسپی اور طوع ورغبت سے مشغول رہے طلبۂ درجات فوقانی نے اس سال بھی تحریر وتقریر کی مشق اور مطالعۂ کتب مذاہب غیر میں بہت توجہ رکھی۔ درس سے خارج اوقات میں اکثر طلبہ کتب خانۂ جامعہ میں بالالتزام حاضر ہوکر مطالعہ میں مشغول رہے اور اپنی عام معلومات (جنرل نالج) بڑھاتے رہے۔

مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی اس سال بھی نصف وقت پڑھاتے اور بقیہ وقت میں فیض الباری کی تالیف و ترتیب میں مشغول رہے (روداد ۵۴ھ صنہ ۲) اسی سال[1] مولانا یوسف بنوری نے "نفحۃ العنبر فی حیاۃ امام العصر الشیخ الانور" چند مہینوں میں تصنیف فرمائی۔

(ملاحظہ ہو خاتمہ نفحۃ العنبر طبع کراچی صنہ ۲۶۱ - ۲۶۸)

جلسۂ دستار بندی

۹ر شعبان ۵۴ھ بروز پنجشنبہ ۷ بجے جلسہ قراءت سے شروع ہوا۔ مہتمم صاحب نے حالات جامعہ بیان کئے اس کے بعد شیخ الجامعہ علامہ عثمانی نے حدیث "ابن عمر بنی الاسلام علی خمس" پر نہایت مفصل سیر حاصل بحث کرتے ہوئے ڈیڑھ گھنٹہ تقریر فرمائی جو بے شمار حقائق و معارف شرعیہ سے لبریز تھی۔ آخر میں مدارس عربیہ کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا: آج کل دنیا کی تمام مہذب و متمدن حکومتوں میں دوسرے ضروری اداروں اور محکموں کے ساتھ ایک محکمہ آثارِ قدیم کا بھی ہوتا ہے۔ جس کے ذریعہ قدیم آثار کی حفاظت ہوتی ہے اور ان کے متعلق قسم قسم کے انکشافات بروئے کار آتے ہیں اس محکمہ پر لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں روپیہ صرف ہوتا ہے اسی طرح ہمارے پاس بھی کچھ آثار قدیمہ ہیں دیکھئے قرآن مجید کو پہلی کتابوں کا مہیمن اور محافظ کہا گیا ہے گویا تمام انبیاء و سابقین کے آثار عتیقہ اس میں محفوظ کر دئے گئے ہیں نیز سرور کونین

---

[1] اس لئے بینات مولانا وری نمبر کے صنہ ۱۲ پر یہ جو لکھا ہے کہ ۵۳ھ میں پہلی بار دہلی سے طبع ہوئی اس میں تامل ہے۔ فلیحقق ۱۲ مرتب

افضل الانبیاء وخاتم المرسلین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں تمام انبیاء وسابقین کے علمی وعملی کمالات مجتمع تھے اور آپ کے تمام اقوال و اعمال نیز روحانی ہدایات کا مجموعہ احادیث کی صورت میں امت کے سپرد کیا گیا پھر علم تفسیر اصول حدیث فقہ اور اصول فقہ وغیرہ نے مختلف طرق سے علوم قرآن و حدیث کی خدمت کی ہے۔ پس قرآن وحدیث ہماری روحانی ہدایت کا سرچشمہ ہیں وہ تمام انبیاء خصوصاً پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار عتیقہ ہیں لہٰذا ان کی اور ان کے خدام کی حفاظت ونگہداشت تمام مسلمانوں کا اولین فرض ہے۔ مدارس عربیہ میں طبقہائے طلبہ وعلماء اس کی حفاظت بطور فرض کفایہ کر رہے ہیں اور ہر زمانہ میں یہ فریضہ ان کے دوش پر رہا ہے اس لئے ان مدارس کی بقاء اور ترقی کیلئے کوشش کرنا ہر مسلمان کا اولین فرض ہے الخ تقریباً ۱۱ بجے یہ عظیم الشان جلسہ ختم ہوا اس جلسہ میں ۳۶ فضلاء کو دستار باندھی گئی اور سندیں تقسیم ہوئیں۔

(روداد ۵۴ھ صفحہ ۲۲-۲۳)

حادثۂ وفات

اس سال کے حادثات میں قابل ذکر جناب احمد درویش سملکی مقیم جنوبی افریقہ کا سانحۂ ارتحال ہے جنھوں نے ۱۳ر شعبان ۵۴ھ کو اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون. مرحوم نے مکتب کی تعلیم اپنے ہی گاؤں سملک میں مولانا احمد حسن بھام (بانی مدرسہ) اور مولانا احمد بزرگ (مہتمم جامعہ) کے ساتھ حاصل کی۔ اتفاق سے ان تینوں کا نام احمد ہی تھا۔ لاجپور کے مدرسہ میں بھی ان تینوں حضرات کا ساتھ تھا مولانا احمد درویش نے بعد کو دہلی، امروہہ، گلاؤٹھی پھر نظام الدین آخر میں دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی اور یہیں سے فارغ بھی ہوئے۔ جب

مولانا احمد حسن بھام نے ۱۳۲۶ھ میں مدرسہ تعلیم الدین کی بنیاد ڈالی تو مولانا احمد درویش شروع ہی سے اس میں مدرس رہے اور ۱۳۳۹ھ کے بعد تک مدرس رہے پھر تدریس کیلئے افریقہ چلے گئے اور اہل وعیال کو بھی وہیں بلالیا۔

آپ عالم ہونے کے ساتھ صحیح معنی میں درویش بھی تھے اور آپ کے سلوک میں جذب کا رنگ جھلکتا تھا آپ کے زہد اور دنیا سے بے رغبتی کے واقعات بہت ہیں۔ آپ مدرسہ کیلئے ہمیشہ چندہ کی سعی کرتے اور ایک معقول رقم جمع فرماکر افریقہ سے بھیجتے تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃً۔

(روداد ار دو ۱۳۵۴ھ ص ۲،۳)

اس سال اسباق کی تقسیم مندرجہ ذیل طریقہ پر تھی

۱۔ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی	بخاری شریف
۲۔ مولانا عبدالرحمٰن صاحب امروہی	مسلم شریف، بیضاوی شریف، جلالین شریف، توضیح تلویح، مسلم الثبوت، نسائی شریف، موطا امام محمد۔
۳۔ مولانا سراج احمد رشیدی	ابوداؤد شریف، مشکوٰۃ شریف، متنبی، دیوان حماسہ، ابن ماجہ، موطا امام مالک۔
۴۔ مولانا بدر عالم میرٹھی	ترمذی شریف، کنزالدقائق، شمائل ترمذی (نصف وقت پڑھاتے تھے)۔
۵۔ مولانا محمد ادریس صاحب سکھروڈوی	ہدایہ اولین، شرح شرح تہذیب، میر قطبی، تصریح شرح چغمنی۔

۶۔ مولانا محمد یحییٰ صاحب (تھانوی)	ہدایہ اخیرین، سلم العلوم، میبذی، ملاحسن شرح عقائد۔
۷۔ مولانا محمد یوسف صاحب (بنوری)	شرح وقایہ اولین، مختصر المعانی، مقامات حریری تاریخ الامم الاسلامی، تیسیر المنطق، مرقاۃ اصلاح تحریر عربی ثالث۔
۸۔ مولانا عبد القدیر صاحب (کیمل پوری)	قدوری، نور الایضاح، خیالی، حسامی، اصول الشاشی، مطول قاضی، ملا جلال، امور عامہ، رسالہ قطبیہ۔
۹۔ مولانا عبد العزیز (کیمل پوری)	حمد اللہ، صدرا، نور الانوار، قطبی، شرح جامی، معلم الصرف، علم الصیغہ، شرح مائۃ عامل، شمس بازغہ، اقلیدس۔
۱۰۔ مولانا محمد ناظم صاحب (ندوی)	عربی کا معلم اول وثانی، بحر الآداب ۳، ۴، ۵۔ النحو الواضح، دروس التاریخ الاسلامی، اصلاح تحریر درجۂ ابتدائی عربی و درجۂ عربی ثانی۔

(روداد ۵۴ھ ص ۲۱)

نقل معائنہ

الحاج ڈاکٹر خواجہ معین الدین صاحب

سابق ناظم طبابت و حفظان صحت

علاقہ سرکار نظام حیدر آباد و معتمد اعزازی مجلس شوریٰ

صنعت دستی پارچہ بافی حرمین شریفین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس ناچیز کو ایک زمانۂ دراز سے مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل کے دیکھنے کا اشتیاق تھا جس میں اکابر علماء جیسے مولانا انور شاہ کشمیری مرحوم اور موجودہ مولانا مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی اور دیگر علماء کرام اپنی عمر کا ایک حصہ یہاں کی دینی خدمات کے انجام دینے میں صرف کئے اور کر رہے ہیں۔ خوش قسمتی سے مجھے ۱۵ ؍ رجب ۱۳۵۴ھ بروز دوشنبہ مولانا مولوی احمد بزرگ صاحب مہتمم مدرسہ کے ہمراہ مدرسہ کے مختلف جماعتوں کے دیکھنے کا موقع ملا۔ علاوہ ازیں مولانا مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی کے بخاری شریف کے درس میں شریک ہونے کی عزت حاصل ہوئی۔ مولانا موصوف کا طرز تعلیم مختلف فیہ مسائل کے سمجھانے میں اپنی نظیر آپ ہے۔

مدرسہ کے مطبخ کو بھی دیکھا، عام صفائی بہت اچھی پایا۔ اشیاء خوردنی

بھی دیکھا بہت اچھے تھے ۔ طلباء کے رہنے کے کمرے بھی دیکھا اچھے ہوا دار ہیں۔
عام صفائی یہاں بھی اچھی ہے ۔ ان مقامات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مہتمم
صاحب بڑی دلچسپی لیا کرتے ہیں۔ کسی طالب علم کو کسی قسم کی شکایت کھانے اور
رہنے کی نسبت نہیں ہے اس مدرسہ کے متعلق بڑی چیز قابل تعریف یہ ہے کہ یہ
مدرسہ آبادی سے ملا ہوا بھی ہے اور علیحدہ بھی ۔ یہاں کے طلبہ کو کوئی مشغلہ سوائے
درسی مشاغل کے نہیں ہے ۔ جیساکہ دوسرے بڑے شہروں میں ہوا کرتا ہے
سب طلبہ چھوٹے بڑے پنجگانہ نماز باجماعت ادا کرتے ہیں اور تلاوت کلام مجید
میں مصروف رہتے ہیں جس کے دیکھنے سے ہر مسلمان کو مسرت ہوتی ہے ، خداوند
عالم بانیان اور معاونین ومنتظمین وعلماء کرام جن کا تعلق اس مدرسہ سے ہے ان
کی عمر و اقبال میں برکت عطا فرمائے ۔ اخیر میں اس قدر عرض ہے اگر مناسب
خیال فرمایا جائے تو طلباء کی علمی ترقی کے ساتھ ساتھ جسمانی ترقی کیلئے کوئی وقت
مختص کرکے ان سے ورزش کرائی جائے تو مناسب ہوگا ۔ فقط

خواجہ معین الدین ڈاکٹر سابق ناظم طبابت وحفظانِ صحت
علاقہ سرکار نظام حیدر آباد

جناب الحاج ڈاکٹر خواجہ معین الدین صاحب سابق ناظم طبابت وحفظانِ صحت
علاقہ سرکار نظام حیدر آباد ومعتمد اعزازی مجلس شوریٰ صنعت دستی پارچہ بافی
حرمین شریفین نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس سے مجھے پوری طرح اتفاق ہے ۔

محمد عبد الرزاق ۱۶ ؍ رجب المرجب ۱۳۵۴ھ
بانی ومیر مجلس مدرسہ فوقانیہ عثمانیہ انوار العلوم نام پلی حیدرآباد دکن
ومنتظم دفتر مجلس شوریٰ دستی پارچہ بافی حرمین شریفین

(رجسٹر معائنہ صـ ۱۱۲)

۱۳۵۵ھ

اس سال بھی تعلیمی کیفیت سال گذشتہ کے طرز پر رہی۔ علامہ عثمانی بخاری شریف کے درس کے علاوہ فتح الملہم کی تالیف میں مشغول رہے۔ مولانا عبدالرحمٰن امروہی اور مولانا سراج احمد رشیدی اور مولانا بدر عالم میرٹھی وغیرہ درس حدیث وتفسیر وفقہ وغیرہ فنون میں منہمک رہے۔

(روداد ۵۵ھ ص۲)

پانی کی فراوانی

مولانا احمد بزرگؒ لکھتے ہیں۔ حاجی سیٹھ یوسف اسماعیل میاں سملکی جامعہ کے قدیم محب مخلص اور بہی خواہ ہیں جنھوں نے جامعہ کی قدیم عربی درسگاہ اپنی نگرانی میں تعمیر کرائی تھی جو اپنی شان وشوکت میں جامعہ کی دوسری عمارتوں سے بالکل ممتاز ہے۔ موصوف نے جامعہ کیلئے پانی کی فراوانی کا انتظام کردیا۔ موصوف نے ڈیڑھ لاکھ روپیہ کے صرفہ سے ڈابھیل وسملک دونوں گاؤں میں واٹر ورکس کا انتظام کیا۔ دو ٹنکیاں بنوائیں۔ پورے گاؤں میں پائپ لائن بچھائی، جگہ جگہ نل لگوائے۔ حوض بنوائے جس سے تمام لوگوں کو غیر معمولی راحت پہنچی اس کام کیلئے اپنی بھاری تجارت چھوڑ کر افریقہ سے یہاں چلے آئے۔ تقریباً ایک سال تک سملک میں قیام کیا۔ جامعہ میں اگرچہ انجن کے ذریعہ پانی اور بجلی کا انتظام تھا (جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے) لیکن حاجی صاحب نے قدیم بہی خواہی کی وجہ سے اپنے انجن اور واٹر ورکس سے جامعہ میں بھی پانی پہنچانے کا انتظام کردیا۔ جس کی وجہ سے اب نسبتاً پانی کی فراوانی ہوگئی۔

(روداد ۵۵ھ ص۵،۴)

چند سال بیشتر تک جامعہ کی تمام تر امداد اہل گجرات کرتے تھے دوسرے صوبہ کے اصحاب خیر حضرات اس طرف متوجہ نہ ہوسکے تھے لیکن جب سے

گجراتی روئیداد کے ساتھ اردو روئیداد بھی شائع ہونے لگی جس میں جامعہ کے مختصر حالات درج کئے جاتے ہیں تو اس سے باہر کے لوگوں کو بھی جامعہ سے واقفیت حاصل ہوئی اور انھوں نے بھی جامعہ کی مذہبی و تعلیمی مرکزیت اور اس کے ٹھوس دینی کارناموں سے متأثر ہو کر امدادی رقوم ارسال کرنی شروع کر دیں۔

(ایضاً ص۹)

نقل معائنہ

سید عطاء اللہ شاہ بخاری و حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مدرسہ کی عمارت اور اس کے مدرسین و متدرسین کو دیکھ کر بے اختیار منھ سے نکلتا ہے کہ اللہ پاک اس کو نظر بد سے بچائے اور دن دونی رات چوگنی ترقی نصیب کرے۔

سید عطاء اللہ بخاری

حبیب الرحمٰن لدھیانوی

۸ ربیع الثانی ۵۵ھ

(رجسٹر معائنہ ص۱۱۵)

جلسۂ دستار بندی

۹ شعبان ۱۳۵۵ھ کی شب مسجد جامعہ میں حضرت مولانا عبد الحلیم صدیقی سابق پروفیسر ندوۃ العلماء

لکھنؤ نے بعد نماز عشاء تقریباً ڈھائی گھنٹہ تک نہایت بصیرت افروز اور پُر اثر تقریر فرمائی۔ ۹ر شعبان کی صبح مہمانوں کے چائے ناشتہ کے بعد جس کا انتظام مدرسہ کی طرف سے تھا ۷ بجے جلسہ شروع ہوا۔ تلاوتِ قرآن اور عربی قصیدہ کے بعد مہتمم جامعہ نے حالاتِ جامعہ پر ایک مبسوط تقریر کی بعدہٗ شیخ التفسیر والحدیث حضرت علامہ عثمانی نے تقریباً ڈھائی گھنٹہ جامع اور بصیرت افروز تقریر فرمائی جس میں دینی علوم کی ضرورت و اہمیت پر زور دیا اور اس کی بقاء و تحفظ کی طرف لوگوں کو توجہ دلائی اس کے بعد ۴۲ فارغ التحصیل طلباء کی دستار بندی کی۔ تقریباً ایک بجے جلسہ ختم ہوا اور باہر کے حضرات جامعہ کی طرف سے دعوتِ طعام میں شریک ہو کر رخصت ہوئے۔

اسباق کی تقسیم اس سال بھی تقریباً سالِ گذشتہ کے طریقہ پر رہی صرف اتنی تبدیلی ہوئی کہ مولانا عبدالقدیر کیمل پوری چلے گئے اور مولانا عزیز احمد صاحب کا تقرر ہوا۔ کچھ معقولات کی کتابیں کم کر کے سفینۃ البلغاء اور البلاغۃ الواضحہ داخل نصاب کی گئیں۔

(روداد ۵۵ھ ص ۱۳)

۱۳۵۶ھ اس سال کے اہم واقعات میں مہتمم جامعہ مولانا احمد بزرگؒ کا سفر افریقہ ہے ضمیمۂ روداد ۵۵ھ میں ہے (یہ ضمیمہ ادارہ جامعہ کے ارکان کی طرف سے اردو میں شائع ہوا تھا) " مہتمم صاحب موصوف ایک عرصہ سے اس کی فکر تھی کہ جامعہ کیلئے مستقل و دائمی سرمایہ کی صورت ہو جائے جس سے علوم نبوی کی یہ تعلیم گاہ زوال و تنزل کے خطرات سے محفوظ ہو جائے، اور اس کا دینی و علمی فیض عرصۂ مدید تک جاری و ساری رہے اس لئے آپ نے کئی بار سفر افریقہ کا بھی خیال کیا تاکہ وہاں پہنچ کر محبان جامعہ

کو اس اہم ضرورت کی طرف توجہ دلائیں لیکن جامعہ کا اہتمام اور دوسرے مشاغل و موانع اس سفر سے روکتے رہے۔

اس سال جناب حاجی یوسف گارڈی اور جناب حاجی ابراہیم میاں صاحب کو اس ضرورت کی طرف خصوصی توجہ ہوئی اور ان حضرات نے مہتمم صاحب کو افریقہ مدعو کیا.......... مہتمم صاحب بھی محض جامعہ کی ترقی اور بہبودی کی خاطر اس دور دراز سفر اور ایسے تلخ و بے مزہ کام کیلئے آمادہ ہو گئے اور رفتہ رفتہ جامعہ کے انتظامی امور کی تکمیل فرما کر اواخر صفر ۱۳۵۶ھ میں عزم سفر فرمالیا۔

۲۶ ر صفر ۱۳۵۶ھ مطابق ۸ رمئی ۱۹۳۷ء کو آپ کے لئے دار الحدیث جامعہ کے وسیع ہال میں اساتذہ اور طلبہ نے الوداعی جلسہ منعقد کیا جس میں ڈابھیل و سملک کے عمائد بھی جمع ہوئے۔ صدارت کیلئے مولانا عبدالرحمٰن امروہی منتخب ہوئے۔ تلاوتِ کلام پاک کے بعد مولانا حکیم قاری یامین صاحب نے اپنا ودا عی قصیدہ[۱] پڑھا بعدہٗ مولانا حبیب اللہ استاذ فارسی کی نظم پڑھی گئی پھر علامہ شبیر احمد عثمانی نے ایک مبسوط علمی تقریر فرمائی جس کے ذیل میں آپ نے مہتمم صاحب کے مناقب و اوصاف خاصہ کا تذکرہ فرمایا۔ آپ نے فرمایا "مہتمم صاحب کے تین وصف ہیں جن سے میں بہت متأثر ہوں ایک قلت تکلف و تواضع کہ یہ اس زمانہ میں بہت کم ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایک وصف خاص یہ بھی تھا کہ ان میں تکلف اور تصنع نہیں تھا چنانچہ ایک صحابی سے کسی نے صحابہ کے اوصاف پوچھے تو یہی جواب دیا کانوا اعمقهم علماً واقلهم تكلفاً

---

[۱] یہ الوداعی قصیدے تاریخ کے اخیر میں درج ہیں ۱۲۔

وابرّھم قلوباً الخ درحقیقت اس اقلھم تکلفاً کے الفاظ میں بھی قلت تکلف کا جز موجود ہے ورنہ قلت کو بھی کیوں بیان کرتے قلت تکلف کے بارے میں سرور کائنات فخر موجودات رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بے شمار واقعات احادیث وسیر کی کتابوں میں موجود ہیں (اس موقع پر چند واقعات بھی مولانا نے بیان فرمائے)۔

دوسرا وصف ہے اخلاص جو تمام اعمال حسنہ کی روح ہے یہ وصف بھی اس زمانہ میں تقریباً نایاب ہے دینی خدمات کو خصوصاً وہ جن میں کوئی نمایاں حیثیت بھی ہو بہت کم اخلاص کے ساتھ کیا جاتا ہے ہم نے مہتمم صاحب کے تمام کاموں کو دیکھا کہ ان میں اخلاص کا جزو بدرجۂ اتم موجود ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان کو کامیابی ہوتی ہے۔

تیسرا وصف یہ ہے کہ مہتمم صاحب کو دینی علوم کے احیاء اور ابقاء کا جو قلبی شغف و شوق ہے وہ بھی اس زمانہ کے نوادر سے ہے آج کل عربی تعلیم کو لوگ بہت حقیر اور بے ضرورت جانتے ہیں حالانکہ صحیح معنی میں یہی علم ہے کیونکہ اسی سے دین کا بقاء ہے اور اخلاق حسنہ کے تحفظ کا ذریعہ ہے۔ تو صرف یہی عام رجحان انگریزی تعلیم کی طرف ہے اور اسی کی برتری و افادیت کا پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے، دینی علوم کی تحقیر میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا لیکن اس بے دینی اور الحاد کے دور میں ایک چھوٹی سی جماعت وہ ہے جو دین وعلوم دین کی حفاظت وبقاء کیلئے کوشاں ہے اور ایسی جماعت ہر زمانہ میں وعدۂ خداوندی کے مطابق قیام ساعت تک موجود رہے گی۔ عرض وہ لوگ اپنے کام میں سرگرمی سے مشغول ہیں اور ہم لوگ اپنی خدمات سے الحمدللہ غافل نہیں ہیں۔ بقول اکبر مرحوم:

مسلمانوں میں اب تعلیم انگلش رک نہیں سکتی
کسی سے مغرب و مشرق کی سازش رک نہیں سکتی
وہ نزلہ رک نہیں سکتا یہ پیچش رک نہیں سکتی
بڑے بوڑھوں کی لیکن یہ بھی خواہش رک نہیں سکتی

مذاق قوم بے گانہ نہ ہو "اللہ اکبر" سے
یہ نقش جانفزا مٹنے نہ پائے دل کے دفتر سے

آخر میں آپ نے فرمایا ہمیں توقع ہے مہتمم صاحب کا یہ سفر بہت کامیاب ہوگا اور افریقہ کے ہمدردانِ جامعہ اس موقع پر پوری فراخدلی سے جامعہ کی دامے درمے قدمے سخنے امداد فرماکر ہم متعلقینِ جامعہ کو رہینِ منت فرمائیں گے۔

اس کے بعد مہتمم صاحب نے تقریر فرمائی۔ قاری محمد یامین صاحب اور مولوی حبیب اللہ صاحب کے قصائد کا شکریہ ادا کیا پھر جامعہ کے حالات اور سفر کے مقاصد پر روشنی ڈالی اور فرمایا کہ میرے بعد مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب مفتی جامعہ اور مولوی سید احمد رضا صاحب ناظم مجلس علمی باہم مشورہ اور تعاون سے جامعہ کے انتظامی معاملات انجام دینگے اور مہمات امور میں بمشورہ و سرپرستی مولانا شبیر احمد عثمانی کام کرتے رہیں گے۔ آخر میں آپ نے اپنی کامیابی اور بخیر واپسی کے لئے دعا کی درخواست کی۔

(ضمیمہ رداد ۵۹ھ ص ۲۶ تا ۲۸)

اس موقع پر جامعہ کے طلبہ، باشندگان ڈابھیل اور اراکین انجمن اصلاح المسلمین سملک کی طرف سے سپاس نامے بھی پیش کئے گئے جن میں مفارقت اور جدائی پر رنج و قلق کا اظہار کیا گیا۔ اظہار عقیدت کے ساتھ خدمات کا اعتراف اور شفقتوں کا دل کی گہرائی سے اقرار کیا گیا۔ سفر کی کامیابی اور خیریت کے ساتھ واپسی کی دعائیں دی گئیں۔

(ملاحظہ ہو ضمیمہ مذکورہ ص ۳۳ تا ۴۷)

اس سفر کا داعیہ اور رودادِ سفر بیان کرتے ہوئے مولانا احمد بزرگؒ خود تحریر فرماتے ہیں۔

"جامعہ کے دورِ جدید کے اخراجات کا زیادہ تر بار جناب حاجی یوسف گارڈی اور جناب حاجی موسیٰ میاں نے لے رکھا ہے۔ لیکن اب جب کہ ان حضرات نے اپنے وعدہ سے کہیں زیادہ مدرسہ کی امداد میں حصہ لیا ہے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کا ذمہ دارانہ رویہ کب تک قائم رہے گا اس لئے بحیثیت مہتمم یہ خیال میرے قلب و دماغ کو رہ رہ کر پریشان کر رہا تھا کہ خدانہ کردہ اگر کوئی دوسری صورت جس کی بظاہر توقع نہیں پیش آگئی تو جامعہ کا موجودہ شکل میں بقاء کیونکر ہو سکے گا۔ یہ روح فرسا تصور آ آ کر احقر کی تکلیف کا باعث بن رہا تھا کہ خدائے قدوس نے غیب سے ایک صورت ظاہر فرمائی یعنی جناب حاجی یوسف صاحب گارڈی کے دل میں مدرسہ کی مستقل امداد کا داعیہ پیدا کر چنانچہ آپ نے احقر کو یاد کیا حالات اگرچہ میرے لئے کچھ زیادہ مساعد نہ تھے مگر احقر نے اس موقع کو غنیمت جانا اور اس مبارک دعوت پر لبیک کہہ کر ۲ ربیع الاول ۵۶ھ کو جہاز پر سوار ہو لیا۔ بیس دن کے سفر کے بعد جہاز ڈانگیے پہنچ گیا گودی پر احباب و رفقا کے پراخلاص چہرے دیکھ کر وطن اور عزیزوں کی مفارقت کی کوفت بھول گیا۔ جمعیۃ العلما ٹرانسوال، احباب و رفقاء اور دیگر مقامی انجمنوں نے جس گرم جوشی سے اپنی محبت کے مظاہرے بڑی بڑی پارٹیوں اور مجالس و سپاسناموں کے ذریعہ کئے ان کا گہرا اثر تا دم مرگ رہے گا۔

چند یوم گذرنے پر اصل مقصد کی سلسلہ جنبانی شروع کی گو ابتداءً حالات سازگار نہ تھے مگر حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے جلد ہی ہوا کا رخ بدلا اور کشتیٔ امید کنارے جا لگنے کی آس بندھ گئی آخر کار ساڑھے سات ماہ کے قیام کے بعد اس دینی درسگاہ کیلئے ایک معقول رقم جمع ہو گئی خیال ہے کہ اس رقم سے مدرسہ کے لئے بمبئی میں کوئی جائداد

خریدی جائے۔ (روداد ۵۶ھ ص ۲،۳)۔

افریقہ سے واپسی کے وقت جو سپاسنامے پیش کئے گئے ان میں سے ایک سپاسنامہ کے چند جملے ملاحظہ ہوں۔

سپاسنامہ

از جانب

کارکنانِ اسلام ڈابھیل وسملک (جوہانسبرگ جنوبی افریقہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

بگرامی خدمت فیضدرجت ــــ واقف اسرار شریعت ماہر رموز طریقت ذو المجد والکرم حضرت مولانا احمد بزرگ صاحب مہتمم مدرسہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل وسملک دام فیوضکم۔

ہم آج ایک ایسے مقدس بزرگ کی خدمت میں یہ سپاسنامہ پیش کر رہے ہیں جو باعتبار نجابت وشرافت کے تمام قوم وجماعت میں نہایت ممتاز ہیں اور اپنے اخلاق حمیدہ زہد وتقویٰ اور امانت ودیانت میں خطۂ گجرات اور طبقۂ علماء میں نہایت ہی معزز ومحترم۔

حضرت والا! آپ نے علوم دینیہ کی اشاعت اور جامعہ کی ترقی وبہبودی کے سلسلہ میں اس پیرانہ سالی میں یہاں کے اصحاب خیر کے مشورہ سے یہ سفر اختیار کیا اور اپنے قدم میمنت لزوم سے سرزمین افریقہ کو رونق بخشی اور جامعہ اسلامیہ کے دائمی بقاء وحفاظت کے واسطے سرمایہ کی سعی کرتے ہوئے اہل جنوبی افریقہ کو اپنے مواعظ رشد وہدایت سے فیض یاب کیا جس کے لئے ہم نہایت خلوص قلب سے ممنون ومشکور ہیں۔

حضور والا! آپ نے قومی خدمات اور مذہبی تعلیم کی اشاعت کی خاطر مفتی اعظم رنگون کے منصب جلیل کو خیر باد کہہ کر مدرسہ کے انتظام کی گرانبار ذمہ داری قبول فرمائی اور اس کی ترقی میں بکمال جانفشانی کوشاں رہے یہاں تک کہ خدائے بزرگ و برتر نے ایسے اکابرین علماو آپکے اس دوبلد فتن میں مرحمت فرمائے جن کی تشریف آوری سے گجرات کی سرزمین علوم بنویہ سے منور ہوگئی اور دور دور سے تشنگان علوم آآکر سیراب ہونے لگے ....
اخیر میں دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جامعہ کے دائمی بقاء کے عظیم مقصد میں کامیابی عطا فرمائے۔

ہم ہیں آپ کے نیاز مند اراکین انجمن اسلام

احمد اسماعیل منتی ۔ احمد موسیٰ اسحاق جی، ایم ای ایکھلوایا، ای ایم سورتی۔

۵/ ذی قعدہ ۱۳۵۷ھ مطابق ۸/ جنوری ۱۹۳۹ء (روداد ۵۶ھ ص ۱ تا ۸ مختصراً)

بمبئی واپسی آپ کی تشریف آوری کی اطلاع باضابطہ مدرسہ میں آچکی تھی، اس لئے تاریخ معینہ پر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی حضرت مولانا سراج احمد رشیدی و دیگر اساتذہ اور بستی کے لوگ بمبئی تشریف لے گئے واپسی میں گاڑی جب مرّولی اسٹیشن پر پہنچی تو طلبہ کا ایک ہجوم موجود تھا اور ایک غیر معمولی ابتہاج و سرور کے آثار نمایاں تھے ہر طرف سے مبارکبادی کے فلک بوس نعرے لگ رہے تھے، ہوکر جامعہ پہونچا اور جس جامعہ کے مفاد میں آپ نے اپنا وطن چھوڑا تھا پہلی نماز اسی جامعہ میں پڑھی پھر اپنے مکان تشریف لے گئے اہل مدرسہ کی خواہش تھی کہ آپ کی تشریف آوری پر فوراً ایک جلسۂ تہنیت منعقد کیا جائے مگر مولانا سراج احمد رشیدی رح کی علالت کی وجہ سے کسی قدر تاخیر کرنی پڑی۔

۶/ ذی الحجہ ۵۶ھ کو طلبہ کی انجمنوں نے اپنے جذبات مسرت کے اظہار کیلئے ایک جلسہ منعقد کیا اور ان میں انجمن اصلاح الکلام، اصلاح البیان، اصلاح اللسان

بزم اتحاد، حجۃ الاسلام، زینت الاسلام، احرار الاسلام اور خدام الاسلام نے اپنے اپنے انداز میں سپاسنامے پیش کرکے خلوص و محبت اور جوش و خروش کا اظہار کیا، اس کے بعد مہتمم صاحب نے تقریر فرمائی اور طلبہ کو ادبیت اور عربیت کی طرف خصوصی توجہ پر رغبت دلائی آپ نے فرمایا اگر تمہاری نظمیں عربی میں ہوتیں تو میں زیادہ مسرور ہوتا تم کو چاہئے کہ علماً و عملاً سلف کی یادگار بنو اور دنیا کے سامنے ایک نمونہ بن کر نکلو الخ دوسرے دن ۷، ذی الحجہ ۵۶ھ کو اساتذۂ کرام کا جلسہ منعقد ہوا، قرآن کریم کی تلاوت کے بعد اساتذۂ جامعہ نے عربی اور فارسی میں بلند پایہ فصیح و بلیغ قصائد سنائے حضرت مولانا شبیر احمد صاحب نے پرکیف و پرجوش تقریر فرمائی جس میں موجودہ دور میں علم عربی کی اہمیت کو نہایت خوبی سے ظاہر فرمایا، مہتمم صاحب کی بخیر تشریف آوری پر اظہار مسرت کیا، اور ان حضرات کا شکریہ ادا کیا جنھوں نے اس سلسلہ میں مدرسہ کی امداد فرمائی۔ مہتمم صاحب نے جوابی تقریر میں اساتذہ کا شکریہ ادا کیا۔ طلبہ کو تعلیم کی طرف رغبت دلائی اور اپنی خدمت کو حقیر بتاتے ہوئے قبولیت کی دعا کی آخر میں جلسہ دعا پر ختم ہوا۔ (ضمیمہ مذکورہ ۵۶ھ ص ۴۳، ۴۴)

مولانا سراج احمد رشیدی رحمۃ اللہ علیہ کا سانحہ ارتحال

مولانا احمد بزرگ لکھتے ہیں۔ دنیا میں خالق کونین نے مسرت و غم کو توام پیدا پیدا کیا ہے ایک طرف جب کہ میں اپنے دل میں اپنے مدرسہ کے اساتذہ و طلبہ سے ملاقات کے ہزاروں ارمان لئے ہوئے آرہا تھا اس کے دوسری طرف مجھے کیا خبر تھی کہ گودی پر اتر کر فوراً ہی مجھے بہت سے حسرت و ارمان کو اپنے ہاتھوں سے زیر خاک دفن کرنا پڑے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ افریقہ سے میری روانگی کا وقت قریب ہوا تو

یہاں نے جامعہ میں حسب ضابطہ اپنے پہونچنے کی اطلاع کی اور ساتھ ہی یہ بھی تحریر کر دیا کہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی اور دیگر اساتذہ اس سلسلہ میں کوئی تکلیف نہ فرمائیں ورنہ میری تکلیف اور ندامت کا باعث ہوگا مگر اس پر بھی جب میں گودی پر اترا تو اچانک حضرت مولانا شبیر احمد صاحب کی ذات گرامی کو مع چند اساتذۂ کرام کے موجود پایا ایک طرف ان حضرات سے ملاقات کی مسرت تو دوسری طرف مولانا موصوف کی تشریف آوری سے ندامت۔ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن۔

قیام گاہ پر اتر کر حضرت مولانا سراج احمد صاحب مرحوم کو شدید علیل پایا صورتحال دیکھ کر اسی وقت کچھ مایوسی ہوگئی، ڈابھیل آکر ہم سب بچھڑے ہوئے آپس میں کوئی گھڑی عیش و راحت کی گذارنے نہ پائے تھے کہ مولانا موصوف نے چند ہی دن علیل رہ کر ۲۷ سال کی عمر میں ۱۰ ر ذی الحجہ ۵۶ھ کو داعیٔ اجل کو لبیک کہہ دیا، اور ہمیشہ کیلئے ہم سے رخصت ہو کر آخرت کا سفر اختیار کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کچھ عجیب اتفاق ہے کہ اس جامعہ کے ابتدائی سال میں امام الطریقت والشریعت حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا حادثہ پیش آیا اس کے تقریباً پانچ سال بعد امام العصر حضرت مولانا سید انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا اور تقریباً اسی مدت کے بعد حضرت مولانا سراج احمد رشیدی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ہاتھوں سے دفن کرنا پڑا۔ خداوند تعالیٰ ان سہ بزرگوں کو اپنی رحمت خاص سے نوازے۔ اور جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین۔

مولانا مرحوم کی خبر وفات مشہور ہوتے ہی فوراً اطراف و جوانب سے لوگوں کا ہجوم شروع ہوگیا اور تھوڑی سی دیر میں اس قدر لوگ شریک جنازہ ہوگئے کہ ڈابھیل کی تاریخ میں شاید یہ پہلا اجتماع ہوگا خلق اللہ کے ہجوم اور کاندھا دینے والوں کی کثرت کا یہ حال تھا تھوڑے فاصلہ تک جنازہ لے جانے میں تقریباً ایک گھنٹہ صرف ہوگیا، بحث

وتجہیز کے بعد ڈابھیل میں تالاب کے کنارے جنوبی جانب میں نہایت خوشگوار مقام پر زیر مولسری سپرد خاک کیا گیا یہ وہ جگہ ہے جہاں مولانا اپنی حیات میں کبھی آکر اپنے مدفن کیلئے پسند فرمایا کرتے تھے۔ حق تعالیٰ آپ کے مدفن پر ہزاروں رحمتیں نازل کرے۔

قطعۂ تاریخ از مولانا حبیب اللہ مدرس فارسی جامعہ

ہے سراج احمد کی تاریخ وفات	لکھی ہاتف نے بعنوان ان کے لئے
عیش منزل جنت الفردوس ہے	باغ لاثانی ہے اور ان کے لئے
۱۳۵۶ھ	۱۹۳۸ء

جلسۂ تعزیت ایصال ثواب کے بعد جامعہ میں تعزیت کا ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں جملہ متوسلین نے شرکت کی تلاوت قرآن کے بعد عربی و فارسی مراثی پڑھے گئے، پھر علامہ عثمانی نے تعزیت کے جلسوں کی غرض وغایت اور شرعی نقطۂ نظر سے اس کی حیثیت بیان فرمائی۔ انتم شھداء اللہ فی الارض والی حدیث پر محققانہ تبصرہ فرمایا مولانا مرحوم کے محاسن بیان فرمائے نیز اپنے طویل وعمیق تعلقات کے منقطع ہونے پر جو صدمہ وملال تھا اس کا اظہار فرمایا۔ اخیر میں مہتمم صاحب نے اپنے حزن و ملال کا اظہار کیا اور طلبہ کو اطمینان دلایا کہ اس ناقابل تلافی نقصان کی حتی الوسع مدرسہ کوشش کرے گا۔ (ایضاً ص۱۷-۱۸)

دیگر حالات مہتمم جامعہ مولانا احمد بزرگ "تشکر ارباب ہمم" کے ذیل میں لکھتے ہیں: مدرسہ کے ہر گوشہ اور ہر حاجت میں جب آپ تلاش کرینگے تو سب سے پہلے آپ کو اس میں حاجی یوسف صاحب گارڈی کا نام ملے گا چنانچہ پانچ سال کے وعدہ کو آج بارہواں سال ہو رہا ہے آپ برابر پابندی کے ساتھ پورا فرمارہے ہیں اور ایک ہزار کی گراں بہار قم مدرسہ کو بھیجتے رہتے ہیں (روداد ۵۶ھ ص۸)۔

افریقہ کے سفر سے واپس آکر "حضرات معاونین" کے ذیل میں لکھتے ہیں "اس سلسلہ

میں جن کا نام سب سے پہلے زبان و قلم پر آتا ہے وہ جناب حاجی یوسف صاحب گارڈی کی ذات گرامی ہے جنھوں نے اپنی موٹر ڈرائیور کو میرے لئے وقف کر دیا جس سے میں نے پندرہ ہزار میل کا سفر کیا آنے جانے کا سارا خرچ بھی خود ادا کیا۔ چندہ شروع ہوا تو سب سے پہلے آپ نے خود دو ہزار پونڈ کی رقم لکھوائی۔ اپنی تجارت اور دکانداری چھوڑ کر میرے ساتھ شہروں جنگلوں پہاڑوں میں در در گھومتے رہے (روداد گجراتی ۱۳۵۶ھ صـ)

مدرسہ کے دوسرے بڑے بہی خواہ حاجی موسیٰ میاں صاحب ہیں جن کی امدادوں کا حال سالہائے گذشتہ کی رودادوں میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مدرسہ آپ کا بھی ہمیشہ سے رہین منت رہا ہے اور اب بھی ہے (روداد اردو ۱۳۵۶ھ صـ)۔

۱۳۵۵ھ کی روداد میں ہے "جناب حاجی سیٹھ یوسف گارڈی اور جناب حاجی موسیٰ میاں صاحب سملکی دونوں برابر ایک ایک ہزار روپیہ مرحمت فرماتے ہیں اور اس کے علاوہ بھی جامعہ کی دوسری ضروریات میں علیحدہ رقم عنایت فرماتے ہیں .... درحقیقت جامعہ کے دور جدید کی تمام ترقیات اور موجودہ تعلیمی مرکزیت کا بڑی حد تک انحصار انہی دونوں حضرات کے بڑے چندوں پر ہے (صـ۲) دیگر اہل خیر حضرات کا شکریہ بھی روداد میں مذکور ہے۔

سالانہ جلسہ

شعبان ۱۳۵۶ھ کے سالانہ جلسہ میں شب کے اجلاس میں ناظم جمعیۃ العلماء ہند مولانا احمد سعید دہلوی نے پر کیف تقریر فرمائی۔ صبح کے اجلاس میں تلاوت قرآن پاک اور عربی فارسی قصائد[1] کے بعد جناب مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب نے بحیثیت قائم مقام مہتمم مدرسہ کے حالات سنائے پھر علامہ عثمانی نے علم کی ضرورت پر تقریر فرمائی اس کے بعد اکاون فارغ التحصیل طلبہ کی دستار باندھی حسب دستور مدرسہ کی طرف سے تمام

---

[1] یہ قصیدے تاریخ کے اخیر میں درج کر دئے گئے ہیں۔

شرکاء جلسہ کیلئے کھانے کا انتظام تھا۔ لوگ کھانے سے فارغ ہو کر واپس گئے۔

(روداد ۵۶ھ صفحہ ۳۰)

تقسیم اسباق کا نقشہ

مولانا سراج احمد رشیدی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد اسباق کی تقسیم مندرجہ ذیل طریقہ پر تھی

۱۔ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی	بخاری شریف
۲۔ مولانا عبدالرحمٰن امروہی	ابو داؤد شریف، مسلم شریف، بیضاوی شریف، جلالین شریف، نسائی شریف، مؤطا امام محمد، مؤطا امام مالک۔
۳۔ مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی	ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف، ملا حسن، شمائل ترمذی نخبۃ الفکر۔
۴۔ مولانا محمد ادریس صاحب (سکھروڈوی)	ہدایہ اولین، تصریح، بحر الآداب، سفینۃ البلغاء، میر قطبی سلم العلوم۔
۵۔ مولانا محمد یحییٰ صاحب	ہدایہ اخیرین، حسامی، مطول، سلم العلوم
۶۔ مولانا عبدالعزیز صاحب	کنز الدقائق، توضیح تلویح، شرح عقائد، شرح جامی، مختصر المعانی، مسلم الثبوت، خیالی۔
۷۔ مولانا محمد نور صاحب	شرح وقایہ، میبذی، مقامات، اصول الشاشی، قطبی، میری قطبی، شرح عقائد، نور الانوار (محرم ۵۸ھ سے مولانا کا تقرر ہوا)۔

۸۔ مولانا عزیز احمد صاحب	نور الایضاح، قدوری، بحر الآداب ۳-۴، النحو الواضح، تیسیر المنطق، مرقاۃ، شرح تہذیب، دروس التاریخ الاسلا
۹۔ مولانا محمد نانا صاحب	عربی کا معلم اول وثانی، معلم الصرف، علم الصیغہ، بحر الآداب ۲، تحریر جماعت اول۔
۱۰۔ مولانا محمد یوسف صاحب[1] (کامل پوری)	تحریر جماعت مقامات۔
۱۱۔ مولانا قاری محمد یامین صاحب	دیوان متنبی، دیوان حماسہ۔ تحریر جماعت سوم۔
۱۲۔ مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ (مفتی جامعہ)	نور الانوار۔
۱۳۔ مولانا احمد بزرگ (مہتمم جامعہ)	سراجی۔

---

[1] یہ مولانا یوسف بنوری نہیں ہیں۔ کیوں کہ وہ شوال ۵۶ھ میں یعنی مولانا احمد بزرگ کے افریقہ سے آنے اور مولانا سراج احمد صاحب کی وفات سے قبل ہی مولانا احمد رضا بجنوری کی معیت میں حج کو چلے گئے تھے جیساکہ گجراتی روداد ۵۶ھ صـ۲۳ پر ہے حج سے فارغ ہوکر ماہ صفر ۱۳۵۷ھ میں یہ لوگ قاہرہ پہنچ گئے ملاحظہ ہو نفحۃ العنبر صـب۔ یہ مولانا یوسف کامل پوری رکن مجلس علمی ہیں جو مولانا سراج احمد صاحب کے انتقال کے وقت یہاں موجود تھے۔ عربی میں مرثیہ بھی لکھا تھا، زبردست ادیب تھے نفحۃ العنبر میں ان کا ایک مقالہ اور مرثیہ بھی درج ہے ملاحظہ ہو صـ۲۱۵-۱۶ طبع کراچی۔ آپ ہی نے نصب الرایہ کی کتاب الحج سے اخیر تک تخریج کی ہے جسے مولانا عبدالعزیز پہالوی پنجابی نہ کر سکے تھے۔ ملاحظہ ہو نصب الرایہ کا مقدمہ۔ مولانا یوسف بنوری نے تخریج نہیں کی ہے صرف طباعت کے وقت تصحیح کی ہے۔ دار المصنفین کے بعض مصنفین کو اس سلسلہ میں اشتباہ ہوگیا ہے۔ ۱۲ مرتب

۱۳۵۷ھ اوپر جو تقسیم اسباق کا نقشہ درج ہوا ہے درحقیقت ۵۶ھ ہی کا ہے، کیونکہ مولانا سراج احمد کے انتقال کے بعد جلد ہی محرم شروع ہو گیا۔ اس میں مولانا محمد نور کا نام بھی ہے ان کا تقرر ہی محرم ۵۷ھ میں ہوا ہے۔ اسی تقسیم کے مطابق تعلیم جاری رہی۔ سالانہ امتحان کے بعد جلسہ ہوا۔ رات کے اجلاس میں مولانا عزیز احمد صاحب مدرس جامعہ نے پرجوش تقریر کی۔ صبح کے اجلاس میں مہتمم صاحب نے سال بھر کے حالات سنائے اس کے بعد مولانا عثمانی نے تقریر فرمائی اور اخیر میں فارغ ہونے والے چوراسی طلبہ کو اسناد اور عمامے تقسیم کئے۔ (روداد ۵۷ھ صفحہ ۱۱)۔

یہ تعداد جامعہ کی پوری تاریخ میں سب سے زیادہ ہے۔ مولانا یوسف بنوری اس سال مجلس علمی کے کام سے مصر میں مقیم رہے۔

۱۳۵۸ھ اس سال بھی حسب دستور مولانا احمد بزرگ کے لفظوں میں "ہندوستان کے تمام صوبوں کے طلبہ اور بیرونِ ہند کے طلبہ بھی بڑی تعداد میں یہاں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اسی طرح ہندوستان کے تمام اطراف سے جامعہ کے دارالافتاء میں استفتاء بکثرت آتے ہیں۔ حضرت العلامہ مولانا شبیر احمد عثمانی صدر مہتمم دارالعلوم دیوبند بخاری شریف کا درس دیتے ہیں نیز ڈابھیل و سملک و مضافات میں آپ کے مواعظ حسنہ بھی مثل سالہائے گذشتہ ہوتے رہے جن سے گجرات کے مسلمانوں میں غیر معمولی مذہبی بیداری پیدا ہوئی۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن امروہی تلمیذ خاص حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے اساتذۂ جامعہ بھی بحیز و خوش اسلوبی درس و تدریس میں مشغول رہے

(روداد ۵۸ھ صفحہ ۴)

اس سال مولانا یوسف بنوری نے مصر سے واپس آکر بقیہ سال مجلس علمی کے شعبۂ تالیف میں کام کیا اور خارج وقت میں طلبہ کو نسائی شریف پڑھائی (ایضاً صفحہ ۱۸)

سالانہ جلسہ شب کے اجلاس میں مولانا بدر عالم صاحب نے پر جوش اصلاحی تقریر فرمائی صبح کے اجلاس میں تلاوت قرآن کے بعد مولانا حبیب اللہ صاحب کی فارسی نظم "جامعہ گجرات" پڑھی گئی جو بہت پسند کی گئی۔ مہتمم صاحب کے بعد مولانا عثمانی کی تقریر ہوئی پھر اکاون طلبہ کی دستار بندی ہوئی۔ (روداد ۵۸ھ ص۱۱)

۱۳۵۹ھ اس سال کا حال بھی سال گذشتہ کی طرح ہے انچاس طلبہ کو سند اور دستار دی گئی (ان ہی میں مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہ موجودہ مہتمم جامعہ بھی تھے) اس سال مولانا شبیر احمد عثمانی تشریف نہیں لائے۔ بخاری شریف مولانا عبدالرحمن امروہی نے پڑھائی۔ مولانا عثمانی اخیر سال میں صرف ایک ماہ کیلئے تشریف لائے بخاری کا کچھ حصہ پڑھایا اور جلسہ میں تقریر کی (گجراتی روداد ۵۹ھ ص۸)۔

اس سال کی روداد مولانا احمد بزرگ کی آخری شائع کردہ روداد ہے اس سال سے اردو روداد بھی بند ہو گئی اس لئے اب جو بھی حوالہ ہوگا وہ گجراتی ہی روداد کا ہوگا۔ اگرچہ مولانا احمد بزرگ ربیع الاول ۶۱ھ تک مہتمم رہے مگر چونکہ روداد سال گذرنے کے کئی ماہ بعد شائع ہوتی ہے اس لئے ۶۰ھ کی روداد مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب نے شائع کی جو مولانا احمد بزرگ کے بعد مہتمم مقرر ہوئے۔

۱۳۶۰ھ اس سال مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی تشریف نہیں لائے۔ مولانا عبدالرحمن امروہی صدر مدرس رہے تعلیمی سال کے اختتام پر سالانہ جلسہ میں شرکت کیلئے خاص طور سے مولانا منظور احمد نعمانی صاحب مدظلہ تشریف لائے تھے۔ اتفاق سے مولانا عبیداللہ سندھی بھی پہلے سے تشریف فرما تھے آپ نے کئی روز قیام کیا "حجۃ اللہ البالغہ" کا درس بھی طلبہ کو دیا۔ آپ کا معاینہ آئندہ درج کیا جارہا ہے۔

سالانہ جلسہ ۹ر شعبان کی شب میں مولانا عبیداللہ سندھیؒ کا وعظ ہوا۔ صبح کے اجلاس میں تلاوت قرآن وغیرہ کے بعد مہتمم جامعہ مولانا احمد بزرگ

عکسِ تحریر مولانا عبیداللہ سندھیؒ دیوبندی

میں دو ماہ سے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں مقیم ہوں۔ دارالعلوم دیوبند سے
ہمارے رفقاء (اساتذہ اور طلبہ) نے اسے اپنا دارالہجرۃ بنایا تھا۔
واسطے ہم ابتداء سے دیکھنے کا مدت سے شوق رکھتے تھے۔ ہم نے تعلیم گاہ کے
مختلف مدارج کا معاینہ کیا۔ ہم خدا کا شکر کرتے ہیں۔ کہ اس نے
ہمارے بھائیوں کو گجرات میں [illegible] ایک دینی درسگاہ کو کامیاب
چلانے کی توفیق دی ہے۔
اساتذہ اپنا فرض پوری لیاقت اور محنت سے ادا کرتے ہیں۔ طلبہ میں
علم کا حقیقی ذوق محسوس ہوتا ہے۔ وہ ترقی کی آخری منزلیں طے کرنا
چاہتے ہیں۔ ڈابھیل اور سملک کے تجارت پیشہ حضرات جامعہ کو
تمام چندوں سے مستغنی کرتے رہتے ہیں۔ خدا ان کے اموال میں برکت دے۔
جناب مہتمم صاحب جامعہ کے انتظام میں منہمک نظر آتے ہیں۔
[illegible] چند اہل دل حضرات کے ذوق سے جنگل میں ایک بے نظیر
دینی مدرسہ چل رہا ہے۔
جامعہ کے اساتذہ نے ایک علمی مجلس قائم کر رکھی ہے۔ جس کی خدمات کا
میں خاص طور پر ممنون ہوں۔ انہوں نے ہمارے لئے حکمت امام ولی اللہ
دہلوی کی مستند کتب مہیا کر دی ہیں۔ ان کی اس وقت کے پروگرام کو
دیکھ کر یہ کہنا مبالغہ نہیں۔ کہ ہمارے سندھ میں نوجوان علماء کی ایسی مجلس
دوسری جگہ مشکل سے ملے گی۔ بلکہ ہمارا خیال ہے کہ ہند سے باہر بھی اہل علم
اس کی بڑی قدر کریں گے۔
ہم اس جامعہ میں ترقی کی استعداد بہ نسبت دوسرے عربی مدارس کے زیادہ دیکھ
رہے ہیں۔ اگر جامعہ کے حدود میں انگریزی تعلیم کا ایسا انتظام کر دیا جائے۔ کہ
جو طالب علم اپنے شوق سے میٹرک تک تعلیم حاصل کرنا چاہے۔ اس کے لئے
اساتذہ موجود ہوں۔ طلبہ کی نشست و لباس پر کوئی قید نہ بڑھائی جائے
اور دینی تعلیم پر اس کا کوئی مخالف اثر نہ آسکے۔ انگریزی کے معلمین
منتظمین جامعہ کے منشا کے مطابق مقرر ہوں۔ تو یہاں کے عالم ایک اچھا نمونہ
پیش کر سکیں گے۔
ہم سنتے ہیں کہ منتظمین میں کسی قدر اختلاف پیدا ہو رہا ہے۔ خدا کرے وہ
اختلاف ترقی کا زینہ بنے۔ اور دینی اعلیٰ تعلیم جو ہند کے عام طلبہ کے
لئے جاری ہے۔ اس میں کوئی نقصان نہ آنے پائے۔
میں اللہ سے امید کرتا ہوں۔ کہ آئندہ کسی موقع پر جامعہ کو اس سے
اچھی حالت میں دیکھ سکوں واللہ ہو الموفق

[illegible] رجب [illegible] ہندی
جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

عبیداللہ السندی الدیوبندی
مؤسس بیت الحکمۃ ۔ جامعہ نگر دہلی

نے مدرسہ کے حالات بیان فرمائے اس کے بعد مولانا منظور احمد نعمانی مدظلہ نے علم کی ضرورت وحفاظت پر تقریر فرمائی جس کا سامعین پر اچھا اثر ہوا، تقریر کے بعد چالیس طلبہ کو دستار و سند تقسیم کی گئی۔

نقل معائنہ

مولانا عبیداللہ سندھی

میں ۲۲ رجون (۱۹۴۱ء مطابق شعبان ۱۳۶۰ھ) سے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں مقیم ہوں دارالعلوم دیوبند سے ہمارے رفقاء، اساتذہ وطلبہ نے اسے اپنا دارالہجرۃ بنایا تھا۔ اس لئے ہم اسے دیکھنے کا مدت سے شوق رکھتے تھے ہم نے تعلیم گاہ کے مختلف درجات کا معاینہ کیا ہم خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمارے بھائیوں کو گجرات کے علاقہ میں ایک دینی درسگاہ کو کامیابی سے چلانے کی توفیق دی، اساتذہ اپنا فرض پوری لیاقت اور محنت سے ادا کرتے ہیں طلبہ میں علم کا حقیقی ذوق محسوس ہوتا ہے وہ ترقی کی آخری منزلیں طے کرنا چاہتے ہیں ڈابھیل وسملک کے تجارت پیشہ حضرات جامعہ کو عام چندوں سے مستغنی کرتے رہتے ہیں خدا ان کے اموال میں برکت دے جناب مہتمم صاحب انتظام میں منہمک نظر آتے ہیں اس طرح چند اہلِ دل کے توافق سے جنگل میں ایک بے نظیر دینی مدرسہ چل رہا ہے۔

جامعہ کے اساتذہ نے ایک علمی مجلس قائم کر رکھی ہے جس کی خدمات کا میں خاص طور پر ممنون ہوں انھوں نے ہمارے لئے حکمت الامام ولی اللہ دہلوی کی متعدد کتابیں چھاپ دی ہیں ان کے اس وقت کے پروگرام کو دیکھ کر یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ ہمارے ہندی نوجوان عالموں کی ایسی مجلس دوسری جگہ مشکل سے ملے گی بلکہ ہمارا خیال ہے کہ ہند سے باہر بھی عام مسلمان اس کی بڑی قدر کریں گے۔

ہم اس جامعہ میں ترقی کی استعداد بہ نسبت دوسرے عربی مدارس کے زیادہ دیکھ رہے ہیں اگر جامعہ کے حدود میں انگریزی تعلیم کا ایسا انتظام کر دیا جائے کہ جو طالب علم اپنے شوق سے میٹرک تک تعلیم حاصل کرنا چاہے اس کیلئے اساتذہ موجود ہوں طلبہ کی نشست و لباس پر کوئی قید نہ بڑھائی جائے۔ عربی دینی تعلیم پر اس کا کوئی مخالف اثر نہ آسکے انگریزی کے معلمین مہتمم صاحب کے منشاء کے مطابق مقرر ہوں تو یہاں کے عالم ایک اچھا نمونہ پیش کریں گے۔

ہم سنتے ہیں کہ منتظمین میں کسی قدر اختلاف پیدا ہو رہا ہے خدا کرے کہ وہ اختلاف ترقی کا زینہ بنے اور دینی اعلیٰ تعلیم جو ہند کے عام طلبہ کیلئے جاری ہے اسمیں کوئی نقصان نہ آنے پائے میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ آئندہ کسی موقع پر جامعہ کو اس سے اچھی حالت میں دیکھ سکوں۔ واللہ الموفق۔

عبید اللہ السندی الدیوبندی موسس بیت الحکمۃ جامعہ نگر دہلی

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

۲۴ر جون ۱۹۴۱ء

(از رجسٹر معاینہ صہ ۱۲۱)

جامعہ کی خدمات کا جائزہ

ہم نے مدرسہ تعلیم الدین کو تین دور میں تقسیم کیا تھا۔ اسی طرح جامعہ ہونے کے بعد سے اب تک کے زمانہ کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ علماء دیوبند کے آنے سے لیکر مولانا احمد بزرگ کے دور اہتمام کے ختم تک دور اول مولانا محمد سعید بزرگ کا دور "دور ثالث" اور درمیان کا دور "دور ثانی"۔

جامعہ کے دورِ اوّل کا جائزہ

اب دورِ اوّل ختم ہوا چاہتا ہے۔ ان چودہ (۱۴) سالوں (سنہ ... سے لیکر سنہ ۱۳۶۰ھ تک) سالوں میں ساڑھے چھ سو سے زیادہ (ہمارے شمار کے مطابق ۶۵۵) طلبہ نے فراغت حاصل کی اور ملک کے مختلف علاقوں میں تعلیم و تدریس اور تبلیغ میں لگ گئے۔ تصنیف و تالیف کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کی علاوہ بریں اساتذہ جامعہ کے مواعظ سے علم کی روشنی اس علاقہ کے ہر چہار طرف پھیلی لوگ دین سے قریب اور علم سے مانوس ہوئے جہالت اور بدعت کا زور گھٹا۔ عرس اور قبر پرستی میں کمی ہوئی بلکہ بہت سی جگہوں میں اس کا بالکل خاتمہ ہوگیا۔

۱۳۵۵ھ اور ۱۳۵۸ھ کی رودادوں میں مولانا احمد بزرگ لکھتے ہیں " واقف حضرات جانتے ہیں کہ اب سے بارہ (۱۲) تیرہ (۱۳) سال قبل تک گجرات کے عام مسلمان کس قدر پستی میں تھے صحیح مذہبی تعلیم سے ان کو کس قدر نفرت تھی رسوم جاہلیت میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔ بدعات کے شیدائی اور طریق سنت سے کوسوں دور تھے ان کی مذہبی اصلاح کیلئے اگر کوئی عالم ربانی اس طرف آنکلتا تو اس سے برا ان کی نظر میں کوئی نہ ہوتا لیکن یکایک جامعہ کے قیام کے ان لوگوں میں انقلاب شروع ہوا۔ حق و باطل میں تمیز کرنا شروع کیا شریعت حقہ کے جادۂ اعتدال کی طرف قدم بڑھائے اور رفتہ رفتہ بدعات سیئہ سے نفرت اور سنت حسنہ سے محبت پیدا ہوئی۔ انھوں نے آنکھیں کھولیں اور گہری نیند سے بیدار ہوکر علم صحیح کی روشنی میں حق و صداقت کی راہ دیکھی حق تعالیٰ نے بھی ان کی اس انابت صادقہ کو شرف قبول سے نوازا تعصب و ہٹ دھرمی کافور ہوئی اور وہ ہر حق آواز پر لبیک کہنے کے لئے تیار نظر آنے لگے۔

تمام قریب و بعید کے قصبات و دیہات سے تقریبات شادی وغیرہ کے موقع پر اساتذہ جامعہ کو مدعو کیا جانے لگا اور ان حضرات نے بھی ہر اصلاح کے موقع سے فائدہ اٹھا کر ان تک حق و صداقت کی آواز پہونچائی جس کا نتیجہ خاطر خواہ نکلا حتیٰ کہ متعدد جگہ کے سالانہ عرس کی

بند ہو گئے جو برسوں سے ایک رسم جاہلیت کے طور پر ہوتے چلے آتے تھے حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ اس قسم کی کامیابی اس زمانہ میں علماء کو دوسرے ہندوستان کے کسی خطہ میں نہیں ہو سکتی کیونکہ اکثر جاہل مسلمان مذہب سے زیادہ رسوم جاہلیت کو عزیز و محبوب رکھتے ہیں دوسری طرف اس میں مسلمانان گجرات کی پختہ ایمانی اور حق پسند فطرت کو بھی بڑا دخل ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کی نیک نیتی اور خلوص کو دیکھ کر ان کو قبول حق کی توفیق بخشی۔

(صفا ۔ ۱۱)

علامہ شبیر احمد عثمانی رح نے ۱۳۵۴ھ میں صدر مہتمم کا عہدہ قبول کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

"علماء دیوبند کے وہاں پہونچ جانے سے ڈابھیل میں وہ عظیم الشان مدرسہ عالم وجود میں آیا جس کے علمی فیضان سے آج گجرات کا چپہ چپہ سیراب ہو رہا ہے اور گجرات کا بدعت کدہ بحمداللہ آج قرآن وسنت کی روشنی سے منور ہے۔ (تاریخ دارالعلوم دیوبند صفحہ ۲۷۳)

روداد ۱۳۵۵ھ کے ضمیمہ میں "ارکان ادارۂ جامعہ" نے اس حقیقت کو اپنے ان لفظوں میں ظاہر کیا تھا " قارئین روداد جامعہ واقف ہیں کہ جناب مہتمم صاحب کو جامعہ کی تعلیمی ترقیات اور اس کے بقاء و تحفظ کا کس قدر خیال ہے انھوں نے محض جامعہ کی فلاح کی خاطر رنگون کے عہدۂ افتاء کو چھوڑا اور اس وقت سے ڈابھیل آکر برابر جامعہ کی ترقی کیلئے ہمہ تن متوجہ رہے وہ جس وقت تشریف لائے تھے یہ جامعہ مدرسہ تعلیم الدین کے نام سے بہت ہی چھوٹے پیمانہ پر قائم تھا۔ چند مدرس تھوڑے طلبہ اور عمارت محدود مدرسہ کے خزانہ میں روپے کے نام سے صفر۔ ایسی حالت میں صرف آپ کی گرانقدر مساعی اور بے مثل ایثار و اخلاص کی بدولت یہ معمولی گاؤں کا مکتب بہت ہی تھوڑی مدت میں ایک عظیم الشان مرکزی دارالعلوم میں منتقل ہو گیا اور دنیائے اسلام کے بے مثل محدث مایۂ ناز مفسر عالی مرتبت فقیہ وادیب اور اسی طرح ہر علم وفن کے حاذق وماہر یہاں تشریف لائے جو اپنے ظاہری اور روحانی فیوض سے ہندو بیرونِ ہند کے مستفیدین کو فیض یاب کرنے لگے۔

غرض جامعہ کی تمام ترقیات محض آپ کے اخلاص وایثار اور سرپرستانِ جامعہ کی علمی

قدر دانی کی رہینِ منت ہے۔ حق تعالیٰ کی مشیت متقاضی ہوئی کہ اس خطۂ گجرات کو جو کبھی علم و فضل کا گہوارہ رہ چکا ہے پھر علوم و فنون کی ترقیات سے بقعۂ نور بنائے اور قرآن و حدیث کے آفتاب و ماہتاب سے اسے چمکائے اسی لئے حضرت حق نے اس کیلئے مہتم کا انتخاب کیا تو ایسے عالم باعمل اخلاص و ایثار مجسم بزرگ کا، مالی سرپرستی کیلئے چنا تو افریقہ کے ان باہمت عالی حوصلہ عاشقانِ علوم نبوت کو جن کے ادنیٰ درجہ کے اخلاص کی قدر و قیمت بھی یقیناً ان کی گرانقدر رقوم سے کہیں زیادہ ہے۔ درس و تعلیم کیلئے منتخب فرمایا تو ان قدسی نفوس کو جن کے شہرۂ آفاق علم و فضل سے ان کی روحانی برکات مسابقت کر رہی تھیں اور جو تقویٰ و طہارت اخلاق و دیانت کے جیتے جاگتے نمونہ تھے۔

مختصر یہ کہ جامعہ کے سابقہ ادوارِ ترقی اور اس کی موجودہ ترقی یافتہ صورت کو ہم حق تعالیٰ کے ان کرشمہائے قدرت میں سے سمجھتے ہیں جو بطور خوارقِ عادات اپنے بندوں کو محض اپنے لطف بے پایاں سے نوازنے کیلئے ظاہر ہوا کرتے ہیں (ص ۲۵-۲۶)

مہتم جامعہ کی اپنی کوشش یہ تھی لکھتے ہیں «جامعہ اسلامیہ کا شعبۂ تعلیم برابر ترقی کے مدارج طے کر رہا ہے اور ادارۂ جامعہ کی سب سے بڑی کوشش یہی ہے کہ اس کی تعلیمی حالت زیادہ سے زیادہ اچھی ہونی چاہئے۔ تعلیمی اسٹاف میں ہندوستان کے مایۂ ناز علماء کام کر رہے ہیں۔ ادارۂ جامعہ اس کی بھی امکانی کوشش کر رہا ہے کہ جامعہ میں قابل اور مستعد طلبہ کا اجتماع رہے کیوں کہ قابل اساتذہ سے لائق طلبہ ہی مستفید ہو سکتے ہیں۔

(روداد ۵۸ء ص ۹)

لیکن اتنی ساری ظاہری اور باطنی ترقی کے باوجود ابھی تشنگی باقی تھی۔ کچھ اور تمنائیں تھیں لیکن وہ دل کی دل ہی میں رہ گئیں۔ ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔

کئی سالوں سے "ضروریات جامعہ" کے تحت چند چیزوں کی ضرورت کا تقاضہ روداد وں میں شائع ہو رہا تھا مسجد کی توسیع، جدید دار الاقامہ کی تعمیر، ایک مستقل شفا خانہ (ہسپتال) کتب خانہ

کی توسیع، صنائع کے شعبہ جات کا قیام۔ بحمداللہ تعالیٰ یہ تمام ضرورتیں پوری ہوئیں تمنائیں بر آئیں اور حسن اتفاق کہ ان میں بیشتر مرحوم کے خلف الصدق جناب مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہ کے زمانہ میں۔ ع

پدر نتواند پسر تمام کند

جس کی تفصیل جامعہ کے دور ثالث میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

جامعہ کا دورِ ثانی

(۱۳۶۱ھ تا ۱۳۷۸ھ) ۱۸ سال

۱۳۶۱ھ اس سال مولانا احمد بزرگ ماہ ربیع الاوّل سے مستعفی ہوگئے اور مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ مہتمم مقرر ہوئے۔ استعفاء کا باعث بعض لوگوں کا اختلاف بنا اور یہ اختلاف خاصا طویل ہوا۔ مقدمہ تک نوبت پہونچی۔ اس اختلاف کی کوئی تفصیل روداد میں درج نہیں۔ اس طرح کے اختلافات زیادہ تر غلط فہمیوں اور بدگمانیوں اور کسی قدر انسانی و بشری کمزوریوں پر مبنی ہوا کرتے ہیں یہاں بھی یہی چیزیں کارفرما نظر آتی ہیں۔ اس لئے اس کی تہ میں جانا اور اختلاف کے حقیقی عوامل کو تلاش کرکے معلوم کرلینا ہمارے لئے غیر ضروری بھی ہے اور مشکل بھی ہے۔

چونکہ مولانا احمد بزرگ کی مساعی جمیلہ اور ان کے رفقاء کے تعاون سے ان ہی کے دور میں یہ جامعہ بام عروج کو پہونچا تھا اور گجرات میں اس جامعہ کی وجہ سے ایک علمی فضا قائم ہوچکی تھی اور آئندہ کیلئے اس سے بہت سی توقعات وابستہ تھیں اس لئے ایسے وقت میں اختلاف کرنیوالوں کے اختلاف اور جامعہ سے انقطاع کی وجہ سے ان کے دل کو بہت شدید صدمہ پہنچا۔ زندگی کے آخری ایام اسی رنج وغم میں گذارے، بلکہ یہی رنج وملال عالم اسباب میں

سفرِ آخرت کا سبب بھی بنا۔

ان کو زیادہ افسوس اس بات کا تھا کہ مدرسہ کا اصل اقتدار ایسے لوگوں کے ہاتھ میں
چلا گیا جو عالم نہیں ہیں اور تجربہ سے یہ بات مسلم ہے کہ کسی مدرسہ کی ظاہری اور باطنی ترقی
سرمایہ اور دولت کے بل بوتے پر نہیں ہوتی بلکہ اس میں سرمایہ سے زیادہ کسی اور قوت کی
ضرورت ہوتی ہے حضرت تھانویؒ کا معاینہ پہلے گذر چکا ہے۔ حضرت مولانا تھانوی
نے مولانا احمد بزرگؒ کے دور میں لکھا تھا " احقر اس مدرسہ کے متعلق یہ رائے ہمیشہ
کیلئے دیتا ہے کہ اس کے مہتمم ہمیشہ عالم باعمل اور انتظام سے بقدر ضرورت مناسبت رکھنے
والے ہوں جیساکہ اس وقت واقعہ ہے " (رجسٹر معاینہ صہ ۸۲) اس لئے ان کو خطرہ تھا
کہ یہ سرسبز و شاداب چمن نہ صرف یہ کہ ترقی نہیں کر سکے گا بلکہ اپنی تر و تازگی سے بھی
جلد محروم ہو جائے گا۔ مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحبؒ اگرچہ اس کے اہل تھے لیکن وہ خود
بھی سمجھتے تھے کہ اپنی صواب دید کے مطابق کام نہ کر سکیں گے بلکہ جو لوگ ان کو مہتمم بننے
پر مجبور کر رہے تھے ان کی کسی رائے سے انکار بہت مشکل ہے۔ اسی لئے ابتداءً مفتی
صاحب نے اس عہدہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا جیساکہ مولانا خلیل احمد صوفی لاجپوری
کے اس مضمون میں اس کی تصریح ہے جو ماہنامہ دارالعلوم فروری ۱۹۷۴ء میں مفتی صاحب
کے متعلق شائع ہوا ہے۔ مفتی صاحب مولانا احمد بزرگ کے شاگرد تھے جانتے تھے کہ جنھوں نے
مولانا احمد بزرگ سے اتفاق نہیں کیا وہ میرے حکم کے پابند کب ہو سکتے ہیں۔

ربیع الاول ۱۳۶۱ھ سے مفتی صاحب نے جامعہ کا اہتمام سنبھالا۔ اس سال بھی حسب
دستور تعلیم جاری رہی۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمان صاحب امروہی بخاری شریف
کا درس دیتے رہے۔

سالانہ جلسہ

۱۰ر شعبان کو جلسہ ہوا شب کے اجلاس میں مولانا یوسف صاحب
(بنوری) نے تقریر فرمائی صبح کے اجلاس میں مہتمم جامعہ مفتی اسماعیل

بسم اللہ صاحب کے رپورٹ پیش کرنے کے بعد مولانا اسماعیل گارڈی صاحب حقانی نے "علم کی ضرورت اور اس کی حفاظت" کے موضوع پر تقریر فرمائی جس کا سامعین پر اچھا اثر ہوا۔ اس کے بعد بتیس ۳۲ فضلاء کو دستار باندھی گئی اور دعا پر جلسہ ختم ہوا۔

مدرسین

اس سال رمضان کے بعد مولانا یوسف صاحب نہیں آئے مولانا محمد ادریس (سکھروڈوی) کو رمضان سے الگ کر دیا گیا۔ مولانا عزیز احمد صاحب مدرس عربی اور مولانا حبیب اللہ صاحب مدرس فارسی بھی اس سال الگ ہوئے۔ مولانا عبدالجبار صاحب (اعظمی) ذیقعدہ میں مقرر ہوئے (روداد ۱۳۶۱ھ ص ۱۵-۱۶)

۱۳۶۲ھ

ربیع الاول ۱۳۶۲ھ میں مولانا شبیر احمد عثمانی پھر تشریف لائے۔ ربیع الآخر سے مولانا عبدالرحمن امروہی رخصت علالت پر رہے۔ اسی ربیع الآخر میں علامہ ابراہیم بلیاوی بھی جو مولانا عثمانی کے ساتھ دارالعلوم دیوبند سے علیحدہ ہوئے تھے مدرس حدیث[1] کی حیثیت سے ڈابھیل تشریف لائے اور ذیقعدہ تک رہے۔ ذیقعدہ میں مولانا بدر عالم صاحب جامعہ سے الگ ہو گئے ایک اور مدرس عربی مولانا محمد نور صاحب بھی ربیع الاول سے الگ کر دئے گئے۔ مولانا عبدالمنان، مولانا عبدالرحمن، مولانا محمد یحییٰ، مولانا ظہور احمد، اور مولانا محمد ادریس صاحبان کا تقرر ہوا۔ مولانا محمد ادریس اسی سال علیحدہ بھی ہو گئے۔ جامعہ کے ایک بڑے محسن جناب حاجی موسیٰ اسماعیل میاں صاحب کا اسی سال جنوبی افریقہ میں انتقال ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

سالانہ جلسہ

۱۰ شعبان کو جلسہ ہوا۔ شب میں ختم بخاری شریف کی تقریب ہوئی اس کے بعد مولانا بدر عالم صاحب نے تقریر فرمائی۔ صبح کو علامہ شبیر احمد

---

[1] تاریخ دارالعلوم میں علامہ کو یہاں کا صدر مدرس بتایا گیا ہے یہ صحیح نہیں صدر مدرس علامہ عثمانی تھے۔ علامہ ابراہیم صاحب مدرس حدیث تھے ۱۲ مرتب

عثمانی رحمہ نے وعظ فرمایا پھر مولانا اسماعیل گارڈی صاحب نے علم کی ضرورت اور حفاظت نیز مدرسہ کی امداد و اعانت کے سلسلہ میں تقریر فرمائی ، بہتّر فضلاء کی دستار بندی ہوئی۔ حسب دستور باہر سے آئے ہوئے کثیر مہمانوں نے کھانا تناول فرمایا۔ (روداد ۶۲ھ صفحہ ۲۲ تا ۲۵)۔

۱۳۶۳ھ اس سال بھی علامہ عثمانی رحمہ جامعہ میں موجود رہے۔ مولانا عبدالرحمٰن صاحب سال گذشتہ مدرس ہوئے تھے سفر سے علیحدہ ہوگئے ، مولانا عبدالجبار صاحب اور مولانا محمود حسن صاحب کا صفر میں اور مولانا احمد نور صاحب کا ربیع الاوّل میں تقرر ، مولانا محمود حسن مولانا عبدالمنان مولانا ہاشم گورا اور مولانا علی احمد صاحبان شعبان میں الگ ہوگئے ، مولانا عبدالجبار مولانا اسماعیل کاسوجی مولانا محمد احمد پٹیل اور مولانا ... کا شوال میں تقرر ہوا۔ مولانا احمد گل اور مولانا عبدالحئی بسم اللہ کا بھی ماہ ذی الحجہ میں تقرر ہوا۔

سالانہ جلسہ ۱۰؍شعبان کو سالانہ جلسہ ہوا۔ شب میں مولانا علی محمد (تراجوی) کا ... ہوا۔ صبح کے اجلاس میں مولانا اسماعیل گارڈی کی تقریر ہوئی۔ بعد علامہ عثمانی نے تقریر فرمائی جس میں علم کی ضرورت اور اس کی حفاظت نیز مدرسہ کے تعاون کی طرف توجہ دلائی پھر اکاون ۵۱ فضلاء کی دستار بندی ہوئی۔ (روداد ۶۳ھ صفحہ ۳ تا ۶)

اس سال کی روداد میں مولانا سید اصغر حسین دیوبندی رحمہ کے سانحۂ وفات پر رنج و غم ظاہر کیا گیا ہے جن کا وصال حرکت قلب کے بند ہونے سے ۲۲؍محرم ۱۳۶۴ھ کو بروز شنبہ راندیر میں ہوا۔ روداد اختتام سال کے کئی ماہ بعد شائع ہوتی ہے اس لئے اس واقعہ کا ذکر بھی اس سال میں آگیا ہے ورنہ انتقال کا واقعہ ۶۴ھ میں پیش آیا تھا۔

اسی سال حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ[1] مہتمم دارالعلوم دیوبند جامعہ ڈابھیل

---

[1] افسوس تبییض کے وقت اللہ کی رحمت کو پہونچ گئے۔ ۱۲ مرتب

تشریف لائے تھے زیارت کے بعد مندرجہ ذیل الفاظ میں اپنے تأثرات قلمبند کئے تھے ساتھ میں مولانا حامد الانصاری غازی بھی تھے۔

نقل معائنہ

حضرت قاری صاحبؒ

احقر بسلسلہ سفر بمبئی ڈابھیل حاضر ہوا۔ جامعہ اسلامیہ کی زیارت کا شرف نصیب ہوا اور استاذ محترم حضرت قبلہ مولانا شبیر احمد صاحب دام فیضہٗ اور جناب مہتمم جامعہ (مفتی گجرات مولانا اسماعیل بسم اللہ) کی معیت میں جامعہ میں گھوم پھر کر تفصیل سے معائنہ کیا۔ یہ جامعہ جس طرح اپنے محل وقوع کے لحاظ سے نہایت پر فضا مقام پر واقع ہونے کے سبب جاذب نظر ہے اسی طرح اپنی معنویت اور مقاصد کے لحاظ سے قلوب کے لئے ایک خاص کشش اپنے اندر رکھتا ہے اکابر علماء (جن میں سے اس وقت حضرت استاذ محترم ممدوح الصدر یہاں قیام پذیر ہیں) کے قیام نے اس درسگاہ کی معنویت کو بہت بلند کر دیا ہے اور اسی لئے یہ جگہ باوجود ایک طرف ہونے کے مرجع خاص و عام بھی ہوئی ہے۔ احقر کے قلب پر اس ادارہ کی زیارت سے ایک خاص اثر ہے جس کے ماتحت میں نے اس حاضری میں خاص مسرت و شادمانی محسوس کی۔ حق تعالیٰ اس علمی ادارہ کو بایں آب و تاب تا دیر قائم و دائم رکھے اور اس کے فیوض و برکات زیادہ سے زیادہ وسیع اور ہمہ گیر ہوتے رہیں۔ آمین

احقر محمد طیب عفی عنہ مہتمم دار العلوم دیوبند ۲۱ ۲/۶۲ھ

حامد الانصاری غازی ناظم دفتر اہتمام دار العلوم دیوبند

(از رجسٹر معائنہ صـ۲۲)

سنہ ۱۳۶۴ھ

اس سال کی روداد میں علامہ عثمانی کا نام بھی مدرسین کی فہرست میں شامل ہے لیکن سالانہ جلسہ میں شرکت کا ذکر نہیں۔ غالباً دوران سال میں علامہ یہاں سے تشریف لیجا چکے تھے۔ اس کمی کو پورا کرنے کیلئے چند جلیل القدر علماء حدیث اس سال یہاں تشریف لائے۔ ربیع الاول سنہ ۶۴ھ میں مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی تشریف لائے روداد میں آپ کو مدرس حدیث لکھا گیا ہے۔ اسی ماہ مولانا شمس الحق افغانی بھی حاضر ہوئے آپ کو بھی مدرس حدیث لکھا گیا ہے۔ جمادی الاخریٰ میں مولانا ظفر احمد (عثمانی) بھی آگئے آپ کو بھی فقط مدرس حدیث بتایا گیا ہے۔ ان تینوں حضرات کی تنخواہ برابر ہی ہے سنہ ۶۳ھ میں مولانا شبیر احمد عثمانی کی تنخواہ دو سَو روپے لکھی ہے اور ان تینوں حضرات کی تنخواہ ڈھائی سَو روپئے تھی اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہی حضرات حدیث کے سب سے اونچے اساتذہ تھے لیکن روداد سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ بخاری شریف کا درس کس نے دیا یا کس کس نے دیا۔ مفتی محمد شفیع صاحب کے بارے میں البلاغ کراچی کے مفتی اعظم نمبر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بخاری شریف کا درس دیا۔ (صـ ۱۵۸)

بہرحال مفتی صاحب اور مولانا ظفر احمد عثمانی کا قیام صرف اختتام سال تک رہا مولانا شمس الحق افغانی کا آئندہ بھی قیام رہا۔ منصب صدر مدرسی آپ ہی کے سپرد ہوا اس سال سنہ ۶۴ھ میں مولانا عبید اللہ صاحب اور مولانا سید انوار الحق صاحب کا بھی درجات عربیہ میں تقرر ہوا یہ دونوں رمضان سنہ ۶۵ھ میں علیحدہ بھی ہو گئے۔

سالانہ جلسہ

۱۰ ر شعبان کو سالانہ جلسہ ہوا۔ رات کے اجلاس میں مولانا ظفر احمد صاحب کا وعظ ہوا صبح کے اجلاس میں مولانا اسماعیل گاڑدی کے بعد مولانا شمس الحق افغانی نے تقریر فرمائی اکتالیس فضلاء کو دستار و سند عطا کی گئی۔

(روداد سنہ ۶۴ھ صـ ۶)

اس سال کی روداد میں لکھا ہے سنہ ۵۳ھ سے لے کر سنہ ۶۴ھ کے آخر تک اس جامعہ سے

پانچ سو نواسی ۵۸۹ علماء اور چار سو پچانوے ۴۹۵ حفاظ تیار ہو چکے ہیں (ص۳)۔

۱۳۶۵ھ اس سال صدر مدرس مولانا شمس الحق افغانی صاحب تھے۔ گذشتہ تعلیمی سال کے اختتام کے ساتھ کئی اساتذہ علیحدہ ہو گئے تھے اس لئے اس سال متعدد اساتذہ کا تقرر عمل میں آیا۔ مولانا شمس الدین صاحب صفر میں، مولانا منتخب الحق صاحب ربیع الاول میں، مولانا عبدالقدیر، مولانا عبدالعزیز اور مولانا محمد مالک صاحبان ذی الحجہ ۶۵ھ میں تشریف لائے۔ مولانا محمد ایکھلوایا صاحب ڈابھیلی کو جو فارسی کے مدرس تھے عربی درجات کا مدرس بنایا گیا۔ قاری انوار الحق صاحب سال گذشتہ چلے گئے تھے ان کی جگہ قاری بندے الٰہی صاحب کا درجۂ تجوید میں تقرر ہوا۔

سالانہ جلسہ رات کے اجلاس میں مولانا منتخب الحق صاحب کا وعظ ہوا پھر ۱۰ر شعبان کی صبح میں مولانا اسماعیل گارڈی صاحب کے بیان کے بعد مولانا شمس الحق صاحب افغانی نے وعظ فرمایا۔ بیالیس ۴۲ طلباء کو سند اور دستار دی گئی (روداد ۶۵ھ ص۸تا۱۸) اس سال کے ۴۲ فضلاء کو شمار کرنے کے ساتھ جامعہ کے سالِ اول ۴۰ھ سے لے کر ۶۵ھ تک کل فضلاء کی تعداد آٹھ سو سینتالیس ۸۴۷ ہو جاتی ہے۔[1]

(ایضاً ص۴)

۱۳۶۶ھ اس سال بھی مولانا شمس الحق صاحب افغانی صدر مدرس رہے تعلیمی سال کے اختتام پر امتحان سالانہ کے بعد ۱۰ر شعبان کو سالانہ جلسہ ہوا۔ رات کے اجلاس میں مولانا محمد مالک صاحب (ابن مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی) کا وعظ ہوا۔ اور صبح کے اجلاس میں حسب دستور مہتمم صاحب نے رپورٹ پیش کی اس کے بعد مولانا شمس الحق صاحب کا علم کے موضوع پر موثر بیان ہوا۔ پچیس ۲۵ طلبہ کو سند و دستار دی گئی۔
(روداد ۶۶ھ ص۶تا۸)

---

[1] ہمارے شمار کے مطابق کل تعداد آٹھ سو ترانوے ۸۹۳ ہو جاتی ہے۔ ۱۲ مرتب

تعطیل کلاں میں اساتذہ اپنے اپنے وطن چلے گئے ہوں گے رمضان ۱۳۶۶ھ مطابق
۱۵/اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان کی تقسیم عمل میں آئی۔ متعدد اساتذہ جو پاکستان کے
علاقوں کے رہنے والے تھے وہ رمضان کے بعد جامعہ نہیں آسکے۔ صدر مدرس مولانا شمس الحق
افغانی درجات عربیہ اور حدیث کے اساتذہ مولانا عبدالقادر صاحب مولانا عبدالعزیز صاحب
مولانا انوار الحق صاحب میں سے کوئی بھی شوال میں جامعہ نہیں آسکا (ایضاً) ذی قعدہ
اور ذی الحجہ بھی گذر گئے کسی نئے مدرس کا تقرر عمل میں نہیں آیا ۶۷ھ شروع ہونے
کے بھی دو ماہ بعد نئے اساتذہ تشریف لائے اس طرح جامعہ کو بھی دیگر اسلامی اداروں
کی طرح تقسیم ہند سے نقصان پہونچا۔

۱۳۶۷ھ ربیع الآخر میں مولانا محمد یوسف صاحب بنوری صدر مدرس بن کر جامعہ
میں تشریف لائے آپ ۵۳ھ سے شعبان ۶۱ھ تک مجلس علمی سے
کارکن ہونے کے ساتھ جامعہ کے مدرس بھی تھے۔ درمیان میں جامعہ سے علیحدہ ہو گئے تھے
اب جب کہ صدر مدرسی کیلئے کسی لائق فائق مدرس کی ضرورت تھی تو منتظمین کی نظر انتخاب
آپ پر پڑی مجلس علمی کے کاموں فیض الباری اور نصب الرایہ کی طباعت نیز بغیۃ الاریب
اور نفحۃ العنبر کی تصنیف کی وجہ سے آپ کی علمی لیاقت مشہور و مسلم ہو چکی تھی۔ دارالعلوم
دیوبند نے بھی آپ کو دعوت دی تھی لیکن آپ نے اس کو قبول نہیں کیا تھا جامعہ سے
سابق تعلق کی بناء پر آپ کو یہاں بلانے میں منتظمین کو کامیابی ہو گئی۔ روداد میں
آپ کی آمد کا ذکر اہتمام سے کیا گیا۔ یہ بات جامعہ کے لئے قابل فخر ہے کہ آپ جامعہ
کے ایک فرزند بھی ہیں (روداد ۶۲ھ ص۴) ربیع الاول میں مولانا فضل الرحمٰن
(پشاوری) اور مولانا محمد حسن بھی تشریف لائے۔ ماہ شوال میں مولانا قاضی اطہر مبارکپوری
اور مولانا اسلام الحق کا تقرر ہوا۔ مولانا عبدالحیٔ بسم اللہ کو درجۂ فارسی سے درجۂ عربی
میں منتقل کر لیا گیا۔

دورۂ حدیث شریف کی تعلیم چونکہ بہت دیر سے شروع ہوئی تھی اس لئے وقت پر بخاری شریف ختم نہ ہوسکی اور سالانہ جلسہ بھی نہ ہوسکا۔ بخاری شریف کے ختم کی تقریب میں ہی فارغ ہونے والے چودہ ۱۴ طلبہ کو دستار و سند دیدی گئی (ایضاً ص ۹)

۱۳۶۸ھ اس سال بھی مولانا محمد یوسف صاحب بنوری صدر مدرس رہے۔ حسب سابق تعلیم جاری رہی۔ سالانہ جلسہ اس طرح نہیں ہوسکا کہ باہر سے آنے والے مہمانوں کو کھانا کھلایا جاسکے۔ مہتمم جامعہ مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحبؒ رپورٹ میں لکھتے ہیں " انتہائی دکھ اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ موجودہ کنٹرول کے زمانہ میں ہم سالانہ جلسہ نہیں کرسکتے اس لئے کہ ہمارے گاؤں میں اتنے ہوٹل نہیں ہیں کہ آنے والے مہمانوں کے لئے کھانے کا انتظام کیا جاسکے اس لئے مختصراً دسویں شعبان کی شب میں بعد العشاء مولانا اسماعیل سنبھلی صاحب کی صدارت میں جلسہ کرلیا گیا جسمیں مہتمم جامعہ نے رپورٹ سنادی اس کے بعد مولانا یوسف بنوری نے ایک زوردار تقریر فرمائی پھر مولانا اسماعیل سنبھلی نے اپنے مخصوص انداز میں وعظ فرمایا جس سے حاضرین باغ باغ ہوگئے چوبیس ۲۴ فضلاء کو دستار کے ساتھ اسناد دی گئیں ۱۲ بجے جلسہ ختم ہوا۔ اس سال ربیع الاول میں مولانا عبدالجبار (اعظمی) کا اور شوال میں مولانا عبدالرؤف (پشاوری) کا تقرر ہوا (روداد ۱۳۶۸ھ ص ۸ تا ۱۱) مولانا فضل الرحمٰن صاحب مولانا اسلام الحق صاحب اور مولانا قاضی اطہر مبارک پوری جامعہ سے الگ ہوگئے۔ ۶۹ھ کی روداد میں ان کا نام نہیں علیحدگی کا ذکر بھی نہیں۔

جامعہ میں عام طلبہ کے علاوہ پچاس ۵۰ یتیم بھی رکھے گئے جن کا پائی پائی کا خرچ جناب سیٹھ حاجی یوسف گارڈی پورا کرتے رہے۔ (ایضاً ص ۸)

۱۳۶۹ھ اس سال بھی شعبان تک مولانا محمد یوسف صاحب بنوری جامعہ میں رہے اور صدر مدرس رہے۔ گذشتہ سال چند اساتذہ کے چلے جانے سے

جو خلاء پیدا ہوا تھا اس کو نئے تقرر سے پُر کیا گیا۔ مولانا عبد القدوس صاحب کا ربیع الاول میں اور مولانا فضل الرحمٰن صاحب (پشاوری) کا دوبارہ شوال میں ہوا مولانا محمد پانڈور کا بھی اسی سال کسی مہینہ میں تقرر ہوا۔ مولانا یوسف صاحب شوال میں حج کو گئے تو وہاں سے پاکستان چلے گئے پھر جامعہ نہیں آئے۔ مولانا محمد صاحب بھی رمضان سے الگ ہوگئے۔

سالانہ جلسہ اس سال بھی قدیم طرز پر نہ ہو سکا۔ اس سال بھی وہی معذرت کی گئی ہے۔ رات کو بعد العشاء جلسہ ہوا جس میں مہتمم صاحب کی رپورٹ کے بعد محمد یوسف صاحب بنوری نے تقریر فرمائی پھر حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دار العلوم دیوبند نے وعظ فرمایا جلسہ قاری صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا انیس ۱۹ طلبہ کو دستار و سند سے نوازا گیا۔ (روداد ۶۹ھ ص ۹ تا ۱۱)

۱۳۷۰ھ

مولانا محمد یوسف صاحب بنوری جیسا کہ معلوم ہوا اس سال تشریف لائے ۷۰ھ کی روداد میں لکھا ہے کہ ان کی جگہ خالی ہے ان کے بعد سے پہلے عربی درجہ کے مدرسین میں مولانا عبد الجبار صاحب (اعظمی) کا نام درج ہے لئے غالباً بخاری شریف کا درس انہی سے متعلق رہا ہوگا جامعہ کے اسی سال کے فارغ مولانا محمد اسحاق جی ڈابھیلی سے اس گمان کی تصدیق ہوئی لیکن منصب صدارت ان کو نہیں سونپا گیا۔ تنخواہ میں کافی تفاوت رہا۔ مولانا محمد یوسف صاحب بنوری کی تنخواہ تین سو ۳۰۰ روپے تھی اور مولانا عبد الجبار صاحب کی ایک سو پچہتر ۱۷۵۔ رمضان میں مولانا محمد پانڈور صاحب مستعفی ہو گئے۔

سالانہ جلسہ رات کو منعقد ہوا جس میں مہتمم جامعہ (مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب) کی علالت کی وجہ سے ان کے صاحبزادہ مولانا عبد الحیٔ بسم اللہ صاحب نے رپورٹ پیش کی اس کے بعد مولانا عبد المجید صاحب کی تقریر ہوئی اور دس ۱۰ فضلاء

دستار بندی ہوئی۔ (روداد ۷۰ھ ص۱۰)۔

۱۳۷۱ھ

اس سال بھی مولانا عبدالجبار صاحب (اعظمی) کو صرف مدرس عربی لکھا گیا لیکن ظاہر ہے کہ بخاری شریف کا درس آپ ہی کے سپرد تھا۔ مولانا ابراہیم چیتامن کو جو ایک زمانہ سے فارسی کے مدرس تھے درجات عربیہ کا مدرس بنا دیا گیا۔ مولانا آدم پالن پوری صاحب کا اس سال تقرر ہوا لیکن تاریخ درج نہیں۔

سالانہ جلسہ ۱۰ ر شعبان کی صبح کو منعقد ہوا۔ کھانے کا نظم نہیں ہوسکا۔ مہتمم صاحب کی رپورٹ کے بعد صدر جلسہ مولانا سلطان حسین صاحب نے تقریر فرمائی پھر چودہ طلبہ کو سند فراغت اور دستار دی گئی (روداد ۷۱ھ ص۱۱-۱۲)

مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحبؒ کے دور اہتمام کا یہ آخری سال تھا۔ ۱۳۶۱ھ سے ۷۱ھ تک گیارہ سال آپ مہتمم رہے۔ ۶۹ھ سے ۷۱ھ تک برابر ہر سال رپورٹ میں سالانہ جلسہ کے متعلق افسوس اور دکھ کا اظہار کرتے رہے۔ مفتی صاحب کن اسباب کی بنیاد پر اہتمام سے الگ ہوئے اس کا کچھ ذکر روداد میں نہیں۔ اندازہ ہوتا ہے کہ کچھ ایسی بندشیں اور پابندیاں گھیرے ہوئے تھیں جن کی وجہ سے حسب منشا انتظام نہیں کرسکتے تھے۔

۱۳۷۲ھ

مفتی بسم اللہ صاحب اب صرف جامعہ کے مفتی ہیں۔ آپ کی تنخواہ بھی پچاس روپے کم کردی گئی ۷۲ھ کی روداد جناب عبدالحیٔ ہاشم موٹا (پٹیل) نے بحیثیت سکریٹری آف مینیجمنٹ بورڈ کے شائع کی۔ اس سال بھی مولانا عبدالجبار صاحب کو مدرس حدیث لکھا گیا صدر مدرس نہیں۔ تنخواہ بھی وہی رہی جو

ل ۷۲ھ کی رپورٹ میں ٹائیٹل پر آپ کو سکریٹری سے پہلے مہتمم بھی لکھا گیا ہے لیکن ۷۳ھ کی روداد میں ص۱۲ پر اس کو بھول قرار دیا گیا ہے ۱۲

بخاری شریف پڑھانے سے قبل ہی رمضان ۷۲ھ سے الگ ہو گئے اس طرح تین سال آپنے درس بخاری شریف کی خدمت انجام دی۔ صفر ۷۲ھ سے مولانا آدم پالنپوری صاحب بھی الگ ہو گئے۔ ربیع الآخر میں عربی درجات کیلئے مولانا خلیل حسین صاحب (دیوبندی موجودہ مہتمم مدرسہ اصغریہ دیوبند) مدرس مقرر ہوئے جو رمضان میں الگ بھی ہو گئے رمضان ہی میں قاری بندے الٰہی صاحب مدرس تجوید بھی الگ ہو گئے۔ شوال میں مولانا احمد بیے مات صاحب عربی کے مدرس مقرر ہوئے۔

سالانہ جلسہ ۱۰ شعبان کو بعد نماز ظہر قاری محمد طیب صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا۔ قاری صاحب کے بیان کے بعد بارہ ۱۲ فضلاؤں کی دستار بندی ہوئی۔

(روداد ۷۲ھ ص ۱۱-۱۲)

۱۳۷۳ھ

اس سال کی روداد بھی جناب عبدالحیٔ ہاشم موٹا سکریٹری مینیجنگ بورڈ نے شائع کی جو بہت ہی مختصر چند صفحات پر مشتمل ہے جس میں چندہ دہندگان کا سرے سے کوئی ذکر نہیں۔ معمول یہ ہے کہ شروع میں جامعہ کی مالی، تعلیمی حالت درج ہوتی ہے۔ علم کی اشاعت اور ادارہ کی امانت کیلئے اپیل کیجاتی ہے اصحاب خیر کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے اس روداد میں یہ چیزیں بالکل مذکور نہیں۔ شروع میں ایک طویل بیان ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دو سال سے مدرسہ کا کوئی مہتمم نہیں ہے اور لوگوں میں مدرسہ کے بارے میں خوب چرچا ہے کوئی کچھ کہہ رہا ہے اور کوئی کچھ۔ عام طور سے مشہور ہے کہ مہتمم کو کچھ اختیارات حاصل نہیں ہیں۔ اس لئے کوئی عالم مہتمم بننے کیلئے تیار نہیں لکھتے ہیں" واقعہ یہ ہے کہ جامعہ کیلئے ایسے ایکٹ اور قاعدے بنادیے گئے ہیں جن کی وجہ سے مہتمم جامعہ اپنا ذاتی فائدہ نہیں اٹھا سکتا لیکن اس ایکٹ میں مہتمم کے فرائض اور ذمہ داریوں کی تفصیل نہیں ہے اس لئے منتظمہ اور مہتمم میں اختلاف ہوتا رہتا ہے بہت سے لوگ اس ایکٹ کے مخالف ہیں وہ چاہتے ہیں کہ اس کو خ

کر دیا جائے لیکن منتظمہ اسی ایکٹ میں جامعہ کا فائدہ سمجھتی ہے اس لئے اس کو ختم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ مہتمم جامعہ (مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحبؒ) نے انہی اختلافات کی وجہ سے ایک نائب مہتمم کی مانگ کی بورڈ نے مشہدی صاحب کو جو کینوڑین کھاتہ کے ریٹائرڈ ڈپٹی انسپکٹر تھے منتخب کیا لیکن جب وہ جامعہ آگئے تو مخالفین کی طرف سے ناراضگی کا اظہار کیا گیا۔ مشہدی صاحب یہاں سے چلے گئے کہ مبادا کوئی انتشار ہو اور مدرسہ بدنام ہو جائے۔

مزید لکھتے ہیں "میں جامعہ کی اٹھارہ[۱۸] سال سے خدمت کرتا ہوں۔ جس کا کوئی معاوضہ نہیں لیا جو لوگ یہ کہتے نہیں تھکتے کہ میں نے مدرسہ برباد کر دیا انھوں نے مدرسہ کی کیا خدمت کی اس کے لئے کیا قربانی دی؟ تین[۳] مہینے کیلئے انھوں نے جب مدرسہ کا انتظام ہاتھ میں لیا تو وہ بھی مفت نہیں کر سکے اچھی خاصی تنخواہ لی اور "کامیاب سالانہ جلسہ" کے پیچھے گیارہ سو روپئے خرچ کر کے چلے گئے میں مانتا ہوں کہ مدرسہ میں طلبہ کم ہو گئے ہیں لیکن اس کی وجہ ایکٹ نہیں بلکہ تقسیم ہند کی وجہ سے یہ کمی ہوئی ہے چنانچہ یہ کمی ہندوستان کے دوسرے مدارس میں بھی ہوئی ہے۔

(روداد ۱۳ء تا ۱۴ء)

ان اقتباسات سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ وہ کون سی وجہ تھی جس کی بناء پر مفتی صاحب مدرسہ میں رہتے ہوئے اہتمام سے الگ رہے۔ ان الفاظ سے یہ صاف ظاہر ہے کہ بورڈ اور مہتمم میں ایک کش مکش تھی۔ یہی وہ اندیشہ ہے جس کے پیشِ نظر مفتی صاحب نے ابتداءً اہتمام قبول کرنے سے انکار کیا تھا وہ اندیشہ سچا ثابت ہوا اور بالآخر کنارہ کشی کا موجب بنا۔ نیز یہ کشاکشی اس قدر شہرت پذیر ہوئی کہ دو سال کی مدت گذر گئی اور کوئی ایسا عالم نہیں ملا جو جامعہ کی زمامِ اہتمام سنبھال کر اسے تنزل سے بچالے۔

مدرسین وملازمین مولانا محمد نقی صاحب مہتمم کی حیثیت سے ماہ محرم میں مقرر ہوئے اور شعبان میں علیحدہ ہو گئے۔ مولانا عبدالرؤف صاحب کو صرف مدرس حدیث لکھا گیا ہے لیکن اس زمانہ کے بعض فضلاء جامعہ سے معلوم ہوا کہ مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی کے بعد جو رمضان میں علیحدہ ہو گئے تھے چند ماہ کیلئے مولانا عبدالرؤف صاحب شیخ الحدیث رہے چنانچہ اس سال ان کی تنخواہ میں بیس ۲۰ روپئے کا اضافہ بھی ہوا۔ سال گذشتہ تنخواہ ایک سو ساٹھ ۱۶۰ تھی امسال ایک سو اسی ۱۸۰ ہو گئی جبکہ مولانا عبدالجبار صاحب کی تنخواہ ایک سو پچہتر تھی۔ مولانا عبدالرؤف صاحب ۲ رصفر ۱۳۷۳ھ کو جامعہ سے الگ ہو گئے۔ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ میں مولانا شریف حسن صاحب دیوبندی کا ایک سو نوے ۱۹۰ روپئے پر تقرر ہوا۔ عربی درجات کیلئے مولانا مسعود حسن صاحب کا ربیع الاول میں تقرر ہوا۔ شوال میں الگ ہو گئے۔ شوال ۱۳۷۳ھ میں مولانا عبدالغفور صاحب کا عربی درجات کیلئے تقرر ہوا۔ قاری عبدالجلیل صاحب ربیع الاول میں مقرر ہوئے جمادی الاولیٰ میں الگ ہو گئے پھر شوال میں تجوید کیلئے قاری احمد نورگت کا تقرر ہوا اسی شوال میں مولانا عبدالحئی بسم اللہ صاحب جامعہ سے الگ ہو گئے مولانا عبداللہ صاحب ربیع الآخر میں مدرس اردو مقرر ہوئے۔

(ایضاً ص ۵-۶)

سالانہ جلسہ کے احوال اس سال کی رپورٹ میں درج نہیں سوائے اس طنزیہ جملہ کے جو اوپر ذکر ہوا۔ اس سال پانچ طلبہ فارغ ہوئے جن کے نام روداد میں درج ہیں۔ بقیہ درجات کی مجموعی تعداد لکھنے پر اکتفاء کیا گیا ہے حالانکہ گذشتہ سالوں میں ہمیشہ تمام طلبہ کے نام درج ہوا کرتے تھے طلبہ کی مجموعی تعداد ایک سو اکاسی ۱۸۱ ہے جب کہ سال گذشتہ دو سو بیالیس ۲۴۲ تھی اس سے قبل ۱۳۷۱ھ میں دو سو چھپن ۲۵۶ تھی۔ یاد رہے کہ تقسیم ہند کا واقعہ ۱۳۶۶ھ میں پیش آیا تھا اس لئے طلبہ کی کمی کی وجہ تقسیم ہند

کو قرار دینے میں تامل ہو سکتا ہے ۔

ایکٹ کا خاتمہ

ایکٹ کی وجہ سے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کوئی عالم اہتمام کیلئے تیار نہیں ہو رہا تھا اور جامعہ رو بزوال تھا اس لئے ہمدردانِ جامعہ نے اس ایکٹ کو توڑنے کی کوشش شروع کی ۔ ڈابھیل و سملک کے اعیان جیسے مولانا عبدالحق میاں صاحب سملکی ۔ مولانا محمد اسمعیل ایا صاحب ڈابھیلی ۔ ابراہیم محمد نواب صاحب ڈابھیلی ۔ حافظ یوسف محمد نانا صاحب سملکی ۔ جناب رشید احمد موٹا (پٹیل) صاحب ڈابھیلی ۔ مولانا عبدالحئی بسم اللہ صاحب ڈابھیلی ۔ مولانا محمد سعید بزرگ سملکی اور مجلس شوریٰ کے ارکان نے اس کے لئے بڑی جد وجہد کی ڈابھیل و سملک کی تینوں انجمنوں نے اپنا بھرپور تعاون دیا ۔ اس کے لئے حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور مولانا حفظ الرحمن صاحبؒ سیوہاروی کو دعوت دی گئی ۔ ان کو بلا کر لایا گیا اور جامعہ میں حضرت مدنی کی صدارت میں ایک بڑا جلسہ منعقد ہوا ۔ گاؤں کی تمام ذمہ دار جماعتوں نے حضرت مدنی اور مولانا حفظ الرحمن صاحب کو حکم مان لیا ایکٹ کو توڑنے اور نیا ضابطہ تیار کرنے کا پورا اختیار ان دونوں حضرات کو دیدیا گیا ۔ اس جلسہ میں ایکٹ کے موافق اور مخالف دونوں فریق کے اتفاق سے اس ایکٹ کو توڑ دیا گیا ۔ اس ایکٹ میں بعض ایسی باتیں بھی تھیں جن کو ختم کرنے کیلئے صدر جمہوریہ کے دستخط کی ضرورت تھی اس اہم کام کو مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ نے انجام دیا ۔ مولانا جامعہ کے سابق مدرس تھے اس جامعہ سے ان کو قلبی تعلق تھا ۔ جمعیۃ العلماء کا ناظم عمومی ہونے کی وجہ سے بھی اس اسلامی ادارہ سے ان کو خاص دلچسپی تھی جو ان کے آنکھوں کے

لے ان واقعات کا ذکر رپورٹ میں درج نہیں ۔ یہ تفصیلات موجودہ مہتمم مولانا محمد سعید بزرگ سے معلوم ہوئیں ۱۲ مرتب ۔

سامنے انتہائی عروج سے انحطاط کی آخری منزل کے قریب جا پہونچا تھا۔

جس وقت جلسۂ عام میں پرانا دستور منسوخ کیا گیا اور نئے دستور کی منظوری حاصل کرنے کی تجویز پاس کی گئی اسی وقت مولانا مدنی رح نے اہتمام کیلئے مولانا محمد سعید بزرگ کا نام پیش کیا لیکن مولانا بزرگ نے صاف لفظوں میں یہ کہہ دیا کہ حضرت آپ کا ہر حکم سر آنکھوں پر لیکن مدرسہ کے اہتمام کے متعلق آپ مجھے حکم نہ دیں میں اس کو قبول کرنے سے معذور ہوں۔

حضرت مدنی رح نے اس وقت مولانا محمد ایکھلوایا صاحب کو جو افریقہ سے آئے ہوئے تھے اہتمام سپرد کر دیا۔ ایکٹ ختم ہو جانے کی وجہ سے دوسرے دستور کی منظوری تک جامعہ کا کنٹرول ضلع کلکٹر کے ہاتھ میں تھا۔ تنخواہ اور دوسرے تمام امور کلکٹر کی اجازت کے بغیر انجام نہیں دئے جا سکتے تھے اس لئے مہتمم بالکل پابند اور محض ایک واسطہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ مولانا محمد ایکھلوایا صاحب کو افریقہ جانا تھا لیکن کلکٹر نے یہ کہہ دیا تھا کہ جب تک آپ دوسرا مہتمم مقرر نہ کر دیں اور وہ میرے پاس آکر اس ذمہ داری کو قبول نہ کرے اس وقت تک آپ افریقہ نہیں جا سکتے۔

اس مرحلہ پر پھر مولانا محمد سعید بزرگ صاحب کو اہتمام کیلئے آمادہ کرنے کی کوشش کی گئی۔ ان ہی دنوں بمبئی میں جمعیت کی تعلیمی کانفرنس ہوئی تھی اور جمعیۃ العلماء کے اکابر مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاری وغیرہ بمبئی آئے تھے اس موقعہ سے یہاں بھی تشریف لائے۔ ان حضرات نے مولانا محمد ایکھلوایا صاحب سے یہ بات طے کر دی کہ آپ اپنا چارج مولانا محمد سعید بزرگ صاحب کو دیکر چلے جائیے۔ یہ بات مولانا محمد سعید بزرگ صاحب کی عدم موجودگی میں طے پائی تھی جب اسکا علم ہوا تو مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کے ساتھ نوا پور کے ایک پروگرام میں شرکت کے لئے ساتھ گئے۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے ہمت دلائی اور فرمایا کہ تم تنہا نہیں ہو تمہارے پیچھے ایک بڑی جماعت ہے اگر تم نے اس کو قبول نہیں کیا تو ہم ہمیشہ کے لئے اس ادارے سے مایوس ہو جائیں گے اور زندگی بھر افسوس رہیگا

لیکن مولانا محمد سعید بزرگ نے ان سے بھی معذرت کر دی کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔

مولانا محمد ایکھلوایا صاحب کو افریقہ جانا تھا اس لئے انھوں نے مولانا عبدالحی بسم اللہ صاحب کو کسی طرح آمادہ کر لیا اور کلکٹر کے سامنے پیش کر دیا۔ انھوں نے یہ عہدہ قبول کر لیا اور وہ افریقہ چلے گئے۔

۱۳۷۴ھ اس سال مہتمم مولانا محمد بن ابراہیم ایکھلوایا صاحب تھے۔ آپ ہی نے اس سال کی روداد شائع کی۔ صدر مہتمم کی حیثیت سے مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری نے ماہ جمادی الاولیٰ سے شعبان تک کام کیا۔

مدرسین مولانا ابراہیم چنتامن صاحب صفر میں جامعہ سے الگ ہو گئے۔ مولانا عبداللہ کاپودروی مدرس عربی جمادی الاخریٰ سے علیحدہ ہوئے (سال گذشتہ مدرس اردو غالباً یہی مولانا عبداللہ صاحب مقرر ہوئے تھے وہاں کوئی نسبت نہیں لکھی گئی) رمضان میں مولانا فضل الرحمٰن صاحب (پشاوری) مدرس حدیث جامعہ سے الگ ہوئے۔ مدرس عربی مولانا خیر الرحمٰن صاحب کا صفر سے اور مولانا عبدالحی بسم اللہ صاحب مدرس عربی کا جمادی الاخریٰ سے تقرر ہوا۔ صدر مدرس مولانا شریف حسن صاحب ہی رہے۔

سالانہ جلسہ ۹ر شعبان کو سالانہ جلسہ مولانا مفتی مہدی حسن صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا۔ دستور قدیم کے مطابق بہت سے لوگوں کو دعوت نامہ بھیجا گیا۔ مہتمم جامعہ کی رپورٹ کے بعد مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری نے طلبہ کو نصیحت کی پھر مولانا سلطان حسن اور مولانا نذیر احمد پالنپوریؒ کے بیانات ہوئے۔ اخیر میں صدر جلسہ مفتی مہدی حسن صاحب کی تقریر ہوئی بعد ازاں فضلاء کو دستار فضیلت اور سند دیکر جلسہ ختم ہوا۔ (روداد ۷۴ھ ص۲ تا ۴)۔

۱۳۷۵ھ ۷؍ربیع الآخر ۱۳۷۶ھ سے مولانا عبدالحیٰ بسم اللہ صاحب مہتمم ہوئے اور رجب ۱۳۷۹ھ تک رہے ان سالوں کی روداد ان کو شائع کرنی چاہیے تھی لیکن حالات کی ناسازگاری کے باعث وہ مختصراً بھی کسی سال کی روداد شائع نہ کرسکے، ۷۵ھ تا ۸۰ھ ان چار سالوں کی مشترکہ رپورٹ مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہ نے مہتمم ہونے کے بعد اکٹھا شائع کی انہی سے یہ حالات لئے جارہے ہیں۔

اس سال بھی صدر مدرس مولانا شریف حسن صاحب ہی رہے۔ امتحان سالانہ اور جلسہ کا حال روداد میں مذکور نہیں، پانچ طلبہ فارغ ہوئے۔ ذی قعدہ ۷۵ھ میں مولانا عبدالحلیم صدیقی صاحب کا شیخ الحدیث کے منصب پر تقرر ہوا اسی ماہ قاری سعیدالحق صاحب کا بھی درجۂ تجوید میں تقرر ہوا (روداد ۷۵ تا ۸۰ھ ص۱)۔

۱۳۷۶ھ صدر مدرس اس سال مولانا عبدالحلیم صدیقی صاحب رہے مولانا موصوف کے نام کے نیچے مولانا شریف حسن صاحب کو بھی ایضاً کا نشان بناکر صدر مدرس بنایا گیا ہے مگر دونوں کی تنخواہ میں بہت تفاوت ہے اول کی تین سو اور ثانی کی ایک سو نوے۔ مولانا محمد ایکھلوایا کے بعد ۷؍ربیع الآخر ۷۶ھ سے مولانا عبدالحیٰ بسم اللہ صاحب مہتمم ہوئے۔ مدرس بھی رہے۔ اس سال فقط تین طالب علم فارغ ہوئے (ایضاً ص۴۸ وص۹۳) امتحان سالانہ اور جلسہ کا روداد میں کوئی تذکرہ نہیں۔

اس سال متعدد حضرات نے رجسٹر معاینہ میں اپنے تاثرات تحریر فرمائے۔

نقل معائنہ

جناب مولانا محمد ابراہیم خلیل منتظم و مورخ اوقاف بھوپال سابق پروفیسر ناملکالج بھوپال

بحمداللہ تعالیٰ ایک آرزو دیرینہ آج پوری ہوئی۔ محسن دوست.... حکیم لطیف محمد خاں صاحب بھوپالی کے ساتھ اپنے شفیق مخلص ...... استاذ جناب الحاج الحافظ عبدالحلیم صاحب صدیقی مدظلہ، شیخ الجامعہ ڈابھیل کی خدمت میں اتفاقیہ پہونچا۔ جامعہ ڈابھیل کی فضا میں جو جو مفید اور بلند و مستحکم عمارات دیکھیں وہ بانیان جامعہ کی دینی فیاضی اور علمی قربانیوں کا ثبوت ہیں۔

مدرسہ کے نصاب میں مفید کتابیں ہیں اور اس کے مقصد عالی میں تکمیل علوم دینی بزبان عربی ہے موجودہ تعلیمی فضا یقیناً اطمینان بخش ہے۔ لیکن بلحاظ ضرورت وقت اس مرکز میں اضافۂ طلباء اور ترقی نصاب کی بہت گنجائش ہے خداوند وہ دن لائے کہ یہاں طلبہ کم سے کم پانچ سو ہوں اور علوم حدیث و فقہ و تفسیر کی تکمیل کے ساتھ یہاں کے فارغ التحصیل اپنے علم و عمل سے ہندوستان میں افتاء و قضاء و نشر و اشاعت اسلام کیلئے پھیل جائیں۔

موجودہ اسٹاف اور شیخ الجامعہ نیز مہتمم صاحب جامعہ قابلِ مبارک باد ہیں اور اس منزل میں مستحق امداد ہیں کہ موجودہ فضاء میں کیا فونڈ کی صفائی اور ترقی مدرسہ کے سامان فی الحال آپ کو حاصل نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ڈابھیل اور سملک کے مسلم ممبران کو توفیق دے کہ اس تعلیم گاہ اور تربیت اسلامی کے اعلیٰ مرکز کو جو مغربی ہندوستان

کا صرف ایک ہی جامعہ ہے متفقہ کوششوں سے جلد تر اس بلندی پر لے آئیں جس کا مستحق ہے۔

ابراہیم خلیل غفرلہٗ ۲۰؍دسمبر ۱۹۵۶ء
(مولوی فاضل پنجاب)
۱۷؍جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ (از رجسٹر معائنہ ص۱۳۳)

نقل معائنہ
حکیم حاذق طبیب کامل جناب لطیف محمد خان صاحب
طبیب بھوپال پیری گھاٹ بھوپال

الحمدللہ والمنہ! اس مرتبہ سیر و سیاحت کی منزل اس مقدس اور مقبول جامعہ میں مقدر تھی جہاں شیخ الجامعہ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جیسے عالم اور مجاہد موجود ہیں۔ جہاں کی ابتدائی اور بنیادی علمی اور عملی خدمتیں حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی سے خاص تعلق رکھتی تھیں۔ بہرصورت یہ جامعہ اپنی چھوٹی سی عمر میں ہی بڑے بڑے کام کر چکا ہے اور اس کے فارغ التحصیل ہندوستان کے علمی و اقتصادی فرائض انجام دے رہے ہیں۔

یہ مدرسہ اس انقلابی دور میں بھی دارالعلوم دیوبند کے بعد میری نگاہوں میں ایک ایسی ممتاز شخصیت اور ایسی تعمیری اور افادی امتیازات رکھتا ہے جس کی مثال گجرات کے سوا اب ہمیں کہیں نظر نہیں آتی۔

۱۔ یہاں طلباء کی جوق در جوق پنجوقتہ نماز میں حاضری ایک ایمان افروز نظارہ ہے۔

۲۔ یہاں بعد مغرب تمام طلباء کا اجتماع مطالعہ اور تکرار اسباق کیلئے ۱۰ بجے شب تک ان کا مصروف ہونا ایک بڑی تنظیم ہے۔

۳۔ یہاں تقریباً دو سو بچوں کیلئے عصر سے پہلے کھانا تیار ہو جانا اور مغرب سے پہلے ان سب کا کھانے سے فارغ ہو جانا ایک اچھا انتظام ہے۔

۴۔ یہاں سب اساتذہ شفیق ہیں۔ مہتمم صاحب جامعہ بحیثیت ایک سرپرست کے ہر طالب علم کیلئے ہمدرد ہیں۔

۵۔ یہاں کا کتب خانہ قابلِ اطمینان حد تک ایک اعلیٰ علمی کتب خانہ ہے اس میں اب بھی وہ کتابیں موجود ہیں جو غالباً ہر جگہ نہیں مل سکتیں۔

۶۔ یہاں کے جناب مفتی صاحب انتہائی مخلص بزرگ اور مدرسہ نیز اہل وطن کے لئے ایک اخلاقی علمی اور روحانی طبیب ہیں۔

میری دعا ہے کہ یہ جامعہ زیادہ سے زیادہ ترقی کرے۔

حکیم لطیف محمد خاں

۲۰ر دسمبر ۱۹۵۶ء ۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ

(از رجسٹر معاینہ ص ۱۳۵)

نقل معائنہ

جناب زبیر صاحبؒ

الحمد للہ تعالیٰ وصلی اللہ تعالیٰ علی نبیہ وآلہ واصحابہ:

مدت کے بعد دفتر جامعہ اسلامیہ میں حاضری کا موقع نصیب ہوا اور عزیز محترم مولانا عبدالحئی صاحب سامنے ملے جن کو آنے جانیوالوں سے ملنے اور استقبال سے یکسوئی

نصیب نہ تھی تو خود مولانا محترم سے کوئی خاص بات چیت نہ ہو سکی مگر احقر نے طلباء کی کثرت سے جو خوشی محسوس کی تھی وہ جامعہ کی عمارت کی زبوں حالی دیکھ کر دب گئی دفتر میں پانی ٹپک رہا ہے۔ کئی حجرے جگہ جگہ سے شکستہ ہو رہے ہیں۔

باورچی خانہ دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ خواہ مخواہ مطبخ بنا دیا گیا ہے بہت ہی خستہ حالت میں ہے ڈر یہ ہے کہ اگر عمارت کی طرف سے اتنی ہی بے توجہی رہی تو یہ شاندار عمارت خدانخواستہ کھنڈر کی صورت ہو جائے ویسے اصحاب خیر اور علم دوست حضرات کی مسلم قوم میں کمی نہیں خداوند عالم حضرات اہل مال کو اس کام کی طرف جلد از جلد دھیان دے۔

الحمد للہ جامعہ کی مقبولیت بدستور ہے جو طلباء کے اژدحام سے معلوم ہو رہا ہے مگر عمارت کی تجدید ضرور قابل توجہ ہے سال تعلیم شروع ہے اس وجہ سے قدیم طلباء پورے حاضر نہیں ہیں مگر قدیم کی جگہ نئے لے رہے ہیں اسٹاف و کارکناں قابل اعتماد ہیں فی الحال تو تجدید و مرمت پر توجہ کی ضرورت ہے۔

احقر زبیر غفرلہ ۲۵/۵/۵۷ء
(مطابق شوال ۱۳۷۶ھ)
(از رجسٹر معاینہ ص ۱۳۹)

۱۳۷۷ھ اس سال مولانا شریف حسن صاحب پھر صدر مدرس رہے۔ مولانا عبدالحلیم صاحب صدیقی کا کوئی تذکرہ نہیں۔ کب گئے یہ بھی معلوم نہیں۔ کل چار طلبہ فارغ ہوئے (ایضاً ص۹) روداد میں سالانہ جلسہ اور امتحان کا ذکر تو نہیں لیکن رجسٹر معاینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۸ر شعبان ۷۷ھ مطابق ۲۸ر فروری ۵۸ء کو مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی سالانہ جلسہ میں شرکت کیلئے تشریف لائے تھے اور مندرجہ ذیل الفاظ میں اپنے خیالات ظاہر فرمائے۔

نقل معائنہ مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زمانہ گذرا کہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں خادم الطلبہ کی حیثیت میں خدمت علم دین میں مصروف تھا۔ آج عرصہ کے بعد پھر حاضری کا موقع ملا۔ سالانہ اجلاس کے موقع پر طلبہ کی استعداد اور ذوق علم وفن کا جائزہ لیا۔ طبیعت بہت مسرور ہوئی اگرچہ اُس دور میں اور اِس دور میں زمین وآسمان کا فرق ہے تاہم مہتمم صاحب (مولانا عبدالحئی بسم اللہ) کی توجہ اور سلیقۂ انتظام اور اساتذۂ کرام کے ایثار اور حسن تعلیم کی بدولت مدرسہ کا نظم ونسق اور تعلیمی ارتقاء قابلِ ستائش ہے خدائے برتر سے دعا ہے کہ اس کا نظم ونسق جلد ازجلد اس اسلوب اور نہج پر قائم ہو جائے جسکی بنیاد شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب (مدنی) نور اللہ مرقدہٗ نے ڈالی اور اس خاکسار نے مرتبہ دستور پیش کرکے مدرسہ کو صحیح معنی میں جامعہ اسلامیہ کی حیثیت پیدا کرنے کی سعی کی۔

حق تعالیٰ مہتمم صاحب اور اساتذۂ کرام اور اہل خیر کو بیش از بیش خدمت کا موقع مرحمت فرمائے اور ان کی موجودہ سعی کو سعیٔ مشکور بنائے۔

خادم ملک وملت

محمد حفظ الرحمٰن کان اللہ لہٗ

۸ر شعبان المکرم ۷۷ھ مطابق ۲۸ر فروری ۵۸ء

(از رجسٹر معاینہ ص ۱۴۱)

۱۳۷۸ھ یہ سال بھی حسب سابق رہا۔ چھ طلبہ فارغ ہوئے (ایضاً صفحہ ۱۳)۔

اس سال ۷ رشعبان ۷۸ھ کو حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب سالانہ جلسہ کیلئے تشریف لائے۔ رجسٹر معاینہ میں لکھتے ہیں آج بتاریخ ۷ رشعبان ۷۸ھ احقر جامعہ حاضر ہوا۔ جامعہ کی تعلیمی کارگذاری کا نچوڑ رپورٹ اور تقسیم انعامات کی صورت میں سامنے آیا، دل مسرور ہوا۔ حق تعالیٰ کا فضل ہے کہ باوجود ناساز گار حالات کے جامعہ اپنی جگہ قائم اور مصروف تعلیم ہے یہ کارکنوں کی محنت اور جفاکشی اور شغف تعلیمی ہے کہ نامانوس حصار کا مقابلہ کرتے ہوئے اس چشمۂ فیض کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ ان کی نیتوں میں برکت اور توفیق میں زیادتی عطا فرمائے اور حالات کو سازگار بنائے۔

محمد طیب مدیر دارالعلوم دیوبند ۷/۸/۷۸ھ

(از رجسٹر معاینہ صفحہ ۱۴)

یہ تین سال سے کچھ زائد از ربیع الآخر ۷۶ھ تا رجب ۷۹ھ مولانا عبدالحئی بسم اللہ صاحب کا دور اہتمام تھا اس پر جامعہ کا دور ثانی ہم ختم کرتے ہیں۔

جامعہ کا دَورِ ثانی ایک نظر میں

جامعہ کا یہ دور ثانی ۱۳۶۱ھ سے شروع ہو کر ۷۹ھ پر ختم ہوا۔ جس میں جامعہ کا اہتمام شروع میں گیارہ سال حضرت مفتی اسماعیل بسم اللہ کے سپرد رہا پھر چند سال ایسے ہی گذرے جن میں کوئی مہتمم نہیں تھا اس کے بعد دو سال مولانا محمد ایکھلوایا صاحب مہتمم رہے بعدہٗ تین سال مولانا عبدالحئی ابن مفتی اسماعیل بسم اللہ نے اہتمام کیا۔ اس اٹھارہ سالہ دور میں فضلاء کی کل تعداد ———

تین سو پچاسی ۳۸۵ ہے جبکہ چودہ ۱۴ سالہ دور اول میں فضلاء کی تعداد چھ سو پچپن ۶۵۵ تھی۔ اس دوسرے دور میں تعمیر بلکہ مرمت کے کسی کام کا بھی ذکر نہیں ملتا۔ اس دور میں بھی جامعہ کو اچھے اچھے ملک کے نامور اساتذہ میسر ہوئے اگرچہ قیام طویل نہیں رہ سکا۔

جامعہ کا دورِ ثالث

(از ۱۳۷۹ھ تا حال ۱۴۰۴ھ)

مولانا محمد سعید احمد بزرگ مدظلہ کا دورِ اہتمام

اہتمام مولانا محمد سعید بزرگ تک کس طرح پہنچا اس کی تفصیل ان سے اس طرح معلوم ہوئی واقعات میں ربط کیلئے لکھتا ہوں۔ مولانا عبدالحیٔ بسم اللہ صاحب نے تین سال اہتمام کیا۔ اس زمانہ میں مدرسہ کی حالت ناگفتنی تھی کلکٹر کی اجازت کے بغیر ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس لئے مدرسہ کی حالت ابتر ہوتی چلی جا رہی تھی انتظام پر کنٹرول نہیں تھا تنخواہ بھی کبھی ماہ دو ماہ بعد ملتی اہتمام میں نام ہونے کی وجہ سے بدنامی ان کی ہو رہی تھی۔ انھوں نے مڈگاسکر جانے کا پروگرام بنا لیا کوشش کی اور کامیاب بھی ہو گئے لیکن ان کے لئے بھی یہی دشواری تھی کہ جب تک کسی کو یہ عہدہ سپرد نہ کرلیں جا نہیں سکتے تھے اس لئے انھوں نے ڈابھیل و سملک کے معزز لوگوں کو ایک رات جمع کیا۔ پچاسوں آدمیوں کا یہ مجمع پہلے تو حاجی ابراہیم میاں صاحب (مولانا بزرگ کے خسر اور مولانا عبدالحق میاں اور مولانا شفیع میاں کے والد بزرگوار) کے پاس پہونچا۔ ان کو ساتھ لیکر مولانا بزرگ کے گھر پہونچے۔ رات کے گیارہ ۱۱ بجے کا وقت تھا۔ ان کو

بیدار کر کے ہر طرح کا دباؤ ڈالا کہ یہ عہدہ آپ کو قبول کرنا ہوگا۔

مولانا محمد سعید بزرگ نے بہت اصرار اور دباؤ کے بعد یہ جواب دیا کہ مجھے کچھ مہلت ملنی چاہئے۔ اپنے خیرخواہوں سے مشورہ کے بعد جواب دوں گا۔ ابھی جو لوگ ان کے والد مرحوم کے زمانہ میں ان کے ہمدرد اور خیرخواہ تھے زندہ تھے ان سے مشورہ کرنا تھا۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب اور اکابر جمعیۃ سے بھی رائے لینی تھی۔ سب سے رائے مشورہ کے بعد اہتمام کیلئے تیار ہو گئے۔ لیکن مہتمم کی تنخواہ اس کی پوسٹ کے لحاظ سے بہت کم تھی اس سے زیادہ تنخواہ سملک اسکول سے مل رہی تھی جس کے وہ مدرس تھے مگر مولانا عبدالحق میاں، مولانا شفیع میاں اور جناب یوسف نانا مرحوم نے اپنے یہاں بلاکر بہت سمجھایا کہ تنخواہ کا مسئلہ پھر حل ہوسکتا ہے۔ سردست اہتمام کو قبول کرلینا چاہئے ہم ہر طرح مدد کیلئے تیار ہیں۔

ان سب کے بعد تیار ہو کر کلکٹر کے ہاں گئے وہاں بھی تنخواہ کی بات رکھی کہ اس پوسٹ اور عہدہ کے شایان شان نہیں اس کو زیادہ کیجئے ورنہ میں بغیر تنخواہ کے کام کروں گا۔ کلکٹر نے جواب میں کہا میں اس تنخواہ کو بڑھا نہیں سکتا اس لئے کہ مجھ کو اس کا اختیار نہیں پہلے سے یہی تنخواہ چلی آرہی ہے۔ اور آپ کو تنخواہ لینی ضروری بھی ہے چاہے وہ چند پیسے ہی کیوں نہ ہوں ہاں میں آپ کی سہولت کیلئے پانچ ہزار کی رقم پیشگی دیدوں گا آپ اطمینان سے مدرسہ کا انتظام چلا لیے خرچ کیجئے اور تمام حساب اپنے پاس رکھئے۔

اس گفتگو کے بعد جامعہ آکر مولانا عبدالحیٰ بسم اللہ صاحب سے چارج لیا یہ ۱۳ رجب ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۳ رجنوری ۱۹۶۰ء کا واقعہ ہے۔ مولانا احمد بزرگ نے چارج کے وقت جو چیزیں چھوڑی تھیں اس میں سے بیشتر چیزیں لاپتہ تھیں فقط ایک شکستہ چٹائی دارالاہتمام میں موجود تھی از سرِ نو مدرسہ بسانا تھا تین سال تک مزید نئے دستور کی منظوری تک جامعہ کا نظام کلکٹر کے زیرِ نگرانی چلتا رہا۔

اہتمام سنبھالتے ہی چار سال کی بقیہ رپورٹ شائع کرنے کی فکر ہوئی کلکٹر سے اس کی منظوری ایک مشکل کام تھا اپنے طور پر روپیہ کا انتظام کرکے تین مہینے میں چار سال کی رپورٹ شائع کردی اور مہینہ کی پہلی تاریخ کو تنخواہ دینے کا بھی بندوبست کرلیا۔ کلکٹر کے یہاں سے چک پاس کرانے میں جو وقت صرف ہوتا تھا مدرسین کو اتنی تاخیر سے تنخواہ ملتی تھی اب یہ پریشانی خیر خواہوں کے تعاون سے دور ہوگئی۔

نئے دستور کو منظور کرانے کی کوشش جاری تھی کہ جناب عبدالحی پٹیل صاحب نے عدالت میں یہ رٹ داخل کردی کہ تعلیم الدین کا نام مدرسہ سے نکال دیا جائے اس پر بحث ہوئی۔ اس سلسلہ میں مہتمم صاحب مدظلہ، جناب ابراہیم نواب اور جناب یوسف نانا کے ساتھ احمد آباد گئے وہاں سے ایک معزز شخص جناب غلام حسین قریشی صاحب کو لیکر عدالت میں حاضر ہوئے۔ جج کا رخ دوسرا تھا لیکن قریشی صاحب نے پورے اعتماد اور قوت کے ساتھ یہ کہدیا کہ آپ کو جو فیصلہ کرنا ہو کر دیجئے ہم آگے کارروائی کرلیں گے اس جملہ کا بڑا اثر ہوا اس کی رائے بدل گئی اس نے تعلیم الدین کے باقی رکھنے کے حق میں فیصلہ صادر کردیا۔ اور دستور بھی منظور کرلیا۔ یہ دستور حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی کا مرتب کیا ہوا تھا۔ یہ دستور منظور نہ ہوتا اور تعلیم الدین کا نام نکل جاتا تو اس ادارہ کو جو نسبت اس کے بانی مولانا احمد حسن بھام سملکی سے حاصل تھی وہ منقطع ہوجاتی اور شاید یہ کوئی دنیاوی تعلیم گاہ بن جاتا۔

دستور کی منظوری کے بعد مدرسہ آزاد ہوگا، کلکٹر کی پابندی ختم ہوگئی۔ اس موقع پر ایک جلسہ کیا گیا تھا جس میں کلکٹر بھی حاضر ہوا تھا مولانا محمد سعید بزرگ صاحب کو اہتمام لئے ہوئے تین سال ہوئے تھے۔ اس نے انتظام دیکھ کر تعریف کی

اور لوگوں کے سامنے نئے دستور کے مطابق جامعہ کو چلانے کیلئے اختیار کلی اس بورڈ کے حوالہ کیا جو ایک سال کیلئے قائم کیا گیا تھا۔ سال گذرنے پر مستقل طور پر مجلس شوریٰ کا انتخاب ہوا اور اب تک اس ضابطہ کے مطابق ہر پانچ سال پر انتخاب ہوتا رہتا ہے۔

مولانا محمد سعید بزرگ صاحب نے لوگوں کے بہت اصرار کے بعد اہتمام قبول کیا تھا اس لئے پورے اختیار اور استقلال کے ساتھ انتظام کیا اصحاب خیر اور ہمدردوں نے بھی پورا تعاون کیا۔ حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی یہ بات پورے طور پر صادق ہوئی کہ تمہارے پیچھے ایک بڑی طاقت ہے بزرگوں کی توجہات ان کی دعاؤں اور ہمت افزائیوں نے بہت کام کیا ورنہ اتنی پستی سے اٹھاکر کسی ادارہ کو ترقی دینا آسان کام نہیں تھا۔

مولانا احمد بزرگ صاحب نے بمبئی میں ایک موقع سے یہ بات جناب گارڈی سیٹھ صاحب سے کہی تھی کہ ابھی آپ لوگ جو چاہیں کریں لیکن آئندہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ لوگ ہمارے ہی گھر کے آدمی کو رات میں اٹھاکر مہتمم بنائیں گے اور انتظام اس کے ہاتھ میں دیں گے۔ اس پیش گوئی کی بھی پوری پوری تصدیق ہوئی۔

پورا اختیار مل جانے کے بعد تعمیرات اور عمارات کی مرمت کی طرف توجہ کی، تقریباً بیس سال کی مدت ایسی گذری کہ کسی عمارت کو چونہ دینے اور رنگ روغن کرانے کی بھی نوبت نہیں آئی تھی کوئی نئی تعمیر کیا ہوتی جو کچھ تھا وہ مولانا احمد بزرگ رح کے زمانہ کا بنا ہوا تھا یا اس سے پہلے مولانا احمد حسن بھام کے دور کا۔ ان تعمیرات کی تفصیل سال بہ سال پیش کی جائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

طلبہ پر کنٹرول کرنے، ان کی نگرانی اور اخلاقی اصلاح و تربیت کیلئے بہت محنت اور جانفشانی کرنی پڑی اس کے لئے رات کو مدرسہ آنا پڑا تو اس سے بھی دریغ نہیں کیا گیا۔ رات دن کی محنت اور پوری جد و جہد کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر جامعہ کو ترقی

کی راہ پر گامزن کر دیا اور آج وہ دن آیا کہ جامعہ اپنی تعمیرات و ترقیات کی وجہ سے ہر وارد و صادر کو دعوتِ نظارہ پیش کرتا ہے[1]۔

اس موقع پر مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا مکتوب گرامی نقل کرنا بہت مناسب ہوگا۔ وہ بعینہٖ یہ ہے۔

المدینۃ المنورہ

۲۵ رشعبان المعظم ۱۳۸۴ھ عزیز مکرم مولوی محمد سعید صاحب بزرگ سلمہٗ

۲۲ر فروری ۱۹۶۵ء۔ دوشنبہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اس سے قبل ایک خط اپنی علالت کا ارسال کر چکا ہوں۔ اس کے بعد مولانا محمد میاں صاحب زاد فضلہم کے مکتوب گرامی سے اچانک یہ خوشخبری موصول ہو کر دل اور آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے والد مرحوم کی جگہ اب آپ کو جامعہ اسلامیہ کے اہتمام کیلئے منتخب فرمالیا فبشریٰ لکمُ۔ میرے لئے اس سے زیادہ مسرّت کی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس منصب پر آپ فائز ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے انشاء اللہ جو خیر آپ کو بلا طلب عطاء کی ہے وہی اس میں خود آپ کی مدد فرمائے گا اگر میں زندہ رہ گیا تو آنعزیز کو جو تعلیمی مشورے یا نظامی سلسلہ میں ضروری امور ہوں گے ان سے ضرور آگاہ کرتا رہوں گا۔ گھبرا کر کام نہ چھوڑیں اور اس کو عظیم دینی خدمت تصور کریں بالخصوص اس قحط الرجال کے زمانہ میں دینی امور میں تأخر بہت نامناسب ہے واللہ تعالیٰ ناصرکم اور اپنے والد مرحوم کی روح کو اس خدمت سے خوش کر دیں۔ سب احباب سے سلام۔ فقط والسلام

بندہ محمد بدر عالم عفی عنہ

---

[1] یہ تفصیلات مولانا محمد سعید بزرگ مہتمم جامعہ سے معلوم ہوئیں۔

۱۳۷۹ھ مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہ نے ۱۳ر رجب ۱۳۷۹ھ مطابق جنوری ۱۹۶۰ء کو چارج لیا ابھی چونکہ گذشتہ چار سالوں کی رپورٹ باقی تھی اس لئے اسی کو امسال شائع کیا گیا۔ ۷۹ھ اور ۸۰ھ کی دو سالہ یکجا روداد ۸۰ھ کے ختم کے بعد شائع ہوئی اسی سے یہ حالات ماخوذ ہیں۔

شعبان ۷۹ھ میں قاری سعید الحق صاحب مستعفی ہو گئے ان کی جگہ قاری رمضان صاحب ذیقعدہ میں مقرر ہوئے۔ شوال میں مولانا شوکت علی صاحب (کوکنی) عربی کے مدرس رکھے گئے۔ سالانہ جلسہ کا ذکر روداد میں نہیں۔ مولانا محمد سعید بزرگ صاحب سے معلوم ہوا کہ ۲۲ر شعبان کو جلسہ ہوا تھا جس میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی تشریف لائے تھے۔ اس سال آٹھ طلبہ فارغ ہوئے۔

(روداد ۷۹-۸۰ھ صفحہ ۱۔ ۱۱۔ ۳۴)

۱۳۸۰ھ اس سال سالانہ جلسہ ۲۴ر جنوری ۱۹۶۱ء کو مولانا محمد سعید مہتمم جامعہ حسینیہ راندیر کی صدارت میں ہوا صبح کو آٹھ بجے جلسہ شروع ہوا۔ رات ہی سے باہر کے مہمان آچکے تھے۔ منڈپ بھرا ہوا تھا۔ قراءت و نظم کے بعد مہتمم صاحب نے لکھی ہوئی رپورٹ سنائی۔ دس فضلاء کی دستار بندی ہوئی انعامات اور سندیں دی گئیں پھر مہمان خصوصی مولانا ابو الوفا شاہجہاں پوری نے سیرت کے موضوع پر سحر آفریں وعظ فرمایا دعا پر جلسہ ختم ہوا۔ (ایضاً ص ۹)

اس رپورٹ میں مہتمم جامعہ نے قوم کے سامنے وہ سارا پروگرام پیش کر دیا جو ان کے پیش نظر تھا نیز جو جو اصلاحات اب تک کر چکے ہیں اس کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ سب سے پہلے تو یہ لکھا ہے کہ میں اس عظیم ادارہ کی ذمہ داری قبول کرنے کا بالکل اہل نہیں مجھے یہ بات معلوم ہے لیکن بزرگوں کے مشورہ اور دوستوں کے حسن ظن کی بناء پر مجبوراً قبول کر لیا ہے۔ اور اللہ کا نام لے کر کام شروع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے

دعا کریں کہ اس بار گراں کے اٹھانے کی طاقت اور ہمت مجھے عطاء فرمائے۔

اصلاحی اقدامات

پھر لکھتے ہیں:۔

۱۔ تعلیمی سال کے شروع ہونے پر ہم نے دارالاقامہ کے حجروں میں ایک درجہ کے طلبہ کو ایک ساتھ رکھا ہے تاکہ وہ ایک دوسرے سے ملکر سبق کی تکرار کر سکیں اور ایک دوسرے کیلئے افادہ واستفادہ آسان ہو۔ ہم جماعت طلبہ میں ساتھ رہنے سے محبت اور ملاپ پیدا ہو۔

۲۔ اب تک یہ دستور تھا کہ تمام طلبہ اپنے اپنے برتن میں مطبخ سے کھانا لاتے تھے اور کھاکر خود ہی برتن دھلتے تھے۔ اس میں ان کا بہت سا وقت ضائع ہو جاتا تھا۔ اب نیا انتظام یہ ہوا ہے کہ تمام طلبہ کو ایک ہی جگہ بٹھا کر کھلا دیا جاتا ہے۔ اس سے طلبہ کو بہت سہولت ہو گئی ہے۔ کھانے کے معیار کو بھی بلند سے بلند تر کر دیا گیا ہے۔ ہر وقت کھلانے سے پہلے کھانے کی جانچ کر لی جاتی ہے۔ اگر کوئی شکایت ہوتی ہے تو فوراً تنبیہ کیجاتی ہے۔ برتن بھی اچھے سے اچھے خرید لئے گئے ہیں۔

۳۔ طلبہ کے تعلیمی معیار کو بلند کرنے کیلئے ایک نیا قانون یہ بنایا گیا ہے کہ سہ ماہی اور ششماہی امتحانات میں اول نمبر سے کامیاب ہونے والے طلبہ کو ہر ماہ ایک روپیہ بطور انعام دیا جاتا ہے تاکہ طلبہ میں مسابقت کا جذبہ پیدا ہو اس روپیہ کا انتظام الگ سے کیا گیا ہے مدرسہ کے فنڈ سے اس کا تعلق نہیں۔

۴۔ روزانہ مغرب وعشاء کے بعد سبق یاد کرنے کیلئے ہر طالب علم کو درسگاہ میں بیٹھنا ضروری قرار دیا گیا ہے اس کے لئے باقاعدہ نگراں مقرر کر دئے گئے ہیں۔

۵۔ تمام طلبہ پانچوں وقت کی نماز جماعت کے ساتھ پابندی سے ادا کریں اس کا بھی انتظام کیا گیا ہے چھوٹے بچوں کو نماز سکھانے کا بھی الگ سے دو عالموں کی

نگرانی میں انتظام ہوا ہے۔ وہ عملاً بچوں کو نماز کا طریقہ سکھاتے ہیں۔

اردو کا ذوق اور اس میں مہارت پیدا کرانے کیلئے انجمن جمعیۃ الطلبہ قائم کردی گئی ہے جس میں ہر ہفتہ طلبہ ایک دن اردو میں تقریر کرتے ہیں۔

فضول خرچی سے بچانے کیلئے یہ انتظام کیا گیا ہے کہ والدین کی طرف سے جو رقم آتی ہے اس کو آفس میں جمع کرلیا جاتا ہے پھر ہفتہ میں ایک روز حسب ضرورت اس میں سے دیدی جاتی ہے۔

۸۔ مدرسین اور ملازمین کی سہولت کیلئے "بچت اسکیم" قائم کی گئی ہے۔ ہر مہینہ تنخواہ سے تین یا پانچ روپے جمع کرلئے جاتے ہیں تاکہ ہنگامی ضرورت کے وقت اسی رقم سے مدرسین اور ملازمین اپنی ضرورت پوری کرلیں۔ سوال کی ضرورت نہ پیش آوے۔

۹۔ طلبہ کو رات میں پڑھنے کیلئے باقاعدہ روشنی کا انتظام کیا گیا ہے اور ایک ایسے سپروائزر کا تقرر کیا گیا ہے جو طلبہ کو اسکالرشپ اور والدین کے یہاں سے آئی ہوئی رقم تقسیم کرے۔ طلبہ کی نگرانی کرے ان کی شکایتوں کو دور کرے۔

۱۰۔ ہر جماعت کیلئے درسگاہ متعین کردی گئی ہے کیونکہ طلبہ کے ادھر سے ادھر آنے جانے میں بڑا انتشار ہوتا ہے اور وقت بھی ضائع ہوجاتا ہے۔ اساتذہ گھنٹہ ہونے پر بدل جاتے ہیں۔ طلبہ اپنی جگہ پر رہتے ہیں۔ ہر درسگاہ میں کتابیں رکھنے کے لئے الماریاں رکھ دی گئی ہیں۔ دارالاقامہ میں بھی کوئی طالب علم نہیں جاسکتا۔ اس نظام سے طلبہ پر کافی کنٹرول ہوگیا۔

ضروریاتِ جامعہ ضروریاتِ جامعہ کے تحت کتبخانہ کیلئے کتابوں کی فراہمی دارالاقامہ کی مرمت، مطبخ کی تعمیر، درسگاہ کی مرمت، نئی وائرفٹنگ، طلبہ کے لئے ناشتہ اور امتحان میں کامیاب ہونے والوں کو انعام دینے کی طرف قوم کو متوجہ کیا ہے

اسی سال بعض حضرات کی امداد سے مسجد قدیم کی مرمت کا کام بھی انجام پاگیا۔
(روداد مذکور صـ۳ تا ۸)

اس سال ہندوستان کے مشہور محدث علامہ کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ نے جامعہ کو تشریف آوری سے نوازا حضرت موصوف نے ان الفاظ میں اپنے تاثرات ظاہر فرمائے۔

نقل معائنہ محدث جلیل علامہ کبیر
مولانا ومخدومنا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ

بعد حمد وصلوٰۃ۔ آج بتاریخ ۲۶ر شوال ۱۳۸۰ھ مجھے حسن اتفاق سے جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین میں حاضری کا شرف حاصل ہوا مدتوں سے اس درسگاہ کی زیارت کا اشتیاق تھا اور کئی بار ایسا ہوا کہ قریب آکر بعض عوارض کی وجہ سے حاضری کا ارادہ فسخ کرنا پڑا۔ الحمدللہ کہ میں نے اپنے دو روزہ قیام میں مدرسہ کو اچھی طرح دیکھا۔ حضرات مدرسین سے تفصیلی ملاقاتیں ہوئیں۔ یہ مدرسہ اس وقت جو دینی اور تعلیمی خدمات انجام دے رہا ہے اس کو دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی۔

مہتمم مدرسہ جناب مولانا محمد سعید بزرگ صاحب کی ہمت میں حق تعالیٰ برکت عطا فرمائے وہ جس محنت اور جانفشانی سے نظامت کی خدمت انجام دے رہے ہیں وہ بہت زیادہ قابل تعریف ہے اور امید کی جاتی ہے کہ ان شاء اللہ بہت جلد یہاں کا تعلیمی معیار حسب سابق بہت اونچا ہوجائے گا اور سارے انتظامات پورے طور پر ٹھیک ہوجائیں گے۔ اس طرح توقع ہے کہ چند ہی دنوں میں یہ درسگاہ گجرات کی ایک مثالی درسگاہ بن جائے گی۔ حقق اللہ آمالنا۔ وانا الفقیر الیہ تعالیٰ حبیب الرحمٰن اعظمی مئو اعظم گڈھ
۱۳ر اپریل ۱۹۶۱ء (از رجسٹر معاینہ صـ۱۵)

۱۳۸۱ھ

اس سال جامعہ سے پانچ عالم سات حافظ تیار ہوئے اور گیارہ طلبہ نے قرآن شریف ناظرہ ختم کیا۔ سالانہ امتحان کے بعد فضلاء کو دستار و سند دی گئی اور عام کامیاب ہونے والے نیز ہر درجہ میں اول آنے والوں کو انعامات تقسیم کئے گئے (روداد ۸۱ھ ص۹)۔

سالانہ جلسہ کا ذکر روداد میں نہیں ملا۔ لیکن تاریخ کے لحاظ سے ٹھیک جلسہ کے ایام میں مولانا سعید احمد اکبرآبادی اور مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی جامعہ میں مہتمم صاحب کی دعوت پر تشریف لائے۔ غالباً یہ تشریف لانا جلسہ ہی کیلئے تھا رجسٹر معاینہ میں ان کے تاثرات درج ہیں۔

نقل معائنہ

مولانا سعید احمد اکبرآبادی و مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی

آج کم و بیش بتیس[۱] ۳۲ برس کے بعد مولانا محمد سعید بزرگ صاحب کی دعوت پر جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل کو دیکھنے اور اس کے کاموں کا جائزہ لینے کا موقع ہوا تو یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ مولانا محمد سعید صاحب اپنے رفقاء کی امداد و اعانت سے اس مدرسہ کو نہ صرف بحسن و خوبی قائم رکھے ہوئے ہیں بلکہ شب و روز اس کو ترقی دینے میں ساعی و کوشاں ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ مدرسہ مسلمانان گجرات کیلئے تعلیم دین و تربیت اسلام کا ایک قابلِ قدر اور مثالی ادارہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کے کارکنوں اور معاونین کو مزید ہمت و توفیق اور استقلال

---

[۱] مولانا اکبرآبادی ۴۸ھ تک یہاں مدرس تھے۔ ۴۹ھ کی روداد میں نام نہیں۔

و تبات عطا فرمائے۔

سعید احمد اکبرآبادی ۱۱ر جنوری ۶۲ء
عتیق الرحمٰن عثمانی ۱۱ر جنوری ۶۲ء

(از رجسٹر معاینہ ص۱۵۲)

ایک بڑی خوشخبری جس نئے دستور مرتبہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی کی منظوری کی کوشش جاری تھی وہ ۱۵ر ذی قعدہ ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۱ر اپریل ۱۹۶۲ء کو پاس ہو کر مل گیا۔ اب جامعہ اس کڑی پابندی سے آزاد ہو گیا جو ترقی کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ تھی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

مہتمم صاحب لکھتے ہیں "مینجنگ بورڈ نے جس طرح اب تک ہمارا ساتھ دیا ہے اگر آئندہ بھی اسی طرح اس کی ہمدردیاں ہمارے ساتھ رہیں تو جامعہ بہت تیزی کے ساتھ منزل مقصود کی طرف قدم بڑھاتا رہے گا۔ بورڈ نے رائے مشورہ کیلئے ایک ورکنگ کمیٹی بنادی ہے جس میں مہتمم کے علاوہ یہ حضرات شامل ہیں۔ مولانا عبدالرحمٰن صادق راندیری، مولانا محمد شفیع میاں سملکی، جناب رشید احمد موٹا (پٹیل) جناب ابراہیم محمد نواب یہ حضرات پوری دلچسپی سے جامعہ کے تمام کاموں میں حصہ لیتے ہیں اور ہر طرح مدد کرتے ہیں۔ (روداد ۸۱ھ ص۶-۷)۔

تنظیم مکاتب اس سال جامعہ نے تنظیم مکاتب کی اسکیم پیش کی۔ یعنی مکاتب کی تعلیم میں ہم آہنگی اور کامل افادیت پیدا کرنے کیلئے مختلف دیہاتوں کے مکاتب کو جامعہ سے ملحق کر لیا۔ جامعہ ان کی تعلیمی رہنمائی کرے گا۔ جامعہ سے اساتذہ امتحانات کیلئے بھیجے جائیں گے، وہ امتحانات کے بعد جو خامیاں ہوں گی ان کی طرف نشاندہی کریں گے، سات مکاتب میں یہ سلسلہ شروع ہو گیا جامعہ نے مکاتب کی تعلیم کا نصاب بھی متعین کر دیا ہے۔ جہاں صرف ایک مدرس ہیں وہاں کا الگ اور جہاں چند

مدرسین ہیں وہاں کا الگ امید ہے کہ دیگر مکاتب بھی اس الحاق کو پسند کریں گے اور اس سے بنیادی تعلیم کا معیار بلند ہوگا۔

نئی وائرفٹنگ سال گذشتہ اس کی ضرورت ظاہر کی گئی تھی۔ اس سال اہل خیر حضرات کی توجہ سے طلبہ کے حجروں، مسجد، درسگاہوں اور اساتذہ کے کمروں میں نئی فٹنگ ہوگئی۔

چائے ناشتہ کا انتظام گذشتہ سال اس کی بھی ضرورت ظاہر کی گئی تھی۔ سال رواں میں جامعہ کی طرف سے اس کا انتظام کرلیا گیا۔ طلبہ عزیز نماز فجر کے بعد مسجد میں تلاوت کرتے ہیں۔ ادھر چائے ناشتہ تیار ہوجاتا ہے، تلاوت سے فارغ ہوکر چائے ناشتہ کرلیتے ہیں۔ پھر ضروریات سے فارغ ہوکر درسگاہ میں حاضر ہوجاتے ہیں اس طرح ان کا قیمتی وقت ضائع ہونے سے بچ جاتا ہے اور غریب ونادار طلبہ بھی چائے ناشتہ سے محروم نہیں رہتے۔

ضروریاتِ جامعہ اس عنوان کے تحت درجات صنائع (ہنر وحرفت) کے کھولنے کی ضرورت بتائی گئی ہے تاکہ فضلاء جامعہ علم دین کی خدمت و اشاعت کے ساتھ اپنے ہاتھ سے کچھ کام کرکے اپنی معیشت کو سدھار سکیں۔ تنخواہ کی قلت کی وجہ سے سلسلۂ تعلیم وتعلم سے کنارہ کش نہ ہوجائیں۔ مالی استحکام کی وجہ سے جم کر تعلیم وتبلیغ کا کام انجام دے سکیں۔

درجۂ حفظ کے طلبہ کیلئے ایک خاص انتظام درجۂ حفظ کے طلبہ کیلئے ایک خاص انتظام یہ ہوا کہ وہ عشاء کے بعد جلد سو جاتے ہیں صبح کو فجر سے ایک گھنٹہ قبل ان کو اٹھا دیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنے اسباق صبح کے سہانے وقت میں پختہ کرلیا کریں اس کے لئے اساتذہ مقرر کردیئے گئے ہیں۔ (روداد ۱۴۰۸ھ ص۸ تا ۹)۔

۱۳۸۲ھ ۷؍شوال کو جامعہ کھل گیا۔ ۱۰؍شوال سے درجات حفظ اردو فارسی اور ابتدائی عربی کی تعلیم شروع ہو گئی ۱۴؍شوال سے بقیہ درجات عربیہ کی تعلیم بھی شروع ہو گئی۔

سالانہ امتحان سالانہ امتحان ۱۷؍رجب کو شروع ہوا اور ۲۲؍رجب کو ختم ہوا درجات عربیہ میں تہتر ۷۳ فارسی میں پچھتر ۷۵ اردو میں چونتیس ۳۴ حفظ میں ترسٹھ ۶۳ ناظرہ میں اکسٹھ ۶۱ طلبہ نے امتحان میں شرکت کی۔

فارغین آٹھ ۸ طلبہ دورۂ حدیث سے فارغ ہوئے۔ سات ۷ قاری ہوئے۔ بیس ۲۰ حافظ ہوئے۔ سترہ ۱۷ طلبہ نے ناظرہ قرآن شریف ختم کیا۔

سالانہ جلسہ ۲۷؍رجب ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۵؍دسمبر ۱۹۶۲ء کو مینجنگ بورڈ کے ممبر اور جمعیۃ علماء گجرات کے صدر مولانا عبدالرحیم صادق راندیری کی صدارت میں سالانہ جلسۂ دستار بندی منعقد ہوا شام ہی سے دور دراز کے لوگ کافی تعداد میں پہنچ چکے تھے۔ ۸ بجے صبح جلسہ شروع ہوا۔ قرارت و نظم اور مہتمم صاحب کی رپورٹ پیش کرنے کے بعد ۸ فضلاء کی دستار بندی ہوئی۔ تجوید سے فارغ ہونے والوں کو سندیں دی گئیں پھر گجرات کے شیریں بیاں واعظ مولانا احمد اللہ صاحب راندیری نے سیرت نبوی پر ایک مؤثر وعظ فرمایا اس کے بعد جلسہ دعا پر ختم ہوا۔ صبح اور دوپہر میں تمام شرکاء جلسہ کیلئے کھانے کا انتظام کیا گیا تھا۔

اساتذہ و ملازمین شوال ۸۲ھ میں مولانا خیرالرحمٰن صاحب مدرسہ سے علیحدہ ہوئے۔ مولانا ابراہیم پالنپوری، مولانا ابراہیم اندوری درجات عربیہ میں اور مولانا عبدالغفور نقشبندی درجۂ فارسی میں مقرر ہوئے۔ جمادی الاخریٰ میں جناب (منشی) محمد حبیب صاحب کا تقرر ہوا۔

(روداد ۸۲ھ ص ۱۲-۱۳)

حادثات وفات

اس سال جامعہ اپنے تین مخلصین سے محروم ہوا۔

۱- مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری (آپ کی وفات یکم محرم ۱۳۸۲ھ مطابق ۶ رجون ۱۹۶۲ء کو ہوئی) مولانا مرحوم گجرات کے تجربہ کار عالم و فاضل تھے۔ جامعہ کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق تھا آپ نے جامعہ کی (صدر مہتمم کی حیثیت سے) خدمت بھی کی نیز ہمیشہ جامعہ کے کاموں میں خلوص دل سے حصہ لیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اس مخلص ہمدرد کے ساتھ بھی اپنی خصوصی نوازش کا معاملہ کرے اور جنت الفردوس میں اونچا مقام عطا کرے۔

۲- مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ (یکم ربیع الاول ۱۳۸۲ھ مطابق ۲ر اگست ۱۹۶۲ء کو آپ کی وفات حسرت آیات ہوئی) مولانا کی وفات سے ہندوستان کے جن مختلف اداروں کو ناقابل تلافی نقصان پہونچا ہے ان ہی میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل بھی ہے۔ جامعہ سے مولانا کا بہت قدیم تعلق تھا۔ علامہ انور شاہ صاحب کے ساتھ جو قافلہ علماء کرام کا یہاں آیا تھا اس میں آپ بھی تھے۔ یہاں سے جانے کے بعد بھی جامعہ سے آپ کو بے پناہ محبت تھی۔ جب بھی آپ کو جامعہ کی کسی خدمت کیلئے زحمت دی گئی آپ نے بخوشی اسے قبول فرمایا۔

جامعہ کے پچھلے اختلافات کو دور کرنے اور نئے دستور کو مرتب کرنے میں مولانا مرحوم نے بہت کوشش کی تھی جب جامعہ کا نیا دستور بن گیا تو مولانا نے اپنی بہت سی مشغولیتوں کے باوجود نئی مجلس شوریٰ کی ممبری قبول فرمائی تھی لیکن افسوس صد افسوس کہ اس مجاہد جلیل اور مقرر اعظم کے مشوروں سے ابھی جامعہ فائدہ

---

[1] مولانا کا کسی قدر تفصیلی تذکرہ ص ۲۸۵ پر ملاحظہ ہو۔

بھی نہیں اٹھا سکا تھا کہ آپ نے داعئ اجل کو لبیک کہہ دیا اور جامعہ ہمیشہ کیلئے اپنے ایک بڑے محسن اور بہترین مشیر سے محروم ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

جامعہ کے اساتذہ اور طلبہ نے قرآن پڑھ پڑھ کر بار بار روح پرفتوح کو ایصال ثواب کیا۔ بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہوں کہ الٰہی امت مسلمہ کے اس عظیم مجاہد اور ہمارے مہربان سرپرست کو اپنی خاص نعمتوں سے نواز دے اور ان کی خدمات کو قبول فرما کر درجات عالیہ میں مزید ترقی عطا فرما۔

۳۔ مولانا محمد ابراہیم ایکھلوایا۔۔۔ آپ صوفی صاحب کے نام سے مشہور تھے۔ تقریباً ۲۵ سال تک جامعہ کی خدمت کی۔ ابتدائی درجات کے استاذ تھے۔ جامعہ کے مختلف دور میں صبر و استقامت کے ساتھ طلبہ کو فیض پہنچاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مخلصانہ خدمات کا بہترین بدلہ عطا فرمائے (آپ مولانا محمد ابراہیم ایکھلوایا مہتمم جامعہ کے سوا ہیں)۔ (روداد ۸۲ھ ص ۱۱)۔

آمد مولانا مسیح اللہ خانصاحب مدظلہ

ذی الحجہ ۸۲ھ میں حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب مدظلہ خلیفہ حضرت تھانوی نے جامعہ کو حاضری کا شرف بخشا۔

معاینہ کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

---

[1] مولانا مرحوم کا تذکرہ ص ۳۰۹ پر ملاحظہ ہو۔

نقل معائنہ

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب مدظلہ

الحمد للہ وکفیٰ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ المصطفیٰ : امابعد !

بندہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۴۱۲ھ یوم شنبہ کو جلال آباد مظفر نگر یوپی سے گودھرا کیلئے احباب کی دعوت پر روانہ ہوا وہاں سے ۲۰ ذی الحجہ چہارشنبہ کو روانگی سملک ڈابھیل کیلئے ہوئی۔ محترم جناب مولانا (محمد) سعید صاحب زید مجدہم و مشفقہم مولوی رشید احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی یاد آوری پر پہلی مرتبہ حاضری کا موقع ہوا۔ شب کو عزیز طلبہ کو خطاب کا موقع ہوا۔ جس میں عرض کیا گیا کہ تصوف بمعنی حصول تہذیب اخلاق باطنہ کا اہتمام معین تحصیل علم ہے جس کو مختلف طرق ادلہ آیات واحادیث سے ثابت کیا نہ کہ بزمانہ تحصیل علم بمعنی المذکور مانع وحارج۔ صبح بعد ناشتہ مدرسہ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین میں بمعیت محترم مولانا (محمد) سعید صاحب مہتمم مدرسہ حاضری کا اتفاق ہوا وہاں کا نظم ونسق امور تعلیمی وانتظامی مختلف شعب کتب خانہ و دفتر ونظام باورچی خانہ طلباء کیلئے نظام طعام اور صفائی سے خاص مسرت ہوئی۔ طلباء کی شب باش میں بھی خاص نگرانی کا اہتمام ہے جس کے لئے ایک مخصوص آدمی کا تقرر ہے صبح کو بعد صلوٰۃ فجر تلاوت قرآن پاک کا التزام ہے مدرسہ میں تعلیم نہایت پرسکون طریقہ پر مشاہدہ میں آئی اساتذہ کرام حسب جماعت ماشاء اللہ افہام وتفہیم میں سلامت و متانت و وقار کے ساتھ متوجہ تھے۔

غرض جملہ امور میں تعلیمی وانتظامی وغیرہ جو شعبے بھی متعلق تھے خاص نظام مشاہدہ میں آیا یہ سب محترم مولانا (محمد) سعید احمد زید مجدہم کی ماہرانہ عمدگی نظام پر شاہد بین ہے اور جناب ممدوح کی خاص فکر خاص دل چسپی مخلصانہ اہتمام کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو

جزاء جزیل عطا فرما دیں اور تا دیر قائم رکھیں حالات زمانہ کا تقاضا ایسے مدارس کے بقاء کو اور زیادہ موکد کر دیتا ہے یہ زمانہ کا بھی تقاضا ہے کہ مدارس عربیہ کی خدمات دامے درمے سخنے فرمائیں زیادہ سے زیادہ جملہ اہل خیر حضرات لازم زندگی جانیں۔ اس مدرسہ موصوفہ کی اہل خیر حضرات عموماً اور حضرات مقامی خصوصاً مالی امداد سے دریغ نہ فرمائیں۔ زیادہ سے (زیادہ) مالی خدمت فرما کر ذخیرۂ آخرت کا باعث وعند اللہ ماجور رہوں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مدرسہ کو فتن وشرور سے محفوظ فرما کر زیادہ سے زیادہ افاضہ کا وسیلہ بنائیں۔

احقر محمد مسیح اللہ عفی عنہ ۲۱ رذی الحجہ ۱۳۸۲ھ

(از رجسٹر معاینہ ص ۱۵۶)

سنہ ۱۳۸۳ھ اس سال حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے حرمین شریفین کی زیارت کا شرف حاصل کیا اس موقعہ پر تین ماہ کیلئے مولانا محمد شفیع میاں صاحب نے مدرسہ کا انتظام سنبھالا۔

مدرسین مدرسین کی مجموعی تعداد ستّرہ رہی۔ ساتؔ عربی میں دوؔ فارسی میں ایکؔ اردو دوؔ تجوید اور پانچ حفظ میں۔ اس سال مولانا عبد الغفور نقشبندی کو ناظم کتب خانہ مقرر کر دیا گیا۔ اور فارسی میں مولوی قاسم آنتوی کا پہلی شوال سے تقرر ہوا۔ مولانا شریف حسن صاحب پہلی شوال سے علیحدہ ہوئے۔ آپ ہی شیخ الحدیث تھے (یہاں سے دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے)۔

سالانہ امتحان درجات عربیہ کے اٹھہتر ۷۸، درجات فارسی کے انہتر ۶۹، اردو کے سینتالیس ۴۷، درجات حفظ کے اناسی ۷۹، ناظرہ کے انہتر ۶۹ اور درجات تجوید کے ایک سو پچیس ۱۲۵ طلبہ نے سالانہ امتحان دیا۔

فارغین چھ ۶ عالم، اٹھارہ ۱۸ حافظ، دس ۱۰ قاری جامعہ سے اس سال فارغ ہوئے۔ بیس ۲۰ طلبہ نے ناظرہ ختم کیا۔

سالانہ جلسہ ۵ر شعبان ۱۳۸۳ھ ۲۲ر دسمبر ۱۹۶۴ء بروز یکشنبہ سالانہ جلسہ زیر صدارت مولانا اسعد صاحب مدنی مدظلہ ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند مدرسہ کے کمپاؤنڈ میں منعقد ہوا۔ شب میں طلبہ کی انجمن جمعیۃ الطلبہ کا سالانہ اجلاس بھی مولانا موصوف کی صدارت میں ہوا۔ طلبہ کے پروگرام کے بعد صدر جلسہ نے طلبہ اور دور دراز سے آئے ہوئے مہمانوں کو خطاب کیا۔

صبح کا اجلاس ۷ بجے شروع ہوا جس میں نظم و قراءت اور رپورٹ کے بعد انعام اور سند و دستار تقسیم ہوئی بعدہٗ مولانا ابوالوفاء شاہجہاں پوری کا سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر نہایت مؤثر وعظ ہوا۔ ۱½ بجے جلسہ ختم ہوا۔ رات اور دن دونوں وقت جامعہ کی طرف سے کھانے کا انتظام کیا گیا۔

سالانہ خرچ سالانہ خرچ اکاسی ہزار بتایا گیا ہے۔

حادثات اس سال کے اہم حادثات میں سب سے بڑا حادثہ مولانا محمد بن موسیٰ میاں کا سانحۂ وفات ہے (مولانا کا انتقال ۱۶ر اپریل ۱۹۶۳ء مطابق ۲۱ر ذی قعدہ ۱۳۸۲ھ کو جوہانسبرگ میں ہوا۔ (تاریخ دارالعلوم دیوبند ص ۱۵۴/۲)۔

جامعہ کے ساتھ مولانا مرحوم کا تعلق بہت پرانا تھا۔ مولانا کی مخلصانہ مدد اور خاص دیکھ بھال سے جامعہ کی ترقی میں کافی مدد ملی تھی مولانا اپنی مالی اور علمی مدد سے ہمیشہ نوازتے رہے مولانا ایک دوراندیش اور پرہیزگار عالم تھے ہند و پاک کے تمام دینی حلقوں سے خاص تعلق تھا مولانا کی وفات جامعہ ڈابھیل اور دوسرے بہت سے علمی اداروں کے لئے باعثِ رنج وغم ہے۔ مجلسِ علمی ڈابھیل وکراچی آپ ہی کی قائم کردہ ہے جس نے علامہ کشمیری نیز دوسرے علماء محققین کی قابلِ قدر تصنیفات کو شائع کرکے عام کیا آپنے جوہانسبرگ (جنوبی افریقہ) میں واٹرفال انسٹی ٹیوٹ قائم کیا جس کا مقصد اسلامی اور عصری علوم

کی تعلیم ہے۔

مرحوم کی خبر وفات سن کر جامعہ کے مدرسین، ملازمین اور طلبہ نے اپنے اس محسن کے ایصال ثواب کیلئے قرآن کریم ختم کیا اور دعا کی اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات دینیہ قبول فرماکر اپنے خاص جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

دوسرا حادثہ حافظ عبدالحق بسم اللہ کی وفات ہے۔ مرحوم نے لگ بھگ چالیس سال تک جامعہ کے مختلف شعبوں میں کام کیا۔ زندگی میں سادگی اور امانت داری کا وصف نمایاں تھا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی خدمات کا بہتر سے بہتر بدلہ عطا فرمائے۔

تیسرا حادثہ محسن ملت مولانا احمد حسن بھام کی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہے۔ مولانا مرحوم کے انتقال کے بعد بھی اخیر تک مرحومہ کو اپنے شوہر کے لگائے ہوئے اس دبستان علم سے گہرا تعلق تھا۔ بڑی نیک دیانتدار بیوی تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا کرے۔ (روداد ۸۳ھ ص۲ تا ۱۰)۔

۱۳۸۴ھ مطبخ کی تعمیر

۸۳ھ میں مطبخ کی تعمیر کی ضرورت ظاہر کی گئی تھی اس سال رجب ۸۴ھ میں ایک بلڈنگ کی بنیاد امیر تبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے ہاتھوں رکھی گئی۔ اس میں باورچی خانہ، مال گودام اور دارالطعام (ڈائننگ ہال) سب کچھ ہوگا (آگے چل کر اس کے اوپر دو منزلیں اور بنائی گئیں اور اب یہ عمارت دارالاقامہ (بورڈنگ) کے نام سے یاد کی جاتی ہے اس کی تکمیل میں تیرہ ۱۳ لاکھ روپے صرف ہوئے)

درجات خیاطی و گھڑی سازی کا افتتاح

۸۱ھ میں صنائع کے درجات کھولنے کیلئے اپیل شائع ہوئی تھی اس سال بحمدہ تعالیٰ دو درجے خیاطی اور گھڑی سازی کے شروع ہوگئے۔ سلائی میں پچاس ۵۰ طلبہ نے داخلہ لیا اور گھڑی سازی کے درجہ میں بارہ ۱۲ طلبہ نے۔ مزید اور درجات کھولے

جدید دارالاقامہ مطبخ ۔ دارالطعام ۔ گودام ۔

جس کی بنیاد حضرت جی مولانا محمد یوسف کے مبارک ہاتھوں سے رکھی گئی

سالِ تاسیس ۱۳۸۲ھ
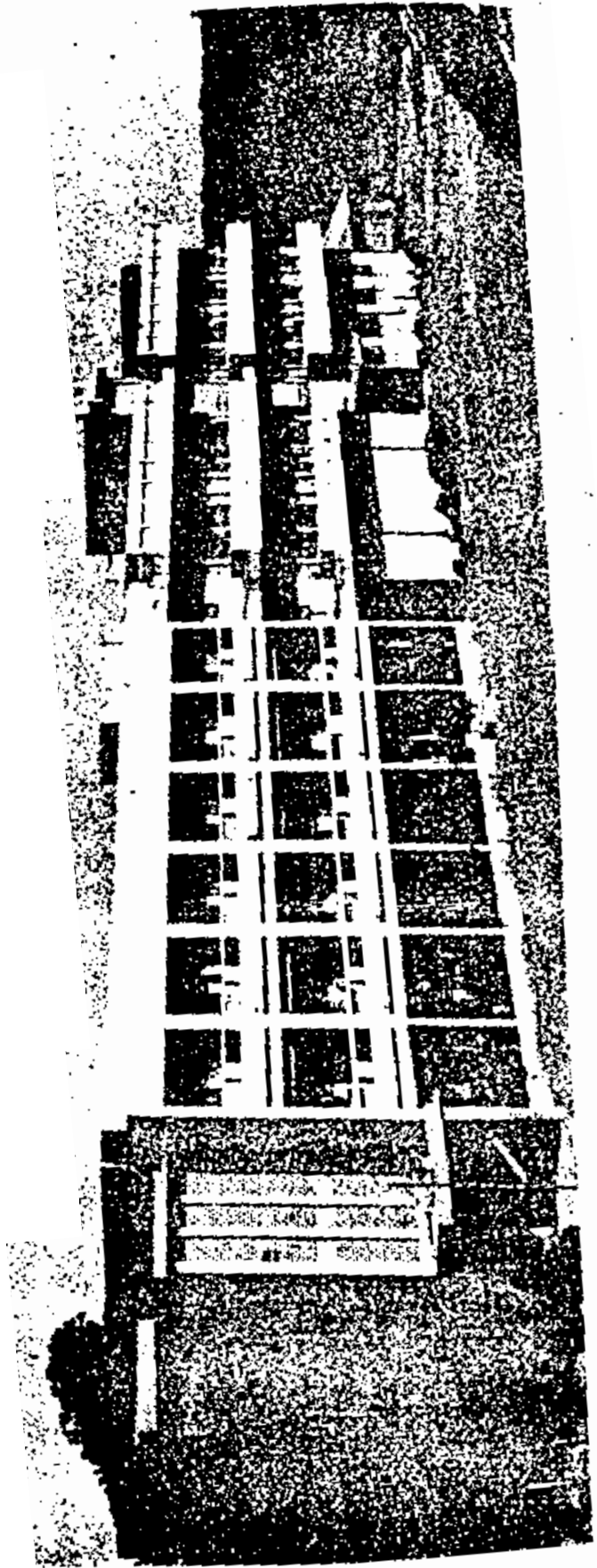
جائیں گے (یہ درجات چھٹی کے بعد دونوں میقاتوں کے بیچ میں قائم ہوتے ہیں اور بالکل اختیاری ہیں)۔

غلہ اسکیم جامعہ کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے پیش نظر غلہ اور اناج جمع کرنے کا کام بھی شروع کیا گیا (دراصل یہ سلسلہ بانی جامعہ مولانا احمد حسن بھامؒ کا جاری کردہ ہے جو بند ہو چکا تھا۔ ہم نے پھر اس کو زندہ کیا مولانا مرحوم نے شروع میں یہ دستور بنایا تھا کہ ہر گھر میں ایک مٹکا رکھوا دیا تھا۔ گھر کی عورتیں پکانے کے واسطے جب آٹا چاول لینے جائیں تو ایک مٹھی آٹا اور چاول اس مٹکے میں ڈال دیتیں۔ پھر مدرسہ کا ملازم اسے لے آتا۔ ہم نے یہ طریقہ رکھا ہے کہ اناج تیار ہونے پر چندہ کر کے جمع کر لیا جائے۔ ڈابھیل و سملک اور آس پاس کے بہت سے ہمدردوں نے اس کام سے دل چسپی لی۔ اور الله کے فضل سے اناج کی ایک بڑی مقدار جمع ہو گئی (یہ سلسلہ برابر جاری ہے ہر سال غلہ کی خاصی مقدار چندہ سے جمع ہو جاتی ہے بعض حضرات اناج کے بجائے روپئے بھی دے دیتے ہیں)۔

مدرسین اس وقت مدرسین اور ملازمین کی تعداد ۳۷ سینتیس ہے جن میں ۱۹ انیس مدرس ہیں۔ امسال ماہ جمادی الاولیٰ میں مولانا محمد ایوب صاحب اعظمی (تلمیذ علامہ انور شاہ کشمیری) شیخ الحدیث کی حیثیت سے تشریف لائے۔ ماہ شوال میں مولانا آدم طالعپوری مدرس عربی اور مولانا قاری حفیظ الرحمٰن صاحب مفتاحی (اعظمی) صدر مدرس درجہ تجوید بھی تشریف لائے۔ ماہ شعبان سے قاری رمضان صاحب اور ماہ رمضان سے مولانا عبدالغفور صاحب صواتی جامعہ سے الگ ہوئے۔ مفتی اسماعیل محمد گورا رانڈیری (مفتی رنگون) بھی اسی سال تشریف لائے۔ جامعہ میں افتاء کا کام آپ کے سپرد رہا۔ (روداد ۸۴ھ ص۸۰ و ص۱۰۱)۔

نقل معائنہ

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب (حضرت جی)

امیر تبلیغ نظام الدین دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ حق تعالیٰ شانہ کے فضل وکرم سے آج جامعہ عربیہ ڈابھیل کی زیارت نصیب ہوئی اساتذہ اور طلبہ سے مل کر مسرت ہوئی اور کتب خانہ کی زیارت سے اور مسرت میں اضافہ ہوا۔ حق تعالیٰ شانہ مدرسہ کو ہر طرح کی ترقیات ظاہریہ و باطنیہ سے مالامال اور اس کے اندر منہمک اور مشغول ہونے والوں کی بھرپور مدد فرماویں۔

بندہ محمد یوسف غفرلہ پنجشنبہ ۲۱ رجب ۸۴ھ

(از رجسٹر معائنہ ص ۱۵۸)

سالانہ امتحان اور جلسہ

سالانہ امتحان میں چار سو بہتر (۴۷۲) طلبہ نے شرکت کی۔ پانچ (۵) عالم، دس (۱۰) حافظ، دس (۱۰) قاری ہوئے۔ پچیس (۲۵) طلبہ نے قرآن ناظرہ ختم کیا۔

سالانہ جلسہ زیر صدارت مولانا اسعد صاحب مدنی ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند ۸ / شعبان ۱۳ / دسمبر ۱۹۶۴ء کو جامعہ کے صحن میں منعقد ہوا۔ مولانا ابوالوفا شاہجہانپوری کا وعظ ہوا۔ انعام اور دستار و سند تقسیم کئے گئے۔

(روداد ۸۴ھ ص ۵)

نقل معاینہ

حضرت مولانا فخر الحسن گنگوہی مدرس حدیث دار العلوم دیو بند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و صلوٰۃ کے بعد احقر فخر الحسن دار العلوم دیو بند سے راندیر کے ہر دو اجلاس میں شرکت کیلئے حاضر ہوا اس کے بعد جامعہ ڈابھیل کی مشہور درسگاہ میں حاضری کا موقع نصیب ہوا یہاں پہونچ کر جمعیۃ الطلبہ کے جلسہ میں شرکت کا موقع ملا۔ طلباء کی عربی اور اردو تقریریں اور مکالمہ سنا جس سے اندازہ ہوا کہ جامعہ ڈابھیل اپنے مقصد میں کامیاب ہے طلبہ نے اچھی اور کامیاب تقریریں کیں امید ہے کہ حضرات ارکان مدرسہ اور ارباب حل وعقد مدرسہ کی ترقی اور فلاح کیلئے اس سے زیادہ کوشش فرمائیں گے حق تعالیٰ اس ادارہ کی مدد کرنے والوں کی مدد کرے۔

فخر الحسن (گنگوہی)

(مدرس) دار العلوم دیو بند ۱۴ر دسمبر ۶۴ء (۱۰ر شعبان ۱۳۸۴ھ)

(از رجسٹر معاینہ ص ۱۵۸)

ضروریات جامعہ اس عنوان کے تحت از سر نو مسجد کی تعمیر، مطبخ کے اوپر طلبہ کی رہائش کیلئے کمروں کی تعمیر۔ مولانا احمد بزرگ، مفتی عتیق الرحمن عثمانی اور مفتی گجرات مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ کے فتاویٰ کو مرتب کر کے کتابی شکل میں شائع کرنے۔ ماہانہ پرچہ "الدین" اور پریس "معین الدین" کو جاری کرنے نیز مستقل واٹر ورکس اور بڑی ٹنکی کے تعمیر کا پروگرام پیش کیا گیا ہے۔ طلبہ کیلئے لباس اور بجلی کے خرچ کیلئے بھی ترغیب دی گئی ہے (روداد ۸۴ھ ص ۵)

وفات مولانا محمد یوسف صاحب امیر تبلیغ

مطبخ کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھنے کیلئے مولانا محمد یوسف صاحب جامعہ تشریف لائے تھے جامعہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے تھے۔ جامعہ کیلئے دعا بھی کی تھی کسے معلوم تھا کہ اتنی جلد آپ ہم کو داغ مفارقت دے جائیں گے۔ (مولانا کی وفات ۲۹ ذیقعدہ ۸۴ھ مطابق ۱۲ اپریل ۱۹۶۵ء بروز جمعہ دو بجکر ۵۰ منٹ پر لاہور پاکستان میں ہوئی (سوانح مولانا یوسف ص۶۳) موجودہ وقت میں تبلیغی تحریک کے روح رواں کی وفات امت مسلمہ کے حق میں بہت بڑا نقصان ہے اور ہم سب کیلئے انتہائی رنج وغم کا سبب ہے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرمائے اور جوار رحمت میں مقام خاص عطا کرے۔ (روداد ۸۵ھ ص۴) ۔

۱۳۸۵ھ

اس سال بھی حسب دستور جامعہ ترقی کے منازل طے کرتا رہا۔ طلبہ کی تعداد چار سو پچیس ۴۲۵ رہی۔ سالانہ امتحان میں چار سو گیارہ ۴۱۱ نے شرکت کی۔

فضلاء وفارغین

بارہ ۱۲ عالم، بائیس ۲۲ حافظ، دس ۱۰ قاری تیار ہوئے۔ دس ۱۰ طلبہ نے ناظرہ قرآن کریم ختم کیا۔

سالانہ جلسہ

۳ شعبان ۸۵ھ مطابق ۲۸ نومبر ۱۹۶۵ء کو بعد نماز عشاء نو تعمیر شدہ دارالطعام (ڈائننگ ہال) میں سالانہ جلسۂ دستار بندی منعقد ہوا جس کی صدارت ہندوستان کے مایۂ ناز محدث حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ نے فرمائی۔ بارش کی وجہ سے جلسہ ہال میں رکھا گیا۔ ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، باہر بھی بہت مجمع تھا۔ قراءت و نظم کے بعد رپورٹ پیش کی گئی پھر مولانا ابوالوفا شاہجہانپوری کا وعظ ہوا۔

نقل معائنہ
محدث جلیل حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہٗ

بعد حمد و صلوٰۃ ۔ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین میں حاضری کا یہ دوسرا موقع ہے میں یہاں کی علمی و تعلیمی فضاء سے بہت متأثر ہوا یہ درسگاہ ہمارے اساتذہ کرام کی یادگار ہے اس لئے ہم کو غیر معمولی محبت ہے اور متمنی ہیں کہ اس کے ذریعہ بانیوں کی تمنائیں پوری ہوں مدرسہ (میں) بڑی خاصی تعداد بیرونی طلبہ کی تعلیم حاصل کر رہی ہے جن کی کفالت مدرسہ کرتا ہے خوش قسمتی سے مدرسہ کو ہمارے محترم دوست جناب مولانا محمد ایوب صاحب (اعظمی) کی خدمات حاصل ہو گئی ہیں جن کی وجہ سے مدرسہ کا تعلیمی معیار بلند اور اس کا پایۂ عظمت و وقار بہت اونچا ہو گیا ہے ۔ حق تعالیٰ اس درسگاہ (کو) بقاء و قیام اور ترقی نصیب فرمائے ۔

حبیب الرحمٰن الاعظمی مئو اعظم گڈھ

۴ر شعبان المعظم ۱۳۸۵ھ (مطابق ۱۹ر نومبر ۶۵ء)

معلوم ہوتا ہے اسی وقت مولانا عبدالحفیظ بلیاوی مدرس دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور مرتب مصباح اللغات بھی تشریف لائے تھے رجسٹر معاینہ میں لکھتے ہیں ۔

(بعد حمد و صلوٰۃ) الحمدللہ کہ ایک مدت کی تمنا کے بعد آج پہلی مرتبہ ڈابھیل میں حاضری کا شرف حاصل ہوا کارکنان مدرسہ اور حضرات مدرسین نے اس ذرۂ بیمقدار کی جو پذیرائی کی اس سے دل بہت متأثر ہوا کتب خانہ کی بھی سیر کی جناب ناظم صاحب کتب خانہ کے حسن ذوق کی وجہ سے کتب خانہ کے نظم و ترتیب سے دل بہت محظوظ ہوا بعض کتابوں سے کچھ فائدہ بھی اٹھایا ۔

اپنے اکابر کا قائم کردہ یہ گلشن خدا کرے ہمیشہ شاداب رہے اور تشنگانِ علم کی سیرابی کا زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل ہو۔

احقر عبدالحفیظ بلیاوی غفرلہٗ مدرس دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۳؍شعبان المعظم ۱۳۸۵ھ
(از رجسٹر معاینہ ۱۵۹)

مدرسین اس سال جامعہ کے مدرس عربی مولانا عبداللہ پٹیل (کاپودروی) شعبان سے الگ ہوئے۔ شوال میں مولانا ابراہیم ٹنکاروی مدرس عربی مقرر ہوئے۔

تعمیرات عربی قدیم درسگاہ اور دارالاقامہ کے حجروں کی مرمت اس سال اہل خیر حضرات کی توجہ سے بحمدہ تعالیٰ ہوگئی۔ غسل خانوں کی اصلاح۔ مال گودام کی مرمت نیز عمارتوں کی رنگائی کا کام بھی انجام پایا۔ انور بلڈنگ کی مرمت اور رنگائی کے ساتھ اوپر کی خالی جگہوں پر چار کمروں کی تعمیر کا کام بھی تکمیل کو پہونچا فالحمدللہ علی ذالک۔ مرمت اور رنگائی کے ان کاموں پر پینتالیس ۴۵ ہزار سے زیادہ رقم خرچ ہوئی۔
(روداد ۸۵ھ ص۶)

سالانہ خرچ تعمیر کے ساتھ سالانہ خرچ دو لاکھ اکتیس ہزار سات سو بانوے (۲،۳۱،۷۹۲) ہوا۔ (ایضاً ص۵)

عظیم حادثہ جامعہ کے ایک قدیم استاذ بلکہ استاذ الاساتذہ ہندوستان کے مشہور عالم صاحب طرز مصنف حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنیؒ کا حادثۂ ارتحال جامعہ کیلئے ایک عظیم سانحہ ہے۔ (مولانا کا انتقال ۵؍رجب ۱۳۸۵ھ کو مدینہ منورہ میں ہوا ۱۲ تاریخ دارالعلوم دیوبند ص۱۴۱)۔

مولانا مرحوم نے جامعہ کی سترہ سال خدمت کی تھی۔ حدیث وفقہ کی تعلیم کے ساتھ اپنے استاذ علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر بخاری "فیض الباری" کے نام سے پہلی

انتق بلڈنگ — اضافہ و مرمت کے بعد ۱۳۸۵ھ
اب اس میں بیس کمرے ہیں۔ اس میں کتب خانہ۔ دفتر محاسبی دارالاہتمام وغیرہ ہیں۔ اسی کے ایک کمرہ میں جنریٹر بھی ہے
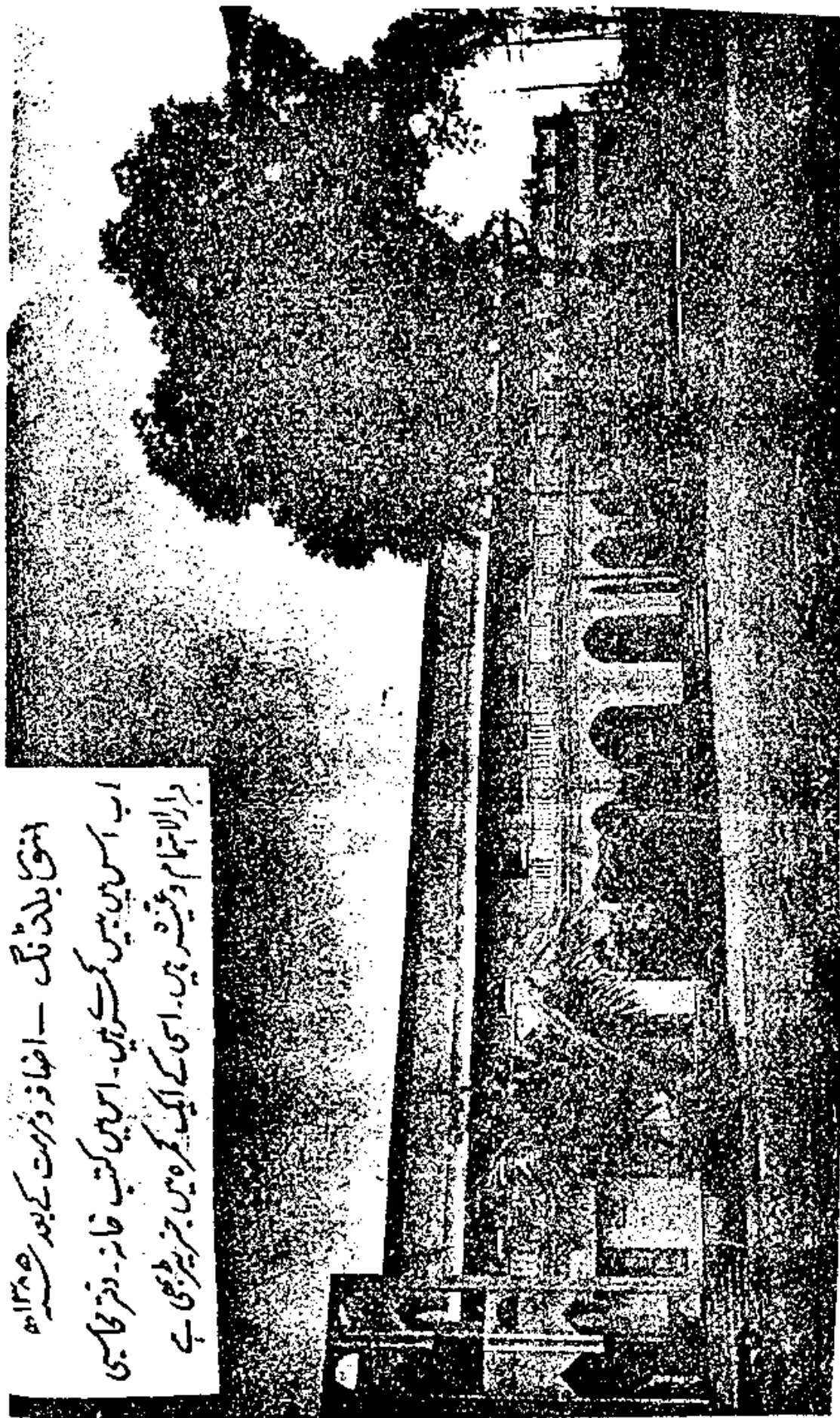
جامعہ کا عظیم کتبخانہ جس میں تیس ۳۰ ہزار کتب موجود ہیں۔
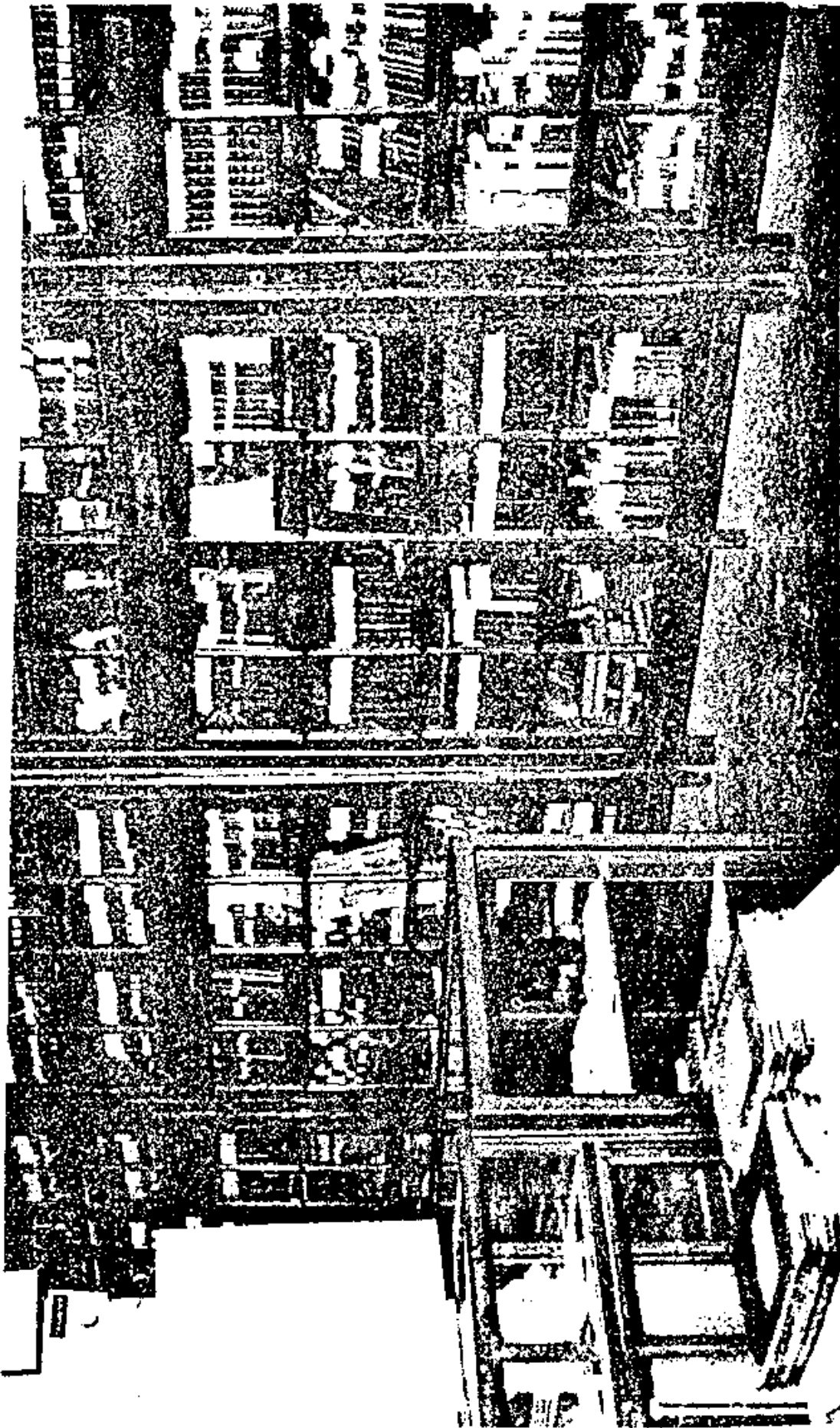
بڑی عرق ریزی اور جانکاہی سے مرتب کی جس کو مجلس علمی ڈابھیل نے چار جلدوں میں قاہرہ مصر سے شائع کیا یہ مولانا کا نہایت ہی عظیم کارنامہ ہے جو علمی دنیا میں محتاج تعارف نہیں۔ مولانا مرحوم کو جامعہ سے قلبی تعلق تھا برابر جامعہ کے حالات معلوم کرتے رہتے اور اس کے حق میں دعا فرماتے رہتے تھے (مولانا کا خط مہتمم جامعہ کے نام گذر چکا ہے)۔

آہ افسوس! ہم ایک مربی اور شفیق استاذ اور محدث اعظم سے محروم ہوگئے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح جوار نبوی میں جگہ عطا فرمائی اسی طرح اپنے ہاں آغوش رحمت خاص میں جگہ عطا فرمائے۔ (روداد ۱۳۸۵ھ ص۲)

۱۳۸۶ھ اس سال چار سو پچیس طلبہ نے داخلہ لیا۔ بقیہ حالات سال گذشتہ کے طریقہ پر رہے۔

مولانا وصی اللہ صاحب فتحپوری کی تشریف آوری

ربیع الاول ۱۳۸۶ھ میں مصلح الامت مولانا وصی اللہ صاحب فتحپوری خلیفہ حضرت تھانویؒ نے جامعہ کو اپنے ورود مسعود سے مشرف فرمایا۔ واپس جاکر اپنے تأثرات قلمبند کراکر ارسال فرمائے وہ یہ ہیں۔

(نقل مکتوب حضرت شاہ وصی اللہ صاحب فتحپوری رحمۃ اللہ علیہ)

بخدمت جناب مہتمم صاحب ناظم صاحب و اراکین و ممبر صاحبان جامعہ اسلامیہ ڈابھیل دامت عنایاتکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'۔

میں نے آتے وقت یہ عرض کیا تھا کہ بمبئی پہونچ کر کچھ لکھ کر بھیجوں گا۔ اس سلسلہ میں آپ حضرات سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں وہاں آپ حضرات کی دعوت پر اس وجہ سے بھی حاضر ہوا کہ وہ میرے اکابر کی اور اساتذہ کی جگہ تھی چنانچہ میں نے وہاں پہونچ کر طلباء اور اساتذہ کی جو حالت دیکھی اس کا میرے قلب پر اچھا اثر ہوا، ان کی وضع قطع تواضع مسکنت

ادب اور احترام ساری ہی چیزیں بیحد پسند ہوئیں۔ چنانچہ ایک عربی اور دینی مدرسہ کو جیسا ہونا چاہیئے الحمدللہ میں نے جامعہ اسلامیہ کو ایسا ہی پایا۔ بلاشبہ یہ چیزیں اساتذہ اور اراکین کی دینداری اور اخلاص کا ثمرہ ہیں اس پر میں آپ حضرات کو مبارکباد دیتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ سے جامعہ کی ظاہری اور باطنی ترقی کیلئے دعا کرتا ہوں۔ بعض عوارض کی بناپر وہاں قیام بہت ہی قلیل رہا جس کا مجھے بھی افسوس ہے۔

والسلام کمسک الختام

وصی اللہ عفی عنہ ۲۷ ربیع الاول ۸۶ھ

سلیمان بلڈنگ کرلا بمبئی ۷۰ (رجسٹر معاینہ صـ ۱۶۱)

فارغین بارہ عالم، ستّرہ قاری، اکیس حافظ اس سال تیار ہوئے آٹھ ناظرہ خوانوں نے قرآن ختم کیا۔

سالانہ جلسہ سالانہ جلسہ کے موقع پر فخر المحدثین حضرت مولانا فخرالدین احمد صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند و صدر جمعیۃ علماء ہند نیز مولانا ابوالوفاء شاہجہاںپوری اور فدائے ملت مولانا اسعد مدنی ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند تشریف لائے۔ مولانا فخرالدین صاحب نے اپنے قلم سے معاینہ تحریر فرمایا۔ مولانا ابوالوفاء اور مولانا اسعد مدنی صاحبان نے دستخط فرمائے۔

نقل معائنہ حضرت مولانا فخرالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(حمد وصلوٰۃ) اما بعد! احقر حسب طلب حضرت مہتمم صاحب جامعہ ڈابھیل کے جلسۂ دستار بندی کے موقع پر حاضر ہوا۔ جامعہ کے احوال کے متعلق احقر ایک عرصہ سے اپنے معلوم کو مشاہد کرنے کا متمنی تھا سو بحمداللہ امسال یہ تمنا پوری ہو گئی میں نے یہاں آکر وہ سب

عکس تحریر مولانا فخر الدین احمد شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند

الحمد للہ وکفی والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ محمد المصطفیٰ وآلہ المجتبیٰ واصحابہ المہتدین اما بعد

احقر حسب طلب حضرت مہتمم صاحب جامعہ ڈابھیل کی جلسہ دستار بندی کے موقعہ پر حاضر ہوا
جامعہ کے احوال کے متعلق اندازاً ایک عرصہ سے معلوم کرنے کا متمنی تھا سو بحمد اللہ
امسال یہ تمنا پوری ہوگئی میں نے یہاں آکر جو کچھ دیکھا جس کو تو تم ایک جامعہ اور یادگار
جامعہ ہی کہہ سکتے ہیں ماشاء اللہ بہرحال یہاں کا بہتر پایا آئندہ کی ترقیات اور ترتیب
کا اندازہ اسی سے باسانی لگایا جا سکتا مولانا احمد بزرگ مہتمم جامعہ کا حسن عمل اور ان کی
مخلصانہ جدوجہد کا اثر نمایاں طور پر یہاں کے طلبہ و مدرسین میں مشاہدہ ہے اور حقیقت یہ ہے بلا مبالغہ
یہ کہا جا سکتا ہے کہ جامعہ آجکل کی بہتیری دینی درسگاہوں میں ایک ممتاز حیثیت اور مرتبہ کا مالک ہے
دعا ہے کہ خداوند اس کو نظر حسود سے ہمیشہ محفوظ رکھے اور اس کو روز افزوں ترقیات نصیب ہوں
اور اسکے جملہ متعلقین میں اخلاص مزید ہو اور ہر دو ظاہر اور باطن آمین آمین
وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم وصلی اللہ علی النبی الکریم سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

فخر الدین احمد غفرلہ
۷ شعبان المعظم [illegible]ھ

کچھ دیکھا جس کی توقع ایک مخلص باوقار جامعہ سے ہو سکتی ہے۔ ماشاء اللہ ہر حال یہاں کا بہتر پایا۔ آئندہ کی ترقیات اور جامعہ کی مقبولیت کا اندازہ اس سے بآسانی لگایا جا سکتا ہے۔ مولانا محمد سعید بزرگ (صحیح محمد سعید بزرگ ۱۲) مہتمم جامعہ کا حسن عمل اور ان کی مخلصانہ جد و جہد کا اثر نمایاں طور پر یہاں کے طلبہ و مدرسین میں مشاہد ہے اور بحیثیت مجموعی بلا مبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جامعہ آج کل کی بہت سی دینی درسگاہوں (میں) ایک ممتاز حیثیت اور شرف کا مالک ہے دعا ہے کہ خداوند اس کو نظر حسود سے ہمیشہ مامون رکھے اور اس کو روز افزوں ترقیات نصیب ہوں اور اس کے جملہ متعلقین میں اخلاص مزید کے روح پرور مناظر بار بار نظر آئیں۔ آمین

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم وصلی اللہ علی النبی الکریم سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

فخر الدین ۶ر شعبان ۸۶ھ

ابوالوفاء، اسعد غفرلہٗ

معاینہ حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی مدظلہ

ذی قعدہ ۸۶ھ میں حضرت مفتی محمود صاحب مفتیٔ اعظم دارالعلوم دیوبند تشریف لائے تھے۔ رجسٹر معاینہ میں آپ کی تحریر بعینہ یہ ہے۔

حامداً ومصلیاً! احقر آج اس مدرسہ میں حاضر ہوا اساتذۂ کرام اور ارباب اہتمام سے نیاز حاصل کیا۔ بعد العصر کتب خانہ میں کچھ دیر کیلئے بیٹھنا ہوا۔ طبیعت بہت مسرور ہوئی حق تعالیٰ اساتذۂ کرام کے اخلاص واستقامت میں ترقیات عطا فرمائے اور طلباء کو بیش از بیش علوم سے منتفع فرمائے اور اس فیض وچشمۂ رحمت کو جاری رکھے مکارہ سے محفوظ فرمائے۔

احقر محمود غفی عنہ ۲۱ ۱۱/۸۶ھ (رجسٹر معاینہ ص ۱۶۲)

سالانہ خرچ سالانہ خرچ تعمیرات کے ساتھ تین لاکھ سے متجاوز ہوا۔

وفیات اس سال کی رُودادمیں مولانا عبدالرحمٰن صاحب (کیمل پوری) خلیفہ حضرت حکیم الامت (متوفی ۱۶ ر جمادی الاخری ۱۳۸۶ھ ۱۹۶۶ء) اور حاجی یوسف نانا سملکی جامعہ کے ٹرسٹی نیز مولانا احمد امیجی، کالا کاچھوی سابق استاذ جامعہ کی وفیات پر رنج وغم کا اظہار کیا گیا ہے۔ (روداد ۸۶ھ ص۱۱)

۱۳۸۷ھ سفر مہتمم اس سال مہتمم جامعہ نے جامعہ کے واسطے سرمایہ کی فراہمی کیلئے مختلف ممالک کا سفر کیا۔ ۱۷ر ستمبر ۱۹۶۷ء کو یہاں سے روانہ ہو کر ری یونین پہنچے وہاں حاجی سلیمان بلبلیہ صاحب نے میزبانی کا حق ادا کیا۔ مہتمم صاحب کے بھتیجے مولانا رشید احمد بزرگ نے ملازمت سے طویل رخصت لیکر ساتھ دیا۔ ری یونین میں مقیم جامعہ کے خیر خواہوں نے بہت دل چسپی لی اور بھرپور مدد کی۔ خصوصاً حاجی محمد سلیمان بلبلیہ، حکیم غلام حسین مانکڈ دد، قاری محمد جوکسی، عبداللہ پانکرٹ دد، مولوی یوسف سفلہ، حاجی اسماعیل قاضی، حاجی یوسف کارا۔

۱۷ر اکتوبر کو ری یونین کے میزبان کے ساتھ موریشش پہونچے جہاں جناب یوسف ہانسلوڈ صاحب میزبان بنے چھ روز قیام کر کے ۲۲ر اکتوبر کو جوہانسبرگ (جنوبی افریقہ) کیلئے روانہ ہوگئے وہاں ڈابھیل مدرسہ ٹرسٹ کی طرف سے (جو تیس گاؤں کے باشندوں پر مشتمل ہے) نانا میموریل ہال میں ایک جلسہ بلایا گیا جس سے جامعہ کی امداد کا خوب چرچا ہوا۔ مولانا محمد ابراہیم ایکھلوایا، حاجی ابراہیم ماکڑا، حاجی ابراہیم ڈابیہ، حاجی اسماعیل پانڈور، محمد سلیمان منتی، محمد بھائی کولا، مولانا ابراہیم میاں، حافظ عبدالرحمٰن میاں، حاجی سعید ڈابیہ، سعید بھائی موسینا۔ ان حضرات نے بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ شہر ٹرانسوال (جنوبی افریقہ) میں جب جانا ہوا تو وہاں سملک مسلم ایسوسی ایشن

جامعہ کی نئی شاندار مسجد کا شمالی حصہ

سالِ تاسیس ۱۳۸۷ھ
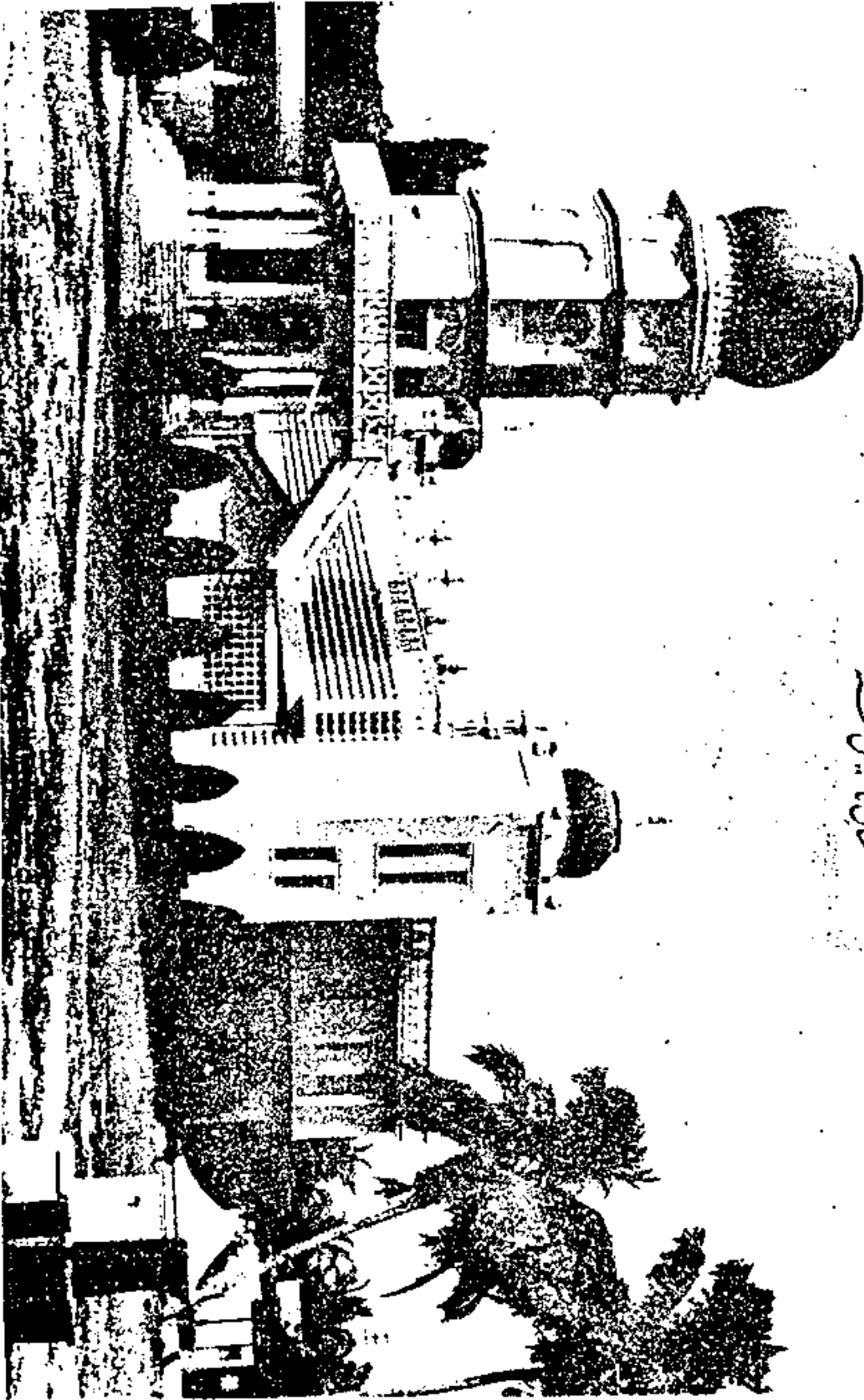
کی طرف سے استقبالیہ جلسہ ہوا، رخصت ہوتے وقت الوداعی جلسہ بھی کیا گیا۔

افریقہ میں چار ماہ قیام رہا، ڈابھیل سملک کے رئیسوں اور جامعہ کے ہمدرد دلبائے دل کھول کر مدد کی مختلف حضرات نے اس طرح بھی مدد کی کہ کسی نے دو قاری کی تنخواہ کی ذمہ داری لے لی، کسی نے ایک استاذ حدیث یا عربی کے استاذ کی تنخواہ اپنے ذمہ لے لی۔ چند لوگوں نے مل کر پانچ حفظ کے اساتذہ کی تنخواہ کی ذمہ داریاں قبول فرمالیں۔

تعمیر دارالاساتذہ کی ذمہ داری

اساتذۂ جامعہ کیلئے مستقل کوارٹر ہونا بہت ضروری ہے واٹر ورکس کی ضرورت بھی پہلے ظاہر کی جا چکی ہے۔ جوہانسبرگ کی ڈابھیل مدرسہ ٹرسٹ نے اس کے تعمیر کی ذمہ داری قبول کی۔ اس کیلئے گارڈی اینڈ سنس (دہائٹ ویر) نے اپنی زمین جو جامعہ سے متصل ہے ہبہ عطا کی۔ علاوہ ازیں محمود بھائی موسیٰ اسحاق جی، مولانا محمد ایکھلوایا اور حاجی ابراہیم یوسف ماکڑا نے بھی اپنی اپنی زمینیں جامعہ کیلئے وقف کیں۔

چارپائیوں کی ذمہ داری

مفتی اینڈ سنس (نیلسپروٹ) کی طرف سے جامعہ کے ہر طالب علم کیلئے چارپائی دینے کا اعلان کیا گیا۔

ٹائپ رائٹر

حاجی غلام محمد اسماعیل پٹیل کا پودرا نے ایک خوبصورت انگلش ٹائپ رائٹر جامعہ کو عطا فرمایا۔

نئی مسجد کی تعمیر

جس مسجد کی تعمیر کیلئے کئی سالوں سے اعلان کیا جا رہا تھا اس کی تعمیر امسال اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اصحاب خیر کی توجہ سے شروع ہو گئی۔

انگریزی کلاس کی ابتداء

سلائی اور گھڑی سازی کے درجات کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ امسال انگریزی کا درجہ بھی کھل گیا یہ بھی زمانہ کی ایک ضرورت ہے۔ اس کو بھی صنائع کی طرح خارج اوقات میں رکھا گیا ہے۔

فارغین اس سال دسؔ عالم، اٹھاؔرہ قاری، چوبیسؔ حافظ جامعہ سے نکلے اور دسؔ طلبہ نے ناظرہ قرآن ختم کیا۔

سالانہ جلسہ ۲ر شعبان ۱۳۸۷ھ کو سالانہ انعامی جلسہ ۸ بجے شروع ہوا اس موقع سے حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہٗ اور مولانا اخلاق حسین قاسمی مدظلہٗ تشریف لائے۔

نیابت اہتمام حضرت مہتمم صاحب کے سفر ممالک کے زمانہ میں آپ کے برادر خورد جناب مولانا رشید احمد بزرگ صاحب نے اہتمام کی ذمہ داری سنبھالی۔

مدرسین مولانا ابراہیم اندوری، مولانا محمد قاسم آنسوتی، مولانا ابراہیم ٹنکاروی، یہ حضرات مدرسین درجات عربیہ صفر سے علیٰحدہ ہوئے۔ مولانا اسماعیل محمود بسم اللہ مدرس فارسی جمادی الثانیہ سے الگ ہوئے۔ مولانا ابراہیم پٹنی، مولانا (مفتی) اسماعیل حسین کچھولوی مولانا آدم یوسف لونت درجات عربیہ کیلئے اور مولانا امین الرشید (مفتی) فارسی کیلئے مدرس مقرر ہوئے۔

وفات مولانا علی محمد تراجوی رح اس سال علاقہ کے مشہور عالم مدرسہ مفتاح العلوم تراج کے بانی، جامعہ کے قدیم رکن مجلس شوریٰ مولانا علی محمد تراجوی کا انتقال ہوا۔ مولانا کو جامعہ سے گہرا تعلق تھا۔ اللہ تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائے۔

(مولانا کا انتقال ۶ر ذیقعدہ ۱۳۸۷ھ مطابق ۶ر فروری ۱۹۶۸ء میں ہوا)

ذی الحجہ ۸۷ھ کو مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہٗ ہردوئی خلیفہ حضرت تھانوی رح جامعہ تشریف لائے۔ رجسٹر معاینہ میں لکھتے ہیں۔

معائنہ:

مولانا ابرار الحق صاحبؒ ہردوئی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم! آج پہلی مرتبہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل حاضر ہوا غرض حاضری مدرسہ اور اکابر مدرسہ کی زیارت اور استفادہ تھی مکرم ومحترم مولانا محمد سعید بزرگ مہتمم جامعہ اسلامیہ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ صاحب موصوف نے بہت ہی شفقت ومحبت سے مدرسہ کو دکھلایا۔ طلبہ واساتذۂ کرام مدرسہ کے بارے میں احقر حضرت اقدس مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا جو ارشاد گرامی ہے اس (سے) ناکارہ بھی حرف بحرف متفق ہے۔

درجات حفظ وتجوید میں حاضری کی سعادت ملی ماشاء اللہ ذوق وشوق سے طلبہ اور اساتذہ کو مصروف پایا تقریباً سو کے اب طلبہ حفظ میں ہیں ان کیلئے تجوید کا بھی نظم ہے مگر موجودہ طلبہ کے لحاظ سے اساتذہ مجودین کی کمی ہے اس کیلئے ایک اہم گذارش بطور مشورہ کے عرض ہے اساتذۂ حفظ وناظرہ ہی کے ذریعہ تجوید کے ساتھ تعلیم قرآن پاک کا سلسلہ شروع فرمایا جائے تاکہ جملہ طلبہ تجوید کے ساتھ قرآن پاک جلد ختم کرسکیں۔

اساتذۂ کرام درجۂ حفظ میں اگر تجوید کی خامی ہو تو وہ بذریعہ قراء مجودین مدرسہ اپنی کمی کو خارج از اوقات مدرسہ میں پوری فرماتے رہیں۔

مدرسہ کے مجموعی حالات سے بیحد مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ اس کو ترقیات سے نوازیں اور اس چشمۂ فیض کو ہر قسم کے شرور وفتن سے مامون رکھیں۔

ناکارہ ابرار الحق عفی عنہ خادم دعوۃ الحق ہردوئی یوپی

۲۶ ذی الحجہ ۸۷ھ ۲۶ مارچ ۶۸ء

(از رجسٹر معائنہ صفحہ ۱۶۵)

سنہ ۱۳۸۸ھ

اس سال بھی مسجد کی تعمیر جاری رہی۔ دیگر حالات سال گذشتہ ہی کی طرح رہے۔

واٹر کولر

حاجی حسن پٹیل مرحوم کی صاحبزادیوں کی طرف سے مرحوم کے ایصال ثواب کیلئے ایک واٹر کولر پانچ ہزار پانچ سو اسی روپئے کی قیمت کا موصول ہوا جو جامعہ کے دار الطعام میں رکھا گیا۔

فارغین

پندرہ[۱۵] علماء، چھ قراء، پچیس[۲۵] حفاظ جامعہ سے اس سال فارغ ہوئے بارہ[۱۲] ناظرہ خواں طلبہ نے قرآن پاک ختم کیا۔

فتاوی

جامعہ کے دار الافتاء سے مفتی اسماعیل محمد گورا صاحب راندیری نے ۶۲۷ سوالات کے جوابات لکھے۔

مدرسین

مولانا احمد بے مات صاحب مدرس عربی رمضان سے، مولانا محمد آدم صاحب مانک پوری مدرس عربی شوال سے، مولانا عبد الغفور صاحب نقشبندی ناظم کتب خانہ اور قاری حفیظ الرحمٰن صاحب اعظمی صدر مدرس درجۂ تجوید رمضان سے علیحدہ ہوئے۔ مولانا محمد حمد اللہ صاحب پشاوری ثم لکھنوی ذی قعدہ سے مولانا احمد خان پوری مولانا ابرار احمد دھلیوی صاحبان شوال سے مولانا عبد العزیز صاحب سورتی ناظم کتب خانہ رمضان سے۔ مولانا حمید رسول صاحب مدرس اردو شوال سے مقرر ہوئے۔ قاری محمد ایوب صاحب ترکیسری کا نام بھی اس سال فہرست میں درج ہے۔

سالانہ جلسہ

۱۱ر شعبان کو سالانہ جلسۂ دستار بندی ہوا۔ رات کے انعامی جلسہ میں مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی مدظلہ نے وعظ فرمایا۔ صبح کے اجلاس میں مولانا ابو الوفاء شاہجہانپوری نے اپنے ملفوظات سے مجلس کو فیضیاب کیا۔ سکریٹری جمعیۃ علماء ہند مولانا اسعد مدنی مدظلہ نے بھی تقریر فرمائی۔

(روداد ۸۸ھ تا ۱۱ وص ۱۰۵)

وفیات

جامعہ کے ایک بڑے محسن، مجلس شوریٰ کے رکن جناب ابراہیم محمد نواب ڈابھیلی کا واقعۂ وفات جامعہ کیلئے ایک بڑا نقصان ہے۔ آپ کی وفات پر پورا ڈابھیل سوگوار ہے۔ آپ جامعہ کی تعمیرات کمیٹی کے بھی رکن تھے آپ کی وفات سے جامعہ ایک مخلص جاں نثار مشیر سے محروم ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (مرحوم دین کے ایک دردمند داعی بھی تھے قرب وجوار میں تبلیغی جماعت کے ساتھ کافی جدوجہد کی اس سلسلہ میں بیرون ہند ترکی اور شام وغیرہ کا سفر بھی کیا)۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت میں اعلیٰ مقام نصیب کرے۔

جامعہ کے سابق رکن مولانا عبدالرحیم صادق راندیری کی وفات بھی جامعہ کا ایک افسوس ناک حادثہ ہے۔ ان کے علاوہ مصلح الامت حضرت مولانا وصی اللہ صاحب فتحپوری (متوفی ۲۲ رشعبان ۱۳۸۷ھ)، علامہ ابراہیم بلیاوی صدر مدرس دارالعلوم دیوبند وسابق استاذ حدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (متوفی ۲۴ رمضان ۱۳۸۷ھ)، مولانا سید مبارک علی استاذ دارالعلوم دیوبند اور مولانا عبدالجلیل کیرانوی کی وفیات پر بھی رنج وغم کا اظہار کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام پر اپنی بے پایاں رحمتیں نازل فرمائے۔ (ایضاً ص۱۰۱)

۱۳۸۹ھ درجۂ حفظ کیلئے نیا ضابطہ

درجۂ حفظ کے طلبہ تعطیل کلاں میں طویل مدت تک گھر رہ کر بہت کچھ یاد کیا ہوا بھول جاتے ہیں۔ اس لئے اس سال یہ طے ہوا کہ ان کو شعبان کے اخیر تک تعلیم دی جائے گی اور شوال کے شروع ہی سے ان کی تعلیم جاری ہو جائے گی۔ چنانچہ اس سال اس پر عمل درآمد شروع ہو گیا اور ۶ رشوال سے ان کی تعلیم شروع ہو گئی۔ (دوسرے درجات کی تعلیم بارہ شوال سے شروع ہوئی (لیکن یہ سلسلہ برابر جاری نہیں رہ سکا اور درجۂ حفظ کی تعلیم دوسرے درجات کے ساتھ ہی شروع اور ختم ہوتی ہے)۔

وائرنگ کلاس
اس سال صنائع میں وائرنگ کلاس کا اضافہ ہوا۔ مدرسہ کے وائرمین طلبہ کو بجلی سے متعلق امور سکھلاتے ہیں جس کی آج گھر گھر ضرورت ہے۔

مدرسین
ذی قعدہ سے مولانا عبدالعزیز ناظم کتب خانہ الگ ہوگئے۔ مولانا احمد دیولہ صاحب شوال سے مدرس اردو مقرر ہوئے۔

مسجد کی تعمیر
مسجد کی تعمیر تین سال سے جاری ہے۔ اب تک تقریباً چار لاکھ روپئے صرف ہو چکے ہیں۔

فارغین
پندرہ عالم، گیارہ قاری، بیس حافظ جامعہ سے تیار ہوئے۔ بیس طلبہ نے ناظرہ قرآن کریم ختم کیا۔

سالانہ جلسہ
۱۰ر شعبان بروز جمعرات صبح سالانہ جلسۂ دستار بندی منعقد ہوا جس میں مہمان خصوصی کے طور پر مفتی محمود الحسن گنگوہی مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند مولانا سید اسعد مدنی اور مولانا ابوالوفا شاہجہاں پوری نے شرکت فرمائی۔

سالانہ خرچ
تعمیرات کے ساتھ اس سال تین لاکھ اکانوے ہزار ایک سو ساٹھ (۳۹۱۱۶۰) روپئے صرف ہوئے۔

وفیات
جامعہ کے مفتی مولانا مولوی اسماعیل گورا راندیری رحمۃ اللہ علیہ کا ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ کو انتقال ہوا۔ مفتی صاحب اپنی خندہ پیشانی اور ملنساری کی وجہ سے ہر دلعزیز تھے۔ اپنی قابلیت کیلئے ہند اور بیرون ہند میں مشہور رہتے تھے۔ مفتی صاحب کی وفات نہ صرف جامعہ کیلئے بلکہ پورے مسلم گجرات کیلئے ایک بڑا نقصان ہے کہ آپکی وفات سے گجرات کے مسلمان ایک صحیح رہنما سے محروم ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جامعہ کے ایک اور خادم ابراہیم محمود بسم اللہ سفیر جامعہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کو پہونچ گئے۔ مرحوم جامعہ کی محبت میں اس کی خدمت کیلئے رات دن سفر کی زحمت اٹھاکر مہمانان رسول کیلئے روپئے اور غلہ کی فراہمی میں کوشاں رہتے تھے اللہ تعالیٰ ان مرحومین

کی نیکیاں قبول فرماکر جنت میں بلند درجات عطا فرمائے۔ (روداد ۸۹ھ ص۔)

۱۳۹۰ھ
۶ر شوال سے حفظ و ناظرہ کے درجات کھل گئے پھر ۱۴ر شوال سے بقیہ درجات کی تعلیم شروع ہوئی۔ ۵۷۰ طلبہ نے داخلہ لیا۔

درجۂ جلد سازی
اس سال صنائع میں ایک نئے درجہ کا اضافہ ہوا۔ سلائی، گھڑی سازی، وائرنگ اور انگریزی کے درجات سے طلبہ فائدہ اٹھا رہے تھے اب جلد سازی کا درجہ بھی قائم ہو گیا۔ اس سال ستّر طلبہ نے اس میں داخلہ لیا۔

مدرسین
مولانا عبدالعزیز کی علیحدگی کے بعد کتب خانہ کا انتظام مولانا احمد خانپوری صاحب مدرس عربی کے سپرد ہوا۔ پھر شوال میں مولانا موسیٰ آدم بھرکودری کا تقرر نائب ناظم کتب خانہ کی حیثیت سے ہوا۔ صفر میں مولانا غلام نرولوی صاحب مدرس عربی کا تقرر ہوا۔

فتاویٰ
مفتی اسماعیل گورا کے انتقال کے بعد افتاء کا کام جامعہ کے مدرس عربی مفتی مولانا اسماعیل حسین کچھولوی صاحب کے سپرد ہوا اس سال دارالافتاء سے گیارہ سو چھپن ۱۱۵۶ سوالات کے جوابات دئے گئے۔

شعبۂ نشر و اشاعت
جامعہ میں تقریباً تین سال سے شعبۂ نشر و اشاعت قائم ہے اب تک دو کتابیں (۱) بدعت اور اسلام (۲) نماز مومن کی معراج ہے کے نام سے اور دو ۲ ہینڈبل (۱) قربانی کے مسائل (۲) رمضان کے احکام کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔

فارغین
اس سال دورۂ حدیث سے اٹھارہ ۱۸، قرأت سے گیارہ ۱۱، حفظ قرآن کریم سے تیئیس ۲۳، ناظرہ قرآن سے گیارہ ۱۱ طلبہ فارغ ہوئے۔

سالانہ جلسہ
۹ر شعبان کی شب میں طلبہ کا جلسہ ہوا، جس میں طلبہ نے قرأت، نظم اردو اور عربی تقریریں نیز مکالمے پیش کئے۔ صبح جلسۂ دستار بندی

جس میں مولانا اسعد مدنی دامت برکاتہم اور مولانا ابوالوفا رشاہجہاں پوری نے شرکت فرمائی۔

سالانہ خرچ تعمیرات کے ساتھ چار لاکھ چھ ہزار پانچ سو ستاسی (۴۰۶,۵۸۷/۴) روپے خرچ ہوئے۔

دیگر حالات جامعہ کے دیگر حالات مثلاً غلہ اسکیم، اسکالرشپ، الحاق مکاتب حسب دستور رہیں طلبہ کو انعام دینے کیلئے کتابیں اور روپے بھی اصحاب خیر کی طرف سے ملتے رہتے ہیں۔

بعض اصحاب خیر مستقلاً کچھ اساتذہ کی پوری تنخواہ عطا فرماتے ہیں ان کے نام کا تذکرہ اس سال کی روداد میں تفصیل سے کیا گیا ہے۔ منتی اینڈ سنس (ڈیلسپروٹ) کی طرف سے دو قاری کی تنخواہ، حاجی آدم سیدات کی طرف سے حدیث شریف کے ایک استاذ کی تنخواہ۔ حاجی یعقوب لہر ٹرسٹ (جوہانسبرگ) کی طرف سے بھی ایک استاذ حدیث کی تنخواہ برابر ہر مہینہ ملتی رہتی ہے۔ درجہ حفظ کے چار استاذ کی تنخواہ مندرجہ ذیل حضرات کی طرف سے موصول ہوتی ہے۔

۱۔ حاجی احمد بے مات صاحب (سینٹ پیئر) ۲۔ حاجی حسن دیندار صاحب (سینٹ پیئر) ۳۔ گوراسیم جی صاحب (سینٹ پیئر) ۴۔ احمد ابراہیم کلاں (سینٹ ڈینس)۔

وفات ذی الحجہ میں مولانا محمد آدم طالعپوری مدرس حدیث کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مولانا اپنی علمی قابلیت سے بڑے بڑے مسئلوں کو آسانی حل فرما دیتے تھے۔ نرم مزاج، بہترین اخلاق سے آراستہ، ملنسار اور خندہ جبیں واقع ہوئے تھے۔ دو ایک سال سے بیمار تھے مگر جب بھی طبیعت کا حال کوئی پوچھتا یہی کہتے کہ اچھی ہے "رضا بالقضاء" آپ کا شیوہ تھا آپ کی وفات سے جامعہ کو ایک بڑا صدمہ پہنچا اسکنہ اللہ تعالیٰ جنۃ الفردوس۔

ضروریاتِ جامعہ اس عنوان کے تحت ایک نئی بلڈنگ "دارالقرآن" کی ضرورت ظاہر کی گئی ہے۔ کیونکہ صنائع کے درجات کھل جانے اور حفظ کے اساتذہ کے بڑھ جانے سے انور بلڈنگ ناکافی ہوگئی ہے۔ نیز طلبہ کی کثرت کی وجہ سے دارالاقامہ بھی ناکافی ہوگیا ہے۔ اس میں توسیع اور اوپر ایک منزل مزید بنانے کی ضرورت بتائی گئی ہے۔

محرم ۱۳۹۰ھ میں ہند اور عالم اسلام کی مشہور شخصیت حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کی تشریف آوری ہوئی حالات معلوم کرنے کے بعد آپ نے تحریر فرمایا۔

نقل معائنہ:

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ

الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ امابعد!

آج بتاریخ ۲۱ رمحرم الحرام ۱۳۹۰ھ کو رفقاء وعلماء کی ایک جماعت کے ساتھ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا اس سے پہلے بھی دو ایک بار حاضری ہوئی ہے لیکن اس مرتبہ مہتمم جامعہ مولانا سعید بزرگ صاحب کی عنایت سے کسی قدر اطمینان و تفصیل کے ساتھ جامعہ کے مختلف شعبوں اور عمارتوں کو دیکھنے اور اس کی وسعت اور جدید ترقیات سے واقف ہونے کا موقع ملا جو کچھ دیکھا اس سے دلی مسرت ہوئی اور اس سے اندازہ ہوا کہ اس قلیل عرصہ میں جامعہ نے کتنی ترقی کی اور اس میں کس قدر توسیع واضافہ ہوا۔ تھوڑا سا وقت کتب خانہ میں بھی گذرا مختلف درجوں پر گذرتے ہوئے نظر ڈالی خاص طور پر مسجد کی عمارت اور طرز تعمیر دیکھ کر بہت متأثر ہوا۔ یہ مسجد جب انشاء اللہ مکمل ہوجاوے گی تو ایک فنی تحفہ اور تعمیر کا ایک نمونہ ہوگی دارالطعام کی عمارت بھی دیکھی

اور اس کے انتظامات بھی، ہر چیز سے حسن ذوق اور حسن انتظام کا اظہار ہوتا ہے۔
اللہ تعالیٰ اس جامعہ سے ان مقاصد کی تکمیل فرمائے جن کیلئے اس اولوالعزمی اور بلند خیالی
کے ساتھ یہ سب انتظامات کیے گئے ہیں اور اس تعلیمی انحطاط میں کمی ہو جو اس وقت
ہمارے تمام مدارس اور دینی حلقوں میں تیزی سے آرہا ہے۔

وَمَا ذَالِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْز

خاکسار ابوالحسن علی ندوی بقلم محمد مرتضیٰ ناظم کتب خانہ ندوۃ العلماء

۲۱/۱/۹۰ھ (از رجسٹر معائنہ صـ۱۹۷)

سنہ ۱۳۹۱ھ

اس سال کے حالات بھی بیشتر سال گذشتہ ہی کی طرح رہے۔ طلبہ کی تعداد پانچ سو ستر ۵۷۰، اساتذہ اور ملازمین کی تعداد اکاون ۵۱ رہی۔ سالانہ خرچ تعمیرات کے ساتھ چار لاکھ سے متجاوز رہا۔

فارغین

تیرہ ۱۳ طلبہ نے دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی، انیس ۱۹ قاری اور اٹھارہ ۱۸ حافظ ہوئے، گیارہ ۱۱ بچوں نے ناظرہ قرآن مجید ختم کیا۔

سالانہ جلسہ

سالانہ جلسہ میں حضرت مولانا ابوالوفاء شاہجہاں پوری، فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی اور حضرت مولانا قاضی زین العابدین میرٹھی رونق افروز ہوئے۔ شاعر خوش الحان جناب ساجد صدیقی نے جلسہ کی رونق دوبالا کردی۔

نقل معائنہ

حضرت مولانا قاضی زین العابدین صاحب میرٹھی مدظلہ

رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد! عرصۂ دراز سے دارالعلوم جامعہ اسلامیہ

ڈابھیل میں حاضری کا شوق تھا کیوں کہ یہ میرے اکابر کی تاریخی یادگار ہے اور یہاں کا ذرہ ذرہ سرمۂ نظر۔ الحمدللہ آج یہ شوق پورا ہوا اور محب محترم حضرت مولانا محمد سعید بزرگ کی دعوت پر جامعہ کے سالانہ جلسہ کی تقریب میں شرکت کا موقع ملا۔ جامعہ نہ صرف مفاخر معنوی بلکہ محاسن ظاہری کا بھی مجمع و مخزن ہے طلبہ مختلف بلاد و اقالیم کے یہاں آکر کتاب و سنت کے چشمۂ صافی سے سیراب ہوتے ہیں اور اپنے اپنے وطن جاکر گلشن اسلام کے باغباں ثابت ہوتے ہیں۔ رات افریقی طلبہ کی انجمن کا جلسہ تھا جس میں سات زبانوں میں تعلیمات اسلام کے مختلف پہلوؤں پر طلبہ نے روشنی ڈالی اور اسلام کی عالم گیری کا عملی مظاہرہ کیا۔

دارالطلبہ میں طلبہ کی رہائش و آسائش کے جتنے بہترین انتظامات نظر آئے دوسری جگہ دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔

کتب خانہ میں بھی درسی وغیر درسی عربی فارسی اردو انگریزی وغیرہ کی کئی ہزار کتابیں بڑے سلیقہ اور حسن انتخاب کے ساتھ جمع کی گئی ہیں۔ مخطوطات و نوادر کا بھی خاصہ ذخیرہ موجود ہے۔

جامعہ کی مسجد خصوصیت کے ساتھ آنے والے ہر شخص کو اپنی دلربائی اور دلکشی کی وجہ سے دعوتِ نظر دیتی ہے، سادگی، نفاست اور حسن و جمال سب کچھ یہاں یکجا کر دیا گیا ہے مسجد کا منارہ خصوصیت کے ساتھ جاذب قلب و نگاہ ہے پھر اس منارہ کو اس طرح کارآمد بنایا گیا ہے کہ اس کے اندرونی حصہ میں دارالافتاء کی جگہ نکالی گئی ہے جہاں سے احکام اسلام کے انوار پھوٹ پھوٹ کر گجرات اور دوسرے صوبوں اور علاقوں میں سالکانِ راہ دین کی رہنمائی کرتے ہیں۔ جامعہ کے موجودہ صدر المدرسین حضرت مولانا محمد ایوب صاحب (اعظمی مدظلہٗ) بھی بلند پایہ عالم اور بزرگ ہیں۔

بہرحال مدرسہ ظاہری و باطنی اور صوری و معنوی حیثیتوں سے قابل قدر ہے میں اس کیلئے جامعہ کی مجلس شوریٰ کے ارکان اور حضرت مولانا محمد سعید بزرگ صاحب مہتمم جامعہ

کو قابلِ مبارک باد سمجھتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو کامیاب سے کامیاب تر فرمائے اور جامعہ اسی طرح ترقی کی منزلیں طے کرتا رہے اور اپنی علمی و دینی تاریخی حیثیت و شہرت کو قائم رکھے۔

(قاضی) زین العابدین استاذ تفسیر و تاریخ اسلام
جامعہ کالج جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی
۱۱ شعبان المعظم ۱۳۹۱ھ (از رجسٹر معاینہ ص۱۲۹)

فتاویٰ بارہ سو انتالیس (۱۲۳۹) سوالات کے جوابات اس سال دار الافتاء سے دیئے گئے۔

مدرسین شوال ۱۳۹۱ھ میں مولانا یوسف کاوی صاحب کا تقرر ہوا۔ عربی کے مدرس ہونے کے ساتھ دار الافتاء میں بھی کام کرتے ہیں۔

رمضان میں اعتکاف کا روحانی سلسلہ اس سال شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کے ارشاد سے حضرت کے خلیفہ اور جامعہ کے مفتی مولانا مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی نے رمضان میں اعتکاف کا سلسلہ شروع فرمایا حضرت شیخ الحدیث کے یہاں شب و روز کے معمولات کے مطابق یہاں پر بھی معمولات جاری رکھے گئے۔ مختلف گاؤں سے بہت سے حضرات (نوے ۹۰ افراد) پورا رمضان مبارک اعتکاف کے ساتھ گذارنے کیلئے یہاں تشریف لائے۔ ذاکرین و شاغلین کی ایک جماعت جمع ہو گئی۔ ذکر و شغل، تلاوت و دعا میں مشغول دیکھ کر مسجد جامعہ ایک خانقاہ معلوم ہونے لگی ان معتکفین کے افطار و سحری اور خورد و نوش کا سارا خرچ اصحاب خیر کی طرف سے پورا ہوا (الحمد للہ یہ روحانی سلسلہ اب تک جاری ہے اس سلسلہ کو حق تعالیٰ ہمیشہ قائم رکھے)

برتنوں کی خریداری جامعہ کے قدیم محسن منتی اینڈ سنس (ٹیلیسپروٹ جنوبی افریقہ)

کی طرف سے مطبخ اور دارالطعام کیلئے اسٹیل کے برتن خریدے گئے۔ ہر برتن تین سو کی تعداد میں۔ جامعہ کیلئے برتنوں کا مسئلہ ایک مدت تک کیلئے حل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس صدقۂ جاریہ کا ثواب موصوف کو پہونچاتا رہے۔ (اس خریداری پر پچاس ہزار روپے صرف ہوئے۔ روداد ۱۴۱۳ھ ص ۹)۔

تعمیرات قدیم درسگاہ عربی و فارسی کی چھت پہلے کھپریل کی تھی پھر ۱۳۸۵ھ میں مولانا احمد بزرگ نے ٹین کی بنوائی تھی اب وہ بھی بوسیدہ ہو گئی تھی، اس لئے برسات میں پانی ٹپکتا تھا۔ اس سال رمضان ۱۴۱۹ھ سے سمنٹ کی نئی چھت بنانے کا کام شروع ہوا اور بحمدہ تعالیٰ اختتام کو پہونچا۔

پراویڈنٹ فنڈ مجلس شوریٰ کے فیصلہ سے اساتذہ اور ملازمین کیلئے مستقبل کی ضروریات کے پیش نظر ماہ شوال سے پراویڈنٹ فنڈ کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ تنخواہ سے تین فیصد رقم وضع کرکے اس میں جامعہ کی طرف سے دو فیصد کا اضافہ کرکے پانچ فیصد رقم جمع کرلی جاتی ہے جو اختتام ملازمت کے وقت ادا کر دی جائے گی۔ (روداد ۱۴۱۹ھ ص ۲ تا ۹ و ص ۹۵)۔

۱۳۹۲ھ سفر مہتمم اس سال مہتمم جامعہ مولانا محمد سعید بزرگ صاحب نے افریقہ انگلینڈ ہوتے ہوئے حج کا سفر اختیار فرمایا ان دنوں جامعہ کا انتظام جناب مولانا موسیٰ آدم ایسات صاحب (ٹواڑی) اور جناب حافظ احمد تراجوی نے سنبھالا۔

مدرسین مولانا ابراہیم صاحب پالنپوری رمضان سے اور قاری محمد ایوب صاحب ترکیسوری ذی الحجہ سے الگ ہوئے۔ قاری محمد علی سارودی صاحب ذی الحجہ میں مدرس تجوید مقرر ہوئے۔

فارغین سترہ عالم، گیارہ قاری، چالیس حافظ اس سال تیار ہوئے پچیس طلبہ نے ناظرہ ختم کیا

سالانہ خرچ طلبہ کے قیام و طعام اور دیگر ضروریات پر دو لاکھ چھہتر ہزار سات سو تیس (۲۷۶۷۳۰) روپئے اور تعمیرات پر ایک لاکھ باون ہزار

عربی فارسی قدیم درسگاہ
جسکی بنیاد حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے دستِ مبارک سے رکھی گئی
نئی چھت کی تعمیر ۱۳۹۱ھ میں ہوئی
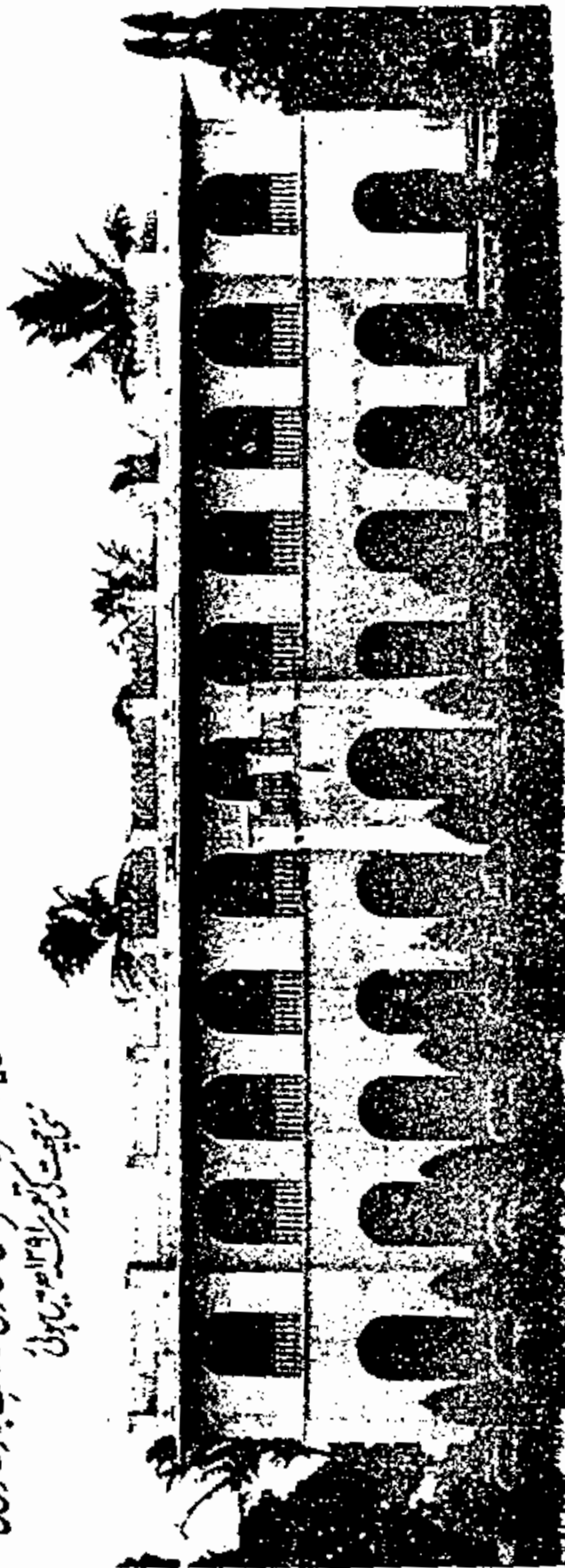
نوسو چورانوے (۱۵۲۹۹۴) روپئے صرف ہوئے۔

فتاویٰ اس سال سات سو اسی سوالات کے دارالافتاء سے جوابات بھیجے گئے۔ ماہنامہ "البلیغ" اور "امید" میں ہر ماہ جو جوابات بھیجے جاتے ہیں وہ ان کے سوا ہیں۔

تعمیرات بورڈنگ (جدید دارالاقامہ) کے اوپر بارہ کمرے تیار ہوگئے۔ مطبخ اور گودام کیلئے بھی آٹھ کمرے بورڈنگ سے متصل مکمل ہوگئے۔ ان کے اوپر دو منزلوں میں چوبیس کمرے جلد ہی تیار ہونے والے ہیں دارالقرآن کی تعمیر بھی اس سال شروع کردی گئی یہ عمارت دو منزلہ ہوگی جس میں بارہ درسگاہیں ہوں گی۔ دارالاساتذہ اور رواٹر ورکس کی تعمیر کے لئے بھی انتظامات ہو رہے ہیں۔

(روداد ۹۲ھ ص۴ تا ۱۰ و ص۸۵)

۱۳۹۳ھ

اس سال قدیم معمولات کے سوا جو خاص خاص انتظامات کئے گئے یہ ہیں۔

پلنگ کی خریداری ۸۳ھ میں مہتمم صاحب نے افریقہ کا سفر اختیار فرمایا تھا اس سفر میں منتی اینڈ سنس (ویلسپروٹ) کی طرف سے تمام طلبہ کے واسطے چارپائی کے انتظام کا اعلان ہوا تھا، اس سال پینسٹھ ہزار کی لاگت سے اسٹیل اسپرنگ والی لوہے کی چارپائیاں خرید کر طلبہ کو دی گئیں (حاجی محمد منتی اینڈ سنس ہی کی طرف سے یہ چارپائیاں خریدی گئیں) (روداد ۹۳ھ ص۸)

کولر واٹر ایک کولر کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ اس سال ایک اور کولر خریدا گیا تاکہ طلبہ کو دارالطعام اور درسگاہ دونوں جگہ ٹھنڈا پانی مل سکے۔

مستحق فنڈ کا قیام ایسے نادار طلبہ جن کو کوئی وظیفہ دینے والا نہیں جن کے والدین ہر ماہ جیب خرچ کیلئے کچھ نہیں بھیج پاتے ایسے طلبہ کو کافی دقت کا سامنا تھا، اس ضرورت کا احساس کرکے جامعہ کے بہی خواہوں کو اس طرف متوجہ کیا گیا

اللہ کی توفیق سے ایک مستقل امدادی فنڈ "مستحق فنڈ" کے نام سے جاری ہو گیا۔ اس فنڈ سے غریب نادار طلبہ کو اسکالر شپ ہر ماہ دی جاتی ہے اسی فنڈ سے ایسے ضرورت مند طلبہ کو کپڑے بھی سلا کر دیے جاتے ہیں، سلائی کا کام جامعہ کے درجہ خیاطی سے انجام پاتا ہے، اسی فنڈ سے بیمار ہونے والے طلبہ کو ڈاکٹر کے مشورہ کے مطابق بازار سے دوا بھی خرید کر دی جاتی ہے۔ ویسے معمولی بیماریوں کیلئے جامعہ کے سامنے ـــــ گارڈی چیری ٹیبل اسپتال ـــــ جو مفت خدمت کیلئے وقف ہے کافی ہوتا ہے۔

اساتذہ کیلئے سہولتیں

پراویڈنٹ فنڈ کا ذکر پہلے ہو چکا ہے جس کا قیام اساتذہ کی سہولت کیلئے ہوا ہے اس کے علاوہ جامعہ اپنے اساتذہ کیلئے جو مدرسہ میں رہنا چاہیں ضروری اشیاء کے انتظامات کے ساتھ کمرہ دیتا ہے اور جو اساتذہ فیملی کے ساتھ گاؤں میں رہنا چاہتے ہیں ان میں بعض کو بغیر کرایہ مکان فراہم کرتا ہے اور بعض کو معمولی کرایہ پر مکان دلا دیتا ہے۔ (اب جامعہ نے خود دار الاساتذہ تعمیر کرالئے ہیں جو کافی ہیں)

جامعہ میں اناج تیل وغیرہ کا سیزن میں اسٹاک کر لیا جاتا ہے۔ فیملی کے ساتھ رہنے والے اساتذہ کو مہینہ کے شروع میں حسب ضرورت قیمت خرید پر یہ چیزیں دی جاتی ہیں۔ ان کی قیمت اس مہینہ کی تنخواہ سے وصول کر لی جاتی ہے۔ اس طرح بازار سے ان اشیاء کی خریداری سے فرصت مل جاتی ہے اور بازار سے کفایت دام پر یہ چیزیں مل جاتی ہیں۔ ہنگامی ضرورت کے وقت کسی مدرس کو قرض کی ضرورت پیش آجائے تو جامعہ اس کی بھی سہولت دیتا ہے پھر آئندہ تھوڑا تھوڑا وصول کیا جاتا ہے۔

طلبہ کیلئے سہولتیں

مہتمم صاحب لکھتے ہیں "جب میں نے جامعہ کا چارج لیا اس وقت مدرسہ سرکار کے زیر نگرانی چلتا تھا سرکاری بجٹ کے مطابق خرچ کرنا پڑتا تھا۔ سرکاری سستے غلہ کی دوکان سے جو اناج ملتا تھا وہی طلبہ کو کھلایا جاتا تھا آپ کو معلوم ہے کہ سرکاری دوکان سے کیسا اناج ملتا ہے۔ بعض دفعہ ایسا

نہیں ہوتا کہ کھانے کے کام میں لایا جاسکے اس لئے ناچیز نے الگ سے انتظام کر کے ہر اناج کو اس کے موسم میں سال بھر کی ضرورت کے بقدر خریدنا شروع کر دیا اب تک بحمد اللہ وہی سلسلہ جاری ہے جس سے طلبہ کو اچھا کھانا ملتا ہے ۔

کنسیشن فارم

طلبۂ جامعہ کیلئے ریلوے کنسیشن فارم ملتا رہتا تھا لیکن اچانک ریلوے کی طرف سے یہ نوٹس ملا کہ تمہارا ادارہ پرائیوٹ ہے اس لئے ریلوے کنسیشن فارم نہیں مل سکے گا ۔

بندہ نے نوٹس ملتے ہی کوشش پیروی شروع کی دلی تک خط وکتابت کی اور تعلق والوں سے مل ملا کر کنسیشن فارم کی بحالی کی کوشش کی بحمد اللہ وہ کوشش کامیاب رہی اور ریلوے کی طرف سے قابلِ اطمینان اطلاع موصول ہوئی اور کنسیشن فارم جاری ہو گیا اور اب تک جاری ہے ۔

النادی العربی

جمعہ کی شب میں طلبہ کا تقریری پروگرام ہوتا ہے جس کا قدیم زمانہ سے سلسلہ جاری ہے اس کا ذکر اس تاریخ میں بھی ہو چکا ہے ۔

اس سال اس میں شعبۂ عربی کا اضافہ ہوا ۔ عربی مدارس میں طلبہ عربی زبان کے ذریعہ علم دین حاصل کرتے ہیں ۔ قرآن وحدیث کی زبان بھی عربی ہے ۔ علوم وفنون کی کتابیں بھی عربی ہی زبان میں داخل درس ہیں اس لئے اس سے فائدہ اٹھانے کیلئے عربی میں مہارت پیدا کرنا عربی بولنے اور لکھنے پر قدرت حاصل کرنا ازبس ضروری ہے لہٰذا اس ضرورت کے لئے " النادی العربی " قائم کی گئی ۔ اس انجمن میں طلبہ عربی میں تقریر کرتے ہیں اس کے لئے عربی ادب کے ایک ماہر استاذ کا تقرر ہوا ہے ۔ لکھنے کی مشق کیلئے " صوت الاسلام " کے نام سے ایک ماہانہ جداری پرچہ بھی جاری کیا گیا ہے ۔

تعمیرات

دارالاقامہ طلبہ کی رہائش کیلئے جو عمارت زیر تعمیر تھی وہ تکمیل کو پہونچ گئی۔ اب ایک طویل عالی شان بلڈنگ جو چار سو طلبہ کی رہائش کیلئے کافی ہے تیرہ لاکھ کے صرفہ سے بن کر تیار ہو چکی ہے، نیچے ایک وسیع ہال ہے جس میں پانچ سو طلبہ ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا سکتے ہیں۔ نیچے دوسری طرف باورچی خانہ اناج جمع کرنے کیلئے متعدد کمرے ہیں۔ ان کے اوپر دو منزل میں کمرے ہیں ہر کمرہ میں سات طلبہ رہ سکتے ہیں ساتھ ہی غسل خانہ اور بیت الخلاء کا بھی انتظام ہے۔

دارالقرآن اور دارالاساتذہ دارالقرآن[۱] کی تعمیر جاری ہے، جلد ہی مکمل ہونے والی ہے۔ دارالاساتذہ کی تعمیر کا کام بھی شروع ہو چکا ہے اس بلڈنگ میں نو اساتذہ اہل وعیال کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔ سب سے اوپر پانی کی ٹنکی ہوگی جو دارالاساتذہ اور جامعہ کی ضروریات کیلئے کافی ہوگی۔

شعبۂ کتابت اس سال جامعہ میں شعبۂ خوشخطی بھی کھولا گیا جس کے لئے ایک ماہر خوشخط کاتب کی خدمات حاصل کی گئیں۔ تاکہ طلبہ اردو، عربی خوشخط لکھ سکیں جو ایک قابلِ قدر فن لطیف ہے۔

فضلاء اس سال اٹھائیس ۲۸ عالم، آٹھ قاری، اکیس ۲۱ حافظ جامعہ سے نکلے بیس ۲۰ طلبہ نے ناظرہ قرآن ختم کیا۔

فتاوی دس سو چودہ (۱۰۱۴) استفتاوات کے جوابات پورے سال میں دیئے گئے۔

---

[۱] اس کی بنیاد ۱۹ صفر ۱۳۹۳ھ ۲۵ مارچ ۱۹۷۳ء کو شیخ الحدیث مولانا محمد ایوب صاحب اعظمی اور دیگر اساتذۂ جامعہ کے ہاتھوں رکھی گئی۔ (رجسٹر سرکلر)

سالانہ خرچ سالانہ خرچ اس سال مجموعی اعتبار سے چار لاکھ سے متجاوز رہا۔

مدرسین وملازمین مولانا محمد رشید بزرگ صاحب بحیثیت نائب مہتمم ۱۵؍رجب سے مقرر ہوئے۔ شوال میں مولانا شوکت علی اعظمی صاحب، مولانا ابوبکر غازیپوری صاحب عربی درجات میں اور مولانا موسیٰ بسم اللہ صاحب درجۂ فارسی میں مقرر ہوئے مولانا حیدر علی صاحب ہتھوڑوی مدرس فارسی رمضان سے اور قاری عباس صاحب مدرس تجوید ذی الحجہ سے الگ ہوئے۔

حادثات وفات

وفات حاجی ابراہیم میاں سملکی آپ کی وفات جو اسی سال کے شروع میں ہوئی[1] جامعہ کے حق میں ایک بڑا سانحہ ہے موصوف بانیٔ جامعہ مولانا احمد حسن بھام کے ساتھیوں میں تھے اور شروع دور میں مدرسہ کے خزانچی بھی رہے مولانا احمد حسن بھام کے افریقہ جانے پر اہتمام کی ذمہ داری سنبھالی تھی۔ آپ کو جامعہ سے آخری سانس تک بیحد محبت تھی جامعہ کے خلاف کوئی بات سننا گوارہ نہیں تھا ضعیفی کے باوجود جب تک جامعہ آسکتے تھے برابر آتے رہے حق گوئی آپ کا شیوہ تھا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرماکر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب کرے۔

وفات حکیم مولانا سلیمان کفلیتوی حکیم صاحب رکن مجلس شوریٰ جامعہ ڈابھیل کے انتقال سے بھی جامعہ ایک بڑے خیرخواہ

---

[1] آپ کی وفات ۲۹؍ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ مطابق ۴؍فروری ۱۹۷۳ء کی شب میں ہوئی۔

سے محروم ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور جامعہ کی خدمت کا پورا پورا اجر عطا فرمائے۔

دو طالب علموں کی وفات جامعہ میں ملیریا بخار کی وبا پھیل گئی جس میں دو معصوم بچے اللہ کو پیارے ہوگئے اللہ تعالیٰ ان کو والدین کیلئے ذخیرۂ آخرت اور ذریعۂ شفاعت بنادے۔

(روداد ۹۳ھ ص۳ تا ۱۱ وص ۱۲۶)

سنہ ۱۳۹۴ھ اس سال شعبۂ نشر و اشاعت کی طرف سے "ڈاڑھی کا فلسفہ" مصنفہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رح شائع کی گئی۔

فتاویٰ پانچ سو ستانوے (۵۹۷) استفتاءات کے جوابات دارالافتاء سے اس سال روانہ کئے گئے۔

فارغین پندرہ عالم، تیئیس ۲۳ حافظ اس سال جامعہ سے فارغ ہوئے۔ ساٹھ طلبہ نے ناظرہ قرآن کریم ختم کیا۔

مدرسین اس سال شعبان میں مولانا ابرار احمد صاحب دھولیوی، مولانا ابراہیم صاحب پٹنی، مولانا احمد صاحب دیولوی جامعہ سے الگ ہوئے۔ مولانا رشید احمد بزرگ صاحب جمادی الاولیٰ میں نیابت اہتمام سے الگ ہوئے اور شوال سے درجۂ حفظ میں مدرس مقرر ہوئے۔ محرم میں مولانا عبدالاول صاحب سامرودوی مدرس فارسی، شوال میں قاری احمد اللہ صاحب بھاگلپوری مدرس تجوید اور مولانا ابراہیم اٹالوی مدرس اردو، ذی الحجہ سے مولوی فضل الرحمٰن اعظمی مدرس عربی مقرر ہوئے۔

سالانہ خرچ تعمیرات میں دو لاکھ بیاسی ہزار چار سو سرسٹھ (۲،۸۲،۴۶۷) روپئے اور دیگر ضروریات میں تین لاکھ تیئیس ہزار چھ سو چھانوے (۳،۲۳،۶۹۶) روپئے خرچ ہوئے۔

(روداد ۹۴ھ ص۳ تا ۷ وص ۸۹ ص ۱۲۶)۔

سالانہ جلسہ ۲۹ ر رجب ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۹ ر اگست ۱۹۷۴ء کو مسجد جامعہ میں جلسۂ انعام و دستار بندی منعقد ہوا۔ (رجسٹر سرکلر)

۱۳۹۵ھ اس سال مدرسہ گیارہ شوال کو کھلا۔ پانچ سو پینتالیس (۵۴۵) طلبہ کا داخلہ ہوا۔

سالانہ خرچ اس سال تعمیر میں تین لاکھ اٹھاون ہزار آٹھ سو بتیس (۳٫۵۸٫۸۳۲) روپئے اور دیگر ضروریات میں تین لاکھ ایک ہزار چھ سو چودہ (۳٫۰۱٫۶۱۴) روپئے خرچ ہوئے۔ (روداد ۱۳۹۵ھ صہ ۲)۔

افتاء کی تعلیم مہتمم صاحب تحریر فرماتے ہیں " ہمارے دل میں برسوں سے یہ تمنا اور آرزو موجزن تھی کہ دورۂ حدیث سے فارغ ہونے والے فضلاء مدارس کیلئے گجرات ہی کے کسی مدرسہ میں فقہ، حدیث اور تفسیر میں کمال پیدا کرانے کیلئے تخصص کے شعبے قائم کئے جاتے تو کتنا اچھا ہوتا۔ جب سے مدرسہ کا انتظام میرے ہاتھ میں آیا یہ تمنا اور بڑھ گئی اور اس سلسلہ میں اکابر علماء اور بزرگانِ دین سے صلاح و مشورہ کا سلسلہ قائم کیا چنانچہ دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی مدظلہٗ سے ہم نے یہ درخواست کی کہ آپ شعبۂ افتاء کی سرپرستی قبول فرمالیں ہم جامعۂ ڈابھیل میں یہ شعبہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ نے ہماری درخواست کے جواب میں جو خط ارسال فرمایا وہ بعینہٖ یہ ہے۔

باسمہ تعالیٰ

مکرم و محترم .... مدت فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حق تعالیٰ نے قلب میں بہت اچھی تجویز ڈالی مفید ہے اہم ہے ضروری ہے بلکہ درس نظامی اور ہمارے مدارس کا لب لباب ہے ضرور شروع

کرتی یہ ناکارہ جو خدمت کرسکتا ہے بالکل حاضر ہے ہرگز دریغ نہیں۔ والسلام

احقر محمود عفرلہٗ ۸/۷/۱۳۹۳ھ

دارالعلوم دیوبند

حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ کے سرپرستی قبول کرلینے کے بعد یہ شعبہ اس سال سے قائم ہوگیا حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ ہی نے نصاب بھی متعین فرمادیا۔

(رو داد ۹۵ھ ص ۳ - ۴)

ضروریات جامعہ اس عنوان کے تحت کتبخانہ کیلئے جس میں بائیس ۲۲ ہزار کتابیں موجود ہیں ایک بڑے ہال کی ضرورت ظاہر کی گئی ہے، بجلی کا نظام خراب ہونے کی وجہ سے جنریٹر کی ضرورت بھی ظاہر کرکے قوم کے حساس اصحاب خیر کو اس جانب متوجہ کیا گیا ہے۔

فضلاء اس سال تیرہ ۱۳ عالم، اکیس ۲۱ حافظ تیار ہوئے، گیارہ ۱۱ طلبہ نے ناظرہ قرآن کریم ختم کیا۔ (ایضاً)

انعامی جلسہ اس سال سالانہ جلسۂ دستار بندی نہیں ہوا۔ ۸/شعبان ۹۵ھ ۱۷/اگست ۷۵ء کو بوقت صبح انعامی جلسہ زیر صدارت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ایوب صاحب اعظمی رحمہ اللہ منعقد ہوا۔ (رجسٹر سرکلر)

وفیات

وفات جناب احمد موسیٰ نانا بھائی آپ تقریباً ۱۵ سال سے مینیجنگ کمیٹی کے ٹرسٹی کی حیثیت سے جامعہ کی خدمت کر رہے تھے،

وطن آپ کا ڈابھیل ہے لیکن برسوں سے قیام بمبئی میں تھا۔ ۱۲/۶/۷۵ء کو آپ کا انتقال

ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

وفات حافظ قاری محمد معصوم بزرگ

مہتمم جامعہ کے برادر بزرگ قاری محمد معصوم صاحب انگلینڈ کے شہر ڈیول سول میں ۲/۶/۱۹۷۵ء کو اللہ کے پیارے ہوگئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم نے جامعہ میں مدرس تجوید کی حیثیت سے کام کیا تھا سنہ ۶۲ء میں انگلینڈ چلے گئے تھے ۔

وفات مولانا محمد ایکھلوایا صاحب سابق مہتمم جامعہ

مولانا محمد ابراہیم ایکھلوایا صاحب ڈابھیلی جنوبی افریقہ سے مدینہ منورہ تشریف لے جارہے تھے راستہ میں نیروبی (کینیا) ایرپورٹ پر دل کا دورہ پڑا اور وہیں ۱۷/۱۱/۱۹۷۵ء کو راہی ملک بقا ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۵ سال تھی آپ جامعہ کے مہتمم رہ چکے ہیں۔ آپ نے ۱۶ مرتبہ حج کی سعادت حاصل کی جنوبی افریقہ میں رہتے ہوئے جامعہ ڈابھیل کیلئے بہت محنت کرتے تھے اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کی خدمات قبول فرماکر بلند درجات عطا فرمائے، نیز جامعہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین (ایضاً ص ۹)۔

سفیر کا تقرر

اس سے قبل روداد میں کہیں مستقل سفیر کا ذکر نہیں ملا۔ ابنائے جامعہ اور بہی خواہانِ مدرسہ رمضان المبارک میں سرمایہ کی فراہمی کا کام انجام دے لیتے ہیں۔ مدرسین حضرات بھی تعاون فرماتے ہیں۔ لیکن اس سال باقاعدہ ایک سفیر کا تقرر ہوا۔ حالات کے تقاضہ سے ایسا ہوا تھا زیادہ دنوں تک یہ سلسلہ نہیں رہا۔ جامعہ کی ضروریات ہمدردانِ جامعہ کی مخلصانہ توجہ سے پوری ہوجاتی ہیں ۔

جامعہ ڈابھیل میں شیخ الازہر کی تشریف آوری

دنیا کی سب سے قدیم اور بڑی اسلامی یونیورسٹی "جامعہ ازہر مصر" کے شیخ ڈاکٹر عبدالحلیم محمود صاحب ۱۱ر نومبر ۱۹۷۵ء ۶ر ذیقعدہ ۱۳۹۵ھ کو جامعہ میں رونق افروز ہوئے اس موقع پر ہندوستان اور گجرات کے دیگر اکابر علماء بھی تشریف فرما ہوئے۔ عوام کا ایک بہت بڑا مجمع اکٹھا تھا مقامی علماء کے علاوہ محدث جلیل علامۂ کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ، اور فدائے ملت حضرت مولانا اسعد صاحب مدنی مدظلہٗ اور جنرل شاہ نواز صاحب خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ جلسۂ عام کی صدارت مولانا اعظمی صاحب نے فرمائی۔

شیخ الازہر کا عہدہ ملک مصر کا ایک سرکاری عہدہ بھی ہے اس لئے شیخ الازہر کی آمد سرکاری حفاظت میں ہوئی تھی، شیخ کے ساتھ مصر کے دیگر ذمہ دار حضرات بھی تھے۔ ان حضرات کی آمد کے وقت جامعہ کی رونق قابل دید تھی۔

جامعہ کی طرف سے شیخ الازہر کو اعزازی عمامہ دیا گیا۔ اس "عمامة الفضيلة والتكريم" کو شیخ الازہر کے سر پر ہندوستان بلکہ دنیا کے مسلّم ماہر حدیث مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی مدظلہٗ نے باندھا جس کو شیخ الازہر نے بخوشی قبول فرمایا۔ مجلس علمی ڈابھیل کی طرف سے شائع شدہ علمی کتابیں شیخ الازہر کو ہدیۃً پیش کی گئیں۔

جامعہ کی طرف سے شیخ الازہر کو سپاس نامہ پیش کیا گیا جس میں جامعہ کا تعارف کرایا گیا اور جامعۂ ازہر سے ربط و تعلق کی درخواست کی گئی۔ یہ کلمۃ الترحیب خوبصورت چھپا ہوا حاضرین جلسہ میں تقسیم کر دیا گیا تھا مولانا ابوبکر صاحب غازیپوری نے جلسہ میں اس کو پڑھ کر سنایا۔ ڈابھیل و سملک بستی کی طرف سے بھی سپاسنامے پیش کئے گئے۔

جامعہ کے اساتذہ اور طلبہ کے پروگرام کے بعد شیخ الازہر نے عربی زبان میں تقریر کی جس کی ترجمانی شیخ المشائخ حضرت مولانا اعظمی نے کی، شیخ الازہر نے ضروری اور مفید باتوں کے ساتھ یہ اعلان بھی کیا کہ جامعہ ازہر ہندوستان میں دس مندوب (استاذ) بھیجے گا اور ہندوستانی طلبہ کیلئے بیس سیٹیں منظور کی جائیں گی۔ شیخ الازہر کا یہ پروگرام بہت ہی کامیاب رہا۔ اخبارات نے تعریف کے ساتھ اس کی رپورٹ شائع کی۔ شیخ نے مصر جاکر ایک سو پینتیس ۱۳۵ کتابیں جامعہ کیلئے ارسال فرمائیں۔

(ایضاً ص ۱۳)

شیخ الازہر نے جامعہ ڈابھیل اور اس کے انتظام و اہتمام سے واقفیت حاصل کی کتب خانہ بھی دیکھا خوش ہوئے اور مندرجہ ذیل الفاظ میں اپنے تأثرات ظاہر فرمائے۔

نقل معائنہ شیخ الازہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لقد سعدنا اليوم بزيارة الجامعة الاسلامية تعليم الدين دابهيل وسرنا ما وجدنا فيها من نظام وما اتسم به طلبتها من آداب وعلم وسررنا بتقوى الاساتذة وعلمهم ونرجوالله سبحانه ان يكلل اعمال المشرفين على هذه الجامعة بالنجاح والتوفيق.

و انى اشكر للسيد المدير والسادة الاساتذة ما طوقونى به من لبس العمامة و اضرع الى الله العلى القدير ان يجعلنى اهلا لهذه العمامة.

و شكر الله لكل من ساهم فى الحفاوة بنا وجزاهم خيرما يجزى

عکس تحریر ڈاکٹر عبدالحلیم محمود شیخ الازہر

بسم الله الرحمن الرحيم

لقد سعدنا اليوم بزيارة : الجامعة الإسلامية تعليم الدين دابهيل

وسرنا ما وجدنا فيها من نظام وما اتسم به طلبتها من أدب وعلم

وسرنا بتقوى الأساتذة وعلمهم

جزى الله سبحانه وتعالى كل أعمال المشرفين على هذه الجامعة بالنجاح والتوفيق

وإني أشكر للسيد المدير والسادة الأساتذة ما طوقوني به من لباس السعادة وأضرع إلى الله العلي القدير أن يجعلني أهلا لهذه العمامة

وشكر الله لكل من ساهم في الحفاوة بنا وجزاهم خير ما يجزي عباده الصالحين

عبدالحليم محمود
شيخ الأزهر

۷۵/۱۱/۱۱

عبد الحلیم محمود شیخ الازہر

۱۱/۱۱/ ۷۵ء

(از رجسٹر معاینہ ۱۹۶)

اس موقعہ پر جلسہ کی صدارت کیلئے فخر المحدثین حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ تشریف لائے تھے آپ نے رجسٹر معاینہ میں یہ سطریں تحریر فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ!

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین میں میری حاضری پہلے بھی ہو چکی ہے۔ میں اس کے مدرسین وطلباء کے علمی نشاط اور تعلیم و تعلم سے دلچسپی کا حال بہت دنوں سے جانتا ہوں۔

جامعہ میں شیخ الازہر کی تشریف آوری کے موقع پر اپنی موجودگی کو اپنی سعادت سمجھتا ہوں مدرسہ جو عظیم الشان تعلیمی خدمات انجام دے رہا ہے اس کے لئے اس کے ارکان وکارکنان مستحق مبارکباد ہیں۔

اس مدرسہ کے ذریعہ جو خدمت انجام پارہی ہے وہ بہت بڑی اسلامی خدمت ہے ہمارا فرض ہے کہ ارکان مدرسہ کے ساتھ ہر قسم کے تعاون کیلئے تیار رہیں۔

حبیب الرحمٰن الاعظمی ۱۲/ نومبر ۱۹۷۵ء

(ایضاً ص۱۰۱)

۱۳۹۶ھ۔ درجۂ تجوید میں سہولت

درجۂ تجوید میں داخلہ کیلئے یہ سہولت پیدا کردی گئی ہے کہ کسی جامعہ کا فاضل صرف تجوید کی تعلیم حاصل کرنا چاہے تو اس کو صرف تجوید کیلئے بھی داخلہ مل سکتا ہے۔ جامعہ کے ایک فاضل

نیز اس سال داخلہ مل بھی گیا ہے۔ دیگر مدارس کے فضلاء کو بھی یہ سہولت حاصل ہوگی، قیام وطعام کی ساری سہولتیں جو دیگر عام طلبہ کو دی جاتی ہیں ان کو بھی ملیں گی۔

مدرسین کیلئے ایک اور سہولت حضرات مدرسین اور ملازمین کو جامعہ کی طرف سے جو متعدد سہولتیں حاصل ہیں ان کا تذکرہ پہلے آچکا ہے مثلاً پرائیوڈنٹ فنڈ، قیمت خرید پر اناج، شکر اور تیل وغیرہ کی فراہمی بوقت ضرورت قرض کا ملنا۔ اس سال سے ایک اہم اور خاص سہولت یہ حاصل ہوگئی کہ جامعہ کی افریقہ کمیٹی کے دو اہم رکن عالیجناب الحاج موسیٰ بڈھانیا صاحب اور الحاج جناب ابراہیم ماکڑا صاحب یہاں تشریف لائے تھے جامعہ کے حسن انتظام سے خوش ہوکر یہ اعلان کیا کہ ہم افریقہ کے مدرسہ ٹرسٹ کی طرف سے رمضان کی دوہری تنخواہ بھیجا کریں گے تاکہ مدرسین رمضان اور عید کی ضروریات سے بے فکر ہوکر یکسوئی سے رمضان مبارک گذار سکیں۔ جزاہم اللہ خیراً۔ (روداد ۹۶ھ صک)۔

فارغین پندرہ ۱۵ طلبہ دورۂ حدیث سے فارغ ہوئے، تجوید کی سند نو ۹ کو ملی، پچیس ۲۵ حافظ ہوئے، چودہ ۱۴ نے قرآن ناظرہ ختم کیا۔

سالانہ جلسہ ۱۱ر شعبان ۹۶ھ کو جامعہ کی عالی شان مسجد میں سالانہ جلسۂ دستار بندی ہوا جس میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند تشریف لائے آپ ہی کے ہاتھوں سے فضلاء کی دستار بندی ہوئی، پھر بیان ہوا۔ (ایضاً ص۲)

تعمیرات اس سال عمارت دار القرآن جس کی تعمیر جاری تھی مکمل ہوئی۔

سالانہ خرچ طلبہ کی ساری ضروریات پر تین لاکھ ستاسی ہزار چار سو اٹھاون (۵۸ر ۳/۸۷) روپئے خرچ ہوئے۔ (ایضاً ص۵)

دارالقرآن د سالِ تکمیل سنہ ۱۳۹۶ھ

جس میں حفظ و قراءت کی بارہ درسگاہیں ہیں
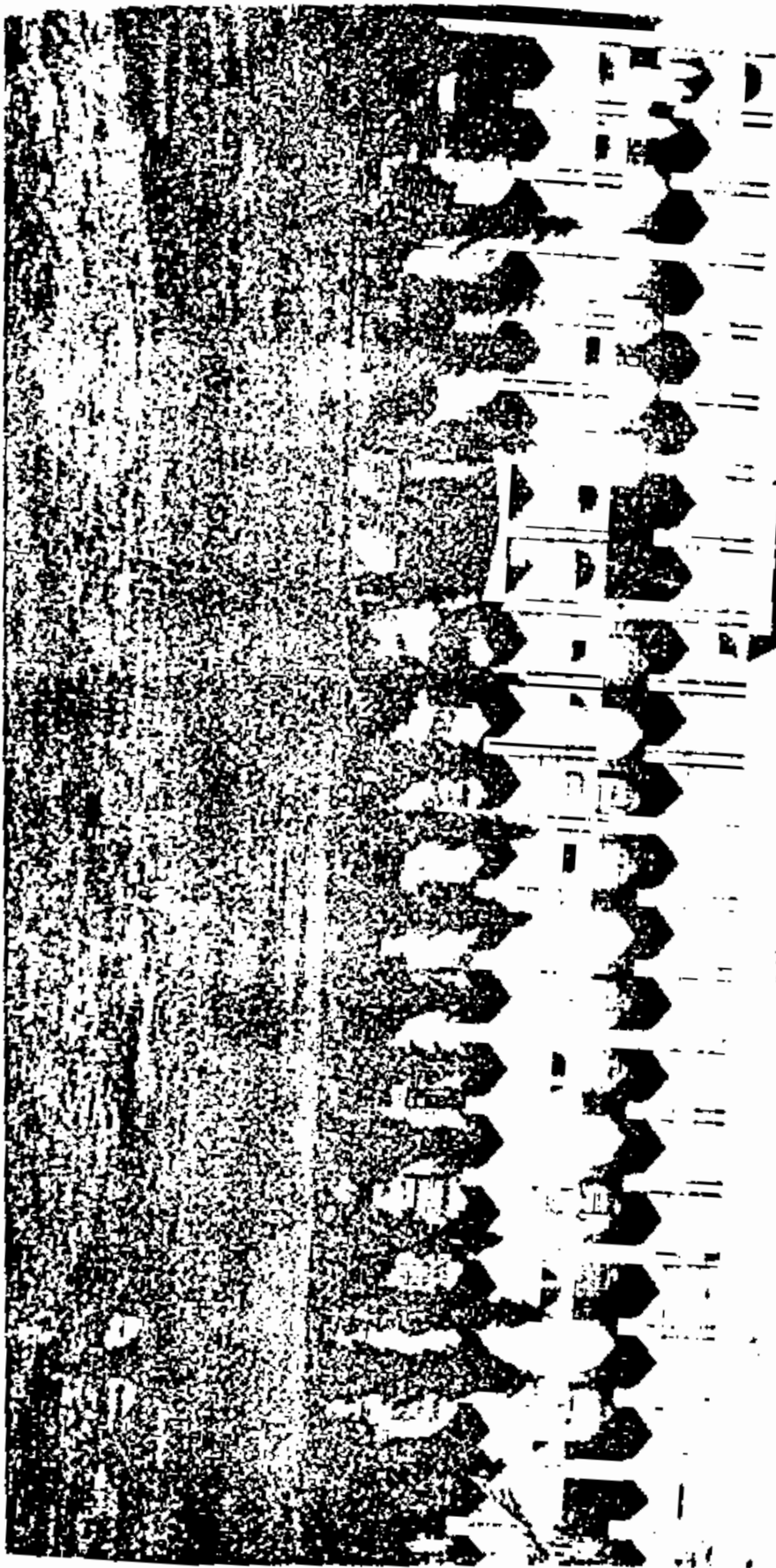
عربوں کا ایک قافلہ

اس سال ایک عجیب واقعہ پیش آیا. حکومت سعودیہ کا ایک پانی کا جہاز (المدینہ) نہ معلوم کس طرح طوفان کا شکار ہوکر ڈابھیل کے قریب ساحل سمندر (امبھراٹ) میں پھنس گیا. اس پر سوار سب عرب مسلمان تھے زیادہ تر مصر کے معلوم ہوئے. حکومت ہند نے ان کی مدد کی اور جہاز سے اُتارا ان کو جامعہ ڈابھیل بھی لایا گیا جامعہ نے ان کی ضیافت کا حق ادا کیا ان کو اعزاز و اکرام کے ساتھ اطمینان دلایا گیا ان کے ساتھ اظہار ہمدردی کیلئے ایک جلسہ کیا گیا جس میں ان کو تسلی دی گئی اور اللہ تعالیٰ کے اس انعام کا تذکرہ کیا گیا کہ آپ لوگوں کو صحت و سلامتی کے ساتھ جہاز سے اتار دیا اور آپ انشاء اللہ خیریت و عافیت کے ساتھ اپنے وطن پہونچ جائیں گے۔

جواب میں ان میں سے ایک صاحب نے جو دین سے قریب تھے تقریر کی اور اسلامی وحدت و اخوت کا تذکرہ کیا. جامعہ کا شکریہ ادا کیا اور بتایا کہ مسلمان کہیں بھی مسلمان سے ملتا ہے تو یہی سمجھتا ہے کہ میں اپنے بھائی سے مل رہا ہوں اپنے بھائی کے گھر کو اپنا گھر سمجھتا ہے ہم بھی آپ سے مل کر یہی سمجھتے ہیں کہ اپنے گھر میں اور اپنے لوگوں میں ہیں رجسٹر معاینہ میں اپنے احساس کو ان لفظوں میں درج کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

ان الاسلام الحنیف جمع المسلمین فی مشارق الارض ومغاربها على التعاطف و الرحمة وما لاقيناه نحن طاقم السفينة السعودية "المدينة" وعددنا ۲۷ بحارا مسلما من كرم منكم يشعرنا ان الاسلام العظيم بخير وسيظل بخير ولأننا بينكم لم نشعر بأننا تركنا بحرا ولا فارقنا اهلا.

والسلام عليكم ايها المسلمون فى دابهيل من جميع طاقم السفينة المدنية القبطان و رجاله.

خليل محمد عبده   ۲۶/۲/۸ م

(از رجسٹر معاینہ ص۱۰۱)

نصاب دارالافتاء کا افتتاح

مفتی تیار کرنے کیلئے جس شعبہ کے کھولے جانے کا اعلان پہلے ہوچکا ہے اس پر عمل شروع ہوگیا حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی صدر مفتی دارالعلوم دیوبند نے ۸ر شوال ۱۳۹۶ھ مطابق ۴ر اکتوبر ۱۹۷۶ء بروز یکشنبہ جامعہ کی مسجد میں ظہر کے بعد اس شعبہ کا افتتاح کرتے ہوئے ایک سبق پڑھایا اس کے بعد ایک نہایت مؤثر اور اہم تقریر فرمائی جس میں اس کام کی اہمیت اور ضرورت پر روشنی ڈالی اور ہماری اس پیش قدمی پر خوشی ظاہر فرمائی عصر کی اذان کے ساتھ دعا پر یہ مجلس ختم ہوئی۔

اس شعبہ میں داخلہ کے ضابطے اور نصاب وغیرہ کی تعیین حضرت مفتی صاحب مدظلہ ہی نے فرمائی ہے ہمارا ارادہ ہے اور ہم کوشش بھی کررہے ہیں کہ اس شعبہ کے طلبہ کا سالانہ امتحان بھی حضرت مفتی صاحب ہی دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء کے طلبہ کے ساتھ لیں اور آپ طلبہ کی صلاحیت پر اطمینان ظاہر فرمادیں اس کے بعد ہی مفتی کی سند کسی طالب علم کو دی جائے۔ (ایضاً صفحہ ۴)

وفات مولانا عبدالحی بسم اللہؒ

جامعہ کے سابق مہتمم اور مدرس نیز مفتی گجرات حضرت مفتی اسماعیل بسم اللہؒ کے بڑے فرزند مولانا عبدالحیٔ بسم اللہ صاحب جو "ری یونین" میں دینی تعلیم میں مشغول تھے ۷ر جولائی ۱۹۷۶ء کو دورۂ قلب کے عارضہ میں رحلت فرماگئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کے انتقال سے جامعہ کو سخت نقصان پہونچا اللہ تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے۔

وفات مفتی مہدی حسنؒ

نیز حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب شاہجہاں پوری جو برسوں راندیر (سورت) میں قیام پذیر رہے تھے اور گجرات کے مسلمانوں کی دینی خدمت انجام دیتے رہے تھے انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس وقت آپ دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی تھے،

آپ کا انتقال فرما جانا بھی علمی دنیا کا ایک بڑا نقصان ہے اس خبر سے جامعہ کو بہت صدمہ پہونچا اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے (ایضاً ص۶) مفتی صاحب کا انتقال ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ کو ہوا (تاریخ دارالعلوم دیوبند ص ۲۵۸/۲)۔

کلمات اکابر

اس سال حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری مدظلہٗ (خلیفہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ فتحپوریؒ و مولانا شیخ محمد زکریاؒ) جامعہ تشریف لائے نیز مولانا عمران خاں ندوی (جانشین حضرت مولانا یعقوب صاحب مجددی بھوپال) کا بھی ورود ہوا۔ رجسٹر معاینہ میں ان اکابر نے یہ تحریر فرمایا۔

نقل معاینہ مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری مدظلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔

امابعد! یہ ناکارہ کل ۱۷ جمادی الاخریٰ کو مدرسہ جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل ضلع سورت پر اپنے بعض احباب واکابر کی زیارت کی غرض سے حاضر ہوا اس سے قبل بھی سنین ماضیہ میں کئی بار تھوڑی تھوڑی دیر کیلئے حاضری کی سعادت اس ناکارہ کو حاصل ہوئی ہے کل کی حاضری میں احقر نے خود ہی طے کرلیا تھا کہ کم ازکم شب وروز یہاں قیام کروں گا چنانچہ اس مدید قیام میں اس جامعہ کو اس سیہ کار نے ذرا تفصیل سے دیکھا دارالحدیث اور دوسری درسگاہیں، دارالافتاء مطبخ مطعم ساری ہی چیزوں کو دیکھ کر بیحد مسرت ہوئی، اساتذۂ کرام بالخصوص حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد ایوب صاحب متعنا اللہ بطول بقائہ ومفتی محمد اسماعیل صاحب مدظلہٗ اور حضرت ناظم ومہتمم مولانا محمد سعید بزرگ دامت برکاتہم سے خوب ملاقاتیں رہیں۔ اسی طرح طلبہ کی تعلیمی واخلاقی حالات وضع قطع بھی دیکھا۔ الحمدللہ مدرسہ ہذا کی ساری چیزیں لائق صد تحسین اور کارکنان مدرسہ لائق صد مبارکباد

ہیں۔ ماشاء اللہ سارا کام اسلاف کے طریق پر ہو رہا ہے اور ان کے انوار نمایاں طور پر نظر آ رہے ہیں صرف گجرات کیلئے ہی نہیں بلکہ مسلمانانِ عالم کیلئے یہ دینی درسگاہ ایک نعمت عظمیٰ ہے اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس نعمت کے شکر کی توفیق عطا فرمائیں اور اس کے بقاء و استحکام کی سعی میں سب کو لگائے رکھیں۔ ع

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

فقط والسلام

بندہ عبدالحلیم جونپوری نزیل ڈابھیل ۱۸؍ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۶ھ

حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب دام مجدہٗ کے تأثرات کی یہ عاجز بھی تائید کرتا ہے حضرت مولانا محمد سعید صاحب بزرگ کی مہربانیاں شکریہ سے بالاتر ہیں۔

محمد عمران خاں ندوی

امیر دارالعلوم تاج المساجد بھوپال

۱۷؍ جون ۷۶ء

(از رجسٹر معاینہ ص۱۷۳)

۱۳۹۷ھ۔ دارالاساتذہ کی تکمیل

اس سال دارالاساتذہ کی تعمیر تقریباً مکمل ہو چکی ہے۔ شوال سے ان شاء اللہ مدرسین کو رہنے کیلئے دیدی جائے گی اس کے اوپر پانی کی ٹنکی بھی تیار ہو گئی ہے جس میں پچیس ہزار گیلن پانی سما سکتا ہے۔ پائپ لائن کا کام بھی پورا ہو چکا ہے۔ ۷؍ صفر ۱۳۹۷ھ مطابق ۲۷؍ جنوری ۱۹۷۷ء بروز جمعرات بعد العصر حضرت مولانا سید اسعد مدنی دامت برکاتہم کے مبارک ہاتھوں اس کا افتتاح ہو چکا ہے ان شاء اللہ اس ٹنکی سے مدرسہ کی ساری ضرورت پوری ہو جائے گی۔

(روداد ۹۶ھ ص۶)
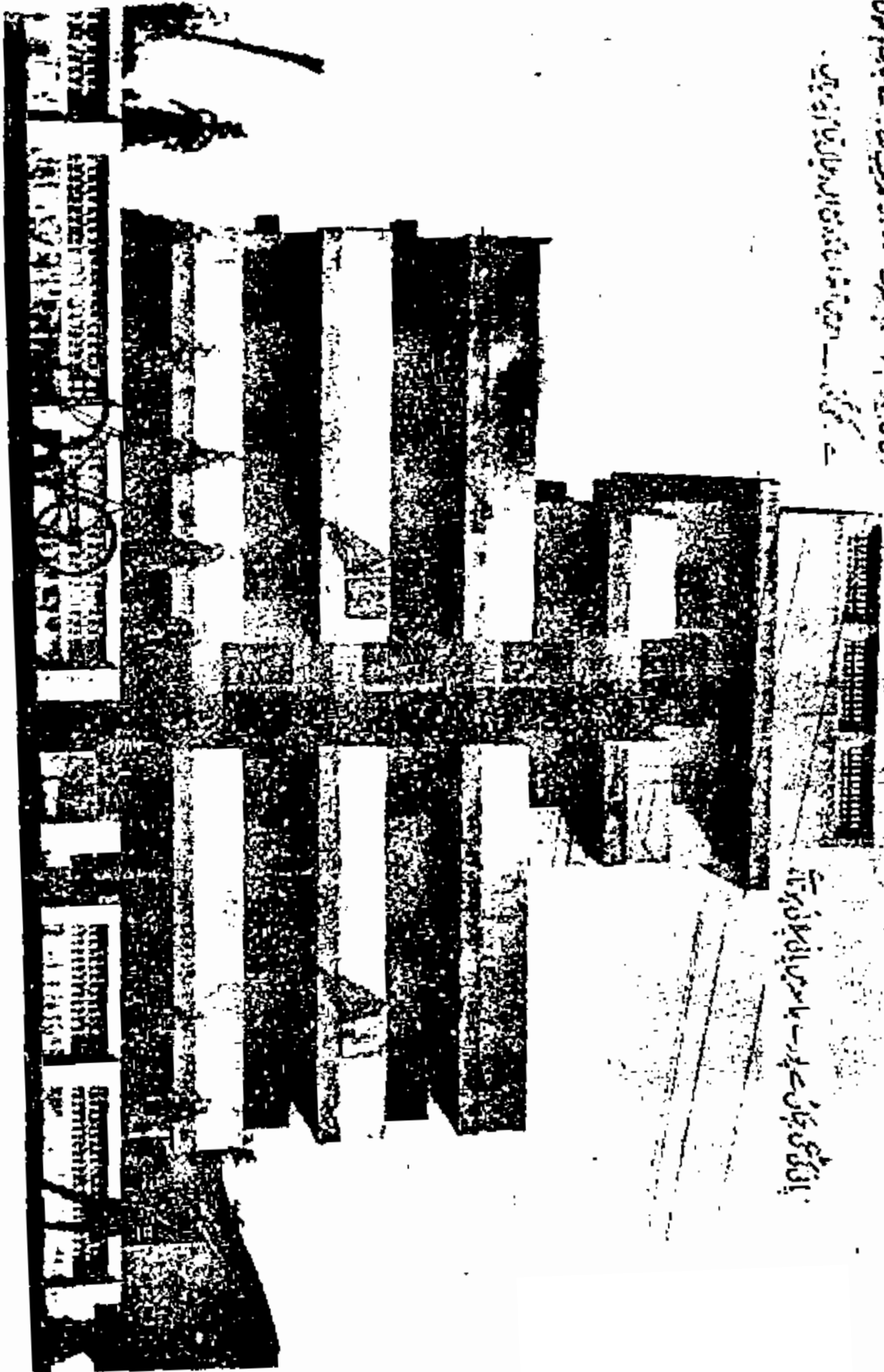
نصاب تعلیم میں ترمیم

مجلس شوریٰ کے فیصلہ کے بموجب اس سال نصاب تعلیم پر غور و خوض اور اس کو مفید سے مفید تر بنانے کیلئے پانچ علماء کرام کو دعوت دی گئی۔ دو دن تک غور و خوض اور بحث و تحقیق کے بعد ایک ایسا نصاب مرتب کیا گیا جس سے طلبہ میں قرآن پاک کے ترجمہ و مطلب اور حدیث پاک سے خوب مناسبت ہو جائے۔ اس کیلئے بعض کتابیں کم کی گئیں اور حدیث و قرآن سے متعلق کتابوں کا اضافہ کیا گیا۔ ابتدائی عربی سے قرآن کریم سے متعلق کتابیں داخل کی گئیں پھر دو سالوں کے بعد احادیث کے انتخابات نصاب میں داخل کئے گئے۔ امید ہے کہ طلبہ میں ان دونوں سے خاصا تعلق بڑھ جائے گا اور قرآن و حدیث سے جو ہمارا سب سے بڑا سرمایہ ہیں کافی شغف ہو جائے گا۔ قرآن و حدیث کی تعلیمات ذہن و دماغ میں رچ بس جائیں گی جس سے طلبہ کی زندگی تعلیمات اسلامیہ سے آراستہ و پیراستہ ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ (روداد ۱۳۹۰ھ صہ ۳)

درجۂ حفظ میں ایک خاص اہتمام

اس سال درجۂ حفظ کے طلبہ کے بارے میں یہ خاص انتظام کیا گیا ہے کہ ان کو دارالاقامہ میں دیگر درجات کے طلبہ سے الگ کمروں میں ٹھہرایا گیا ہے۔ ان کے لئے عشاء کے بعد فرصت کر دی گئی ہے تاکہ جلد سو جائیں۔ فجر سے ایک گھنٹہ قبل ان کو اٹھا دیا جاتا ہے دو اساتذہ اس کے لئے خصوصی الاؤنس کے ساتھ مقرر ہیں جو وقت مقرر پر طلبہ کو بیدار کر کے مسجد میں لاتے ہیں اور فجر تک ان کی پڑھائی کی نگرانی کرتے ہیں صبح کے وقت جب کہ ذہن کو کامل سکون اور ہر طرح کی یکسوئی حاصل ہوتی ہے قرآن پاک کا حفظ بہت مضبوط ہوتا ہے اس سے درجہ حفظ کی تعلیم میں پختگی پیدا ہو گئی ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

(ایضاً صہ ۳)

فتاوی
اس سال جامعہ کے دارالافتاء سے ایک ہزار تراسی (۱۰۸۳) سوالوں کے جوابات ارسال کیے گئے۔

دارالافتاء کے طلبہ کا امتحان
جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے نصاب دارالافتاء کا افتتاح حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی مدظلہٗ کے ہاتھوں ہو چکا ہے۔ ہم نے یہ کوشش کی تھی کہ ہمارے طلبہ کا امتحان حضرت مفتی صاحب طلبۂ دارالعلوم کے ساتھ لیں۔ الحمد للہ یہ کوشش کامیاب ہوئی حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ نے ہماری یہ درخواست قبول فرمائی۔ ہم نے رجب میں اپنے طالب علم کو دارالعلوم دیوبند بھیج دیا وہاں دارالعلوم کے طلبہ کے ساتھ امتحان ہوا، حضرت مفتی صاحب خوش ہوئے اور اپنی سند پر دستخط فرما کر طالب علم کو عنایت فرمائی اس سے ہمیں بھی پورا اطمینان ہو گیا کہ اس شعبہ کی ہماری تعلیم قابلِ اعتماد ہے۔ اس سے امید ہے کہ ایک اہم دینی خدمت انجام پائے گی اور جامعہ کی نیک نامی ہوگی۔

(ایضاً صـ۴)

سالانہ خرچ
طلبہ کی ضروریات پر تین لاکھ بہتر ہزار چار سو دس (۳,۷۲,۴۱۰) روپئے اور تعمیرات نیز رنگائی پر بیاسی ہزار چار سو آٹھ (۸۲,۴۰۸) روپئے خرچ ہوئے (ایضاً صـ۶)۔

فضلاء
اس سال نو۹ عالم، چھ۶ قاری، بتیس۳۲ حافظ ہوئے، دس طلبہ نے قرآن ناظرہ ختم کیا۔

سالانہ جلسہ
۶؍شعبان ۱۳۹۷ھ بروز یکشنبہ جامعہ کی مسجد میں سالانہ جلسۂ دستاربندی ہوا جس میں مہمانِ خصوصی کے طور پر حضرت مولانا محمد رضا اجمیری شیخ الحدیث مدرسہ اشرفیہ راندیر تشریف فرما ہوئے آپ کے ہاتھوں فارغ ہونے والے علماء کی دستار باندھی گئی (ایضاً صـ۷)۔

مدرسین مولوی اسماعیل چاسوی اور مولوی سلیمان چوکسی شوال سے درجۂ حفظ میں مدرس مقرر ہوئے۔ (ایضاً ص۱۱)

وفیات جامعہ کے قدیم فاضل نیز سابق شیخ الحدیث وصدر المدرسین جامعہ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری کا ۳؍ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۷؍ اکتوبر ۱۹۷۷ء کو انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد خاص تھے۔ علامہ کشمیری کا علمی رنگ آپ میں جھلکتا تھا۔ جامعہ کیلئے یقیناً یہ بات قابل فخر ہے کہ آپ جیسا نادرۂ روزگار فرزند پیدا کیا۔ آپ کی علمی زندگی کا ایک بڑا حصہ جامعہ میں ہی گذرا، تدریس کی خدمت بھی انجام دی اور مجلس علمی کے ذریعہ تصنیفی کارنامے بھی سامنے آئے۔ معارف السنن کا اکثر حصہ یہیں جمع فرمایا۔ نصب الرایہ اور فیض الباری کی طباعت کے سلسلہ میں قاہرہ گئے، دونوں کتابوں پر مقدمہ لکھا، مقالے لکھ کر مصر میں شائع کرائے قیام پاکستان کے زمانہ میں بھی جامعہ کو برابر یاد رکھا اس لئے آپ کی ذات سے جامعہ کو جو انس ومحبت ہوسکتی ہے ظاہر ہے جس کے نتیجہ میں آپ کی وفات کا غم بھی جامعہ اور اہل جامعہ کو زیادہ محسوس ہوا، اللہ تعالیٰ مرحوم کی علمی دینی اور ملی خدمات کو حسن قبول عطا فرماکر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب کرے۔ قرآن خوانی اور ایصال ثواب کے بعد بقیہ دن جامعہ میں تعطیل کردی گئی۔

اسی سال جمادی الثانیہ میں جامعہ کے سابق شیخ الحدیث مولانا شریف حسن صاحب دیوبندیؒ حال شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند کا سانحۂ ارتحال بھی موجب رنج وغم ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی جوار رحمت خاص میں جگہ عطا فرمائے۔

آمد بزرگان اس سال جامعہ کے قدیم فاضل مولانا جمال الدین لبیب انوری مدظلہ بانی وناظم مدرسہ اسلامیہ بڑا قبرستان مالیگاؤں بمعیت مولانا عبد القادر صاحب مدظلہ مالیگانوی ممبر شوریٰ دار العلوم دیوبند جامعہ تشریف لائے جامعہ کو دیکھ کر اپنے

احساسات مندرجہ ذیل الفاظ میں تحریر فرمائے۔

نقل معائنہ

مولانا جمال الدین صاحب انوری

مورخہ ۱۱ رجون ۲۰۰۰ء مطابق ۲۳/۶/۹۷ء کو اپنی مادر علمی درسگاہ جامعہ اسلامیہ ذیل میں نصاب تعلیم اور برائے ملاقات اساتذہ وطلبہ حاضری کا موقع ملا۔ الحمد للہ مدرسہ کے ظاہری ومعنوی حسن نے متحیر کردیا۔ اللہ جزائے خیر دے مولانا المحترم محمد سعید صاحب بزرگ مسلکی کو کہ آپ کو قدرت نے جو جذبۂ محبت والفت علوم دینیہ سے دیا ہے اس کا مظاہرہ جامعہ کے درودیوار، درسگاہ ودیگر مقامات سے بخوبی ہورہا ہے رشب وروز طلبہ قرآن وحدیث اور یاد الٰہی میں مشغول ہیں، چند چیزیں یہاں خاص دیکھنے میں آئی ہیں جو دیگر مدارس عربیہ میں نہیں ہیں، یہاں نہایت پختہ دو منزلہ بورڈنگ پھر طلبہ کی تمام حوائج ضروریہ کا بہترین انتظام نیز کتب خانہ میں کتابوں کی بے نظیر عمدہ ترتیب قابل اساتذہ کا اجتماع عظیم۔

خدا کرے کہ جملہ متعلقین مدرسہ کا موجودہ جذبۂ تعلیم وتعلم اور ارکان کا حسن انتظام قائم ودائم رہے بلکہ اس میں دن دونی رات چوگنی ترقی ہو کیوں کہ حسب ارشاد مولانائے روم

اے برادر بے نہایت درگہے است   ہر چہ بر دے میرسی بر دے مایست

آگے بڑھتے رہنا ضروری ہے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

الراقم ابوالکمال جمال الدین لبیب انوری

بانی وناظم مدرسہ اسلامیہ بڑا قبرستان مالیگاؤں ناسک

المؤید۔ عبدالقادر مالیگانوی رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند   (از رجسٹر معاینہ صفحہ ۱۷۴)

اسی موقع پر نصاب تعلیم سے متعلق میٹنگ میں شرکت کیلئے مولانا شاہ سید صبغۃ اللہ بختیاری استاذ حدیث دارالعلوم باقیات الصالحات ویلور بھی جامعہ تشریف لائے تھے آپ نے جامعہ کو دیکھ کر خوشی ظاہر فرمائی اور دعائیں دیں۔

نقل معائنہ

مولانا صبغۃ اللہ صاحب بختیاری مدظلہٗ

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد!

اللہ کے فضل و کرم سے مجھے جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات میں حاضری کا شرف حاصل ہوا جامعہ کا نصاب تعلیم اور طرز تربیت سے دل بہت مسرور رہوا، اساتذۂ کرام کا علمی، تعلیمی شغف و انہماک کا صحیح اندازہ ہوا اور حضرت مہتمم صاحب مولانا محمد سعید احمد بزرگ دام مجدہٗ سے مل کر تمام حالات معلوم کرکے مسرت حاصل ہوئی جس توجہ اور التفات کے ساتھ خلوص و للّٰہیت سے کام ہو رہا ہے وہ قابل قدر ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہر طرح کی ترقیات نصیب کرے اور یہاں کے اساتذہ او تلامذہ میں خلوص نیت اور سچی خدمت کا جذبہ پیدا فرمائے اور نہ صرف گجرات بلکہ پورے ہندوستان کیلئے اس کو ایک مثالی درسگاہ بنا دے اور اسلام اور مسلمانوں کو بیش از بیش فائدہ پہونچے۔ والسلام

دعاگو فقیر سید شاہ صبغۃ اللہ بختیاری قاسمی

استاذ حدیث دارالعلوم باقیات الصالحات ویلور تامل ناڈو

۲۵ رجمادی الاخریٰ ۱۴۰۹ھ

(از رجسٹر معائنہ ص۱۷۵)

۱۳۹۸ھ۔ قراءت سبعہ کا افتتاح

روایت حفص رح کی تجوید کا سلسلہ جامعہ میں قائم ہی تھا جس کیلئے تین اساتذہ کام کرتے ہیں۔ اس سال سے قراءت سبعہ کا سلسلہ بھی شروع ہوا۔ اس شعبہ کے اندر بھی دوسرے اداروں کے فضلاء حصہ لے سکتے ہیں ان کے قیام وطعام کا جامعہ ذمہ دار ہوگا۔ (روداد ۹۸ھ ص۳ ـ ۴)۔

قراءت سبعہ ایک مستقل فن ہے جس میں سیکڑوں کتابیں تصنیف کی گئی ہیں، اس سے عام طور سے بے اعتنائی برتی جاتی ہے۔ اس فن شریف کی تعلیم شاید جامعہ کے ابتدائی دور میں ہوتی رہی ہو لیکن برسوں سے اس کا سلسلہ منقطع تھا حالانکہ یہ بھی ایک ضروری علم ہے۔ اس سے ناواقفیت کی وجہ سے انکار تک کردیا جاتا ہے۔ ضرورت تھی کہ اس فن کی نشأۃ ثانیہ ہو بحمدہ تعالیٰ جامعہ نے قرآن پاک کی اس خدمت میں بھی پیش قدمی کی۔ اللہ تعالیٰ اس شعبہ کو خوب ترقی عطا فرمائے تاکہ قرآن کریم کی اشاعت عام ہو۔

درجات میں اضافہ

درجۂ فارسی اول، درجۂ عربی اول اور درجۂ عربی دوم میں طلبہ کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی تھی۔ ایک مدرس کیلئے ان تمام طلبہ کے اسباق کو سننا اور ان کو سمجھانا مشکل تھا۔ یہ ابتدائی تعلیم آئندہ کیلئے اساس اور بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ کسی طالب علم کی اگر یہ ابتدائی تعلیم کمزور رہ جاتی ہو تو وہ آگے بھی کمزور ہی رہے گا اس لئے ضرورت تھی کہ اس کو ٹھوس مضبوط اور مستحکم بنایا جائے بنابریں ان تینوں درجات کو دو دو حصوں میں تقسیم کردیا گیا اور ہر سکشن کیلئے الگ استاذ مقرر کئے گئے تاکہ طلبہ کی یہ بنیادی تعلیم بہت مستحکم اور ٹھوس ہو وہ اچھے ذی استعداد عالم بن کر دین کی اچھی خدمت کرسکیں۔ (ایضاً ص۴)۔

فتاویٰ

اس سال دارالافتاء سے ۹۹۷ سوالات کے جوابات دیئے گئے، اخبارات اور ماہناموں میں جو شائع ہوئے وہ علاوہ ازیں تھے۔ دارالافتاء کا نصاب مکمل کرکے ایک فاضل نے مفتی کی سند حاصل کی (ایضاً ص۵)۔

فضلاء دورۂ حدیث شریف سے فارغ ہونے والے پندرہ ۱۵، روایت حفص پڑھ کر قاری ہونے والے تین ۳، حافظِ قرآن تیس ۳۰، ناظرہ ختم کرنے والے دس ۱۰ رہے۔

سالانہ جلسہ ۹ر شعبان کو سالانہ جلسۂ دستار بندی ہوا جس میں تقریر کیلئے مولانا ارشد مدنی مدظلہ اور مولانا انظر شاہ صاحب کشمیری مدظلہ تشریف لائے، جلسہ مسجد میں ہوا (ایضاً ص۳)

سالانہ خرچ طلبہ کی ضروریات پر تین لاکھ اڑسٹھ ہزار تین سو چوالیس (۳,۶۸,۳۴۴) روپے اور تعمیر و مرمت نیز رنگائی وغیرہ پر بیالیس ہزار انہتر (۴۲,۰۶۹) روپے خرچ ہوئے (ایضاً ص۸)۔

وفیات اس سال جامعہ جن حادثات سے دوچار ہوا ان میں جامعہ کے قدیم اور مخلص معاون جناب حاجی یوسف گارڈی مرحوم کے چھوٹے صاحبزادہ ابراہیم گارڈی کی وفات ہے اپنے والد کی طرح یہ بھی جامعہ کے مخلص معاون تھے۔ ان کی وفات سے جامعہ ایک بڑے معاون سے محروم ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے۔

اسی سال جامعہ کے رکن مجلس شوریٰ مولانا عبدالرحیم صاحب بورسدی کا بھی انتقال ہوا نیز شیخ الازہر ڈاکٹر عبدالحلیم محمود (جو چند سال قبل تشریف لائے تھے) کا بھی انتقال ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام کی مغفرت فرمائے۔

ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ میں تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ایڈیٹر مولانا اسحاق جلیس ندوی جامعہ تشریف لائے تھے طلبہ اور اساتذہ کے ساتھ ان کی صحبتیں رہیں رجسٹر معاینہ میں تحریر فرماتے ہیں:

تأثرات

مولانا اسحاق جلیس ندوی

۵/۱۲/۱۴۰۹ھ مطابق ۷/۱۱/۱۹۸۸ء

باسمہ سبحانہ

ہندوستان کے دینی مدارس اسلام کے وہ قلعہ ہیں جن کے ذریعہ دین و شریعت کے تحفظ و ترویج کا عظیم الشان کام اس دیار میں صدیوں سے انجام پا رہا ہے، دینی تعلیم کے مراکز وہ تربیت گاہ ہیں جہاں سے دین کے داعی اور اسلام کے سپاہی تیار ہوتے رہتے ہیں، ہر دینی مدرسہ اپنی جگہ ایک اہمیت رکھتا ہے مگر بعض مدارس تعلیمی تاریخ میں شہرت دوام اور نقش دوام کا مقام حاصل کر لیتے ہیں۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کو دینی مدارس کی تاریخ میں وہی مقام حاصل ہے، آج یہاں حاضری ہوئی، یہاں کے عظیم الشان خوبصورت اور صفائی اور سلیقہ سے آراستہ عمارتوں کو دیکھ کر متأثر ہونا تو فطری بات تھی لیکن اس حسن صورت کے تئیں حسن معانی وہ لازوال خزانہ ہے جس پر ادنیٰ غور و تدبر انسان کے قلب کو اس ادارہ کی عظمت سے بھر دے۔ یہی وہ درسگاہ جہاں پر محدث وقت فرید عصر علامہ انور شاہ کشمیری، علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا بدر عالم میرٹھی، مولانا حفظ الرحمن صاحب اور نہ جانے کیسی کیسی عظیم اور نادرۂ روزگار شخصیتیں اپنی زندگی کے شب و روز گزار چکی ہیں۔ یہی وہ دیار ہے جہاں عصر صحابہؓ اور عصر تابعینؒ میں وہ قافلے آئے تھے جن کی آمد نے اس دیار میں ایمان و اسلام کی شمع فروزاں کی اور پھر صدیوں کے بعد وسط ہند کے تعلیمی مراکز سے اساتذۂ کبار کا قافلہ اسی ساحل تک پہونچا۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل اپنے مخلص بانیوں اپنے خدا رسیدہ اساتذہ اپنے سنجیدہ اور با مقصد طلبہ کی وجہ سے ماضی میں بھی نیک نام رہا ہے اور دعا ہے کہ مستقبل میں بھی یہ ملت کی نیک توقعات پر پورا اترے۔ مدرسہ کے مہتمم مولانا محمد سعید بزرگ، اپنے والد بزرگوار مولانا احمد بزرگ

کے سچے جانشین ہیں۔ اس مدرسہ کے موجودہ کارپردازان کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے اور پورے ملک کے عوام وخواص کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ جنوب کی دینی اور علمی خدمات کا قریبی جائزہ لیکر استفادہ بھی کریں اور ہمت افزائی بھی فرمائیں۔

اسحاق جلیس ندوی
مدیر تعمیر حیات ندوہ لکھنؤ
(از رجسٹر معاینہ ص۱۱)

۱۳۹۹ھ۔ تکمیل قراءت سبعہ

قرأت سبعہ کی تعلیم سال گذشتہ سے شروع ہو چکی ہے جس کا تذکرہ پہلے آچکا ہے امسال نو (۹) طلبہ نے اس کی تکمیل کی جامعہ کے شعبۂ تجوید کے صدر جناب قاری احمد اللہ صاحب بھاگلپوری کے استاذ جناب قاری محمد کامل صاحب کو اس موقع پر خصوصی دعوت دی گئی تھی۔ طلبہ کی رغبت میں اضافہ کرنے کیلئے جامعہ کے طلبہ کا ایک انعامی مقابلہ بھی رکھا گیا تھا جس میں متعدد طلبہ نے دلچسپی کے ساتھ حصہ لیا تھا اور بڑا کامیاب رہا۔

اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور اس فن کو مرکز توجہ بنادے۔ (روداد ۹۹ھ ص۴)

شرکاءِ امتحان

امتحان سالانہ میں مختلف درجات کے شریک ہونے والے طلبہ کی تعداد حسب ذیل ہے۔

درجات عربیہ میں ایک سو اسی (۱۸۰)، درجات فارسی واردو میں ایک سو تیئیس (۱۲۳)، درجات تجوید میں دو سو نوے (۲۹۰)، درجات حفظ وناظرہ میں ایک سو پینتالیس (۱۴۵)، شعبۂ گھڑی سازی میں چودہ (۱۴)، شعبۂ خیاطی میں تیس (۳۰)، شعبۂ جلدسازی میں سترہ (۱۷)، شعبۂ وائرفٹنگ میں بارہ (۱۲)، شعبۂ کتابت میں ایک سو چودہ (۱۱۴)، شعبۂ انگریزی میں پچیس (۲۵)۔ (ایضاً ص۲)

فارغین

عالم فاضل کی سند حاصل کرنے والے اکیس (۲۱)، قراءت سبعہ کی تکمیل کرنے والے نو (۹)، روایت حفص کی تکمیل کرنے والے سات (۷)، حفظ قرآن پورا کرنے والے انتیس (۲۹)، ناظرہ قرآن ختم کرنے والے اکیس (۲۱)۔ (ایضاً ص۴)

مدرسین مولوی موسیٰ احمد جی بسم اللہ مدرس فارسی اور مولوی یوسف بوریات مدرس حفظ رجب ۹۹ھ میں الگ کئے گئے، مولوی عثمان غنی تیلاڑوی درجۂ اردو میں اور مولوی رشید احمد موٹا ڈابھیلی اور مولوی احمد بزرگ سملکی درجۂ حفظ میں مدرس مقرر ہوئے (ایضاً ضمیمہ ص ۳۵-۳۶)۔

دارالافتاء اس سال ہند و بیرون ہند سے آنے والے نو سو چوالیس (۹۴۴) سوالات کے جوابات دارالافتاء سے ارسال کئے گئے افتاء کے درجے سے اس سال بھی ایک طالب علم نے کورس مکمل کرکے سند حاصل کی - اب تک جامعہ کے دارالافتاء سے تین عالموں نے سند حاصل کی ان کے نام یہ ہیں (۱) مفتی عبداللہ ولی کاوی فاضل جامعہ ۱۳۹۷ھ میں (۲) مفتی موسیٰ اسماعیل بدات بلیشوری فاضل فلاح دارین ترکیسر ۱۳۹۸ھ میں (۳) مفتی یوسف محمد جی بسم اللہ ڈابھیلی فاضل جامعہ ۱۳۹۹ھ میں. (ایضاً ص ۴)۔

اضافۂ تنخواہ مجلس شوریٰ منعقدہ ماہ محرم ۱۳۹۹ھ نے تنخواہوں کے سلسلہ میں غور و فکر کیلئے ایک کمیٹی مقرر کی تھی جس نے جمادی الاولی ۹۹ھ میں ہونے والی مجلس شوریٰ میں اپنی رپورٹ پیش کی جس کے پیش نظر پورے عملہ کی تنخواہوں میں معقول اضافہ ہوا اور مدرسین کے مختلف طبقات قائم کرکے ان کیلئے اسکیل بنا دیا گیا نیز ہر سال تنخواہوں میں اضافہ کا دستور بنا دیا گیا - اصل تنخواہ پر ۳۰ فیصد گرانی الاؤنس بھی دیا جا رہا ہے - (ایضاً ص ۲)

ضروریاتِ جامعہ اس عنوان کے تحت گذشتہ سال کی طرح امسال بھی کتبخانہ کی تعمیر کیلئے ہمدردانِ جامعہ سے اپیل کی گئی۔

سالانہ جلسہ ۵ رشعبان ۱۳۹۹ھ یکم جون ۱۹۷۹ء یکشنبہ کو مسجد جامعہ میں سالانہ جلسۂ دستار بندی منعقد ہوا جس میں مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی مدظلہ نظام الدین دہلی اور مولانا وحید الزماں صاحب کیرانوی استاذ حدیث و ادب دارالعلوم دیوبند نے شرکت فرمائی -
(ایضاً ص ۳)

آمد بزرگانِ ملت

قاری محمد کامل صاحب مرادآبادی مدرس قراءت و تجوید مدرسہ شاہی مرادآباد جو ختم قراءت سبعہ اور مسابقۂ قراءت میں شرکت کیلئے جامعہ تشریف لائے تھے رجسٹر معاینہ میں اپنے تأثرات ان الفاظ میں تحریر فرمائے۔

نقل معاینہ

قاری محمد کامل صاحب

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد!

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل جنوبی ہند کی عظیم اور مرکزی درسگاہ ہے اساطین علم وفن حضرت علامہ انورشاہ کاشمیری، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب مفسر قرآن امروہوی، عارف باللہ حضرت مولانا سراج احمد صاحب رشیدی وغیرہ نے یہاں عرصہ تک قال اللہ قال الرسول کے نغمہ جاں افروز سے اس خطۂ گجرات کو گونجائے رکھا اور علم وفن کی آبیاری کی۔

مجھے بڑی مسرت ہے کہ حضرت مہتمم صاحب جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کی دعوت پر طویل مدت کے بعد دوسری مرتبہ حاضری کا موقع ملا یہاں کے طلبہ، اساتذہ اور ذمہ داران مدرسہ سے بار بار ملاقات رہی مدرسہ کا نظم وضبط نظام تعلیم وتربیت طلبہ کے اخلاق وکردار اساتذہ کی آپس کی محبت ورواداری حضرت مولانا محمد سعید احمد بزرگ صاحب کی جدوجہد اور اس معذوری وبیماری میں جامعہ کی ہمہ جہتی ترقی کیلئے ان کا قابل تقلید مجاہدہ میں نے پانچ روزہ قیام میں غور وفکر سے دیکھا اور مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی تکلف نہیں ہے کہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل اپنے ان خصائص میں ہندوستان کی عظیم تر اسلامی درسگاہ ہے۔

مجھے ختم سبعہ کی طلبہ کی مسجد میں اور درجۂ قراءت وتجوید کے طلبہ کے مسابقۂ قراءت میں بھی شرکت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور یہ دیکھ کر بے انتہا مسرت ہوئی کہ اس

شعبہ نے اپنے قابل معزز استاذ عزیزم مولانا قاری احمد اللہ صاحب کی محنت اور جد وجہد سے حیرت انگیز ترقی کی ہے۔

اس دور میں جب کہ فن قراءت اور تجوید عام طور پر لوگوں کی عدم توجہ کا شکار ہے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کا اس شعبہ کے ساتھ یہ اہتمام دوسرے مدارس عربیہ کیلئے قابل تقلید نمونہ ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جامعہ کو مزید ترقیات سے نوازے اور ذمہ داران مدرسہ، اساتذہ اور طلبہ سب کو حسن توفیق بخشے۔

والسلام

احقر محمد کامل مدرس مدرسہ شاہی مراد آباد (یوپی)
۱۴ رجمادی الثانیہ ۱۳۹۹ھ ۱۱ رمئی ۱۹۷۹ء پنجشنبہ

(از رجسٹر معاینہ ص۱۸۱)

اسی سال شیخ وقت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب مدظلہ خلیفہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ کا بھی ورود مسعود ہوا تھا۔ آپ کے تأثرات ملاحظہ ہوں۔

نقل معاینہ
حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب مدظلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بعد الحمد والصلاۃ!

احقر علاقہ گجرات میں عرصہ سے بلایا جارہا تھا۔ تقریباً تین سال سے لیکن بتقدیر ایزدی بآب و دانہ ۲۳ رجمادی الثانیہ ۱۳۹۹ھ یوم دوشنبہ دعوت کھروڈ پر تعمیری بنیادی مسجد و مدرسہ حاضری ہو کر مضافات میں حاضری ہوتی رہی کہ سب مقامات کی فرمائشیں تھیں، اسی فرمائش پر ڈھابیل (ڈابھیل) محترم جناب مولانا سعید صاحب بزرگ کی فرمائش پر حاضری ہوئی مدرسہ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین میں حاضری کی سعادت کا موقع عنایت فرمایا۔ گو مدرسہ کے دیکھنے کا موقع نہ ہوا کہ متعدد مقامات کا سفر تھا لیکن

جملہ طلبہ کی زیارت سے مدرسہ کا ماحول سامنے آگیا۔ طلبار کی سادگی کیا ہے جیساکہ طلبار کیلئے زیب ہے، اور صفائی جیساکہ اسلامی تعلیم صفائی باطن کے ساتھ صفائی ظاہر کی ہے مشاہد ہوکر دل مسرور ہوا نیز ان میں نظام اور طریق نظام میں اتباع اساتذہ دیکھ کر علم کا اثر سکون کا معلوم ہوا۔ احقر کی معروضات کو نہایت سکون وسکوت کے ساتھ بغور دھیان لگانا یہ مثبت تھا کہ تقریر اساتذہ بغور سماعت فرماتے ہوں گے کہ حصول علم میں خاص مؤثر ہے ان فی ذالك لذکری لمن کان له قلب اور یہ سب شاہد تھا اساتذہ کی نگرانی اور تعلیم کا۔ اور شاہد تھا محترم جناب مہتمم صاحب کے انتخاب اساتذہ کا اور یہ شہادت تھی مہتمم صاحب کے مفکرانہ اور مدبرانہ مزاج لطیف کی۔ یہ سب دیکھ کر دل میں ایک خاص فرحت ونشاط تھا۔ اپنے بعض احباب سے اس کا ذکر بھی کیا۔ مجموعی حالت نہایت امید افزا۔ اللہ تعالیٰ مدرسہ کو دن دونی رات چوگنی ظاہری و باطنی علمی روحانی تعلیمی تحریکی تعمیری اخلاقی ترقی سے مزید درمزید نوازیں۔

والسلام

احقر محمد مسیح اللہ عفی عنہ

۲۹ یا ۳۰ رجمادی الثانیہ ۱۳۹۹ھ یکشنبہ

(از رجسٹر معاینہ صفحہ ۱۸۲)

حادثات

وفات مولانا حمداللہ صاحب لکھنوی

اس سال جامعہ کے استاذ حدیث مولانا حمداللہ صاحب پشاوری ثم لکھنوی کی وفات حسرت آیات کا واقعہ جامعہ کیلئے بڑا صبر آزما پیش آیا۔ یہ واقعہ ۲۷ رصفر ۱۳۹۹ھ مطابق ۲۷ رجنوری ۷۹ء شنبہ کو پیش آیا۔

مولانا مرحوم گیارہ سال سے جامعہ میں تدریس کی خدمت انجام دے رہے تھے خاموش طبع

ٹھوس استعداد کے مالک تھے طلبہ کے ساتھ آپ کا سلوک نہایت مشفقانہ اور ہمدردانہ تھا، جامعہ کے ساتھ والہانہ تعلق رکھتے تھے خوش مزاج مرنجاں مرنج انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی بال بال مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے مولانا ڈابھیل کے قبرستان آدم پیر میں لائبریری کے پیچھے برگد کے درخت کے نیچے آسودۂ خواب ہیں۔

(روداد ۱۴۰۹ھ ص۹)

آپ کی بیوہ اور صغیر السن بچوں کیلئے مہتمم جامعہ نے اصحاب خیر کی توجہ سے لاجپور میں مستقل مکان کا انتظام کر دیا ہے۔ جزاہ اللہ خیراً۔

وفات مولانا عبدالرحیم بورسدی

گجرات کے ایک دینی ادارہ "اصلاح المسلمین" کے ناظم اعلیٰ اور جامعہ کے سابق رکن مولانا عبدالرحیم بورسدی صاحب بھی انتقال فرما گئے۔ مولانا مرحوم بہت سادہ اور جفاکش انسان تھے دینی مدارس کا قیام دور افتادہ علاقوں میں مکاتب کا انتظام اور تعمیر مساجد آپ کا مشن تھا۔ اگر سواری نہ ملتی تو پیدل ہی طویل طویل سفر کر لیتے تھے، بڑی مشقت برداشت کرتے، کاٹھیاوار اور کھیڑا کے ایسے علاقوں میں جہاں کسی عالم کا گذر نہ ہوتا تھا خود جاتے اور لوگوں کو مکاتب و مدارس کے قیام پر آمادہ کرتے۔ آخر عمر میں فالج کے حملہ سے معذور ہو گئے تھے اس کے باوجود بہت سی جگہوں کا سفر کرتے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرما کر بلند مقامات عطا فرمائے۔

مولانا محمد اسماعیل نانا صاحب اور جناب ایم اے عمر صاحب جنوبی افریقہ میں جامعہ کے خصوصی معاون اور مخلص بھی انتقال فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام مرحومین کی قبروں کو نور سے بھر دے (ایضاً ص۱۰)

۱۴۱۰ھ

داخلہ ۱۱ر شوال ۱۴۰۹ھ ۱۴ر ستمبر ۱۹۸۹ء سے شروع ہوا، طلبہ کی مجموعی تعداد پانچ سو آٹھ ۵۰۸ رہی جن میں امدادی چار سو انسٹھ ۴۵۹ اور غیر امدادی انچاس ۴۹ تھے۔ ۱۲ر شوال سے تعلیم شروع ہو گئی۔

سالانہ امتحان حسب دستور تعلیمی سال پورا ہوا ، ۲۲ر رجب ۱۴۰۰ھ سے سالانہ امتحان شروع ہو کر ۵ ر شعبان کو ختم ہوا ، سالانہ امتحان میں شریک ہونے والے طلبہ کی تفصیل حسب ذیل ہے درجات عربیہ میں ۱۸۲ ، فارسی اور اردو میں ۱۱۷ ، تجوید میں ۲۸۶ ، حفظ و ناظرہ میں ۱۳۶ ، گھڑی سازی میں ۱۵ ، خیاطی میں ۲۸ ، جلد سازی میں ۱۸ ، وائر فٹنگ میں ۱۰ ، خوشنویسی میں ۱۱ ، انگریزی میں ۲۹ ۔

سالانہ جلسہ ۸ر شعبان ۱۴۰۰ھ مطابق ۲۲ر جون ۱۹۸۰ء یکشنبہ کو مسجد جامعہ میں سالانہ جلسہ منعقد ہوا مہمانان خصوصی فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی صدر جمعیۃ العلماء ہند اور حضرت مولانا سید عابد علی وجدی حسینی مدظلہٗ جلسہ کی زینت بنے ۔ ان مہمانان خصوصی اور شیخ الجامعہ حضرت مولانا محمد ایوب صاحب اعظمی کے ہاتھوں دستار فضیلت باندھی گئی (ایضاً ص ۲-۳) ۔

فارغین دورۂ حدیث سے فارغ ہونے والے دس ، روایت حفص کی سند حاصل کرنے والے سات ، حافظ ہونے والے بیس ، ناظرہ قرآن ختم کرنے والے پندرہ قراءت عشرہ و صغیرہ کی تکمیل کرنے والے چھ ۔

خدمات دار الافتاء اس سال گیارہ سو تینتیس (۱۱۳۳) سوالات کے جوابات جامعہ کے دار الافتاء سے روانہ ہوئے نیز دو عالم مفتی ہوئے ۔ مولوی ہاشم احمد بھوجا جنوبی افریقہ فاضل جامعہ حسینیہ راندیر ، مولوی شبیر احمد ماکڑا بھروچ فاضل مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۔ (ایضاً ص ۶) ۔

سالانہ خرچ قیام و طعام اور بجلی پانی پر چار لاکھ سرسٹھ ہزار چھ سو سولہ (۴،۶۷،۶۱۶) روپئے عمارتوں کی مرمت اور رنگائی وغیرہ پر چونتیس ہزار نو سو آٹھ (۳۴،۹۰۸) روپئے خرچ ہوئے (ایضاً ص ۱۱) ۔

اضافۂ تنخواہ اس سال گرانی الاؤنس کو جو تیس ۳۰ فیصد تھا بڑھا کر پچاس ۵۰ فیصد کر دیا گیا ۔

مدرسین

درجۂ حفظ میں مولوی فرید احمد رشید احمد نانا سملکی کا ماہ شوال میں تقرر ہوا۔
(ایضاً صـ۲۵)

ورود علماء ندوہ

۱۸ محرم ۱۴۰۰ھ کو دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے متعدد علماء تشریف لائے جامعہ کو دیکھنے کے بعد مندرجہ ذیل معاینہ تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج مؤرخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۷۹ء یوم دوشنبہ کو محترم مولانا محمد رابع صاحب مولانا محمود مرتضیٰ صاحب اور عزیزی مولوی عبداللہ حسنی کے ساتھ ڈابھیل کے مشہور دارالعلوم میں حاضری کا اتفاق ہوا۔ مہتمم صاحب شیخ الحدیث صاحب، مولانا ابوبکر صاحب کے ساتھ مدرسہ کو تفصیلی طور پر دیکھنے کا موقع ملا۔ الحمدللہ دارالعلوم کے متعلق جملہ شعبہ جات میں ترقی اور ذمہ داری سے فرائض کے انجام دہی کا جذبہ پایا، میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس دارالعلوم کو علمی انتظامی طور پر مزید ترقی دے اور اس کا جو وقار و اثمار پورے ہندوستان میں ہے وہ قائم رہے بلکہ اس میں اضافہ ہو۔

ابوالعرفان ندوی، مرتضیٰ، محمد رابع، عبداللہ
۱۰ دسمبر ۱۹۷۹ء ۱۸ محرم ۱۴۰۰ھ

حادثات

اس سال حضرت مولانا ابوالوفاء شاہجہاں پوری کی وفات ہوئی جو مسلمانان ہند کیلئے ایک بڑا حادثہ ہے۔ مرحوم اپنے وقت کے بہترین خطیب، سیرت کے پرجوش مقرر اور زبردست مناظر تھے، علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے مقدمۂ بھاولپور میں جو قادیانیوں کے خلاف ایک مشہور مقدمہ تھا علماء دیوبند کے وکیل تھے جامعہ کے ساتھ مولانا مرحوم کو خصوصی تعلق تھا، جامعہ کے جلسوں میں متعدد بار مہمان خصوصی کے طور پر مدعو رہے۔ آخری چند سالوں میں فالج کا حملہ ہوجانے کی وجہ سے

تقریر نہیں فرما سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات دین و ملت کو قبول فرما کر بلند درجات سے نوازے۔

جامعہ کے ایک فاضل اور سابق استاذ مولانا غلام اللہ خاں صاحب شیخ التفسیر کا حادثۂ وفات بھی جامعہ کیلئے ایک صدمہ ہے (جو ۲۶ رجب ۱۴۰۰ھ کو پیش آیا) مرحوم ۱۳۴۸ھ میں جامعہ سے فارغ ہوئے تھے، علامہ کشمیری وغیرہ کے شاگرد تھے۔ سالانہ امتحان میں دورۂ حدیث کی ہر کتاب میں پچاس نمبر حاصل کئے تھے فراغت کے بعد ایک سال مدرس بھی رہے اپنے استاذ مولانا حسین علی نقشبندی مجددی کے طرز پر طلبہ کو قرآن مجید کا درس دیتے تھے پاکستان میں آپ کی بڑی خدمات ہیں کئی ادارے اور تصنیفات یادگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے[1]

اسی طرح جامعہ کے ایک اور فاضل اور سابق استاذ مولانا ابراہیم جیتامن صاحب (گودھروی) بھی راہیٔ ملک بقا ہوئے، علیحدگی کے بعد بھی جامعہ سے برابر تعلق رکھتے تھے اللہ تعالیٰ ان کی بھی مغفرت فرما کر جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

جامعہ کے ایک قدیم خادم ابراہیم کفلیتوی (عرف ماما) کا بھی اسی سال انتقال ہوا علامہ انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ سے اب تک جامعہ کی خدمت کر رہے تھے۔ جامعہ کے ساتھ قلبی تعلق تھا باوجودیکہ جامعہ کی طرف سے پنشن مل چکی تھی لیکن ممکنہ طاقت تک برابر کام کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی بھی مغفرت فرما کر سایۂ عاطفت میں جگہ دے۔

جامعہ کیلئے ایک بڑا حادثہ الحاج جناب محمد منتی صاحب (جنوبی افریقہ) کی وفات بھی ہے۔ حاجی صاحب مرحوم بہت دیندار اور متشرع آدمی تھے ہر سال بیسیوں مدارس عربیہ، سیکڑوں علماء، طلبہ اور بیواؤں کی مدد فرماتے تھے گجرات کا شاید ہی کوئی بڑا مدرسہ ایسا ہو جہاں ان کی امدادی رقوم نہ پہنچتی رہی ہوں۔ ہند و پاک اور بنگلہ دیش

---

[1] تفصیلی حالات تاریخ کے آخر میں ملاحظہ ہوں۔

یے تمام مدارس کی برابر مدد کرتے رہتے تھے، جامعہ کے ساتھ حاجی صاحب مرحوم کا تعلق خصوصی تھا، شروع ہی سے جامعہ کی برابر خیر خواہی اور امداد فرماتے رہے ہر سال ایک بڑی رقم توبھیجتے ہی تھے خصوصی مواقع پر بھی دل کھول کر مدد فرماتے تھے جامعہ میں طلبہ کیلئے پلنگ اور کھانے کیلئے اسٹیل کے برتن آپ ہی کی طرف سے دیئے گئے تھے، اللہ تعالیٰ آپ کی ان تمام خدمات کو قبول فرماکر اپنی آغوش رحمت میں مقام خاص عطا کرے۔ (روداد ۱۴۰۰ھ صـ ۸)

۱۴۰۱ھ اس سال داخلہ ۱۲ر شوال ۱۴۰۰ھ سے شروع ہوا۔ ۱۳ر شوال سے تعلیم شروع ہو گئی طلبہ کی مجموعی تعداد پانچ سو ستائیس ۵۲۷ رہی۔ بیرونی طلبہ جو دار الاقامہ میں رہتے ہیں چار سو ستاون ۴۵۷ اور مقامی ستر رہے۔

شرکاءِ امتحان دیگر سالوں کی طرح اس سال بھی تعلیم و امتحان کا نظام رہا سالانہ امتحان میں جو ۲۹ر رجب ۱۴۰۱ھ کم ۲ر مئی ۱۹۸۱ء سے شروع ہو کر ۸ر شعبان ۱۴۰۱ھ ۱۱ر جون ۸۱ء تک جاری رہا مندرجہ ذیل تعداد میں طلبہ نے شرکت کی۔ درجات عربیہ میں دو سو آٹھ ۲۰۸، درجات فارسی و اردو میں چھیانوے ۹۶ درجات حفظ و ناظرہ میں ایک سو ساٹھ ۱۶۰، تجوید میں تین سو ۳۰۰، گھڑی سازی میں پندرہ ۱۵، خیاطی میں پچیس ۲۵، جلد سازی میں بارہ ۱۲، وائرفٹنگ میں بارہ ۱۲، انگریزی میں اکتیس ۳۱۔

فارغین مفتی ایک ۱، عالم اکیس ۲۱، قراءات عشرہ کبیرہ کی تکمیل کرنے والے آٹھ ۸، روایت حفص کی تکمیل کرنے والے نو ۹، حفاظ انیس ۱۹، ناظرہ ختم کرنے والے اکیس ۲۱۔

فتاویٰ دار الافتاء سے اس سال ایک ہزار چھتیس (۱۰۳۶) فتاویٰ صادر ہوئے، ماہنامہ تبلیغ اور زبانی جوابات اس کے سوا ہیں۔ دار الافتاء سے مولوی شبیر علی اسماعیل ویسٹ انڈیزی (فاضل سبیل الرشاد بنگلور) نے ماہر فقہ کی سند حاصل کی۔

سالانہ جلسہ ۱۱ر شعبان ۱۴۰۱ھ ۱۴ر جون یکشنبہ کو جامعہ کی مسجد میں شاندار سالانہ جلسہ منعقد ہوا، جس میں حضرت مولانا اسعد صاحب دامت برکاتہم

صدر جمعیۃ العلماء ہند اور مفتی مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند نے شرکت فرمائی شیخ الجامعہ حضرت مولانا محمد ایوب صاحب اور ان خصوصی مہمانوں نے فضلاء کی دستار بندی فرمائی۔

(روداد ۱۴۰۱ھ ص۳ تا ۶)

سالانہ خرچ

تعمیر اور مرمت و رنگائی پر تین لاکھ نوے ہزار پانچ سو پانچ (۳/۹۰/۵۰۵) روپے اور دیگر ضروریات پر اکتیس ہزار پانچ سو پچاس (۳۱/۵۵۰) روپے خرچ ہوئے۔

(ایضاً ص۹)

مدرسین شوال ۱۴۰۱ھ میں قاری شبیر احمد مشواری کا درجۂ قراءت میں، حافظ مولوی شبیر احمد بھوریوی کا درجۂ حفظ میں تقرر ہوا، احمد میاں کاتب حساب رجب ۱۴۰۱ھ سے الگ ہوئے (ایضاً ص۲۶-۲۷)۔

شعبۂ قراءت کی ترقی اور لجنۃ القراء کی تشکیل

شعبۂ تجوید میں قراءات سبعہ و عشرہ کی تعلیم کا جو سلسلہ گزشتہ کئی سالوں سے چل رہا ہے الحمد للہ وہ برابر ترقی کرتا رہا، دور حاضر میں اس کے پڑھنے اور پڑھانے کا رواج تقریباً ختم ہو گیا ہے حالانکہ اہمیت کے لحاظ سے دوسرے فنون سے یہ فن کچھ کم نہیں، اس کی ترویج اور طلبہ میں اس کا شوق و ذوق پیدا کرنے کیلئے ایک انجمن "لجنۃ القراء"

کے نام سے قائم کی گئی۔

سال میں اس لجنہ کی طرف سے تین مقابلے بھی رکھے جاتے ہیں ایک سہ ماہی دوسرا ششماہی تیسرا سالانہ۔ سہ ماہی مسابقہ طلبہ ہی کی نگرانی میں ہوتا ہے، ششماہی مسابقہ اساتذہ کی نگرانی میں اور سالانہ مسابقہ باہر سے ممتحن کو دعوت دے کر ارباب انتظام کی نگرانی میں۔ ضابطہ یہ ہے کہ جو طالب علم سہ ماہی اور ششماہی مسابقوں میں اچھے نمبرات حاصل کرتا ہے اس کو سالانہ مسابقہ میں شریک ہونے کا موقع دیا جاتا ہے، اس مسابقہ میں طلبہ کی ہمت افزائی کیلئے انعامات بھی تقسیم کئے جاتے ہیں۔

اس سال سالانہ مسابقہ مولانا ابوالحسن صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم ماٹلی والا بھروچ کی صدارت میں ہوا تھا جس میں جناب قاری انیس احمد صاحب فیض آبادی صدر مدرس شعبۂ تجوید فلاح دارین ترکیسر اور مولانا قاری فضل الرحمٰن صاحب اعظمی مدرس حدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل نے حکم کے فرائض انجام دئے، تجوید و قراءت کی اس پر بہار رونق پر شعبۂ تجوید کے صدر جناب قاری احمد اللہ صاحب بھاگلپوری قابل مبارکباد ہیں (ایضاً ص ۲ تا ۴)۔

ایک اہم اقدام

تخصص فی الحدیث کی ابتداء کا فیصلہ

حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی مدظلہ کی نگرانی میں تخصص فی الفقہ (نصاب افتاء) کا سلسلہ کئی سالوں سے جاری ہے، ایک مدت سے درجہ تخصص فی الحدیث کے کھولنے کی دلی آرزو تھی اس کیلئے کسی ماہر فن حدیث کی سرپرستی اور نگرانی ضروری تھی، عالم اسلام کے مایہ ناز محدث حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ العالی سے خط و کتابت کی، موصوف نے اس ذمہ داری کو قبول فرمالیا اور اس کا نصاب بھی تیار فرماکر

ارسال فرمادیا، کچھ وقت نکال کر موصوف خود ہی جامعہ تشریف لائیں گے اور اساتذہ کو اس کے طریق کار سے متعلق ہدایات دیں گے، نصاب کی کتابیں فراہم کرکے ان شاء اللہ آئندہ سال سے اس کی ابتداء کردی جائے گی، کسی بھی مدرسہ کا فاضل جو اعلیٰ نمبر سے کامیاب ہوا ہو داخلہ حاصل کرسکتا ہے قیام وطعام کی تمام سہولتوں کے ساتھ وظیفہ بھی دیا جائے گا۔ (روداد ۱۴۰۱ھ ص۷)

شعبۂ تحریر وتقریر تقریر میں مہارت پیدا کرنے کیلئے ہر شب جمعہ میں طلبہ ایک استاذ مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی کی نگرانی میں مختلف شعبوں میں منقسم ہوکر تقریر کرتے ہیں۔ خاص خاص مواقع پر عام اجلاس کا اہتمام بھی کرتے ہیں، اس کا سالانہ اجلاس شروع رجب میں منعقد ہوا جس میں بطور مہمان خصوصی حضرت مولانا محمد رضا اجمیری مدظلہ شیخ الحدیث مدرسہ اشرفیہ راندیر تشریف لائے تھے، طلبہ نے اپنے شاندار پروگرام سے حاضرین کے دل جیت لئے اللہ تعالیٰ مزید ترقیات سے نوازے۔ (روداد ۱۴۰۱ھ ص۸)

تعمیرات درجۂ حفظ کے طلبہ کے قیام کیلئے ایک مستقل نئی عمارت کی تعمیر کی منظوری مجلس شوریٰ نے گذشتہ سال دیدی تھی، چنانچہ اس سال اس کی تعمیر شروع ہوگئی، سنگ بنیاد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے استاذ شیخ محمد المجذوب اور پھر اس کے کچھ ماہ بعد حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مدظلہ کے مبارک ہاتھوں رکھا گیا۔

شیخ محمد المجذوب نے جامعہ کے معاینہ کے بعد درج ذیل الفاظ میں اپنے تأثرات قلمبند فرمائے۔

نقل معائنہ شیخ محمد مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بمناسبة زيارتي للجامعة الاسلامية

(تعليم الدين) فى قرية دابهيل التابعة سورت يسرنى ان اعلن سروري من هذه الزيارة لما وجدت فى القائمين على هذا المعهد و فى تنظيماته و فى ادارته ما من شانه ان يبعث الآمال بجيل صالح لاعلاء كلمة الله لا فى منطقته وحدها بل على اوسع مدى من هذه القارة ان شاء الله. و مما زادنى اعجابا ما لمسته من حسن التربية فى اولئك الطلبة الذين يغشون المسجد حتى فى صلوة الفجر.

و الله المسئول ان يوفقهم وايانا الى المزيد من طاعته و التوفيق الى مرضاته فى خدمة الاسلام والمسلمين و الحمد لله رب العالمين و صلى الله وسلم على صفوته من خلقه الصادق الامين.

محمد المجذوب

المحاضر بالجامعة الاسلامية

بالمدينة المنورة

السبت ۲٦/ ۲/ ۱٤۰۱ھ ۲/۱/۱۹۸۱م

(از رجسٹر معاینہ ص۱۸۵)

نقل معاینہ حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مدظلہ

بسم الله الرحمٰن الرحيم. نحمده ونصلى على رسوله الكريم!

امابعد! جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل حاضری کا موقع ملا اور کئی روز ٹھہرنا ہوا، مسجد ماشاء اللہ نمازیوں سے آباد ہے، امام صاحب بہت اچھے مجود ہیں نماز فجر سے پہلے طلبہ کی بڑی تعداد تلاوت میں مشغول رہتی ہے دیگر اوقات میں بھی بکثرت طلبہ تلاوت کرتے ہیں، درسگاہیں پُر ہیں، دارالاقامہ میں قیام طلبہ کا انتظام

بہت عمدہ ہے، مطبخ میں سب کیلئے کھانا پکتا ہے، وعظ و تقریر سکھانے کا بھی نظم ہے، ترمذی شریف، ابوداؤد شریف، جلالین شریف کے اسباق میں بھی بیٹھنے کا موقع ملا، حضرت مولانا محمد ایوب صاحب مدظلہٗ شیخ الحدیث ہیں، جو اپنے اوصاف عالیہ میں ممتاز مقام کے مالک ہیں، عملۂ ادارہ کو ان پر پورا اعتماد حاصل ہے، یہ جامعہ کی خوش نصیبی ہے، طلبہ عامۃً اساتذہ کے گرویدہ ہیں ان کو اپنا مربی و محسن تصور کرتے ہیں، ان کی خدمت و اطاعت کو ذخیرۂ سعادت سمجھتے ہیں)، اساتذہ سب ہی ہم مسلک ہیں اور باہمی مشورہ سے جامعہ کی خدمت و ترقی میں لگے ہوئے ہیں جنکی وجہ سے جامعہ خلفشار سے محفوظ ہے۔ فالحمد للہ اللہ تعالیٰ اس گلشن علم دین کو سرسبز و شاداب رکھے بارآور فرمائے۔ دینی علوم و اعمال و اخلاق کی حفاظت و اشاعت کا ذریعہ بنائے، فتنوں کے دفعیہ کیلئے اس کی پوری نصرت فرمائے، ہر قسم کی ترقیات سے نوازے، حضرت مہتمم صاحب ہمہ تن جامعہ کی ترقی اور بہبود میں لگے ہوئے ہیں، اساتذہ اور طلبہ کے آداب و حقوق کی پوری رعایت فرماتے ہیں۔ اللہ پاک ان کو صحت و عافیت کے ساتھ رکھے اور عمر میں ترقی دے۔ آمین

احقر محمود غفرلہٗ ۳/۶/۱۴۰۱ھ مطابق ۹/۴/۱۹۸۱ء پنجشنبہ

(از رجسٹر معاینہ جلد ثانی ص ۳)

۱۴۰۲ھ ۱۵؍ شوال ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۶؍ اگست ۱۹۸۱ء کو مدرسہ کھلا، داخلہ کمکمل ہونے کے بعد ۱۸؍ شوال بروز بدھ سے تعلیم شروع ہوگئی طلبہ کی مجموعی تعداد پانچ سو پچاس ۵۵۰ تھی، دارالاقامہ میں رہنے والے چار سو پچاس ۴۵۰، مقامی سو ۱۰۰۔

شرکاء امتحان گذشتہ سالوں کی طرح ماہانہ، سہ ماہی، ششماہی امتحانات ہوتے رہے، سالانہ امتحان میں شرکاء کی تعداد یہ تھی، عربی کے درجات میں دو سو چار ۲۰۴، فارسی اور اردو میں ایک سو پانچ ۱۰۵، تجوید و قراءت میں دو سو ستانوے ۲۹۷، حفظ و ناظرہ میں ایک سو ترسٹھ ۱۶۳، گھڑی سازی میں تیرہ ۱۳، سلائی میں بیس ۲۰، جلد سازی میں گیارہ ۱۱، وائرفٹنگ میں آٹھ ۸، انگریزی میں پینتیس ۳۵۔

فارغین

مفتی پانچ، عالم پچیس، قرأت عشرہ صغیرہ میں دس، قرأت سبعہ میں دس، تجوید حفص میں سات، حافظ قرآن پندرہ، ناظرہ ختم قرآن کرنے والے پچیس۔

سالانہ جلسہ

سالانہ امتحان ۳ر شعبان ۱۴۰۲ھ ۲۷ر مئی ۱۹۸۲ء کو ختم ہو کر سالانہ جلسہ بروز اتوار مسجد جامعہ میں منعقد ہوا، حضرت مفتی محمود صاحب مدظلہٗ اور حضرت مولانا سید اسعد مدنی دامت برکاتہم کی تقریریں ہوئیں۔ ان کے مبارک ہاتھوں سے دستار فضیلت باندھی گئی۔

(روداد ۱۴۰۲ھ ص۴۳)

فتاویٰ

پورے سال میں دارالافتاء سے سات سو اکیس ۷۲۱ سوالات کے جوابات دیئے گئے۔ پانچ فضلاء جامعہ نے افتاء کا نصاب پورا کر کے سند حاصل کی، ان کے نام یہ ہیں مولوی محمد احمد قاضی ویسٹ انڈیزی، مولوی ہاشم ابراہیم جناح بھٹی، مولوی اسماعیل ابراہیم منشی خانپوری، مولوی جمال الدین سالار راجستھانی، مولوی عبدالصمد ابراہیم ڈیسائی جنوبی افریقہ۔ (از دارالافتاء)

مدرسین

رجب ۱۴۰۲ھ میں مولوی عبدالاول صاحب سامرودی اور ذی الحجہ میں مولانا ابوبکر صاحب غازی پوری جامعہ سے الگ ہوئے۔

مدینہ یونیورسٹی سے الحاق

ایک بڑی خوشی کی بات یہ ہے کہ جامعہ کی سند کو مدینہ یونیورسٹی نے تسلیم کرلیا ہے، اب جامعہ کے کسی فارغ کو الجامعۃ الاسلامیۃ بالمدینۃ المنورۃ میں داخلہ مل سکتا ہے گزشتہ سال مدینہ یونیورسٹی کے استاذ شیخ محمد المجذوب تشریف لائے تھے ان کی توجہ سے یہ مشکل کام انجام پایا۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء۔

(روداد ۱۴۰۱ھ ص۸)

بیرونی طلبہ کیلئے کھانے کا مخصوص نظم

دوسرے ممالک سے آئے ہوئے طلبہ ایک مدت سے یہ چاہتے تھے

کہ ان کو علیحدہ اپنے کھانے کا نظم کرنے کی اجازت دی جائے۔ اس سال مجلس شوریٰ نے ان کی درخواست قبول کرلی۔ مدرسہ سے ان کو اناج تیل مسالہ وغیرہ قیمت خرید پر دیا جاتا ہے برتن اور ایک مستقل کمرہ بھی دیدیا گیا ہے، اس مطبخ میں کوئی ہندوستانی طالب علم بھی شریک ہونا چاہے تو ہوسکتا ہے (ایضاً ص) خوراکی فیس بقدر خرچ لی جاتی ہے۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہ کی تشریف آوری

جامعہ میں علمی اور روحانی فضا قائم کرنے اور طلبہ میں علمی قابلیت اور سچی روحانیت پیدا کرنے کیلئے ایسی شخصیتوں کو دعوت دی جاتی ہے جن کے فیض صحبت سے اساتذہ اور طلبہ میں ان کمالات کو حاصل کرنے کا شوق بیدار ہو، حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی مدظلہ اس سال جمادی الثانیہ ۱۴۰۲ھ میں تشریف لائے، گجرات کے مختلف مدارس اور گاؤں کا دورہ بھی فرمایا، جامعہ میں عصر کے بعد کی مجلس سے اساتذہ اور طلبہ نے خوب فائدہ اٹھایا۔ ۸ر جمادی الثانیہ مطابق ۳ر اپریل ۸۲ء کو رات میں قراءت کے پروگرام کے بعد جلسۂ عام بھی رکھا گیا جس سے بستی کے لوگ بھی لطف اندوز ہوئے۔

(روداد ۱۴۰۲ھ ص ۲ و رجسٹر سرکلر)

حضرت مفتی صاحب کی آمد پر عجیب روحانی فضا قائم ہوجاتی ہے علمی تذکرے ذکر کے حلقے سے دلوں کی دنیا میں بہار آجاتی ہے، اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو تادیر قائم رکھے۔

حادثات

وفات حافظ ابراہیم سلّو

حافظ مولوی ابراہیم سلّو ڈابھیلی مدرس حفظ نے ۹ر صفر ۱۴۰۲ھ مطابق ۷ر دسمبر ۱۹۸۱ء کو کینسر کی بیماری میں

انتقال فرمایا، جامعہ ہی میں تعلیم حاصل کی تھی اور تقریباً بارہ۱۲ سال سے جامعہ کی خدمت کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی خدمات دینیہ قبول فرما کر رحمت خاص سے نوازے۔

اسی ماہ جامعہ کے ایک ملازم جناب اسماعیل منصور نے بھی ۲۷ رصفر ۱۴۰۲ھ ۲۵ر دسمبر ۱۹۸۱ء کو انتقال فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کی بھی مغفرت فرمائے۔

وفات حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ

جامعہ کا اس سال کا سب سے بڑا صدمہ بقیۃ السلف حجۃ الخلف شیخ المشائخ برکۃ العصر حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا سانحۂ وفات ہے، آپ کی وفات سے جامعہ ایک عظیم محسن اور مربی سے محروم ہو گیا۔ یہ ناقابلِ تلافی واقعہ ۲۹ رجب ۱۴۰۲ھ مطابق ۲۴ مئی ۱۹۸۲ء مدینہ منورہ میں پیش آیا۔

حضرت اقدس کی ہستی پورے عالم کیلئے برکت اور رحمت تھی، حضرت کی ولادت ۱۱ر رمضان ۱۳۱۵ھ مطابق ۱۸۹۸ء کو کاندھلہ میں ہوئی، آپ کا خاندان صدیوں سے علم وعمل کا گہوارہ رہا ہے، بڑے بڑے عالم، ولی اور بزرگ اس زمین سے اٹھے ہیں جنھوں نے نہ صرف ہندوستان بلکہ ایک عالم کو اپنے فیض سے نوازا ہے ایسے عالی خاندان میں آپ نے آنکھیں کھولیں۔ ۱۳۱۸ھ میں آپ نے والد بزرگوار مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی کے ساتھ گنگوہ تشریف لائے، وہاں قطب عالم عالم ربانی حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت وشفقت سے مالا مال ہوئے، حضرت اقدس کی وفات ۸ر جمادی الاخریٰ ۱۳۲۳ھ تک والد صاحب کے ساتھ گنگوہ رہے، اب عمر شریف ۱۳ برس کی ہو چکی تھی، حضرت گنگوہی کی وفات کے بعد تدریس کیلئے والد صاحب کا سہارنپور آنا ہوا، آپ بھی والد صاحب کے ساتھ سہارنپور تشریف لائے، والد صاحب نے تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی، یہاں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی سہارنپوری کی شفقتیں اور محبتیں خوب خوب

نصیب ہوئیں، والد صاحب کے انتقال (جو ۱۰ر ذی قعدہ ۱۳۳۴ھ کو ہوا) کے بعد تو پورے طور پر آپ حضرت مولانا خلیل احمدؒ کی تربیت اور سرپرستی میں آگئے۔ حضرۃ الاستاذ نے بھی آپ کو اپنا بیٹا جیسا بنالیا، دن بدن اس تعلق میں اضافہ ہوتا گیا، بذل المجہود شرح ابو داؤد شریف کی تالیف میں آپ نے اپنے استاذ کے کام کو اپنا کام بنالیا، اور بھرپور مدد کی، استاذ کو بھی اپنے اس شاگرد پر پورا اعتماد ہوگیا، خلافت کی دولت سے نوازا، آپ نے اس خلافت کا حق اس طرح ادا کیا کہ عرب وعجم دونوں کو اپنے ارشادات، مکتوبات اور تصنیفات سے علمی وروحانی فیض پہنچایا آپ کے علم وعمل سے ایسی روشنی پھیلی کہ ایک دنیا اس سے منور ہوگئی، اللہ تعالیٰ کے ہزاروں بندوں کو روحانیت کا مقام عطا فرمایا، لاکھوں انسانوں کو گمراہی کی ظلمت سے نکال کر نورِ ہدایت سے آشنا کیا، آپ کو ہر وقت پوری امت کا فکر رہتا خاص طور سے دینی اداروں سے قلبی تعلق تھا، ان کی کامیابی اور ترقی سے دل خوش ہوتا، جامعہ ڈابھیل سے خصوصی قلبی تعلق تھا، آپ کی دعائیں اور توجہات ہر وقت جامعہ کو حاصل تھیں آپ کے مشورہ سے رمضان المبارک میں جامعہ کی مسجد میں اعتکاف کا سلسلہ جاری ہوا، اور آپ کے اعتکاف سہارنپور کے طریقہ پر یہاں بھی نظم کیا جاتا ہے۔ آپ کی وفات سے جہاں تمام دینی اداروں کو نقصان پہنچا جامعہ ڈابھیل کو بھی ایک بہت بڑا نقصان لاحق ہوا، اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے، اعلیٰ علیین میں اعلیٰ مقام نصیب کرے۔

(روداد ۱۴۰۲ھ ص ۶،۷)

۱۴۰۳ھ یہ سال بھی گذشتہ سالوں کی طرح تعلیمی مراحل طے کرتا ہوا اختتام پذیر ہوا۔

سالانہ جلسہ ۸ر شعبان ۱۴۰۳ھ مطابق ۲۲ر مئی ۱۹۸۳ء بروز یکشنبہ جامعہ کی مسجد میں منعقد ہوا جس میں مولانا سید اسعد مدنی، مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوری (خلیفہ حضرت مولانا وصی اللہ صاحب فتحپوری وحضرت شیخ الحدیث

مولانا زکریا کاندھلوی) حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندوی اور مناظر اسلام امیر شریعت اڑلیسہ مولانا سید محمد اسماعیل کٹکی دامت برکاتہم جلوہ افروز تھے، جن کے مواعظ حسنہ سے حاضرین جلسہ خوب مستفید ہوئے۔

فارغین دارالافتاء سے سند افتاء حاصل کرنے والے چار۴، دورۂ حدیث سے فارغ ہونے والے ستر۷۰، حافظ قرآن اٹھائیس۲۸، ناظرۂ قرآن ختم کرنے والے سات۷۔

مدرسین مولانا شوکت علی اعظمی مدرس حدیث شعبان ۱۴۰۲ھ سے الگ کئے گئے، قاری احمد اللہ صاحب بھاگلپوری صدر شعبہ تجوید ۱۴۰۲ھ کے اخیر میں جامعہ سے الگ ہوکر دارالعلوم دیوبند میں مدرس ہو گئے تھے، لیکن پھر شوال ۱۴۰۳ھ سے جامعہ واپس آگئے، مولانا ولی اللہ آچھوڈی مدرس فارسی رمضان سے الگ ہوئے، مولانا واجد علی صاحب مدظلہ مدرس حدیث۔ مولوی موسیٰ کچھولوی فارسی میں قاری محمد حنیف نرولوی۔ قاری اسماعیل متالا سملکی قاری عبدالرحمن بزرگ سملکی درجۂ تجوید میں شوال سے مدرس مقرر ہوئے، مولوی عباس داؤد بسم اللہ ڈابھیلی معین المفتی بھی شوال سے مقرر ہوئے

سالانہ خرچ طلبہ کے قیام وطعام، بجلی، پانی، تنخواہ مدرسین و ملازمین پر نولاکھ چھیاسٹھ ہزار سات سو پچاس روپے، اور تعمیرات پر تین لاکھ چوالیس ہزار چھ سو روپئے خرچ ہوئے (روداد ۱۴۰۲ھ ص۱۰)

دارالافتاء جامعہ کے دارالافتاء سے اس سال سات سو چودہ ۷۱۴ سوالات کے جوابات دئے گئے علاوہ ان فتاوی کے جو ماہنامہ تبلیغ (گجراتی) میں اشاعت کے لئے دیئے جاتے ہیں۔ اس سال دارالافتاء سے چار علماء کو مفتی کی سند دی گئی ان کے نام یہ ہیں۔ (۱) مولوی اسماعیل ابراہیم بھانا سارودی فاضل جامعہ (۲) مولوی یعقوب محمد مفتی افریقی فاضل جامعہ (۳) مولوی عباس داؤد بسم اللہ ڈابھیلی فاضل جامعہ (۴) مولوی ارشد ابراہیم اوبنا فاضل دارالعلوم کنتھاریہ بھروچ ان کا سالانہ امتحان حضرت مفتی محمود صاحب مدظلہ کی نگرانی میں سہارنپور مظاہرالعلوم میں ہوا جب تک مفتی صاحب دیوبند تھے وہاں بھیجا جاتا تھا اب جب کہ مفتی صاحب سہارنپور میں ہیں طلبہ کو

اہتمام پر دیتا جاتا ہے۔

شعبۂ تحریر و تقریر

اس سال طلبہ نے اپنا سالانہ اجلاس جمادی الاخریٰ کے اخیر میں منعقد کیا جس میں بطور مہمان خصوصی حضرت مولانا سید احمد ہاشمی ممبر پارلیمنٹ و سابق ناظم جمعیۃ العلماء ہند مدعو تھے آپ نے طلبہ کا پروگرام سننے کے بعد رجسٹر معاینہ میں اپنے اچھے تاثرات ظاہر فرمائے۔

گجرات کا تبلیغی اجتماع

یہ پورے صوبۂ گجرات کا اجتماع ۲۸/۲۹/۳۰/جنوری ۱۹۸۳ء مطابق ۱۳/۱۴/۱۵/ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ کو جامعہ کے وسیع میدان میں منعقد ہوا، جہاں سورت کے تبلیغی ذمہ داروں نے پنڈال نصب کرایا تھا، زمین ہموار کرنے میں جامعہ نے پورا تعاون کیا۔ مشورہ جامعہ کے دار الطعام (ڈائننگ ہال) میں ہوتا تھا جس میں صوبہ گجرات اور بمبئی کے تبلیغی ذمہ دار حضرات دوسرے صوبوں کے مخصوص ذمہ داروں کے ساتھ مشغول مشورہ رہا کرتے تھے۔ اس فکر کے ساتھ کہ اصلاح وعمل کی یہ دعوت کس طرح ایک ایک مسلمان تک پہونچ جائے۔ نظام الدین دہلی سے مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی دامت برکاتہم تشریف لائے تھے۔ اجتماع قابل دید تھا دو دن تک یہ روح پرور منظر ایمان وعمل میں تازگی اور زیادتی کا سبب بنا رہا، تقریباً سو جماعتیں اللہ کے راستہ میں نکلیں ڈابھیل جیسی چھوٹی سی بستی سے بھی ستر اسّی افراد اللہ کے راستہ میں چالیس دن کیلئے نکلے۔

ایک دو روز قبل ہی سے اساتذہ اور طلبہ بھی اجتماع کی محنت میں لگ گئے تھے اجتماع کو کامیاب بنانے کیلئے اساتذہ اور طلبہ نے بھی بڑے شوق و ذوق اور ولولہ اور جوش کے ساتھ کام کیا، پہلے ہی مشورہ کے ذریعہ کام کو تقسیم کرلیا گیا تھا، مخصوصین کو کھانا کھلانے پر اساتذہ اور طلبہ ہی مامور تھے۔ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی مدظلہٗ مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوری مدظلہٗ (جو اجتماع میں شرکت کیلئے تشریف لائے تھے) اور گجرات کے تبلیغی کام کے سب سے بڑے ذمہ دار محترم جناب قاضی عبد الوہاب صاحب[1] مدظلہٗ اور دیگر ذمہ داران تبلیغ نے

---

[1] افسوس کہ آپ راہیٔ ملک بقا ہوگئے۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

ان کے نظم و ضبط اور ڈسپلن کی تعریف کی اور مسرت کا اظہار کیا، اللہ تعالیٰ اہلِ علم طبقہ کو اس کام کی طرف خصوصی توجہ کی توفیق عطا فرما کرامت میں ہدایت کو عام فرمائیں، اور اس کے ذریعہ علماء اور عوام میں مضبوط رشتہ قائم فرمائیں۔

حضرت مفتی محمود صاحب مدظلہٗ کا دورہ گجرات

یہ بات ایک امرِ مسلم ہے کہ بزرگوں اور اصحابِ دل کی صحبت سے قلوب میں نورانیت اور ایمان میں جلاء پیدا ہوتا ہے۔ اصحابِ علم کی صحبت علمی ذوق کو مہمیز کا کام دیتی ہے اسی مقصد کے پیشِ نظر جامعہ کی یہ کوشش رہتی ہے کہ علماء و صلحاء بار بار تشریف لاتے رہیں تاکہ جامعہ میں روحانیت کی فضاء زندہ اور ترقی پذیر رہے بزرگوں کی توجہ اور دعاء سے ہر طرح کے ہنگاموں اور فتنوں سے حفاظت رہے۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ (جو حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں ہیں اور علمِ ظاہری و باطنی کا ایک بہترین مجموعہ) سے یہ درخواست کی گئی کہ وہ ہر سال جامعہ میں پندرہ ۱۵ بیس ۲۰ یوم کیلئے تشریف لائیں تاکہ جامعہ کے اساتذہ اور طلبہ استفادہ کریں اور قرب و جوار کے مدارس عربیہ بھی آپ کے فیض سے مستفید ہوسکیں۔ چنانچہ حضرت موصوف نے اس درخواست کو قبول فرمالیا اور تین سال سے برابر تشریف لاکر اپنے فیوض و برکات سے جامعہ کی فضاء کو منور و معطر فرماتے ہیں۔ اساتذہ اور طلبہ بڑے شوق سے حضرت کی مجالس میں حاضری دیتے ہیں۔ آپ کے اس دورہ سے جنوبی گجرات کے مدارس بھی مستفیض ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے سایۂ عاطفت کو جامعہ پر تادیر قائم رکھے۔ آمین۔

حضرت کی تشریف آوری اجتماع سے کچھ دن قبل ماہ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ میں ہوئی تھی۔ جدید دارالطلبہ جس کا سنگ بنیاد آپ نے رکھا تھا اس کے افتتاح میں بھی آپ شریک ہوئے۔

جدید دارالطلبہ کا افتتاح

درجہ حفظ کے طلبہ کے قیام کیلئے جو عمارت زیرِ تعمیر تھی اس سال بحمدہ تعالیٰ مکمل ہوئی تبلیغی اجتماع

جدید دارالاقامہ برائے طلبۂ حفظِ قرآن
جس میں چھتیس کمرے ہیں بسالِ تکمیل ۱۴۰۳ھ
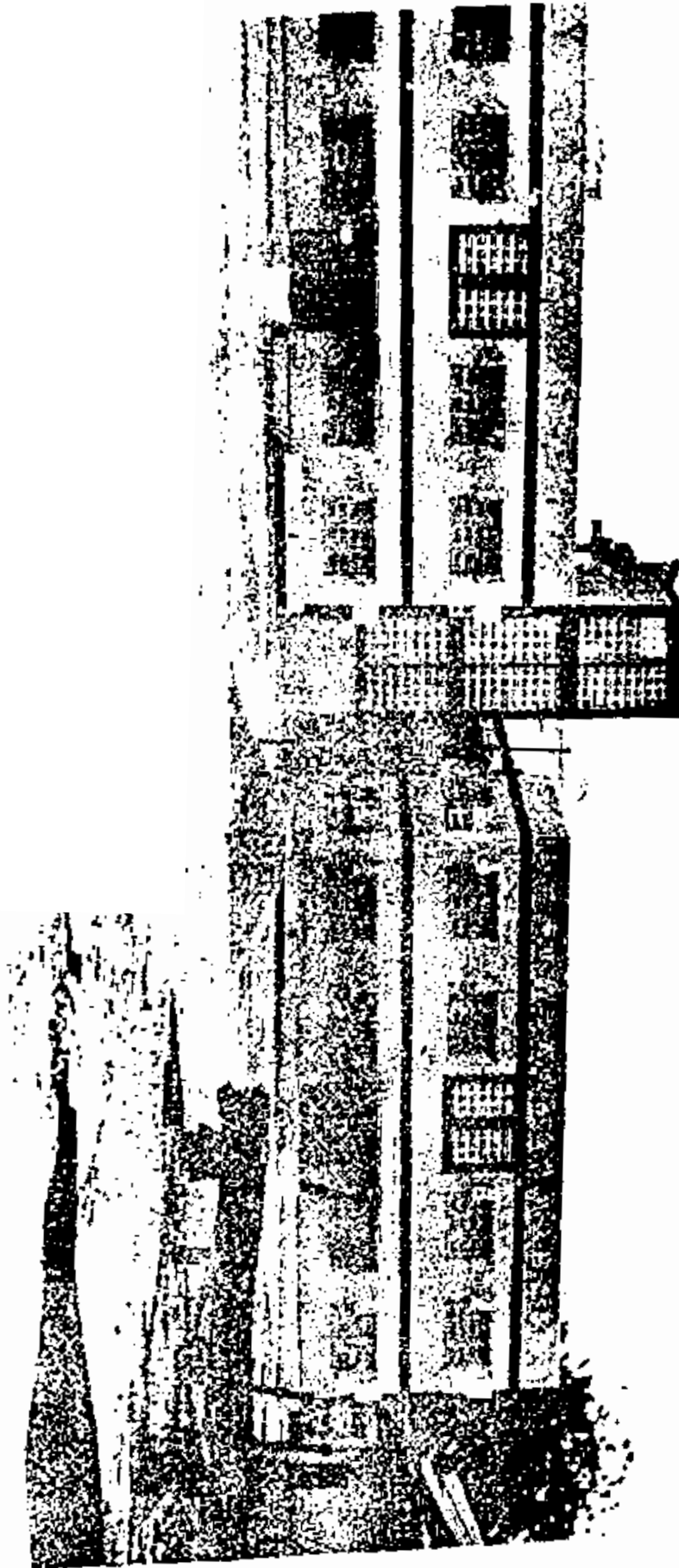
کے روح پرور موقعہ پر اس کا افتتاح ہوا، حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب، حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری، مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی دامت برکاتہم نیز دیگر اکابر علماء و تبلیغی ارکان نے اس عمارت کے ایک کمرہ میں دعائیں کیں، اللہ تعالیٰ اس کی تعمیر میں حصہ لینے والوں کو بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ ان کے ایمان اور جان و مال میں برکت عطا فرمائے۔ انشاء اللہ آئندہ تعلیمی سال شوال سے اس میں طلبہ حفظ کی رہائش شروع ہو جائے گی۔ دار الاساتذہ اور کتب خانہ کیلئے بھی فکر جاری ہے دعا فرمائیں۔ (روداد ۱۴۰۳ھ ص۵)۔

ختم مسلسلات کا

اس سال مفتی صاحب مدظلہٗ نے اپنے قیام ڈابھیل کے دوران جمعہ ۲۷ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ ۱۱ فروری ۱۹۸۳ء کو مسلسلات ختم کرائی جس میں جامعہ کے اساتذہ اور طلبہ کے ساتھ جنوبی گجرات کے دیگر مدارس عربیہ کے طلبۂ حدیث نے بھی شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ آئندہ بھی اس سلسلہ کو جاری رکھے۔

(ایضاً)

دیگر اعیان و اکابر کی تشریف آوری

تبلیغی اجتماع اور سالانہ جلسوں کے مواقع پر جن اکابر کی آمد کا ذکر ہوا ان کے علاوہ مندرجہ ذیل حضرات نے بھی جامعہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم کا شرف بخشا۔

مولانا وحید الزماں صاحب کیرانوی مدظلہٗ ناظم تعلیمات دار العلوم دیوبند، مشہور واعظ خوش بیان حضرت مولانا قاری عبدالمجید ندیم صاحب پاکستانی مدظلہٗ، حضرت مولانا رشید الدین صاحب مدظلہٗ مولانا شیخ محمود صاحب کوکنی مدظلہٗ (قدیم فاضل جامعہ تلمیذ حضرت انور شاہ کشمیری) مولانا عبدالقدوس رومی مفتی آگرہ (سابق استاذ جامعہ)۔

صوبہ آندھرا پردیش کے اقلیتی کمیشن کا ایک وفد صدر کمیشن جناب آصف پاشا کی قیادت میں جامعہ پہونچا اس وفد کے ساتھ گجرات اقلیتی کمیشن کے صدر جناب عبدالرؤف

ولی اللہ صاحب اور دیگر ارکان مثلاً جناب ارشاد مرزا اور نائب وزیر مملکت جناب محمد حسین بلوچ صاحبان بھی تھے۔ یہ تمام حضرات جامعہ دیکھ کر بہت محظوظ ہوئے، جامعہ کے قدیم فیض یافتہ صوبہ گجرات کے نائب وزیر مملکت جناب مولوی محمد سورتی صاحب بھی جامعہ تشریف لائے، طلبہ کو خطاب کرتے ہوئے کچھ سیاسی مشورے بھی دیئے۔

نقولِ معاینہ جات

نقل معائنہ اقلیتی کمیشن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں اور میرے ساتھی ممبر اقلیتی کمیشن آندھرا پردیش کو اس ادارہ کی دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ہم سب کو اس ادارہ کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی اور ہماری دعائیں ہیں کہ یہ ادارہ اور ترقی کرے، ہندوستان میں اس قسم کے ادارے بہت ضروری کیونکہ مسلمانوں کی مذہبی تعلیم ان اداروں کے توسط سے ہی ہے۔ میری دعا ہے کہ یہ ادارہ بہت پھولے پھلے۔

آصف پاشا صدر اقلیتی کمیشن آندھرا پردیش

۳۱/۷/۸۲ء

نقل معاینہ مولانا محمد سورتی صاحب

نائب وزیر مملکت گجرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج مورخہ ۲ راگست ۸۲ء بروز سنیچر شام کے وقت اپنے مادر علمی جامعہ

اسلامیہ ڈابھیل سملک کی ملاقات کا شرف حاصل ہوا، برسوں کے بعد پرانی یادیں تازہ ہوگئیں اپنے اساتذہ سے ملاقات کا موقع ملا، جامعۂ ڈابھیل اپنی پرانی روایات اور خصوصیات کا حامل ہے، اور اس نے اپنی پرانی تاریخی خصوصیت کو برقرار ہی نہیں بلکہ ان قدروں کو آگے بڑھانے کی سعی ہے۔ میری دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس گلشن نبوی کو اور مزید ترقی عطا کرے اور یہاں سے دین وملت کے ماہر کے ساتھ ساتھ قوم و ملت کے رہبر بھی پیدا ہوں۔ فقط بندہ محمد سورتی غفرلہٗ

نقل معائنہ
مولانا محمد اسماعیل صاحب کٹکی مدظلہ
امیر شریعت اڑیسہ وصدر جمعیۃ العلماء اڑیسہ

الحمد للہ علی احسانہ والصلاۃ والسلام علی خاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ۔ امابعد! جمعیۃ العلماء ہند کے چوبیسویں سالانہ اجلاس کے موقع پر بمبئی آنا ہوا، بہت دیرینہ تمنا تھی کہ ڈابھیل کے جامعہ کو دیکھوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب احقر شرح جامی وغیرہ پڑھ رہا تھا اسی زمانہ میں دارالعلوم دیوبند کا ایک جزو اہم اس سے جدا ہو کر ڈابھیل پہونچا وہ وقت آج بھی اچھی طرح یاد ہے جب کہ اسپیشل ٹرین میں سوار ہو کر دارالعلوم کے اساتذۂ کرام جن میں بحرالعلوم حضرت انورشاہ کشمیری اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی جیسے اساتذۂ کرام رحمہم اللہ اجمعین ڈابھیل کیلئے چل پڑے۔

اس وقت احقر اگرچہ بہت چھوٹی عمر کا تھا مگر خیال یہ تھا کہ دارالعلوم اب ختم ہوگیا خداوند قدوس کی حکمتوں کو بھلا کون جان سکتا ہے۔ اس کو منظور تھا کہ ایک ثانی

دارالعلوم مغرب میں قائم ہو جہاں عموماً مسلمان اوہام پرستی اور شرک و بدعات میں مبتلا ہیں اور وہ علاقہ سنت کی روشنی سے عموماً محروم ہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، ادھر حکیم الامت حضرت تھانوی نے حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ کو ڈھاکہ سے ان کی تمام شرائط کو تسلیم کر کے بلوایا کہ دارالعلوم کی مسند شیخ الحدیث کو نوازا جاسکے چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شیخ الحدیث کے ایام میں دارالعلوم نے بہ ہمہ وجوہ ایسی ترقی کی کہ اس کی نظیر پہلے نہیں ملتی۔

خلاصہ یہ کہ ان ہی وجوہات کی بناء پر جامعۂ ڈابھیل کو دیکھنے کی ایک دیرینہ خواہش تھی جو آج پوری ہوئی اس ناکارہ کے ذہن میں عربی مدارس اور اس کے طلباء کے سلسلہ میں شروع سے ایک ذہنی خاکہ رہا ہے مگر اس تخیل کو کسی جگہ بھی موجود نہ پاکر ایک مایوسی تھی اور سمجھ رہا تھا کہ شاید یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا، مگر میری خوش قسمتی پر مجھے ناز ہے کہ صد شکر کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے میری تمناؤں کو عملی شکل میں جامعۂ ڈابھیل میں دکھلا دیا یہاں کی تعلیم و تربیت نظم و ضبط، تلاوت و جماعت قیام و طعام کا انتظام اساتذہ کی شفقت اور طلباء کی عقیدت کہاں تک بیان کروں

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

اس کو دیکھنے کے بعد دل باغ باغ ہو گیا اور بے ساختہ حضرت مولانا محمد سعید بزرگ صاحب مہتمم مدرسہ کی عملی قابلیت کو نہ صرف داد دیا بلکہ خداوند قدوس سے عاجزانہ ایک سید کی یہ دعا ہے کہ رب العزت ان کے سایہ کو اس ادارہ پر تادیر قائم رکھے اور ان کو شفائے کلی عطا فرمائے کہ وہ مزید تندہی سے اس ادارہ میں چار چاند لگا سکیں۔

وما ہو علی اللہ بعزیز۔ فقط والسلام۔

ناکارۂ خلائق احقر محمد اسماعیل عفی عنہ

صدر جمعیۃ العلماء و امیر شریعت اڑیسہ

مورخہ ۱۹ر جنوری ۱۹۸۳ء

نقل معاینہ

عارف باللہ حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی

دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

احقر کو اس سے پہلے بھی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی ہے یہ اپنی خوش نصیبی ہے کہ دوبارہ حاضری کا شرف ملا۔ یہ جامعہ اپنی گوناگوں خصوصیات کی وجہ سے ملک اور بیرون ملک میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ گجرات کے اکثر مدارس اسی جامعہ کی دین ہیں۔

اس جامعہ سے نکلنے والے طلبہ دنیا کے گوشے گوشے میں دینی خدمت انجام دے رہے ہیں، حضرت اقدس استاذ محترم مفتی محمود حسن صاحب نے جامعہ کا آنکھوں دیکھا حال اپنے معاینہ میں تحریر فرمایا ہے، حقیقت یہ ہے کہ اس جامعہ کو دیکھ کر دینی مدارس کے اراکین کو سبق لینا چاہیئے۔

اللہ پاک اس ادارہ کو اور تمام دینی اداروں کو وہاں رہنے والے طلبہ اور اساتذہ کو ہر قسم کے شرور و فتن سے محفوظ فرمائے۔

احقر صدیق احمد عفی عنہ

خادم جامعہ عربیہ ہتھورا

ضلع باندہ، یوپی

نقل معائنہ

سید مولانا عبد المجید ندیم صاحب

ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ حقوق اہل سنت وجماعت پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بحمدہ تعالیٰ زندگی بڑے حسین موڑ پر آگئی کہ آج بتاریخ ۱۴/۴/۸۳ء جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کی جلوہ ریزیوں کا نظارہ کر رہا ہوں، اس کی وہ درسگاہیں دیکھنے کی سعادت ہوئی جن میں محدث عصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری، محقق دوراں حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی، زین العلماء سید محمد یوسف بنوری اور بادشاہ اقلیم وحکمت حضرت مولانا بدر عالم نور اللہ مرقدہم مسند تدریس پر قرآن وحدیث کے رموز ومعانی سمجھایا کرتے تھے جن کے نقوش پا کی تازگی وتابانی آج بھی عیاں ہے، حضرت مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہ (مہتمم جامعہ جو انہی اسلاف کی علمی وعملی یادوں کے امین ہیں) کے ساتھ چند لمحات گذارنے کا شرف حاصل ہوا جو میری زندگی کا متاع عزیز ہیں۔

حضرت موصوف کی باتوں میں شیخ بنوری کی بیکراں شفقت کا رنگ نمایاں پایا، بعد عشاء جامعہ کی مسجد میں ایک نہایت باوقار جلسہ سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ قرآن وانسانیت کے موضوع پر اظہار خیال کیا حق تعالیٰ کے حضور کس زبان سے شکر بجالاؤں کہ اس نے مجھے محض اپنے لطف وکرم سے اس مخزن علم وحکمت کے مشاہدہ کی سعادت سے نوازا اللہ تعالیٰ اس گلشن کو ہمیشہ آباد رکھے اور اس کی مہک سے عالم اسلام معطر ہو۔ آمین ثم آمین

دعاگو سید عبد المجید ندیم

وارد حال جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ۱۴/۳/۸۳ء

حادثات

وفات حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب

رحمۃ اللہ علیہ

۶ رشوال ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۷ رجولائی ۱۹۸۳ء یوم دوشنبہ کو حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب طاب اللہ ثراہ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کا حادثۂ وفات پیش آیا، آپ حضرت نانوتویؒ کے پوتے مہتمم دارالعلوم دیوبند حافظ محمد احمد صاحبؒ کے فرزند ارجمند، حضرت شیخ الہندؒ کے مرید باصفا، حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے خلیفہ علامہ کشمیریؒ کے تلمیذ رشید، دارالعلوم دیوبند کے اٹھاون سالہ خادم، کاروانِ علم و فضل کے سالار، میدانِ خطابت کے شہسوار، مسلک دیوبند کے بہترین ترجمان تھے آپ تقریباً سو کتابوں کے مصنف بھی تھے، آپ کی وفات پورے عالم اسلام اور خصوصاً جماعتِ دیوبند کیلئے ایک ناقابلِ تلافی نقصان ہے، آپ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کئی بار تشریف لائے تھے۔ اس جامعہ کو "دارالعلوم ثانی" کے نام سے موسوم فرماتے، آپ نے یہاں مسلسلات کا درس بھی دیا تھا۔ عوام و خواص کو خطاب بھی کیا تھا، اللہ تعالیٰ آپ کی خدماتِ دینیہ کو قبول فرما کر جنت میں بلند مقام عطا کرے۔

وفات مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ

دوسرا حادثہ جو اسی کے لگ بھگ پیش آیا وہ مولانا شمس الحق افغانیؒ سابق استاذ

وشیخ الحدیث جامعہ ڈابھیل کا واقعۂ رحلت ہے، آپ ضلع پشاور صوبہ سرحد پاکستان کے ایک علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے علماء سرحد و افغانستان سے فنون کی تکمیل کے بعد دارالعلوم دیوبند کا رخ کیا، علامہ کشمیری وغیرہ سے دورۂ حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ آپ نے شدھی تحریک کے خلاف دارالعلوم کے پچاس مبلغین کی قیادت کرتے ہوئے بڑا کام کیا تھا، آریوں کو مناظروں میں شکست فاش دی، اس تبلیغی کوشش سے ہزاروں مسلمانوں کو ارتداد سے بچا لیا، آپ صوبہ قلات کے وزیر تعلیم بھی رہے۔ اس شعبہ میں بھی آپ کی خدمات بہت نمایاں ہیں۔ "معین القضاۃ و المفتیین" بزبان عربی آپ کی مشہور تصنیف ہے جس نے عرب و عجم کے علماء سے خراج تحسین حاصل کی، جامعہ ڈابھیل میں دو سال ۱۳۶۴ھ سے ۱۳۶۶ھ تک شیخ الحدیث رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مغفرت و رحمت سے نواز کر اعلیٰ مقام نصیب کرے۔

۱۴۰۴ھ

۱۲؍ شوال ۱۴۰۳ھ سے مدرسہ کھلا اور ۱۵؍ شوال ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۶؍ جولائی ۱۹۸۳ء سے تمام درجات کی تعلیم شروع ہو گئی۔ طلبہ کی مجموعی تعداد پانچ سو گیارہ تھی۔

سالانہ جلسہ

حسب دستور تعلیم جاری رہ کر ۸؍ شعبان ۱۴۰۴ھ کو سالانہ امتحان ختم ہوا، سالانہ جلسہ ۱۱؍ شعبان ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۳؍ مئی ۱۹۸۴ء کو زیر صدارت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ایوب صاحب اعظمی منعقد ہوا، جس میں مہمانان خصوصی حضرت مولانا معین الدین صاحب مدظلہم شیخ الحدیث مدرسہ امدادیہ مرادآباد، حضرت مولانا سید اسعد مدنی مدظلہٗ صدر جمعیۃ العلماء ہند اور حضرت مولانا غلام حبیب صاحب نقشبندی مدظلہٗ (پاکستان) نے شرکت فرمائی اور اپنے مواعظ سے حاضرین کو استفادہ کا موقع عنایت فرمایا، نیز فضلاء کی دستار بندی فرمائی۔

فارغین افتاء کی سند حاصل کرنے والے دو، عالم فاضل کی سند حاصل کرنے والے تیس ۳۰، حفظ قرآن ختم کرنے والے اٹھائیس ۲۸، ناظرہ ختم کرنے والے دس ۱۰، قراءت سبعہ کی تکمیل کرنے والے آٹھ، اور حفص کی تکمیل کرنے والے بھی آٹھ۔

مدرسین ۲؍ شوال ۱۴۰۴ھ کو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ایوب صاحب اعظمی راہیٔ ملک بقا ہوئے، ذی الحجہ ۱۴۰۴ھ کے اواخر میں مولانا اکرام علی صاحب بھاگلپوری مدظلہ شیخ الحدیث کے منصب پر مقرر ہوئے۔

سالانہ خرچ قیام وطعام، روشنی، پانی وغیرہ پر دس لاکھ اکیاون ہزار دو سو تہتر (۱۰،۵۱،۲۷۳) روپئے اور تعمیر و مرمت پر چار لاکھ چالیس ہزار (۴،۴۰،۰۰۰) روپئے خرچ ہوئے۔

لجنۃ القراء کا سالانہ جلسہ شعبۂ تجوید کی انجمن "لجنۃ القراء" کا سالانہ جلسہ زیر صدارت حضرت مولانا قاری امیر علی صاحب مدظلہ (ناظم تعلیمات وصدر شعبۂ تجوید مدرسہ حیات العلوم مرادآباد) رجب ۱۴۰۴ھ میں منعقد ہوا جس میں حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مدظلہ نے بھی شرکت فرمائی۔

شعبۂ تحریر و تقریر کا سالانہ جلسہ انجمن جمعیۃ الطلبہ کا سالانہ جلسہ بھی رجب ۱۴۰۴ھ میں منعقد ہوا جس میں مختلف موضوعات پر طلبہ نے تقریریں کیں، اس جلسہ میں حضرت اقدس مولانا مفتی محمود حسن صاحب دامت برکاتہ، اور محترم مولانا نذر الحفیظ صاحب ندوی ازہری زیدمجدہم (استاذ الادب ندوۃ العلماء لکھنؤ) اور محترم مولانا عبداللہ صاحب مدظلہم مہتمم دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر نے شرکت فرمائی۔

فتاویٰ اس سال جامعہ کے دارالافتاء سے سات سو چون (۷۵۴) سوالات کے جوابات دئے گئے۔ مولوی شبیر احمد دیولوی اور مولوی الیاس احمد دیولوی فضلاء جامعہ نے دارالافتاء سے سند افتاء حاصل کی۔

تعمیرات

قدیم دارالاقامہ (مغربی جانب کی سفالہ پوش لائن) اس سال توڑ دی گئی جس سے جامعہ کا درمیانی صحن مزید وسیع ہوگیا۔ دارالاقامہ کے ملبہ سے ایک جدید دارالاساتذہ مدرسہ کی زمین کے مغربی حصہ میں بنگلے کے پیچھے زیر تعمیر ہے، اکثر کام ہوچکا ہے، اس میں بارہ اساتذہ اہل وعیال کے ساتھ رہ سکیں گے۔

اعیان واکابر کی تشریف آوری

سالانہ جلسہ کے موقع پر جو اکابر تشریف لائے تھے ان کے علاوہ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری مدظلہٗ، حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی مدظلہٗ، حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ، حضرت مولانا وحید الزمان صاحب کیرانوی مدظلہٗ، مولانا اکرام علی صاحب بھاگلپوری (شیخ الحدیث جامعہ مفتاح العلوم مئو) نے درمیان سال میں اپنے ورود مسعود سے جامعہ کو نوازا، جامعہ کی ترقیات سے خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔

جامعہ کی جنوبی افریقہ کمیٹی کے صدر جناب الحاج موسیٰ بڈھانیہ صاحب اور اس کے فعال رکن الحاج ابراہیم ماکڑا صاحب بھی تشریف لائے تھے جو جامعہ دیکھ کر مسرور ہوئے۔

حضرت مفتی محمود حسن صاحب مدظلہٗ نے اس سال بھی اپنے دورہ سے نوازا، ایک ماہ کے قریب قیام رہا، جنوبی مدارس کا دورہ بھی فرمایا، اساتذہ اور طلبہ نے خوب خوب استفادہ کیا۔ جزاہ اللہ خیراً۔

وفیات

وفات مولانا مفتی ابراہیم سنجالوی

مولانا ابراہیم سنجالوی جامعہ کے اولین فضلاء میں تھے ۱۳۴۷ھ میں فراغت کے فوراً بعد افریقہ چلے گئے تھے وہاں علماء کے سرخیل سمجھے جاتے تھے، اخیر تک افتاء کی خدمت انجام دیتے رہے لوگوں کو آپ کے فتاویٰ پر کافی اعتماد تھا، وہاں علم کی اشاعت کا بھی بڑا کام کیا، آپ کی وفات سے جنوبی افریقہ میں کافی خلاء پیدا ہو گیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

وفات مولانا اسماعیل گارڈی

آپ بھی جامعہ کے قدیم فاضل تھے ۱۳۴۸ھ میں فارغ ہوئے، سالانہ امتحان میں اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہوئے، علمی استعداد بہت اچھی تھی، آپ کے والد صاحب جناب حاجی یوسف گارڈی نے جامعہ کے ابتدائی دور میں جامعہ کی ترقی میں بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا جس کی تفصیل اس تاریخ کے شروع میں گذر چکی ہے آپ نے بھی اس سلسلہ میں جامعہ کو فراموش نہیں کیا، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

وفات حاجی احمد منگیرا صاحب

جامعہ کے خصوصی معاون ومحسن جناب حاجی احمد منگیرا صاحب ڈابھیل کی وفات سے بھی جامعہ کو صدمہ پہنچا ہے، مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے، طبیعت میں یکسوئی، مزاج میں سخاوت تھی، جامعہ کے بڑے خیر خواہ تھے، غریب طلبہ کی موقعہ بموقعہ مختلف قسم کی امداد کرتے رہتے تھے۔ آخری عمر میں جنوبی افریقہ اپنے صاحبزادوں کے پاس چلے گئے تھے وہیں انتقال ہوا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرماکر جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

یہاں تک سنہ وار جامعہ کے حالات مکمل ہوئے۔

فضل الرحمٰن اعظمی
محرم ۱۴۰۵ھ

مجلس علمی ڈابھیل

علماء دیوبند کا قافلہ جب ڈابھیل پہنچا تو اس کے ساتھ علمی وتحقیقی ذوق، علم کی اشاعت کا شوق بھی یہاں منتقل ہوا، چنانچہ علامہ انور شاہ کشمیری اور مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کے زیر سرپرستی ایک مجلس علمی جامعہ کے احاطہ میں قائم ہوئی، جس کے ارکان بیشتر جامعہ کے اساتذہ ہی تھے۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۰ھ مطابق اکتوبر ۱۹۳۱ء میں مجلس وجود میں آئی، اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ کتب دینیہ جو اب تک منصہ شہود پر نہیں آسکی ہیں یا گوشۂ خمول میں پڑی ہوئی ہیں ان کی اشاعت کی جائے۔ حسن اتفاق سے مالی تعاون کیلئے اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد بن موسیٰ سملکی ثم افریقی کو اس مجلس سے منسلک کر دیا، بلکہ یہ مجلس اور اس کی ساری خدمات آں موصوف ہی کی سخاوت اور کشادہ دلی کا زندہ ثبوت ہیں، آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لے کر علامہ کشمیری وغیرہ سے تلمذ کا شرف حاصل کیا، پھر شاہ صاحب کی خدمت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔ اس قافلہ علمی کے یہاں لانے میں آپ اور آپ کے والد صاحب کا بڑا حصہ رہا ہے جیسا کہ تاریخ کے ابتدائی احوال سے معلوم ہوا، مولانا محمد بن موسیٰ میاں کو شاہ صاحب سے شیفتگی کے درجہ کی عقیدت تھی، شاہ صاحب کے منشاء اور خواہش کو پورا کرنا اپنے لئے سعادت سمجھتے تھے۔ آخر تک شاہ صاحب کی ایسی خدمت کی کہ شاید و باید۔ بلکہ شاہ صاحب کے وصال کے بعد ان کی اولاد کی خدمت بھی برابر کرتے رہے۔

اس لئے یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ مجلس علمی شاہ صاحب کے ہی علمی آثر کی ایک تابندہ یادگار ہے اس مجلس کے ذریعہ دیگر اہم تصنیفات کے ساتھ علامہ کشمیری کی تالیفات کی خوب اشاعت ہوئی، اس کا دفتر جامعہ کے احاطہ میں قائم تھا، علامہ کشمیری کے داماد مولانا سید احمد رضا بجنوری مدظلہٗ اس کے ناظم تھے کئی سال تک یہاں مقیم رہے، جامعہ میں کچھ اسباق بھی لشٹر پڑھایا کرتے تھے، مولانا محمد یوسف بنوری بھی تدریس کے ساتھ مجلس علمی کا کام کرتے تھے، شوال ۱۳۵۶ھ میں یہ دونوں حضرات مجلس علمی کی طرف سے حج کرتے ہوئے قاہرہ پہنچے جہاں ایک سال سے زیادہ قیام رہا ۵۸ھ میں واپسی ہوئی مصر کے زمانۂ قیام میں مولانا بنوری نے عربی مجلات میں مقالات لکھ کر علماء ہند اور ان کی خدمات جلیلہ کا تعارف کرایا، فیض الباری اور نصب الرایہ کی طباعت کا کام انجام پایا۔

۱۳۵۶ھ میں مولانا محمد یوسف کاملپوری یہاں مجلس علمی کے رکن کی حیثیت سے قیام پذیر تھے، مقامات کی جماعت کی انشاء ان کے سپرد تھی، آپ بھی زبردست ادیب تھے، مولانا احمد بزرگ مہتمم جامعہ کے سفر افریقہ سے واپسی پر خیر مقدمی قصیدہ عربی میں لکھا تھا، مولانا سراج احمد صاحب رشیدیؒ کے وصال پر مرثیہ بھی لکھا تھا، اس تاریخ کے اخیر میں یہ تمام اشعار دیکھے جاسکتے ہیں، شاہ صاحب کا مرثیہ اور آپ پر ایک مقالہ بھی لکھا تھا:

(ملاحظہ ہو نفحۃ العنبر ص۲۱۶ وص۲۱۵)

۵۲ھ اور ۵۴ھ میں مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی نے مجلس علمی کیلئے علامہ کشمیری کی تقاریر بخاری کو بہت ہی جانفشانی سے مرتب کیا، تدریس کا کام صرف نصف وقت میں کرتے تھے اور نصف تنخواہ بھی لیتے تھے۔

ادھر آخر میں محدث جلیل مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی دامت برکاتہم کی تصحیح وتعلیق سے مسند حمیدی دو جلدوں میں اور مصنف عبدالرزاق گیارہ جلدوں میں اور سنن سعید بن منصور کا کچھ حصہ دو جلدوں میں شائع کرکے مجلس علمی ڈابھیل نے

علامہ کشمیری کی دیرینہ دلی تمنا پوری کردی، عظیم الشان علمی خدمت انجام دی اور دنیا کے اہم علمی اداروں میں اپنا مقام پیدا کرلیا۔ مجلس علمی ڈابھیل کی مطبوعات کی ایک فہرست مختصر تعارف کے ساتھ پیش خدمت ہے:۔

۱۔ نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ چار ضخیم جلدوں میں ۱۳۵۷ھ میں شائع ہوئی اس کی تصحیح اور تعلیق کا کام مجلس علمی نے مولانا عبدالعزیز پنجابی بہالوی سے کرایا جو "اطراف البخاری" کے مصنف ہیں شاہ صاحب ان کے علم پر اعتماد کرتے تھے۔ مگر ان سے یہ کام صرف کتاب الحج تک ہوسکا۔ بعد میں یہ کام مولانا محمد یوسف کامل پوری (فاضل جامعہ) نے مکمل کیا۔ اس کی تفصیل مقدمۂ نصب الرایہ ۲۱ و ۲۲ میں ملاحظہ ہو۔

کتاب کے شروع میں مولانا محمد یوسف بنوری کے قلم سے مقدمہ بھی ہے جس میں نصب الرایہ کا اختصاص، محدث زیلعی کا علمی مقام اور صاحب ہدایہ کا تذکرہ اور شروح وحواشی کا تعارف درج ہے۔ پھر علامہ محقق محمد زاہد الکوثری کے قلم سے بہت ہی قیمتی معلومات پر مشتمل "مقدمہ" بھی شامل اشاعت کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب پچاس سال کے بعد دیدہ زیب ہوکر منظر عام پر آئی۔

۲۔ فیض الباری تقریر بخاری علامہ کشمیری یہ بھی چار جلدوں میں علامہ کشمیری رح جیسے بحر العلوم کی تقاریر بخاری کا ایک مجموعہ ہے۔ مرتب تقریر مولانا بدر عالم میرٹھی کے قلم سے اس کا حاشیہ "البدر الساری" اس کی زینت کو دوبالا کررہا ہے۔ یہ مجموعہ بڑے بڑے محدثین اور محققین کی طرف سے خراج تحسین حاصل کرچکا ہے۔ اور مجلس علمی نے اس نادر ذخیرہ کو شائع کرکے شاہ صاحب کے علوم سے استفادہ کو پورے عالم کے لئے عام کردیا ہے۔ شروع میں مرتب تقریر مولانا میرٹھی اور مولانا محمد یوسف بنوری کے قلم سے مقدمہ بھی شامل ہے۔

۳۔ مشکلات القرآن علامہ کشمیری نے قرآن کی آیات سے متعلق جو خاص نکات اور تحقیقات اپنی بیاض میں تحریر فرمائی تھیں۔ ان ہی

سے یہ کتاب تیار ہوئی۔ مولانا سید احمد رضا بجنوری ظلہ مجلس علمی قائم ہونے کے بعد علامہ کی حیات میں اس کی تبییض کرتے، کتب تفسیر سے اس کے حوالے نکالتے اور علامہ کو دکھاتے تھے۔ یہ کام ابھی مکمل نہیں ہوا تھا کہ علامہ کشمیری نے دوسرے رسائل لکھنے شروع کر دیے اور مولانا بجنوری ان کی تبییض میں مشغول ہو گئے اس لئے یہ کام ملتوی ہو گیا اور پھر شاہ صاحب کا وصال بھی ہو گیا۔ ۱۳۵۶ھ میں شاہ صاحب کے انتقال کے چار سال بعد ان کی بیاض خاص سے یہ کتاب تیار کر کے لیتھو پر چھاپ کر شائع ہوئی۔ شروع میں مولانا یوسف بنوری مدرس جامعہ و رکن خاص مجلس علمی کے قلم سے "یتیمۃ البیان" کے نام سے بہت ہی مفید فصیح وبلیغ عربی زبان میں ایک مقدمہ بھی ہے۔ یہ کتاب دوبارہ بھی مجلس علمی نے ٹائپ سے شائع کر دی ہے۔

۴۔ اکفار الملحدین کسی کی تکفیر کے متعلق شرعی ضابطہ کی تحقیق و تنقیح کی گئی ہے۔ یہ مسئلہ بہت سے علماء کے نزدیک بھی واضح نہیں تھا۔ اس لئے قادیانیوں کی تکفیر میں ان کو تامل تھا۔ شاہ صاحب نے یہ بات علماء اور محققین کے کلام سے ثابت کر دی کہ ضروریات دین میں سے کسی امر ضروری کا منکر کافر ہے۔ علماء کی عبارتیں اس پر متفق ہیں۔ اپنے موضوع پر بے نظیر کتاب ہے۔ ۱۳۴۲ھ سے قبل یہ کتاب تیار ہو گئی تھی۔ بڑے بڑے علماء نے اس پر تقریظات لکھیں۔ حضرت شاہ صاحب کی نظر ثانی کے بعد مجلس علمی ڈابھیل نے ۱۳۵۰ھ میں اس کو دوبارہ شائع کیا۔

۵۔ نیل الفرقدین رفع یدین کے مسئلہ پر بہت منصفانہ کلام ہے۔ صرف ایک مہینہ کے قریب مدت میں شاہ صاحب نے قیام ڈابھیل کے زمانہ میں ۱۳۵۰ھ میں یہ رسالہ مرتب فرمایا اور اسی سال مجلس علمی نے شائع کیا۔

۶۔ بسط الیدین یہ نیل الفرقدین پر تعلیق ہے جو شاہ صاحب نے ۱۳۵۱ھ میں نیل الفرقدین کے حاشیہ پر تحریر فرمائی تھی، مجلس علمی نے اس کو رسالہ کی شکل میں اسی سال شائع کر دیا۔

۷۔ عقیدۃ الاسلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور اخیر زمانہ میں نزول من السماء کے عقیدہ کو قرآن، حدیث، آثار صحابہ اور اقوال علماء سے شاہ صاحب نے اس طرح ثابت فرمایا کہ انکار کی گنجائش باقی نہیں رکھی۔ یہ کتاب ۱۳۴۳ھ میں لکھی گئی تھی۔ ۱۳۵۰ھ میں شائع بھی ہو چکی تھی۔ دوبارہ ۱۳۸۰ھ میں کراچی پاکستان سے شائع ہوئی جس پر مولانا محمد یوسف بنوری کا وسیع مقدمہ بھی ہے۔

۸۔ تحیۃ الاسلام عقیدۃ الاسلام کا حاشیہ ہے جس میں قرآن کی بلاغت و اعجاز اور توفی کے معنی پر تفصیلی بحث ہے۔ رسالہ کے اخیر میں ایک چھوٹا رسالہ "ایناس باتیان الیاس" "حضرت الیاس علیہ السلام سے متعلق ہے۔ یہ تحیۃ الاسلام رسالہ ۱۳۵۱ھ میں لکھا گیا اور اسی سال شائع بھی ہوا۔ بعد میں مجلس علمی نے پاکستان سے عقیدۃ الاسلام اور تحیۃ الاسلام کو یکجا کر کے مولانا محمد یوسف بنوری کے مقدمہ کے ساتھ ٹائپ سے شائع کیا۔

۹۔ التصریح بما تواتر فی نزول المسیح یہ ایک رسالہ ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اخیر زمانہ میں نازل ہونے سے متعلق احادیث مرفوعہ اور آثار کو جمع کیا گیا ہے۔ پچھتر مرفوع حدیثیں اور ۲۶ آثار اس کتاب میں آئے ہیں۔ شاہ صاحب نے ان احادیث کو منتخب کرنے کے لئے پوری مسند احمد دوبارہ دیکھی تھی دیگر حدیث کی جتنی کتابیں مل سکیں ان کا مطالعہ کر کے حدیثوں کو جمع کیا، علامہ شوکانی نے بھی اس موضوع پر ایک رسالہ لکھا تھا مگر اس میں صرف ۲۹ حدیثیں جمع کر سکے تھے۔ مفتی شفیع صاحب نے اس رسالہ پر مقدمہ بھی لکھا ہے۔ بلکہ وہی اس رسالہ کے مرتب بھی ہیں۔ حلب کے مشہور عالم شیخ عبدالفتاح ابوغدہ تلمیذ رشید علامہ محمد زاہد کوثری کی تحقیق و تعلیق کے بعد ۱۳۸۵ھ میں مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان نے دوبارہ شائع کیا ہے شیخ عبدالفتاح نے مرفوع احادیث اور آثار صحابہ پر کچھ اضافہ بھی کیا ہے۔

۱۰۔ فصل الخطاب فی مسئلۃ ام الکتاب قراءت خلف الامام کے مسئلہ پر بہت جامع رسالہ ہے۔

حدیث عبادہ رض پر تمام پہلوے سیر حاصل بحث ہے۔ فصاعداً کی تفسیر پر ایسا کلام ہے جو کہیں نہیں ملے گا۔ سیبویہ کے حوالہ سے امام بخاری نے ایسا مطلب تحریر کیا تھا جو احناف کے خلاف تھا اس کا جواب علامہ عینی نے بھی نہیں دیا تھا۔ احناف پر ایک قرض تھا شاہ صاحب کی عبقری شخصیت نے اس مسئلہ کو بے نقاب کیا۔ یہ بحث بہت دقیق ہے۔ ۱۳۳۹ھ میں یہ تصنیف مکمل ہوئی۔ اس موضوع پر شاہ صاحب نے ایک رسالہ فارسی میں بنام "خاتمۃ الخطاب فی فاتحۃ الکتاب" تصنیف فرمایا تھا جو دیوبند سے طبع ہوا تھا۔

۱۱۔ ضرب الخاتم علی حدوث العالم

تقریباً چار سو اشعار پر مشتمل عربی میں ایک رسالہ ہے جس کا موضوع ہے حدوث عالم اور وجود باری تعالیٰ۔ یہ بھی اپنے موضوع پر بے نظیر اور انوکھا رسالہ ہے ۱۳۴۵ھ میں لکھا گیا۔

۱۲۔ کشف الستر محشی

وتر کے مسئلہ پر ائمہ کے مذاہب و دلائل اور وتر کی حقیقت پر بہت محققانہ رسالہ ہے۔ امت میں اس مسئلہ میں اختلاف کے اسباب بھی مذکور ہیں۔ ضمناً دوسرے نفیس مسائل بھی آگئے ہیں ۱۳۴۸ھ میں یہ رسالہ لکھا گیا اور ۱۳۵۳ھ میں مجلس علمی نے شائع کیا۔

۱۳۔ مرقاۃ الطارم لحدوث العالم

یہ گویا ضرب الخاتم کی شرح ہے نثر میں ہے۔ اس کو اس انداز میں لکھا گیا ہے کہ سمجھنا آسان ہو۔ ۲۰ صفحات پر مشتمل ہے ۱۳۵۱ھ میں لکھا گیا اور اسی سال مجلس علمی نے شائع کیا۔

۱۴۔ خاتم النبیین

ختم نبوت کے موضوع پر فارسی میں ایک رسالہ ہے۔ اس موضوع پر دوسری کتابیں خود شاہ صاحب کی شائع ہو چکی تھیں۔ اس رسالہ سے مقصود موضوع کے بعض خفی گوشوں کو اجاگر کرنا ہے۔ یہ شاہ صاحب کی آخری تصنیف ہے جو مرض وفات میں قلم سے نکلی ہے۔ شاہ صاحب اسے اپنے

لیے زادِ آخرت فرماتے تھے۔ آپ کا ارادہ تھا کہ اسے اپنے مصارف سے طبع کرا کر باشندگان وطن میں تقسیم کریں گے، اہل کشمیر کی رعایت سے فارسی میں لکھی تھی لیکن ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

۱۳۵۱ھ کے اخیر میں یہ تالیف شروع ہوئی۔ وفات سے چند روز قبل تسوید سے فراغت ہوئی تھی۔ تبییض سے قبل پیام اجل آپہونچا۔ مجلس علمی نے مرحوم کے ورثاء سے طلب کر کے ۱۳۵۳ھ میں شائع کیا۔

۱۵۔ نفحۃ العنبر من ہدی الشیخ الانور

مولانا یوسف صاحب بنوری رکن مجلس علمی و استاذ جامعہ اسلامیہ کے قلم بلاغت رقم سے علامہ کشمیری کے حالات و کمالات، اخلاق و شمائل درج ہوئے ہیں۔ ۱۳۵۴ھ میں چند ماہ میں ڈابھیل میں لکھی گئی۔ اس کتاب کو پڑھ کر شیخ محمد زاہد کوثری نے فرمایا تھا "ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ آپ کے شیخ میرے سامنے کھڑے ہیں" بڑے بڑے علماء نے اس کتاب کی زبان و بیان کی تعریف کی ہے۔ آخر میں عربی قصیدے بھی ہیں مجلس علمی نے ۱۳۵۵ھ ۱۹۳۶ء میں شائع کیا۔ دوسری بار مجلس علمی کراچی پاکستان نے ۱۳۸۹ھ ۱۹۶۹ء میں اضافہ کے ساتھ شائع کیا۔

۱۶۔ بغیۃ الاریب فی مسائل القبلۃ والمحاریب

استقبال قبلہ کے موضوع پر مولانا بنوری کے قلم سے بہت ہی جامع اور حاوی تصنیف ہے۔ تقریباً سو کتابوں سے استفادہ کر کے یہ کتاب تیار ہوئی ہے اکابر علماء نے اس پر تقریظات لکھی ہیں ۱۳۵۳ھ میں اس کی تبییض سے فراغت ہوئی۔ اور ۱۳۵۸ھ میں قاہرہ سے شائع ہوئی۔

۱۷۔ العرف الشذی تقریر ترمذی علامہ انور شاہ کشمیری

یہ کتاب دیوبند سے طبع ہو چکی تھی۔ شاہ صاحب کی درس ترمذی کی تقریر ہے جسکو آپکے ایک شاگرد مولانا محمد چراغ پنجابی نے جمع کیا تھا۔ نہ شاہ صاحب کے قلم سے ہے نہ آپ نے نظر ثانی فرمائی تھی۔ مجلس علمی نے دوبارہ

اس کو اصلاح و اضافہ کے بعد شائع کرنے کا ارادہ کیا تھا چنانچہ مولانا بنوری نے اس کے بہت سے حصہ پر کام بھی کر لیا تھا۔ لیکن ابھی طباعت کی نوبت نہیں آئی تھی کہ حالات بدل گئے تقسیم ہند کے بعد مولانا یوسف بنوریؒ پاکستان منتقل ہو گئے، وہاں مجلس علمی کا دفتر بھی قائم ہوا، کافی عرصہ گذرنے کے بعد یہ محسوس ہوا کہ العرف الشذی کو شائع کرنا زمانہ کے مزاج کے مطابق نہیں ہوگا اس لئے اس کو ایک مستقل تصنیف کا رنگ دیا گیا۔ عرف شذی کی اصلاح کے بعد علامہ کشمیری کے آثار السنن[1] للنیموی کے اوپر تعلیق اور حاشیہ کی مدد سے اضافہ کر کے معارف السنن کے نام سے ترمذی کی شرح لکھی گئی، کام تو پرانا ہی تھا لیکن

---

[1] علامہ شوق نیموی کی آثار السنن احناف کے لئے کس قدر مفید کتاب ہے اہل علم جانتے ہیں شاہ صاحب نے اس کے حاشیہ اور بین السطور کو تعلیقات سے پر کر دیا ہے۔ مجلس علمی نے اسا کا فوٹو لیا ہے اور اس کا نام رکھا ہے "الاتحاف لمذہب الاحناف" اگر اس کے حوالوں کی تخریج کی جائے تو کئی جزوں میں ایک کتاب بن جائے۔ خاص حدیث پر کام کرنے والے محدثین کو اس کے نسخے دئے گئے ہیں۔ شاہ صاحب نے اپنی اس تعلیق کا تذکرہ نیل الفرقدین میں کیا ہے لکھا ہے کہ شیخ مرحوم تالیف کے وقت اس کتاب کا کچھ کچھ حصہ میرے پاس بھیجتے تھے حتیٰ کہ میں ان کا اس میں ساتھی تھا اور بعد میں میں نے بہت سی چیزیں اس میں بڑھائی ہیں ص۵٦ القول الحسن میں ابن النیموی نے اگرچہ اس سے انکار کیا ہے لیکن شاہ صاحب کی تحریر ملنے کے بعد انکار ممکن نہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ آثار السنن کی تالیف مکمل ہو چکی ہو پھر بھی مزید تحقیق و تفتیش جاری رہی ہو۔ طباعت تک مصنفین اپنی تالیفات پر کام کرتے ہی رہتے ہیں۔ ۱۲ مرتب

بنا رکھ دیا گیا۔ پہلی جلد ۱۳۸۳ھ میں کراچی سے شائع ہوئی اور چھٹی جلد تک پہونچ کر رک گئی اس آخری جلد کے اخیر میں مولانا بنوری نے ادوار تالیف معارف السنن کے نام سے تفصیل لکھی ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کام ڈابھیل ہی میں ہوا۔ اسلوب کی تجدید اور چھٹی جلد کا کچھ کام کراچی میں ہوا۔ یہ شرح شاہ صاحب کے علوم کا مستند اور معتبر ذخیرہ ہے۔ شاہ صاحب نے اختلافی مسائل پر جو رسائل لکھے تھے ان کا خلاصہ بھی تشریح کے ساتھ اس شرح میں آگیا ہے۔ اس شرح نے شروح کی فہرست میں گراں قدر اضافہ کیا ہے۔ اہل نظر نے اس کی بہت داد دی ہے، بہت سی شرحوں سے بے نیاز کر دینے والی شرح ہے۔

۱۸، ۱۹- الروح فی القرآن۔ اور خوارق عادات

روح کی حقیقت پر علامہ شبیر احمد عثمانی رح کا اردو میں ایک رسالہ ہے۔ بہت عمدہ اور فائق۔ مجلس علمی نے اسے ۱۳۵۰ھ میں شائع کیا شعبان ۱۳۵۰ھ ہی میں ڈابھیل میں مولانا نے لکھا تھا۔ مولانا کا ایک دوسرا اردو رسالہ خوارق عادات بھی مجلس نے شائع کیا تھا جس میں معجزات اور نظام الٰہی پر بہت اچھی بحث ہے۔

۲۰- سیرت رسول کریم بنام نور البصر فی سیرۃ خیر البشر

مولانا حفظ الرحمن صاحب سیوہاروی استاذ جامعہ اسلامیہ نے حضرت شاہ صاحب کے حکم سے سیرت نبویہ کے موضوع پر یہ کتاب تحریر فرمائی تھی، متعدد بڑے علماء نے اس کو اوسط درجہ کے طلبہ کے لئے داخل درس کرنے کی سفارش کی تھی۔ ۲۷۸ صفحات پر مشتمل ہے مجلس علمی نے اسے ۱۳۵۰ھ میں شائع کیا تھا۔ اب نایاب ہے۔

۲۱- معارف مدنیہ

مجدد الف ثانی پر اللہ تعالیٰ نے رمضان کے اعتکاف میں جو معارف کھولے تھے ان کو بیان فرمایا ہے۔ مکتوبات کی طرح یہ بھی فارسی میں ہے۔

۲۲۔ حق الیقین | علامہ محمود تبریزی شستری کا فارسی رسالہ ہے جس میں اسرار و حقائق کا بیان ہے۔

۲۳۔ زاد الفقیر | علامہ محقق ابن الہمام کا مسائل صلوۃ پر ایک رسالہ ہے۔ بہت مرتب اور ایسی جزئیات پر مشتمل جس سے بڑی بڑی کتابیں بھی خالی ہیں۔ مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی کا اس پر بہترین حاشیہ بھی ہے جس کا نام ہے "مستزاد الحقیر"۔

۲۴۔ خزائن الاسرار | علامہ کشمیری نے دمیری کی کتاب الحیوان سے اقتباسات جمع کئے ہیں پھر اس پر اپنی طرف سے فوائد بھی تحریر فرمائے ہیں۔ ۱۳۵۲ھ میں یہ کتاب شائع ہوئی۔ انتخاب کا کام بیس پچیس سال قبل کشمیر میں کیا تھا۔

۲۵۔ البدور البازغہ | یہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی حجۃ اللہ البالغہ کے طرز پر ایک تصنیف ہے یہ کتاب مخطوطہ اور نادر تھی۔ مجلس علمی نے دار العلوم دیوبند اور مکہ مکرمہ میں مولانا عبید اللہ دیوبندی کے پاس سے حاصل کر کے شائع کیا۔ اس کا موضوع بھی وہی اسرار شریعت اور حکومت الہیہ کی تشکیل ہے۔ عالم عربی کی رہنمائی کے لئے مجلس کا یہ کام بہت عظیم تھا۔ ۱۳۵۴ھ میں شائع ہوئی۔

۲۶۔ الخیر الکثیر | یہ بھی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی معارف و حقائق کے موضوع پر ایک تصنیف ہے اور شاہ صاحب کی دیگر تصانیف سے فائق ہے۔ شریعت اور طریقت کی جامع ہے، کتاب نایاب تھی بہت کوشش کے بعد مجلس کو کئی مسخ شدہ نسخے ملے ان میں آپس میں اختلاف بھی تھا، مولانا عبید اللہ دیوبندی نے اپنا وہ نسخہ جب ارسال کیا جو ماسکو (روس) کے نسخہ سے منقول ہے تو مجلس نے اسی کو شائع کیا۔ اختلاف کے وقت اسی نسخہ پر اعتماد کیا۔ ۱۳۵۲ھ میں شائع ہوئی۔

۲۷۔ التفہیمات الالہیہ | یہ بھی محدث دہلوی کی تصنیف ہے۔ اس میں مسائل اجتہادیہ میں ائمہ کے مابین اختلاف کا منشا اور اس

سلسلہ میں صحیح راستہ سمجھایا گیا ہے۔ کتاب وسنت میں نص نہ ملنے کے وقت رائے صحیح معلوم کرنے کے لئے ائمہ اربعہ کا طریقہ ہی عمدہ طریقہ ہے۔ اہل علم کو قیمتی نصیحتیں بھی ہیں۔
۱۳۵۵ھ (۱۹۳۶ء) میں یہ کتاب شائع ہوئی۔

۲۸۔ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء

مسئلہ خلافت، خلفاء راشدین کی خلافت کی حقیقت، ان کا علمی مقام، ان کے اجتہاد اور استنباط کی شرعی حیثیت وغیرہ مضامین پر کتاب وسنت اور آثار صحابہ کی روشنی میں بہترین کتاب ہے اس سے قبل اس موضوع پر ایسی کتاب نہیں لکھی گئی۔ اگر یہ کہا جائے کہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی کتابوں میں سب سے اچھی اور بہتر ہے تو غلط نہیں ہوگا، کتاب فارسی میں تھی اور مطبوعہ تھی مگر نایاب تھی، مجلس علمی نے اس کی تعریب کرا کر شائع کیا۔

یہ اٹھائیس کتابوں کے نام مختصر تعارف کے ساتھ اس فہرست سے ماخوذ ہیں جو مجلس علمی نے کتابچہ کی شکل میں عربی میں شائع کی تھی تقسیم ہند کے بعد کراچی پاکستان میں بھی مجلس علمی کی شاخ قائم ہوئی۔ مالی تعاون کرنے والے مولانا محمد بن موسیٰ میاں کے اولاد واحفاد جوہانسبرگ جنوبی افریقہ رہتے ہیں اس لئے وہاں بھی اس کا دفتر قائم ہے اس وقت مولانا محمد میاں مرحوم کے صاحبزادہ مولانا ابراہیم میاں اس کے روح رواں ہیں۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان سے جو علمی خدمات انجام پائیں ان کے علاوہ ہندوستان سے بھی بعض بہت ہی عظیم کتابوں پر تحقیق وتعلیق کا کام انجام پایا جس کو مجلس علمی نے شائع کیا۔

المسند للحمیدی

یہ کتاب دو جلدوں میں امام بخاری کے شیخ الحمیدی کی تصنیف ہے وقت کے مشہور محدث استاذنا المعظم علامہ حبیب الرحمٰن اعظمی متعنا اللہ بطول بقائہ نے اس کو ایڈٹ کیا اور اس پر مقدمہ لکھا ہے۔ مجلس علمی نے اس کو شائع کیا ۱۳۸۲ھ سے ۱۳۸۳ھ تک طباعت مکمل ہوئی۔

سنن سعید بن منصور

محدث سعید بن منصور خراسانی مکی متوفی ۲۲۷ھ کی سنن کی جلد ثالث کی دو قسمیں ڈاکٹر حمید اللہ کو ترکی میں ملیں انھوں نے مجلس علمی کو عنایت فرمائیں۔ محدث جلیل مولانا حبیب الرحمٰن کی تحقیق وتعلیق کے بعد ۱۳۸۹ھ

مطابق ۱۹۶۷ء میں شائع ہوئیں۔

المصنف لعبد الرزاق

امام بخاری کے شیخ کے شیخ محدث عبد الرزاق متوفی ۲۱۱ھ کی عظیم تصنیف ہے مصنف ابن ابی شیبہ کی طرح یہ بھی حاوی اور جامع حدیث کا ایک مجموعہ ہے جس میں احادیث مرفوعہ کے علاوہ صحابہ اور تابعین کے فتاوی بھی بڑی تعداد میں مذکور ہیں فقہ حنفی کے لئے ایک مفید ذخیرہ ہے کئی صدیوں سے نایاب تھا۔ علامہ کشمیری اس کے طباعت کی تمنا کرتے تھے۔ محدث اعظمی نے کئی برسوں کی عرق ریزی کے بعد اس کو طباعت کے قابل بنایا۔ مجلس علمی نے بیروت میں معیاری طباعت سے آراستہ کرکے گیارہ جلدوں میں شائع کیا۔ ۱۳۹۰ھ سے ۱۳۹۲ھ تک میں طباعت مکمل ہوئی اس کتاب کی اشاعت سے اسلامی کتب خانہ میں ایک قیمتی اضافہ ہوا، مجلس علمی کا یہ کارنامہ اور محدث جلیل کی یہ علمی خدمت اہل علم کو ہمیشہ یاد رہے گی۔

آج بھی جامعہ کا ایک کمرہ مجلس کا کتب خانہ ہے۔ اور مولانا محمد شفیع میاں صاحب ناظم اس کے ناظم ہیں۔

جامعہ کا نصابِ تعلیم

کچھ نصاب تعلیم کے متعلق

جامعہ کا نصاب تعلیم درس نظامی (جو ہندوستان کا مشہور ترین اور مفید ترین نصاب ہے) کے مطابق ہے۔ جامعہ کے ضابطہ میں یہ بات طے شدہ ہے کہ اس کا نصاب دارالعلوم دیوبند کے نصاب سے اصولی طور پر مطابق ہوگا۔ اس نصاب کے بارے میں یہ سمجھنا کہ اس میں جمود ہے صحیح نہیں دارالعلوم دیوبند کی طرح جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین کے نصاب میں بھی ترمیم و اصلاح کا کام برابر ہوتا رہا۔ جیسے جیسے نئی نئی تصنیفات منصۂ شہود پر آتی گئیں اور زمانہ کے لحاظ سے مفید ثابت ہوئیں جامعہ نے ان کو اپنے یہاں جگہ دی۔

ابتدائی دور میں منقولات کی مکمل اور محقق تعلیم کے ساتھ معقولات اعلیٰ کی تعلیم بھی ہوتی تھی جیسا کہ اس تاریخ میں پیش کردہ تقسیم اسباق سے ظاہر ہے۔ لیکن اب کم ہوتے ہوتے منطق کی آخری کتاب قطبی (فقط حصۂ تصدیقات) اور فلسفہ میں ہدیہ سعیدیہ رہ گئی ہے۔ فلسفہ میں بھی جدید اسلوب پر ترتیب دی ہوئی کتاب معین الحکمت داخل نصاب ہے۔

۱۳۵۲ھ میں مولانا ناظم ندوی اور ۱۳۵۳ھ میں مولانا یوسف بنوری کا تقرر ہوا۔ یہ دونوں عربی جدید کے قادر الکلام اور صاحب قلم ادیب تھے۔ مولانا بنوری قدیم و جدید کے بہترین مجموعہ تھے۔ نثر نگاری کے ساتھ بہترین اشعار بھی کہتے تھے۔ اس تاریخ میں ان کے قصائد مذکور ہیں۔ مولانا ناظم ندوی کے ذمہ خاص طور سے ادب ہی کی کتابیں تھیں تاکہ طلبہ میں ادبی ذوق بیدار ہو۔ مختصر المعانی سے قبل سفینۃ البلغاء اور البلاغۃ الواضحہ علم معانی کی جدید کتابیں ۱۳۵۵ھ سے داخل نصاب ہیں۔ نفحۃ العرب مؤلفہ مولانا اعزاز علی صاحب شیخ الادب۔ مختارات، قصص النبیین للاطفال۔ القراءۃ الراشدہ مصنفہ مولانا

ابوالحسن علی ندوی مدظلہ اور القراءۃ الواضحہ مصنفہ مولانا وحید الزماں کیرانوی مدظلہ داخل نصاب کی گئیں۔ دروس التاریخ الاسلامی اور النحو الواضح جدید تصنیفات کو بھی جگہ دی گئی۔ مشکوٰۃ الآثار اور آثار السنن للنیموی جدید انتخابات حدیث بھی لئے گئے۔ کتاب النحو اور تیسیر المنطق بھی قبول کی گئیں۔

۱۳۹۵ھ میں ماہر تدریس علماء کی ایک میٹنگ بلائی گئی جس نے نصاب میں تھوڑی ترمیم کی اور اس بات پر خاص زور دیا گیا کہ طلبہ میں قرآن وحدیث سے شغف پیدا ہو اور ابتداء ہی سے قرآن وحدیث کے الفاظ زبان زد ہو جائیں۔ اس مقصد کے لئے مفتاح القرآن مصنفہ مولانا محفوظ الرحمٰن نامی بہرائچی کے پانچوں حصے نصاب میں لئے گئے جو درجہ عربی ثانیہ تک مکمل ہو جاتے ہیں۔ درجہ عربی ثالثہ سے ترجمۂ قرآن شروع کیا گیا جو عربی پنجم میں پورا ہو جاتا ہے۔

اسی طرح عربی سوم سے احادیث کا انتخاب مشکوٰۃ الآثار مرتبہ مولانا محمد میاں پڑھایا جاتا ہے عربی چہارم و پنجم میں ریاض الصالحین للنووی مع آثار السنن للنیموی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس طرح آداب و اخلاق اور احکام کی بہت سی حدیثیں طلبہ کے سامنے عربی ششم سے پہلے آجاتی ہیں۔

پھر عربی ششم میں پوری جلالین مع الفوز الکبیر اور مشکوٰۃ المصابیح مکمل مع شرح نخبۃ الفکر بڑی سہولت اور بصیرت کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ طلبہ کے لئے یہ مضامین بالکل نئے نہیں رہتے۔ دورۂ حدیث تو حدیث کے لئے مخصوص ہے ہی جن میں تفسیری روایتیں بھی آتی ہیں۔ اس نصاب کے پڑھنے کے بعد قرآن وحدیث سے خصوصی تعلق پیدا ہو جانا ایک امر لازم ہے بس ضرورت ذوق وشوق اور محنت ومطالعہ کی رہ جاتی ہے جو طالب العلم کا اپنا کام ہے۔

جامعہ کا نصاب تعلیم

مجوزہ ۲۵ رجمادی الاخری ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۳ رجون ۱۹۷۷ء

سال	نصاب
سال اول اردو دینیات	اردو عربی قاعدہ ۔ اردو کی پہلی ۔ تعلیم الاسلام اول دوم ۔ رسول عربی خلافت راشدہ اول دوم ۔ بہشتی ثمر اول دوم ۔ املاء ۔ تجوید تصحیح حروف مشق از سورۃ الزلزال تا الناس مع سورۃ الفاتحہ ۔
سال دوم فارسی اول	سیرت خاتم الانبیاء ، آمدن سی لفظی ، تیسیر المبتدی ، رہبر فارسی ۔ مصدر فیوض جدید ، حکایات لطیف ، کریما ، پند نامہ ، املاء ، خوشنویسی تجوید (معرفۃ التجوید مشق از سورۃ الفجر تا الزلزال ۔
سال سوم فارسی دوم	تاریخ اسلام (مولانا عاشق الٰہی میرٹھی) مکمل ، مفتاح القواعد ، گلستان (باب پنجم و ششم کے علاوہ) مالابدمنہ مکمل ، بوستان تا باب ششم ، مفتاح القرآن اول ، خوشنویسی ، املاء (فارسی اردو) تجوید فیض العزیز ، مشق از سورۃ نبأ تا الفجر ۔
سال چہارم عربی اولی	کتاب الصرف ، میزان و منشعب ، کتاب النحو ، شرح مائۃ عامل ، عربی صفوۃ المصادر القراءۃ الواضحہ اول و ثانی ، مفتاح القرآن دوم سوم ، املاء اردو عربی ، خوشنویسی تجوید ضیاء القرأت ، مشق پارہ عم ترتیلاً ۔

سال پنجم عربی دوم	ہدایۃ النحو (کامل) بعدہٗ کافیہ بحث اسم (کافیہ پڑھانے میں شرح جامی کا مطالعہ کیا جائے)، القراءۃ الواضحۃ ثالث معہ املاء (عربی اردو) تیسیر المنطق بعدہٗ مرقاۃ، مفتاح القرآن چہارم پنجم (منتخبات) تجوید فوائد مکیہ جامع الوقف، مشق منزل واحد حدراً، ترتیل، متفرقات۔
سال ششم عربی سوم	کنز الدقائق (کامل) اصول الشاشی (کامل) بعدہٗ دروس التاریخ الاسلامی اول دوم، نفحۃ العرب بعدہٗ مشکوٰۃ الآثار، شرح ابن عقیل (کامل) شرح تہذیب (تا ضابطہ) بعدہٗ ترجمہ قرآن از شوریٰ تا ختم قرآن، تجوید، مقدمہ جزریہ، خلاصۃ البیان، مشق از منزل ثانی تا ختم قرآن حدراً متفرقات ترتیلاً۔
سال ہفتم عربی چہارم	شرح وقایہ اول و ثانی تا کتاب العتاق، نور الانوار (تا قیاس ضروری، اس کے بعد جتنا ہو سکے) ترجمہ قرآن مجید از اول تا سورۂ یوسف، سفینۃ البلغاء معہ قطبی تصدیقات، معین الحکمت بعدہٗ ہدیہ سعیدیہ تا نباتات مقامات حریری (دس مقامات) معہ ریاض الصالحین اول۔
سال ہشتم عربی پنجم	ہدایہ اولین کامل معہ سراجی تا ذوی الارحام، ترجمۂ قرآن مجید از سورۂ یوسف تا شوریٰ۔ مختصر المعانی تا ختم فن ثانی، شرح عقائد نسفی کامل معہ حسامی باب القیاس، آثار السنن اول ثانی معہ ریاض الصالحین ثانی۔
سال نہم عربی ششم	جلالین شریف کامل معہ الفوز الکبیر، ہدایہ اخیرین کامل، مشکوٰۃ المصابیح کامل معہ شرح نخبۃ الفکر۔

سال دہم دورۂ حدیث	بخاری شریف کامل، ترمذی شریف کامل معہ شمائل ترمذی، ابوداؤد شریف کامل، مسلم شریف کامل، طحاوی شریف جلد اول، مؤطا امام محمد کامل، مؤطا امام مالک تا سوم، نسائی شریف کتاب الصلوٰۃ ختم، ابن ماجہ شریف تا ختم طہارت۔

دورۂ حدیث سے فارغ ہونے پر فاضل کی سند دی جائے گی، اس کے بعد تخصص اور تکمیل کے درجات میں سے کسی درجہ میں داخلہ چاہیں تو شرائط پورے ہونے پر داخلہ مل سکتا ہے
تخصص کے درجات یہ ہیں:

۱۔ تخصص فی الفقہ والافتاء یہ شعبہ حضرت اقدس مفتی محمود صاحب گنگوہی مدظلہ کی سرپرستی میں چل رہا ہے

داخلہ کے شرائط: (۱) اس میں اسی طالب علم کو داخلہ ملے گا جو درس نظامی سے فارغ ہو اور خصوصاً ہدایہ میں اعلیٰ نمبرات حاصل کئے ہوں۔

(۲) جس مدرسہ میں تعلیم حاصل کی ہے وہاں کے نمبرات داخلہ فارم کے ساتھ بھیجنا ہوگا، اس کے باوجود داخلہ کے وقت خصوصی جانچ بھی کی جائے گی۔

(۳) مدرسہ کے تمام قوانین کی پابندی ضروری ہوگی۔

(۴) صفائی باطن کے لئے ذکر واشغال بھی کرنا ہوگا۔

اس شعبہ کی تکمیل کے بعد ماہر الفقہ کی سند دی جاسکے گی۔

مدت تعلیم اگرچہ ایک سال ہی ہے، لیکن سال گذرنے کے بعد اضافہ کی ضرورت معلوم ہو اور طالب علم خود مزید مشق وتمرین کی ضرورت محسوس کرے تو ایک سال بڑھایا جاسکتا ہے۔

اس شعبہ کے اجراء کا مقصد یہ ہے کہ صاحب استعداد طالب علم اپنی استعداد کو پختہ کرسکے اور علم فقہ وفتاویٰ کے ساتھ اچھی خاصی مناسبت پیدا ہوجائے، کتابوں سے مسائل معلوم کرنے کا سلیقہ آجائے۔

نصاب تعلیم دار الافتاء

مدت ایک سال

۱۔ برائے تدریس

۱۔ شرح عقود رسم المفتی
۲۔ الاشباہ والنظائر (فن اول)
۳۔ مقدمۂ در مختار
۴۔ نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف

۲۔ برائے مطالعۂ خصوصی

۱۔ فصل فی المفتی والمستفتی از کتاب القضاء من البحر الرائق
۲۔ مقدمۂ عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح الوقایہ (مولانا عبد الحئی لکھنوی)
۳۔ النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر (" " ")
۴۔ کتاب الجامع من الجواہر المضیئۃ
۵۔ فرق باطلہ کی تردید میں لکھی گئی کتابیں

۳۔ تمرین و مشق فتویٰ نویسی

۴۔ تکرار کتب فقہ
کسی بھی فقہ کی کتاب کی طلباء کو تکرار کرانا۔

۲۔ تخصص فی الحدیث :۔ اس کے سرپرست محدث جلیل مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی اطال اللہ بقاءہ ہیں، آپ ہی نے تخصص کے لئے یہ نصاب مرتب فرمایا ہے۔

نصاب تخصص فی الحدیث | ۱۔ علوم الحدیث (مقدمہ) لابن الصلاح۔

۲- التقیید والایضاح للحافظ العراقی
۳- شرح البخاری للنووی القدر المطبوع منہ
۴- مقدمہ فتح الباری للحافظ ابن حجر
۵- مشکل الآثار للطحاوی۔ ہر چہار جلد
۶- شرح معانی الآثار للطحاوی اول
۷- قواعد فی علوم الحدیث (مولانا ظفر احمد تھانوی مع حاشیہ عبد الفتاح ابوغدہ)
۸- غریب الحدیث لابی عبید
۹- فتح المغیث (شرح الفیۃ الحدیث للعراقی) للسخاوی
۱۰- فتح الباری مع مراجعۃ عمدۃ القاری للعینی وفیض الباری لانور شاہ الکشمیری
۱۱- المقاصد الحسنۃ للسخاوی
۱۲- نصب الرایہ للزیلعی الحافظ کامل

طریق دراسہ

۱- علوم الحدیث لابن الصلاح (مقدمۂ ابن الصلاح) کسی استاذ کے پاس پڑھ کر قواعد فی علوم الحدیث کا مطالعہ ازخود۔
۲- شرح معانی الآثار درساً اس طرح کہ طالب علم ہر بحث کو فتح الباری اور عینی میں نکال کر پڑھے۔
۳- فتح المغیث کا مطالعہ ازخود کرے۔
۴- مشکل الآثار کا خود مطالعہ کرنے اس کو ختم کرنے کے بعد شرح بخاری للنووی کا مطالعہ کرے۔
۵- ہفتہ میں ایک دن فتح الباری یا مشکل الآثار کی کوئی بحث پڑھ کر استاذ کو سنائے بیان خود کرے۔

درجۂ قراءت جامعہ میں تجوید کا بالکل شروع دور سے ہی اہتمام چلا آرہا ہے، ہر دور میں مجوّد قرّاء رکھے جاتے رہے ہیں۔ اس وقت چار قرّاء کام کررہے ہیں، درجات حفظ کے طلبہ کے علاوہ اردو دینیات سے لے کر سال ششم عربی سوم تک تجوید پڑھنا لازم

ہے۔ عربی سوم تک تجوید کی کتابیں مکمل ہو جاتی ہیں۔ محنتی طلبہ اس وقت تک حدر سنا کر روایت حفص کی سند حاصل کر لیتے ہیں۔ جو طلبہ سند نہیں حاصل کر پاتے وہ بھی اتنا علم تو تجوید کا حاصل کر ہی لیتے ہیں کہ تلاوت صحیح کر سکیں اور نماز صحیح پڑھا سکیں۔

اس کے بعد تکمیل قراءت کے لئے طلبہ کو اختیار ہوتا ہے جو شوقین طلبہ قراءت سبعہ اور عشرہ پڑھنا چاہیں جامعہ اس کا انتظام کرتا ہے۔ جامعہ نے اس سلسلہ میں بہت فراخ دلی سے کام لیا ہے، جامعہ اسلامیہ یا کسی اور ادارہ کا فاضل صرف تجوید یا قراءت کے لئے داخلہ لینا چاہے تو اس کو بھی دیگر طلبہ کی طرح قیام وطعام کی ساری سہولتیں دیتا ہے، باذوق طلبہ اس سہولت سے برابر فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

نصاب درجۂ قراءت سبعہ متواترہ

۱۔ تیسیر للعلامہ الدانی
۲۔ حرز الامانی للشاطبی فی القراءات السبع
۳۔ عقیلۃ الاتراب للشاطبی فی الرسم
۴۔ پورے قرآن کا اجراء بطریق جمع حرفی، کچھ حصہ جمع عطفی اور کچھ جمع وقفی۔

قراءت عشرہ صغیرہ وکبیرہ

۱۔ الدرۃ المضیئۃ للعلامۃ الجزری
۲۔ الوجوہ المسفرہ للشمس المتولی
۳۔ ثلاثہ متممہ کا اجراء
۴۔ طیبۃ النشر فی القراءات العشر
۵۔ اس طریق کے مطابق اجراء

درجات حفظ درجۂ حفظ میں اس وقت سات اساتذہ کام کر رہے ہیں ہر استاذ کے پاس کم وبیش بیس طلبہ ہوتے ہیں۔ حفظ کے تمام طلبہ کو درجۂ تجوید میں

ساتھ تجوید سیکھنا بھی لازم ہے۔ درجات حفظ میں بھی تصحیح مخارج وصفات کا کافی اہتمام کیا جاتا ہے اسی لئے اب درجۂ حفظ میں انہی اساتذہ کا تقرر عمل میں آتا ہے جو قاری بھی ہوں درجات حفظ کا ہر ماہ امتحان بھی ہوتا ہے تاکہ پڑھا ہوا یاد رہے۔ قرآن ختم ہونے پر آخری امتحان پورے قرآن کا دینا ہوتا ہے۔ حفظ میں پختگی کے لئے یہ ضابطہ ہے کہ مغرب کے بعد سے عشاء کی اذان تک اور پھر صبح سے ایک گھنٹہ قبل اٹھ کر نماز صبح کے قریب تک اساتذہ کی نگرانی میں سبق یاد کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس اہتمام کی وجہ سے ہر سال جامعہ سے اچھے حفاظ کی ایک بڑی تعداد تیار ہو کر نکلتی ہے۔ اس درجہ میں داخلہ کے لئے رمضان ہی سے درخواست دینا ضروری ہوتا ہے اس کے باوجود بہت سے طلبہ کو واپس جانا پڑتا ہے گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے داخلہ نہیں مل پاتا۔

دیگر درجات زمانہ کے حالات کو دیکھتے ہوئے اس کی ضرورت محسوس کی گئی کہ فضلاء جامعہ کو کچھ ایسے ہنر کی بھی ضرورت ہے جس کے ذریعہ وہ اپنے معیشت کو مضبوط کر سکیں۔ قلت تنخواہ کی وجہ سے احساس کمتری کا شکار نہ ہوں۔ معاشی اعتبار سے خوش حال ہو کر ہی دین کی بے لوث خدمت انجام دے سکتے ہیں۔ جامعہ میں مندرجہ ذیل درجات کھولے گئے ہیں درجۂ انگریزی۔ درجۂ سلائی، درجۂ جلد سازی، درجۂ گھڑی سازی، درجۂ دائرٹنگ۔
لیکن یہ مقصود نہیں ہیں محض رفع ضرورت کے لئے ہیں اس لئے ان کو دوائی میقاتوں کے دقفہ میں رکھا گیا ہے، اور اختیاری ہیں۔ جن طلبہ کو مستقبل میں اس کی ضرورت پڑ سکتی ہو وہ اس کو سیکھ سکتے ہیں، ان کے لئے الگ سے اساتذہ مقرر ہیں، اور باقاعدہ امتحانات بھی ہوتے ہیں۔

جامعہ میں داخلہ کے قواعد

۱- داخلہ کے وقت طالب علم کی عمر بارہ سال ہونا ضروری ہے اس سے کم عمر کے طلبہ کو داخلہ نہیں مل سکے گا۔

۲- حفظ میں داخلہ کے لئے ۱۵ ر رمضان تک جوابی لفافہ کے ساتھ درخواست آجانی چاہئے، دوسرے درجات میں داخلہ مدرسہ کھلنے کے وقت ہوسکتا ہے۔ داخلہ کے وقت سرپرست اور والی کا ساتھ آنا ضروری ہے۔

۳- داخلہ کے وقت ۱۵ روپئے پیشگی جمع کرنا ہوگا، آخر سال میں یہ رقم واپس مل جائے گی لیکن طالب علم سال کے درمیان میں بغیر اجازت بھاگ گیا تو یہ رقم ضبط ہوسکتی ہے۔

۴- جن مدارس سے ہمارا معاہدہ ہے ان کا کوئی طالب علم اگر جامعہ میں داخلہ چاہتا ہے تو اس مدرسہ کے ناظم کی طرف سے اجازت نامہ لانا بھی ضروری ہے بغیر اس کے داخلہ نہیں ملے گا۔

۵- تمام طلبہ کو مدرسہ کا یونیفارم، سفید کرتا، پائجامہ، ٹوپی پہننا ضروری ہے۔

۶- تمام طلبہ کو اسلامی طریقہ کے مطابق رہنا ضروری ہے، پنج وقتہ نماز باجماعت اور درس کی حاضری اشد ضروری ہے۔

۷- مدرسہ کے تمام مدرسین اور ملازمین کے ساتھ عزت و احترام کا معاملہ کرنا ہوگا، کوئی شکایت ہو تو مہتمم صاحب سے عرض کرے۔

۸- جامعہ کی ہر چیز اپنی سمجھ کر اس کی حفاظت ضروری ہے، نقصان کرنے کی صورت میں تاوان دینا ہوگا۔

۹- جامعہ کے باہر کسی پروگرام میں حصہ نہیں لے سکتے، مہتمم صاحب کی اجازت ضروری ہے۔

۱۰- ہر جمعرات کو انجمن کے اجلاس میں تقریر سیکھنا بھی ضروری ہے، غیر حاضری موجب سزا ہوگی۔

۱۱۔ مقررہ تعطیلات کے سوا اگر کسی کو گھر جانا ہو یا گھر والے بلانا چاہیں تو مہتمم صاحب سے درخواست کریں، درخواست کو قبول یا رد کرنے کا حق مہتمم صاحب کو ہوگا۔

۱۲۔ نوٹس بورڈ کے ذریعہ جو اعلان شائع کیا جائے اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا، کسی ضابطہ کی خلاف ورزی پر مہتمم صاحب کو پورا اختیار حاصل ہوگا۔

جامعہ کے شب و روز کا نظام عمل

صبح صادق کے بعد اول وقت میں اذان فجر ہوتی ہے، سوپروائزر صاحب تمام طلبہ کو اٹھا دیتے ہیں، نماز صبح سے قبل ہی بہت سے طلبہ جامعہ کی مسجد میں آکر مصروف تلاوت ہو جاتے ہیں، اس منظر سے آنے والے مہمان اور اکابر بہت متأثر ہوتے ہیں، نماز صبح کے بعد تمام طلبہ کو مسجد میں بیٹھ کر پندرہ منٹ تلاوت کرنا ضروری ہے اس کے بعد تمام طلبہ دار الطعام (ڈائننگ ہال) چلے جاتے ہیں جہاں ان کے چائے ناشتہ کا انتظام مکمل رہتا ہے، ناشتہ سے فارغ ہو کر ضروریات سے فارغ ہو کر درسگاہ میں حاضر ہو جاتے ہیں مدرسہ کا وقت شروع ہونے سے قبل ہی اکثر طلبہ درسگاہ پہنچ جاتے ہیں صبح تعلیم کا وقت پورے سال چار گھنٹے رہتا ہے۔ اوقات موسم کی تبدیلی سے بدلتے رہتے ہیں چار گھنٹے پورے ہونے کے بعد چھٹی ہوتی ہے تو طلبہ سیدھے دار الطعام پہنچ جاتے ہیں جہاں کھانا دسترخوان پر تیار رہتا ہے، زمین پر بٹھا کر کھانا کھلایا جاتا ہے کھانے سے فارغ ہو کر جو طلبہ درجات انگریزی، جلد سازی، گھڑی سازی، سلائی، وائرفٹنگ میں داخل ہیں وہ اپنے اپنے درجات میں چلے جاتے ہیں۔ بقیہ طلبہ ضروریات سے فارغ ہو کر دار الاقامہ میں آرام کرتے ہیں یا خارجی مطالعہ کرتے ہیں، درجات صنائع مذکورہ کے طلبہ بھی اپنے درجوں سے فارغ ہو کر آرام کر لیتے ہیں، دوپہر کے بعد مدرسہ کا وقت دو گھنٹہ رہتا ہے، وقت شروع ہونے سے ایک گھنٹہ قبل ظہر کی اذان ہوتی ہے، اس کے آدھ گھنٹہ کے بعد جماعت ہو جاتی ہے، طلبہ ضروریات سے فارغ ہو کر درسگاہ میں حاضر ہو جاتے ہیں، چھٹی

کے بعد عصر کی اذان ہوتی ہے۔ عصر کی نماز کے بعد مسجد میں فضائل و آداب کی تعلیم ہوتی ہے، مسجد سے طلبہ دار الطعام چلے جاتے ہیں وہاں کھانا حاضر رہتا ہے فارغ ہو کر اپنی ضروریات کے لئے گاؤں میں جا سکتے ہیں سیر و تفریح اور مناسب کھیل کود کی بھی اجازت ہے مغرب کا وقت ہونے سے قبل گھنٹی بجا دی جاتی ہے تاکہ تمام طلبہ مدرسہ کی مسجد میں حاضر ہو کر نماز ادا کریں، سنن و نوافل سے فارغ ہو کر فوراً حفظ کے تمام طلبہ کو مسجد میں اور دیگر درجات کے طلبہ کو اپنے اپنے درجات میں حاضر ہو کر سبق یاد کرنا اور بحث و تکرار کرنا لازمی ہے، ان تمام طلبہ کی نگرانی کے لئے اساتذہ مقرر ہیں جو سستی کرنے والے طلبہ اور دیر سے آنے والوں کو سرزنش کرتے ہیں عشاء کی نماز سے آدھ گھنٹہ قبل اذان ہوتی ہے اس کے ساتھ ہی چھٹی ہو جاتی ہے، اس آدھ گھنٹہ کے وقفہ میں طلبہ تجوید کی مشق کرتے ہیں بعض مطالعہ میں مشغول رہتے ہیں بعض تلاوت کرتے ہیں، عشاء کی نماز کے بعد سنت و وتر سے فارغ ہو کر یٰسین شریف کا ختم ہوتا ہے۔ پھر اجتماعی دعا ہوتی ہے، اس کے بعد حفظ کے طلبہ کی فرصت ہوتی ہے تاکہ وہ جلد سو جائیں، لیکن بقیہ درجات کے طلبہ کو درسگاہوں میں حاضر ہو کر پڑھائی میں مشغول ہونا ضروری ہوتا ہے اس وقت بھی اساتذہ نگرانی کے لئے مقرر ہیں۔ تقریباً ایک گھنٹہ پر فرصت ہو جاتی ہے، اس کے بعد طلبہ کو اختیار ہوتا ہے چاہے پڑھیں یا سو جائیں۔ اخیر شب میں صبح صادق سے ایک گھنٹہ قبل صرف حفظ کے طلبہ کو اٹھایا جاتا ہے۔ اسی لئے ان کے لئے الگ مستقل دار الاقامہ بنایا ہوا ہے، مسجد میں آکر فجر کی نماز سے کچھ پہلے تک وہ سبق یاد کرنے میں مشغول رہتے ہیں، اس سہانے اور مبارک وقت میں سبق بہت اچھی طرح یاد ہوتا ہے۔ اس سلسلہ کی وجہ سے درجۂ حفظ کی تعلیم میں پختگی پیدا ہو گئی اس کام کے لئے دو اساتذہ خصوصی الاؤنس کے ساتھ مقرر ہیں۔

جمعرات کو دونوں وقت مدرسہ رہتا ہے اور حسب معمول پورے چھ گھنٹے تعلیم ہوتی ہے صرف جمعہ کو تعطیل رہتی ہے، طلبہ کو کسی ضرورت سے اگر شہر یا اپنے گھر یا کہیں اور جانا ہے تو جمعہ کو بھی رخصت لینا ضروری ہے۔

دیگر مختلف شعبہ جات

شعبۂ تحریر و تقریر

طلبۂ کرام کے اندر تقریر و تحریر کی صلاحیت پیدا کرنے کے لئے ابتدا ہی سے یہ شعبہ چلا آرہا ہے اس لئے کہ اشاعت دین اور دعوت و تبلیغ کا کام بغیر اس کے نہیں ہو سکتا اس وقت بھی یہ معمول ہے کہ ہر جمعرات کو مختلف حصوں میں طلبہ منقسم ہو کر مختلف زبانوں میں تقریر کی مشق کرتے ہیں، فارسی اول سے لیکر دورۂ حدیث تک کے طلبہ کو اردو انجمن میں شرکت کرنا ضروری ہے، ایک ہفتہ کے بعد باری آتی ہے اس لئے جس ہفتہ اردو میں باری نہ ہو دوسری زبان والے طلبہ اپنی علاقائی زبان میں تقریر کی مشق کرتے ہیں۔
اس طرح انگریزی، عربی، اور دیگر زبانوں کے جلسے بھی ہوتے ہیں، عشاء کی نماز پنجشنبہ کو دیر سے ہوتی ہے، سال میں خاص خاص موقعوں پر اجلاس عام بھی ہوتا ہے۔ سیرت النبی کا جلسہ اور سالانہ جلسہ اہتمام سے ہوتا ہے، باہر سے علماء بھی بلائے جاتے ہیں۔

تحریری مشق کے لئے "الدین" کے نام سے جداری ماہانہ پرچہ بھی طلبہ نکالتے ہیں تاکہ تحریری بھی مشق ہو مولانا احمد حسن بھام سملکی بانی جامعہ کے زمانہ میں گجراتی زبان میں ماہنامہ الدین باقاعدہ چھپ کر شائع ہوا کرتا تھا بعد میں یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ طلبہ کا یہ الدین اسی کی یادگار ہے۔ اس سال مہتمم جامعہ مولانا محمد سعید بزرگ صاحب مدظلہ کی توجہ سے ایک سال کا مجموعہ مضامین زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آیا ہے۔ اللہ کرے یہ سلسلہ آئندہ بھی باقی رہے۔

انگریزی انجمن کے طلبہ بھی بزبان انگریزی اپنے مقالات شائع کرنے والے ہیں، خدا کرے طبع ہو کر لوگوں کے لئے مفید بن سکے اور اس سے طلبہ میں آگے بڑھنے کا شوق پیدا ہو۔

لجنۃ القراء

تجوید و قراءت پڑھنے والے طلبہ کی بھی ایک انجمن لجنۃ القراء کے نام سے قائم ہے اس کا جلسہ بھی تین ہفتہ میں ایک مرتبہ پنجشنبہ کو بعد نماز عشاء منعقد ہوتا ہے سہ ماہی اور ششماہی پروگرام بھی ہوتے ہیں۔ جو طلبہ اس کے پروگراموں میں نمایاں درجہ

حاصل کرتے ہیں ان کو سالانہ انعامی جلسۂ قراءت میں شرکت کا موقعہ دیا جاتا ہے، سالانہ جلسۂ قراءت بڑے اہتمام سے ہوتا ہے، اچھے مجودین کو دعوت دی جاتی ہے، ان کے نمبرات پر انعامات دئے جاتے ہیں۔

کتب خانہ جامعہ کا اپنا ایک عظیم الشان کتب خانہ ہے جس میں مختلف علوم وفنون کی مختلف زبانوں میں تقریباً تیس ہزار کتابیں موجود ہیں، ان میں بعض کتب بہت نادر ہیں۔ مخطوطات کی بھی ایک اچھی تعداد ہے۔ ہر سال کتابوں میں کافی اضافہ ہوتا رہتا ہے، یہ کتب خانہ اس اطراف میں جامعہ کی طرح بے نظیر اور وسیع کتب خانہ ہے، تین بڑے کمروں میں کتابیں رکھی جاتی ہیں، اس کے لئے ایک مستقل بلڈنگ کی تجویز بھی پاس ہو چکی ہے جلد ہی اس کی تعمیر شروع ہونے والی ہے، یہ عمارت جدید انداز پر بنے گی۔ اسکالر اور محققین ومصنفین کے لئے استفادہ کی تمام سہولتیں ان شاء اللہ فراہم کی جائیں گی۔ اس کے بعد کتب خانہ کی افادیت اور زیادہ ہو جائے گی۔

طلبہ کی لائبریری ایک دوسرا کتب خانہ طلبہ کا اپنا خاص بھی ہے جس میں درسی کتابوں کی شروح کے علاوہ مختلف موضوعات پر طلبہ کی ضرورت کے مطابق کافی کتابیں موجود ہیں اس میں ہر سال توسیع ہوتی رہتی ہے، بہت سے ماہنامے مطالعہ کے لئے منگائے جاتے ہیں ان کو مجلد کر کے محفوظ بھی کر لیا جاتا ہے، حالات حاضرہ سے باخبر ہونے کے لئے مختلف زبانوں میں اخبارات بھی آتے ہیں، اس کتب خانہ کی بھی توسیع مزید زیر تجویز ہے۔

انگریزی بولنے والے طلبہ کے لئے الگ ایک کتب خانہ ہے جو افریقہ اور انگلینڈ کے طلبہ نے اپنے شوق سے کتابیں خرید کر تیار کیا ہے، اس میں بھی بقدر ضرورت کتابیں مہیا ہیں۔

تعطیلات

جامعہ میں تعطیل کلاں نصف شعبان سے قبل ہو جاتی ہے اور نصف شوال سے پہلے

یعنی دو ماہ رہتی ہے، پھر عید الاضحیٰ کے موقعہ پر ۱۰ - ۱۱ روز کی تعطیل ہوتی ہے، ان کے علاوہ تعطیلات بہت کم ہیں ۱۰ر محرم اور ۱۲ر ربیع الاول کو تعطیل ہوتی ہے پھر ۲۶ر جنوری اور ۱۵ر اگست کو۔ ان کے علاوہ کوئی تعطیل نہیں۔ اساتذہ کے لئے قانوناً فقط ۱۵ یا ۲۰ یوم کی رخصت ہے۔ نصاب کی تکمیل کا بہت اہتمام کیا جاتا ہے، ہر سال اساتذہ کو سرکلر کے ذریعہ اس کی تاکید کر دی جاتی ہے کہ کتابوں کے اسباق میں مقدار خواندگی ایسی مقرر کریں کہ سال کے اخیر تک مناسب رفتار کے ساتھ کتابیں ختم ہو جائیں۔ گھنٹے ساٹھ منٹ ہی کے ہوتے ہیں، درجات کے لئے درسگاہیں مقرر ہیں، اوپر کے درجات میں اساتذہ تبدیل ہوتے ہیں طلبہ اپنی جگہ پر رہتے ہیں، اس سے درسگاہ میں کوئی انتشار بھی نہیں ہوتا اور وقت کی بھی بچت ہوتی ہے۔

مجلس شوریٰ

جامعہ کا انتظام شروع ہی سے مجلس شوریٰ کے تحت چلتا ہے، ہر پانچ سال پر مجلس شوریٰ کے ارکان کا انتخاب عمل میں آتا ہے۔ ٹرسٹی صاحبان کا انتخاب سات سال پر ہوتا ہے۔ مجلس شوریٰ ہی مہتمم کا انتخاب بھی کرتی ہے، اور مہتمم مجلس شوریٰ کے فیصلوں کے مطابق عمل کرتا ہے، سال میں دو میٹنگ ضرور ہوا کرتی ہے، بوقت ضرورت کسی وقت بھی میٹنگ بلائی جا سکتی ہے۔

ارکان شوریٰ اور ٹرسٹی صاحبان کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

پہلے جو حضرات رکن شوریٰ یا ٹرسٹی رہ چکے ہیں

۱- الحاج مولانا محمد بن موسیٰ میاں صاحب سملکی

۲- مولوی اسماعیل یوسف گارڈی صاحب ڈابھیلی

۳- الحاج مولانا علی محمد صاحب تراجوی

۴- مولانا صوفی محمد اسماعیل صاحب کفلیتوی

۵- جناب محمد سلیمان ہانس صاحب ڈابھیلی

۶- جناب احمد یعقوب جی صاحب ایکھلوایا ڈابھیلی

۷- جناب محمد ابراہیم پٹیل نانا صاحب سملکی

(سنہ ۵ھ میں یہ حضرات رکن تھے)

●

۸- مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب ڈابھیلی

۹- الحاج مولانا اسماعیل یوسف صاحب گارڈی ڈابھیلی

۱۰- الحاج ابراہیم یوسف صاحب گارڈی ڈابھیلی

۱۱- عبد الحیٔ ہاشم موٹا صاحب ڈابھیلی

۱۲- جناب محمد سلیمان ہانس صاحب ڈابھیلی

۱۳- حکیم نظام الدین شہاب الدین صاحب

۱۴- محمود احمد ایکھلوایا صاحب

۱۵- محمد محمود چینارا صاحب

۱۶- سلیمان صالح جی ماکڑا صاحب

۱۷- اسماعیل یوسف واڑی صاحب

۱۸۔ حاجی فخر الدین صاحب نوساری
۱۹۔ حاجی رضی الدین صاحب متولی جامع مسجد نوساری
۲۰۔ محمود اسماعیل کاردمی صاحب ڈابھیلی
۲۱۔ پیرزادہ محی الدین صاحب ڈابھیلی
۲۲۔ احمد یعقوب جی موٹا صاحب ڈابھیلی
۲۳۔ محمود محمد بسم اللہ صاحب ڈابھیلی

یہ حضرات بورڈ کے زمانہ میں ــــــــــ مینیجمنٹ بورڈ کے ممبر تھے

●

۲۴۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاری دہلی
۲۵۔ مولانا علی محمد صاحب تراجوی
۲۶۔ مولانا عبدالرحیم صادق صاحب راندیری
۲۷۔ مولانا محمود دیندار صاحب کھلوڑی
۲۸۔ مولانا عبدالحق ابراہیم میاں صاحب سملکی
۲۹۔ مولانا محمد سید احمد بزرگ صاحب مہتمم سملکی
۳۰۔ ابراہیم محمد نواب صاحب ڈابھیلی
۳۱۔ عبدالحیٔ ہاشم صاحب موٹا ڈابھیلی
۳۲۔ مولانا محمد شفیع ابراہیم میاں صاحب سملکی

یہ حضرات بورڈ ختم ہونے کے بعد نئی مجلس شوریٰ کے ممبر منتخب ہوئے

●

۳۳۔ حاجی احمد موسیٰ نانا بھائی صاحب ڈابھیلی
۳۴۔ حاجی احمد حاجی یوسف بوٹا والا راندیری

۳۵ - حاجی احمد موسیٰ صاحب لواپوری

۳۶ - حافظ یوسف محمد نانا صاحب سملکی

۳۷ - رشید احمد محمد موٹا صاحب ڈابھیلی

مذکورہ بالا حضرات ٹرسٹی مقرر ہوئے

۳۸ - مولانا عبدالصمد موسیٰ صاحب سورتی ایکھر ضلع بھروچ

۳۹ - مولانا عبدالرحیم فیضو میاں صاحب بوڑسدی ضلع کھیڑا

۴۰ - مولانا عبدالحی مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب ڈابھیلی

۴۱ - جناب محمد محمود ایکھلوایا صاحب ڈابھیلی

۴۲ - حافظ محمد امین احمد بزرگ صاحب سملکی

۴۳ - حافظ اسماعیل محمد ایکھلوایا صاحب ڈابھیلی

۴۴ - مولانا موسیٰ آدم الیسات صاحب مٹواڑوی

۴۵ - مولانا حکیم سلیمان صاحب کفلیتوی

۴۶ - احمد یعقوب جی صاحب تراجوی

۴۷ - جناب محمد سلیمان منگیرا صاحب ڈابھیلی

۴۸ - اسماعیل ابراہیم پٹیل صاحب کالا کاچھوی

۴۹ - حافظ سلیمان ابراہیم اسحاق جی صاحب ڈابھیلی

۵۰ - حافظ داؤد مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب ڈابھیلی

۵۱ - حاجی شیخ محمود منیار صاحب (حافظ برادرس) سورت

۵۲ - حاجی احمد منیار صاحب عالی پوری

۵۳ - مولانا سید اسعد مدنی صاحب دیوبندی صدر جمعیۃ العلماء ہند

۵۴ - مولانا احمد رضا اجمیری صاحب راندیری شیخ الحدیث مدرسہ اشرفیہ راندیر

۵۵ - مولانا سیف الدین عثمانی صاحب ڈابھیلی

۵۶۔ مولانا محمد ابراہیم اسحاق جی صاحب ڈابھیلی
۵۷۔ رشید احمد حسن سلو صاحب ڈابھیلی
۵۸۔ سلیمان ابراہیم نواب صاحب ڈابھیلی
۵۹۔ مولانا قمر الدین مولانا شمس الدین صاحبان بڑودوی
۶۰۔ مولانا یوسف عبداللہ پٹیل دیولوی بھروچی

(بعد میں یہ حضرات اپنے اپنے وقت پر منتخب ہوئے)

موجودہ ارکان شوریٰ و ٹرسٹی صاحبان

۱۔ جناب مولانا سید اسعد مدنی صاحب دیوبند۔ صدر جمعیۃ علماء ہند
۲۔ جناب مولانا محمد رضا اجمیری صاحب شیخ الحدیث مدرسہ اشرفیہ راندیر
۳۔ جناب مولانا عبدالصمد موسیٰ صاحب سورتی (بھروچ)
۴۔ جناب مولانا قمر الدین شمس الدین صاحب بڑودوی
۵۔ جناب مولانا محمد سعید احمد بزرگ صاحب سملکی مہتمم جامعہ
۶۔ جناب حافظ محمد امین احمد نانا صاحب سملکی
۷۔ جناب رشید احمد حسن سلو صاحب ڈابھیلی
۸۔ جناب سلیمان ابراہیم نواب صاحب ڈابھیلی
۹۔ جناب مولوی یوسف عبداللہ پٹیل صاحب دیولوی (بھروچ)

ٹرسٹی صاحبان

۱۰۔ جناب مولانا محمد شفیع میاں صاحب سملکی
۱۱۔ جناب حاجی شیخ محمود حافظ عمر مینار صاحب سورت

۱۲- جناب حاجی احمد الیف مینار صاحب عالی پوری

۱۳- جناب محمد سلیمان منگیرا صاحب ڈابھیلی

۱۴- جناب رشید احمد محمود موٹا صاحب ڈابھیلی

(یہ ٹرسٹی حضرات بھی مجلس شوریٰ میں شمار ہوتے ہیں)

جنوبی افریقہ کی کمیٹی

بانیٔ جامعہ نے جب سرمایہ کی فراہمی کیلئے افریقہ کا سفر اختیار فرمایا تھا اس وقت جنوبی افریقہ میں ڈابھیل وسملک اور اس کے اطراف کے تقریباً تیس گاؤں کے باشندوں پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی تھی اس کا نام ہے "ڈابھیل مدرسہ ٹرسٹ" وہاں جامعہ کی املاک کا انتظام اسی ٹرسٹ کے زیر نگرانی ہے اس کمیٹی کے ارکان اس وقت مندرجہ ذیل حضرات ہیں:۔

۱- جناب حاجی محمد سلیمان منتی صاحب صدر

۲- جناب حاجی موسیٰ بڈھانیا صاحب سکریٹری

۳- جناب حاجی ابراہیم ماکڑا صاحب

۴- جناب مولانا عبدالقادر ملک پوری صاحب

۵- جناب مولانا محمد ایوب صاحب کاچھوی

۶- جناب حاجی محمد ابراہیم صاحب سورتی

۷- جناب حاجی احمد یوسف پانڈور صاحب

۸- جناب حاجی محمد سعید نواب صاحب

۹- جناب حاجی محمد سعید کاچھلیا صاحب

پانچ سال پر ان کا بھی انتخاب ہوتا ہے، انتخاب کے لئے تیس گاؤں کے نمائندے جمع ہوجاتے ہیں۔ ان گاؤں کے نام یہ ہیں:۔

۱- ڈابھیل ۲- کالا کاچھا ۳- لاجپور ۴- بجم پور ۵- تراج ۶- ماکھنگہ
۷- بارڈولی ۸- نوساری ۹- نصیر پور ۱۰- نکولی ۱۱- سملک

-تیلاڑا ١٣- آسنا ١٤- سچین ١٥- کچھولی (نزد ڈابھیل)
-حاجی پور ١٧- تاڑیا ١٨- واکانیر ١٩- بھنٹی ٢٠- واڑاگام
-دیہ ٢٢- کفلیتہ ٢٣- اکلیرا ٢٤- سامرود ٢٥- اٹارردا
-بلیشور ٢٧- خیرگام ٢٨- ملدھرا ٢٩- مانک پور ٣٠- بلک پور-

(جنوبی افریقہ سے شائع شدہ رپورٹ سے یہ نام لئے گئے ہیں)

شخصیّات

اربابِ اہتمام

و

اکابر شیوخِ حدیث

مولانا احمد حسن بھام سملکی رحمۃ اللہ علیہ

(فاضل مدرسہ امینیہ دہلی و بانی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل)

ولادت تقریباً ۱۲۹۶ھ ——— وفات محرم ۱۳۴۳ھ

آپ کے والد سملک کے باشندہ زراعت پیشہ بستی کے پٹیل (چودھری) تھے اپنے اثر و وجاہت کی وجہ سے معزز اور معروف تھے، ذی حوصلہ اور باہمت شخص تھے نیک خیال اور دیندار ہونے کی وجہ سے احباب و اقران میں ممتاز تھے، انتظامی صلاحیت کی وجہ سے اختلافی اور نزاعی مسئلوں میں لوگوں کی توجہ کا مرکز، انتہائی مہمان نواز اور علماء کے قدر دان تھے، اکثر علماء اور مشائخ کا قیام آپ کے یہاں ہوتا تھا، کئی صاحبزادوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہی کو یہ مولود مسعود عطا فرمایا۔ جس کی ہمّت بلند اور دلِ درد مند کی برکت سے صرف یہی موضع نہیں بلکہ پورا صوبہ گجرات علم کی روشنی سے آشنا اور بدعت و جہالت کی اندھیریوں سے گریزاں ہوا۔

تعلیم ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں ہوئی، قرآن مجید ناظرہ اور ابتدائی اردو کتابیں مکتب میں پڑھنے کے بعد مدرسہ اسلامیہ کٹھور (ضلع سورت) میں مولانا عبدالحق پرکاروی سے فارسی اور ابتدائی عربی کی کتابیں پڑھیں اسی زمانہ میں اس علاقہ کے مشہور عارف باللہ حضرت صوفی شاہ سلیمان لاجپوری[1] کے مدرسہ اسلامیہ لاجپور کی ان کے صاحبزادو

---

[1] صوفی شاہ سلیمان صاحب کی ولادت لاجپور میں (جو ڈابھیل سے ۶ میل کی مسافت پر واقع ہے) ہوئی، تاریخ ولادت معلوم نہیں۔ لیکن تاریخی واقعات سے اتنا متعین ہے کہ سنہ ۱۸۱۲ء (بقیہ حاشیہ ص ۳۲۹ پر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۹ کا) سے قبل ہوئی، ناظرہ حفظ اور ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد (حافظ احمد بن دیوان) سے پائی، فارسی اور عربی کی تعلیم ریاست سچین کے قاضی حضرت فقیر اللہ سے حاصل بچپن ہی سے یاد الٰہی کا شوق تھا، اذکار و اشغال اور مجاہدہ و مراقبہ کا اعلیٰ مقام نصیب تھا، صوفی صاحب کو مولانا شاہ نظام الدین (خلیفہ مولانا جان محمد مفتی مکہ و شیخ حرم) چاروں طریقوں میں اجازت و خلافت حاصل تھی. شاہ نظام الدین کے ایک دوسرے خلیفہ حضرت موسیٰ جی ترکیسری بھی تھے صوفی صاحب سے ان کے بہت اچھے تعلقات تھے، صوفی صاحب کی تعظیم کرتے تھے اور صوفی صاحب کو گیروا رنگ کا کپڑا پہننے کی وجہ سے جوگی بابا کہا کرتے تھے۔

صوفی صاحب کو حاجی وارث علی شاہ اور مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی سے بھی خلافت حاصل تھی، آپ کی ذات سے بہت لوگوں کی اصلاح ہوئی کاٹھیاوار کے علاقہ میں آپ سے بہت سے لوگوں کو فیض پہونچا، آپ کے زمانہ میں صوفیوں کا ایک فرقہ "بھگت" نامی وحدۃ الوجود کا قائل تھا لیکن جہالت کی وجہ سے خود کو نماز اور شریعت سے برتر سمجھتا تھا. صوفی صاحب کے ہاتھ پر ان کو توبہ کی توفیق ہوئی، مرزا غلام احمد قادیانی سے اس کی قیام گاہ پر آپ نے مناظرہ بھی کیا تھا، رنگون کے سفر میں وہاں مقیم گجرات کے تجار کی اصلاح کی بہت سے لوگوں نے سودی پیشہ ترک کیا۔ لوگوں کی اصلاح، امر بالمعروف، نہی عن المنکر آپ کی زندگی کا واحد مقصد تھا اس کے نشیب و فراز اور موقع و محل سے اچھی طرح واقف تھے اس لئے مفید خدمات انجام دے گئے آپ کی اور مولانا لیاقت علی صاحب کی مساعی سے نواب سچین ابراہیم صاحب کے دور میں خلافت راشدہ کا ایک چھوٹا سا نمونہ اس ریاست میں قائم ہو گیا تھا، احکام شریعت کا نفاذ ہوتا تھا شرعی قانون کے مطابق مقدمات کا فیصلہ ہوتا، حدیں جاری ہوتی تھیں، بدمعاشوں اور نشہ بازوں کو درے لگائے جاتے تھے۔

آپ نے غدر ۱۸۵۷ء کے بعد قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں ۶ ماہ سورت کے قلعہ میں قید رہے، یہ خلوت معارف اور تقرب میں مزید ترقی کا باعث بنی، رہائی کے بعد مکہ معظمہ تشریف لے گئے حدود حرم شروع ہوتے ہی پا پیادہ ہو گئے (بقیہ حاشیہ ص۳۱۲ پر)

استاذ العلماء حضرت مولانا صوفی احمد میاں لاجپوری نے تجدید کی اور باقاعدہ درس نظامی کے طرز پر تعلیم کا سلسلہ شروع فرمایا۔ اطراف و جوانب کے طلبہ اکٹھا ہونا شروع ہوئے۔ مولانا احمد حسن بھام بھی لاجپور چلے آئے اور عربی کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ تعلیم شروع کی۔ مسلسل چار سال میں صرف و نحو، فقہ، اصول فقہ، منطق اور مشکوٰۃ شریف کی تعلیم حاصل کی پھر ۱۳۱۹ھ میں دہلی چلے گئے اور مدرسہ حسین بخش میں داخل ہوئے سال بھر دہلی میں قیام کرنے کے بعد مدرسہ جامع العلوم کانپور میں دو سال گذارے پھر دہلی آئے اور مدرسہ عبد الرب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۹ کا) وارفتگی کا یہ عالم تھا کہ بیت اللہ شریف پر نگاہ پڑتے ہی حواس باختہ ہوگئے اور تمام شب ایک ہی جگہ بیٹھے رہ گئے صبح کو رفقاء کی مدد سے طواف کیا۔ ۱۹ر جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ سہ شنبہ کو انتقال فرمایا۔ سورت اسٹیشن کے قریب صوفی باغ کی مسجد سے متصل مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

حاشیہ صفحہ ہذا۔ لہ آپ صوفی صاحب مذکور کے صاحبزادہ ہیں، ولادت ۹ر ذیقعدہ ۱۲۹۴ھ کو ہوئی گجراتی اور اردو کی تعلیم لاجپور کے اسکول میں حاصل کی، ابتدائی فارسی والد بزرگوار سے پڑھی پھر والد صاحب کے ساتھ ۱۸۹۰ء میں رنگون تشریف لے گئے وہاں مولانا سلطان احمد پنجابی (تلمیذ قاسم العلوم) سے عربی ادب کی کچھ کتابیں پڑھیں، بعدہ تکمیل کیلئے دہلی تشریف لائے حدیث و تفسیر مولانا رحیم بخش دہلوی سے، معقولات وغیرہ مولانا محمد اسحاق صاحب (تلمیذ مولانا عبد الحق خیرآبادی) سے حاصل کیا۔

۲۰ر سال کی عمر میں فارغ ہو کر ۱۳۱۳ھ میں لاجپور آئے اور اسی سال مطابق ۱۸۹۵ء میں مدرسہ اسلامیہ لاجپور کو از سر نو جاری کیا۔ ضلع سورت کے اکثر علماء آپ سے مستفید ہوئے مولانا احمد حسن بھام سملکی (بانی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل) مولانا احمد بزرگ سملکی (سابق مہتمم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل) مولانا احمد درویش سملکی (مدرس سابق جامعہ مذکور) مولوی حاجی ابراہیم میاں سملکی مولوی ابراہیم پٹیل کفلیتوی مولانا محمد یوسف لاجپوری مولانا مرغوب احمد لاجپوری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۱ پر)۔

میں داخلہ لیا، پھر مدرسہ امینیہ میں دورۂ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی اور وطن آ گئے
کچھ عرصہ تک شہر سورت میں ترادادیا باڑیہ سیٹھ کے مدرسہ میں مدرس اول رہے اس کے بعد

(حاشیہ صفحہ ۲ کا) مولانا کو زمانۂ طالب علمی ہی سے تصنیف و تالیف کا شوق تھا، آپکی تصنیفات میں ذخیرۃ العلوم کو بہت شہرت حاصل ہے کسی نئی روشنی کے شیدائی نے یہ کہہ دیا تھا کہ "عربی میں علوم ہی کیا ہیں" اس کے جواب میں آپ نے یہ کتاب شروع کی تھی جو ردیف دال تک پہونچ سکی۔ اس میں ایک سو انیس [۱۱۹] علم و فن کا تعارف کرایا گیا ہے اور ہر فن کی مشہور تصنیفات کی نشاندہی کی گئی ہے اگر یہ کتاب پوری ہو جاتی تو اردو تالیفات میں اپنے موضوع کی پہلی کتاب ہوتی۔ اس کے علاوہ عقد النفیس کا ترجمہ مع اضافہ بنام "ہدیۃ الجلیس" تصنیف فرمائی جس میں تصوف کے چھ قاعدوں کو بہت ہی بسط کے ساتھ آیات و احادیث سے ثابت فرمایا۔

بہت سی کتابوں کے شرح و تحشیہ کا کام شروع کیا تھا، اصول حدیث میں نخبۃ الفکر اصول فقہ میں مسلم الثبوت، صرف میں شافیہ، نحو میں کافیہ اور الفیہ، معانی میں تلخیص حکمت میں فارابی کی فصوص الحکم، منطق میں بوعلی سینا کی منظوم عیون المسائل ہیئت میں تصریح، کلام میں قصیدۂ بدء امالی کی شرحیں نہایت بسط سے لکھیں تصوف میں لوائح جامی و جواہر الحقائق، مناظرہ میں رشیدیہ، ریاضی میں خلاصۃ الحساب، حکمت میں ہدیہ سعیدیہ، منطق میں شرح تہذیب، عروض و قوافی میں عروض المفتاح، تہذیب اخلاق میں ہدایۃ الہدایہ کی شرحیں بھی لکھیں مگر ان میں سے صرف بعض تصنیفات زیور طبع سے آراستہ ہو سکیں۔

آپ ہی کے ہاتھ سے مولانا احمد حسن بھام نے مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل سملک کا افتتاح فرمایا تھا آپکو صرف ۳۳ سال کی عمر مستعار مل سکی۔ ۷ رشعبان ۱۳۲۷ھ مطابق ۲۴ راگست ۱۹۰۹ء شنبہ کو رحلت فرمائی۔ ادخلہ الحق فی جنتہ تاریخ وفات نکلتی ہے۔

(ماخوذ از ماہنامہ دارالعلوم ربیع الاول ۱۳۹۳ھ ص ۴۵)

ملازمت چھوڑ کر سملک آگئے اور شعبان ۱۳۲۶ھ میں سملک کی مسجد میں تعلیم الدین کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا جو آگے چل کر جامعہ اسلامیہ کے ساتھ مشہور ہوا۔ مدرسہ کا افتتاح ایک بڑے مجمع میں اپنے استاذ مولانا صوفی احمد میاں لاجپوری کے دست مبارک سے کرایا۔ شروع میں آپ کے ساتھ صرف ایک اور مدرس تھے جو قرآن شریف پڑھاتے تھے لیکن مولانا نے جس دردمندی اور خلوص وللّٰہیت کے ساتھ اس کام کو شروع کیا تھا اس کا تقاضا تھا کہ مدرسہ برابر ترقی کرتا رہے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ طلبہ کی کثرت ہوتی گئی اور مدرسین وملازمین بڑھتے گئے۔

مولانا کی زندگی اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے وقف تھی چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے ہر وقت ہر لمحہ اسلام ومسلمانوں کی فلاح وبہبود کی آپ کو دھن لگی رہتی تھی، آپ کی ہر ہر ادا میں اسلام کی خدمت کا اثر نمایاں تھا بلکہ آپ کی شکل وصورت ہی سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ کو کسی چیز کا عشق غالب ہے۔ اور وہ چیز یہی " دین اور علوم " کی خدمت تھی۔

اس لئے مولانا مدرسہ کی ترقی اور افادیت کی وسعت کیلئے برابر فکرمند رہے، اور اس کیلئے جو صورت بھی ہو سکتی تھی اس کے عمل میں لانے سے دریغ نہ کرتے تھے، مولانا نے کلام بلاغت نظام کی اہمیت کا اندازہ کیا اور اس کو صحیح پڑھنے کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے ایک ماہر فن قاری کا تقرر کیا تاکہ قرآن کو صحیح پڑھنے کا رواج ہو۔

صنعت کتابت کی ضرورت محتاج بیان نہیں آپ نے اس کیلئے کانپور سے ایک تجربہ کار خوشنویس کو بلاکر درجۂ کتابت قائم کیا، تعلیم وتعلم کی زبان اردو تھی اس سے پورے طور پر اسی وقت فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے جب کہ اردو بولنے اور سمجھنے پر قدرت ہو اس لئے آپ نے مدرسہ کے اندر اردو میں گفتگو کرنا لازم قرار دیا۔ اگر کسی طالب علم کو گجراتی میں بات کرتے سن لیتے تو سخت ناراض ہوتے بلکہ بعض وقت سزا بھی دیتے۔

اسلام کی تعلیم کو عام کرنے اور عوام تک پہونچانے کیلئے ایک ماہوار رسالہ " الدین " کے نام سے جاری کیا جس میں علمی، مذہبی، تاریخی اور اصلاحی مضامین شائع کرتے۔ اس رسالے نے دین کی بیش بہا خدمات انجام دیں، کتابت وطباعت کی مشکلات کے پیش نظر اپنا

پریس قائم کرنے کی ضرورت محسوس فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی پورا فرمادیا اور مصباح الدین کے نام سے سورت میں پہلا اسلامی پریس قائم ہو گیا۔ افسوس کہ مولانا کی متحرک زندگی کے ساتھ ہی یہ دونوں سلسلے بھی رخصت ہو گئے۔

مولانا ہمہ تن دین کی خدمت میں مشغول تھے مدرسہ بھی برابر ترقی پذیر تھا تا آنکہ اس کی ضرورت محسوس فرمائی کہ مدرسہ کیلئے کوئی مستقل اور وسیع عمارت چاہئے تاکہ خدمت دین کا یہ سلسلہ اور تعلیمات اسلام کا یہ قلعہ وسیع اور زیادہ سے زیادہ مفید ہو سکے۔ دراصل مولانا کے ذہن میں ایک جامعہ کا تصور تھا اور اسی کے شایان شان آپ کو زمین کی تلاش تھی اس زمانہ کے نوساری کے نائب صوبہ دار مولانا محمد علی (جوہر) مرحوم کا بھی مشورہ یہی تھا کہ گاؤں سے باہر کوئی وسیع زمین حاصل کرنی چاہئے چنانچہ دونوں نے ڈابھیل و سملک کے ہر چہار طرف گھوم پھر کر دیکھا بڑی جد وجہد کے بعد ڈابھیل کی غربی جانب عیدگاہ کے مقابل ایک وسیع قطعۂ زمین خریدا جہاں پر آج جامعہ قائم ہے۔

سب سے پہلے آپ نے اس زمین پر مسجد تعمیر کرائی، دار الطلبہ اور درسگاہوں کیلئے سرمایہ کی ضرورت تھی آپ نے مقامی حضرات اور ان اصحاب خیر کے مشورہ سے جو جنوبی افریقہ میں تجارت کرتے تھے افریقہ کا سفر کیا، وہاں پہونچ کر مسلمانوں میں جو کچھ نا اتفاقی تھی اپنی حسن تدبیر سے اس کو دور فرمایا، اور اصلاح ذات البین کے بعد جو چندہ کی اپیل کی تو ہر ایک نے دست اعانت بڑھایا اور تعمیر کیلئے ایک گرانقدر رقم جمع ہو گئی

انتقال

وطن واپسی کا قصد ہی فرما رہے تھے کہ وہاں "انفلوئنزا" کی وبا پھیل گئی جس میں مدرسہ کے بہت سے بہی خواہاں اور خود مولانا کے برادر بزرگ جناب ابراہیم بعام صاحب بھی انتقال کر گئے۔ اس سے آپ کو بے حد اور ناقابل برداشت صدمہ پہونچا بالآخر آپ پر بھی اس مرض کا شدید حملہ ہوا جس سے آپ جانبر نہ ہو سکے اور ۱۰ محرم ۱۳۳۷ھ بروز پنجشنبہ واصل بحق ہو گئے اور جوہانسبرگ (جنوبی افریقہ کا ایک شہر) میں مدفون ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس عظیم المرتبت پیشوا کی رحلت سے اہل افریقہ تو بیخود اور مجسم غم والم بن ہی گئے

ڈابھیل وسملک میں جب تار سے یہ خبر آئی تو گھر گھر ماتم کدہ بن گیا۔ اور موت العالِم موت العالَم کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ اس طرح جو آفتاب علم و ہدایت ڈابھیل وسملک سے طلوع ہوا تھا افریقہ میں جاکر ہمیشہ ہمیش کیلئے غروب ہوگیا۔ کل شیٔ ہالک الا وجہہ

(منقول از روداد جامعہ وماہنامہ دارالعلوم محرم ۱۳۷۲ھ)

مولانا احمد بزرگ رح

(فاضل دارالعلوم دیوبند و مہتمم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل)

ولادت غالباً ۱۲۹۸ھ ——————— وفات ۱۳۷۱ھ

والد صاحب کا نام ابراہیم عرف نانا تھا، پیر کے لقب سے مشہور تھے، سملک کے باشندہ زراعت پیشہ علماء و صلحاء کے ہم نشیں، صوم و صلوٰۃ کے پابند بہت معمولی پڑھے لکھے تھے۔ بزرگوں سے عقیدت و محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے صالح ولد سے نوازا جس کا نام احمد رکھا گیا۔

مولانا احمد بچپن ہی سے اپنی نیک فطرتی کی وجہ سے بزرگ کے لقب سے مشہور ہوگئے تھے۔

بالائے سرش ز ہوشمندی
می تافت ستارۂ بلندی

تعلیم قرآن شریف ناظرہ اور اردو گاؤں کے مکتب میں پڑھنے کے بعد فارسی مولوی سید امیر میاں سملکی مقیم نوساری سے پڑھ رہے تھے کہ لاجپور میں مدرسہ اسلامیہ لاجپور کا دورِ جدید مولانا صوفی احمد میاں لاجپوری کے ہاتھوں شروع ہوا،

اطراف کے دیگر طلبہ کے ساتھ مولانا احمد بزرگ بھی وہاں پہونچے ۱۳۱۴ھ کا زمانہ تھا. گلستاں بوستاں پڑھنے کے بعد محرم ۱۳۱۵ھ میں ۱۴ طلبہ نے میزان شروع کی اس جماعت میں مولانا بزرگ کے ساتھ مولانا احمد حسن بھام سملکی، مولانا احمد درویش سملکی، حاجی ابراہیم میاں سملکی، مولانا یوسف لاجپوری، مولانا مرغوب احمد لاجپوری بھی شریک تھے، چار سال تک یہ تعلیمی سلسلہ جاری رہا۔ ہدایہ، نورالانوار اور مشکوٰۃ تک تعلیم ہوسکی پھر مدرسہ میں تعطل پیدا ہوگیا مگر استاذ کے علمی ذوق نے طلبہ میں تحصیلِ علم کا ایک جوش اور ولولہ پیدا کر دیا تھا۔ اس لئے طلبہ نے مختلف علمی مراکز کا قصد کیا، مولانا احمد بزرگ دہلی پہونچے ایک سال وہاں رہ کر دیوبند چلے گئے ۱۸ھ میں دارالعلوم میں داخل ہوئے، چار پانچ سال تعلیم لیکر ۱۳۲۱ھ میں فارغ ہوئے[۱] علوم و فنون کی جملہ کتابیں اس زمانہ کے اساتذہ مفتی اعظم مولانا عزیزالرحمٰن صاحبؒ، مولانا حافظ احمد صاحب صدر مہتمم، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانی نائب مہتمم، مولانا غلام رسول صاحب سے اور دورۂ حدیث حضرت شیخ الہند سے پڑھا، تکمیل کیلئے ایک سال مزید رہے اور ۲۲ھ میں سند حاصل کی۔

۲۲ھ کے اخیر میں قطب وقت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر بیعت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت کی خدمت میں ۸، ۹ ماہ تک ذکر و شغل، مجاہدہ و ریاضت میں مشغول رہے تا آنکہ ۸ رجمادی الاخریٰ ۱۳۲۳ھ کو آپ کی موجودگی میں وصال ہوا۔ اس نسبت سے تذکرۃ الرشید مصنف مولانا عاشق الٰہی میرٹھی میں بار بار آپ کا ذکر آیا ہے۔ مولانا احمد بزرگ کے متعدد خواب اس میں مذکور ہیں۔ ان خوابوں سے شیخ کے ساتھ انتہائی تعلق کا پتہ چلتا ہے۔

اب بادل ناخواستہ واپس گھر تشریف لائے ورنہ آپ نے طے کرلیا تھا کہ علوم ظاہری اور باطنی کی تکمیل کے بغیر گھر نہیں جاؤں گا، دوران تعلیم والدماجد کا انتقال ہوگیا، اس کی اطلاع دی گئی اور بلایا بھی گیا کہ اب گھر پر کوئی دیکھ بھال کرنیوالا نہیں رہا تھا لیکن آپ نے

---

[۱] تاریخ دارالعلوم دیوبند ۹۶/۲

اس حادثۂ فاجعہ کو بھی وطن سے دور ہی رہ کر برداشت کرلیا۔ دو چھوٹی بہنیں تھیں جن کی بعض رشتہ داروں نے کفالت اور پرورش کی۔

حضرت گنگوہی کی تلقین کے مطابق برابر ذکر و شغل جاری رکھا، کبھی کبھی حکیم الامت حضرت تھانوی کی خدمت میں حاضری ہوتی رہتی تھی، معمولات کے بہت پابند تھے، سفر ہو یا حضر تہجد کی نماز کبھی فوت نہیں ہوتی، بعد میں آپ نے کلام پاک حفظ بھی کرلیا تھا تہجد میں قرآن جہراً پڑھنے کا معمول تھا اور اس کے بعد ذکر جہری کا۔ جب قرآن ختم ہوتا بہت اہتمام سے اچھا کھانا پکواتے اور گھر والوں کو کھلاتے۔ ۱۳۶۹ھ میں شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ نے ڈابھیل سملک کے ایک مجمع عام میں آپ کو خلافت سے نوازا اور لوگوں کی اصلاح و ارشاد کی ہدایت فرمائی۔

گنگوہ سے آنے کے بعد گھر ہی پر بچوں کو پڑھاتے رہے، کچھ دنوں راندیر میں بھی تعلیم دی پھر جنوبی افریقہ چلے گئے تین چار سال وہاں رہے۔ ۱۳۲۸ھ میں دارالعلوم دیوبند کا جو بڑا جلسۂ دستار بندی ہوا تھا اس وقت آپ افریقہ ہی تھے، آپ کی دستار جوہانسبرگ (جنوبی افریقہ) بھیجی گئی تھی، پھر وطن واپس ہوئے تو مولانا احمد حسن بھام نے مدرسہ تعلیم الدین کا جو ۱۳۲۶ھ میں قائم ہوچکا تھا صدر مدرس بنایا۔[1] ۱۳۳۵ھ ۱۹۱۷ء میں مولانا حکیم محمد ابراہیم راندیری کی فرمائش اور طلبی پر رنگون تشریف لے گئے، اور سورتی جامع مسجد رنگون میں مفتی مقرر ہوئے۔ تین سالہ قیام میں افتاد، وعظ اور درس قرآن کے ذریعہ فیض پہونچایا۔

اسی زمانہ میں مبلغ قادیانیت خواجہ کمال الدین کی آمد سے رنگون میں فتنۂ قادیانیت نے[2]

---

[1] محرم ۱۳۳۲ھ میں مدرسہ تعلیم الدین میں مدرس اول تھے۔ رسالہ الدین ماہ محرم ۱۳۳۲ھ ص ۱۲۔

[2] رد قادیانیت پر آپ نے ایک کتاب "صیحۂ رنگون بر بیپروان دجال زبون" تحریر فرماکر شائع کی جس میں مناظرہ کی تفصیل بھی مذکور ہے۔

سر اٹھایا تو مولانا نے اس کو کچلنے کیلئے خوب خوب کام کیا، امام اہل سنت مولانا عبد الشکور لکھنوی مدافعت کیلئے تشریف لائے تو کتب تفسیر کے حوالوں کی تلاش اور مالی سرمایہ کی فراہمی کا سہرا آپ ہی کے سر رہا، تعزیہ داری کے خلاف بھی آپ نے وہاں دیرپا خدمات انجام دیں اور اس بدعت کو مٹا کر ہی دم لیا۔

ادھر مولانا احمد حسن بھامؒ کا افریقہ میں ۱۳۳۰ھ میں انتقال ہو گیا تو لوگوں نے اہتمام کیلئے کسی ایسے عالم کی ضرورت شدت سے محسوس کی جو انتظامی صلاحیت بھی رکھتا ہو۔ حاجی یوسف میاں سملکی نے جامعہ کی عربی درسگاہ کی تکمیل کے بعد افتتاح کیلئے جو جلسہ بلایا تھا اسی جلسہ میں قاضی رحمت اللہ صاحب راندیری نے مولانا احمد بزرگ کا نام اہتمام کیلئے پیش فرمایا اور تمام حاضرین نے اس کی تائید کی۔

۲۴ر شعبان ۱۳۳۱ھ کو رنگون سے بلا کر مہتمم بنایا گیا، آپ نے ایک اسلامی ادارہ کی خدمت کو افتاء کی خدمت پر ترجیح دی، کیونکہ ایک ادارہ سے سیکڑوں مفتی تیار ہو سکتے ہیں۔

آپ نے خلوص و للّٰہیت اور پوری امانت و دیانت کے ساتھ ۱۳۶۱ھ تک ۳۱ سال اہتمام کیا، آپ ہی کے زمانہ میں یہ مدرسہ ایک جامعہ بنا، تعمیری و تعلیمی اعتبار سے عظیم مدارس میں شمار ہونے لگا۔

۱۳۴۶ھ میں علامہ انور شاہ کشمیری اور ان کے ساتھی جب دار العلوم سے علیحدہ ہوئے تو آپ نے بستی کے باہمت اور اہل خیر حضرات کے مشورہ سے ڈابھیل آنے کی دعوت دی تشریف لانے پر ان کی خدمت کا حق ادا کیا ہر طرح کی سہولتیں فراہم کیں ایک کثیر سرمایہ کی ضرورت تھی وہ سب اللہ تعالیٰ نے اخلاص کی بدولت پورا کر دیا۔

چار سال کی مدت میں ۵۰ - ۵۵ کمرے طلبہ کی رہائش کیلئے تیار ہو گئے، اساتذہ کی رہائش کیلئے دار الاساتذہ بن گیا سنہ ۵۰ھ میں انور بلڈنگ تیار ہو گئی جس میں کتب خانہ کے علاوہ دس درسگاہیں اور متعدد کمرے ہیں۔ اس طرح آپ کا دورِ اہتمام جامعہ اسلامیہ کی پوری تاریخ میں ایک روشن باب ہے جسے ہمیشہ یاد کیا جاتا رہے گا۔

مولانا کو قوم کے اصلاح کی بہت فکر تھی، تعلیم کے ذریعہ جامعہ سے جو خدمت انجام پارہی تھی اس کے علاوہ اس بات کا بھی اہتمام فرماتے تھے کہ اساتذۂ جامعہ کے مواعظ و ملفوظات سے عام لوگ بھی فائدہ اٹھاسکیں۔ اس کے لئے مختلف مقامات پر کسی مناسبت سے پروگرام طے کرتے۔ آنے جانے کیلئے سواری کا انتظام کرتے۔ اس طرح سے بہت سی بدعتیں مٹیں۔ لوگوں کو دین کی طرف توجہ ہوئی۔ اپنے بچوں کو دینی تعلیم کیلئے جامعہ میں بھیجنے لگے۔

دردمندی اور خیر خواہی کا کچھ اندازہ ایک روداد کے چند جملوں سے لگایا جاسکتا ہے۔ لکھتے ہیں :۔

"ان عام اثرات کے سوا جس میں ہر فرد گجرات شریک ہے جامعہ کے دوسرے علمی اثرات ہیں جن سے ابھی تک میری قوم میری تمنا کے مطابق متاثر نہیں ہوسکی ہے میں اپنی قوم کا شکوہ کروں گا اور ضرور کروں گا کہ اس نے میری بہت مدد کی مگر ابھی میری وہ امداد نہیں کی جس کا میں طالب ہوں، میں چاہتا ہوں کہ گجرات کا بچہ بچہ جس طرح گجراتی پڑھنے پر مجبور ہے اسی طرح اپنی دینی تعلیم کی تحصیل کی طرف مائل ہوجائے اور ہر قبیلہ اور ہر گھر ایسا نظر آئے کہ اس کا چھوٹا اور بڑا اپنی دینی ضروریات میں مستغنی ہو" (روداد ۱۳۵۶ھ ص ۲۷)۔

آپ کے سفر افریقہ کے موقع پر مولانا عثمانی ؒ نے ایک الوداعی تقریر فرمائی تھی جس میں آپ کے تین اوصاف بیان فرمائے تھے "مہتمم صاحب کے تین وصف ہیں جن سے میں بہت متاثر ہوں۔ ایک قلت تکلف و تواضع، یہ اس زمانہ میں بہت کم ہے یہ اصل میں صحابۂ کرام کا وصف خاص تھا۔ کانوا اعمقهم علماً واقلهم تكلفاً وابرهم قلوباً۔ دوسرا وصف اخلاص ہے جو تمام اعمال حسنہ کی روح ہے یہ وصف بھی اس زمانہ میں تقریباً نایاب ہے۔ تیسرا وصف یہ ہے کہ مہتمم صاحب کو دینی علوم کے احیاء و ابقاء کا جو قلبی شغف و شوق ہے وہ بھی اس زمانہ کے نوادر سے ہے الخ"

(روداد ۱۳۵۵ھ مختصراً)

مولانا مرغوب احمد لاجپوریؒ نے لکھا ہے۔ مولانا احمد بزرگ سیدھے سادے بھولے بھالے بزرگ تھے تکلف وتصنع مطلق نہیں تھا لباس موٹا پہنتے تھے کفایت شعار تھے، فضول خرچی سے محترز تھے، جو سامنے آیا کھالیا، لذیذ اور اچھے کھانے بھی خوب شوق سے سیر ہو کر کھاتے، قویٰ بہت مضبوط تھے، چالاکی عیاری بناوٹ اور اظہار شان سے کوسوں دور تھے۔

باوجود سادگی کے چہرے پر بزرگی اور علم کا رعب تھا، طلبہ دیکھتے ہی راستہ صاف کردیتے صبح کو گھر سے آتے تو مدرسہ کی رقوم ایک تھیلی میں رکھ کر لاتے جو ہاتھ میں ہوتی اگر طلبہ کو سرزنش کی ضرورت ہوتی تو کبھی تھیلی ہی کو استعمال کرلیتے۔ انتظام کی اچھی صلاحیت تھی۔

علمی صلاحیت بھی بہت خوب تھی، علم فرائض میں بہت اچھی مہارت تھی۔ سراجی اکثر خود ہی پڑھاتے تھے، افتاء میں بھی مہارت تھی، امانت داری اور دیانت داری کی وجہ سے افریقہ کے تجار بہت اعتماد کرتے تھے۔ مقیمین افریقہ کی املاک کا انتظام جو بمبئی میں تھیں خود ہی کرتے تھے، حساب کتاب بہت صاف رکھتے تھے، خدا ترسی کا وصف نمایاں تھا۔

رؤیائے صادقہ بہت ہوتے تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت منامی بکثرت ہوا کرتی تھی، اپنی بیاض میں ۳۵ واقعات زیارت کے تاریخ کے ساتھ لکھے ہیں۔ ایک دفعہ بخاری شریف کے درس میں آنکھ جھپک گئی تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوگئی۔ اس کو آپ نے وہیں بخاری کے صفحہ پر تحریر فرمالیا۔

اخیر زمانہ میں فرماتے تھے کہ اب مجھ کو خواب کی بھی ضرورت نہیں، جب مراقبہ کرتا ہوں زیارت کرلیتا ہوں۔

دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

تین حج نصیب ہوئے ۱۳۶۸ھ میں حج کے بعد روضۂ اقدس سے واپسی کے وقت

بہت گریہ طاری ہوا، خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی فرمائی کہ احمد آئندہ سال بھی ہماری زیارت کروگے چنانچہ ۱۲۶۹ھ میں بھی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ اس دفعہ زیارت کے وقت بہت کچھ فیض حاصل ہوا۔

حقیقت میں آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی عقیدت اور کامل محبت تھی اسی لئے سنت کا بہت اہتمام فرماتے تھے اخیر زمانہ میں جب کہ مدرسہ سے الگ ہو چکے تھے تو خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو دیکھا کہ حضرت جوتیاں دیکھ رہے ہیں۔ مقصد تو یہ تھا کہ وقت سفر قریب ہے لیکن پوچھنے پر اس کی تعبیر یہ بتائی کہ شاید مدینہ منورہ کی زیارت کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے چند ہی دن بعد انتقال ہو گیا۔ سملک کے قبرستان میں آسودۂ خواب ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

حضرت مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہؒ

(مفتیٔ گجرات و مہتمم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل)

ولادت ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء ——— وفات ۲۴ر اپریل ۱۹۵۹ء شوال ۱۳۷۸ھ

۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء میں ڈابھیل میں ولادت ہوئی، ابتدائی تعلیم گاؤں ہی میں ہوئی، دس سال کی عمر میں حافظ ابراہیم سلیمان (واجہ) سے قرآن شریف حفظ کرلیا۔ اس کے بعد ابتدائی تعلیم کیلئے مدرسہ تعلیم الدین میں داخل ہوئے۔ پھر کٹھور (ضلع سورت) کے مدرسہ میں داخل ہو کر مولانا عبدالحق اور مولانا مبین الحق وغیرہ سے عربی کی تعلیم حاصل کی۔ تکمیل کیلئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ دوران تعلیم میں شادی کی وجہ سے وطن واپس آگئے تقریباً ڈیڑھ سال تعلیمی انقطاع رہا۔ بعد ازاں مدرسہ امینیہ دہلی میں رہ کر حضرت مولانا کفایت اللہ دہلوی سے

فتویٰ نویسی کی مشق کی ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۷ء میں دوبارہ دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوکر دورۂ حدیث کی تکمیل کی[1] یہ زمانہ علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ صدارت کا تھا۔ مولانا احمد بزرگ صاحب سے بھی تلمذ کا شرف حاصل تھا۔

فراغت کے بعد وطن واپس ہوئے تو ابتداءً مدرسہ تعلیم الدین میں درجۂ عربی اولیٰ کے مدرس بنائے گئے تدریس کے ساتھ ساتھ اہلِ بدعت اور اہلِ حدیث کے پھیلائے ہوئے طوفان کا بھی مقابلہ کرتے رہے پھر جناب حاجی یوسف گارڈی کی دعوت پر جنوبی افریقہ کے مشہور شہر جوہانسبرگ چلے گئے، وہاں شہریت بھی مل گئی تھی مگر وہ ماحول آپ کی طبیعت کے موافق نہیں تھا اس لئے تقریباً تین برس میں واپس آگئے پھر نہیں گئے، واپسی کے دو ماہ بعد ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء میں مدرسہ تعلیم الدین میں جو ابھی ایک معمولی مدرسہ کی حیثیت میں تھا مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۶ء میں سورتی جامع مسجد برما میں مفتی بن کر برما تشریف لے گئے۔ وہاں افتاء کی خدمت کے ساتھ مولانا احمد اشریف رانڈیری کی معیت میں جمعیۃ العلماء برما کی بنیاد ڈالی۔ اس جمعیۃ نے برما میں بہترین دینی اصلاحی اور قومی خدمات انجام دیا مختلف اطراف میں مبلغین بھیجے گئے، کئی دینی مدارس قائم کئے گئے اس اصلاحی پروگرام کے مصارف کیلئے مفتی صاحب نے دو کانوں پر چندہ کیلئے بکس رکھوا دیے تھے۔ اسی آمدنی سے تمام شعبے چلتے رہے۔ جمعیۃ العلماء دہلی کیلئے بھی وہاں سے گراں قدر رقم ہر سال ارسال کرتے رہے۔

قیام برما کے دوران رعشہ کا مرض لاحق ہوا، جس سے گردن ہلا کرتی تھی، وہاں کافی علاج ومعالجہ کے باوجود نفع نہیں ہوا تو وطن واپس آگئے، وطن میں بھی ڈاکٹروں کے علاج سے فائدہ نہیں ہوا تو بغرض علاج دلی تشریف لے گئے وہاں سے بحمد اللہ صحت یاب ہوکر ڈابھیل تشریف لائے۔ پھر دوبارہ رنگون جانا ہوا وہاں شاہ رنگون کی سلور جوبلی کے موقع پر متولی مسجد سے چراغاں کرنے کے سلسلہ میں اختلاف ہوگیا، اس لئے مانڈلے

---

[1] تاریخ دارالعلوم دیوبند ص ۱۳۱/۲

چلے گئے، وہاں تھوڑا عرصہ قیام کرکے وطن واپس آگئے [1]

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے منصب افتاء پر

رنگون و برما سے واپسی پر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں (جواب جامعہ بن چکا تھا اور مفتی عتیق الرحمٰن صاحب کے چلے جانے سے افتاء کی جگہ خالی تھی) منصب افتاء کے اوپر یکم ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ (۱۹۳۶ء) کو آپ کا تقرر ہوا، پھر ۱۳۶۱ھ میں مولانا احمد بزرگ رحمہ کے مستعفی ہونے پر عہدۂ افتاء کے ساتھ عہدۂ اہتمام قبول کرنے کیلئے جب کہا گیا تو ابتداءً مفتی صاحب نے صاف صاف انکار کردیا مگر جب اصرار بڑھا اور انکار مشکل ہوگیا تو بالآخر استاذِ محترم مولانا احمد بزرگ رحمہ سے بات کرنے کے بعد قبول فرمالیا اور ۱۳۷۱ھ تک گیارہ سال اس ذمہ داری کو نبھایا [2]

شعبان ۱۳۷۱ھ میں آپ نے عہدۂ اہتمام سے استعفاء دیدیا۔ اس کی وجہ مفتی صاحب کے زمانہ کی رپورٹ سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ اہتمام پر غیر ضروری پابندیاں تھیں۔ مہتمم کو اتنے اختیارات نہیں حاصل تھے کہ وہ مدرسہ کو خوش اسلوبی سے چلاسکے اس کی کچھ تفصیل ہم نے ان سالوں کے حالات میں صفحات گذشتہ میں تحریر کی ہے۔

اہتمام سے علیحدگی کے باوجود منصب افتاء پر آپ برابر جلوہ افروز رہے، ۱۳۸۰ھ تک آپ کا نام بحیثیت مفتی روداد میں درج ہے۔

خدمات

آپ جب سے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں مفتی مقرر ہوئے افتاء کے ساتھ اہم کتب کا درس بھی دیتے رہے مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ دہلوی رحمہ کے زیر تربیت افتاء نویسی کی مشق کرنے سے آپ کو افتاء سے کافی مناسبت ہوگئی تھی مفتی کا لفظ آپ کے نام کا جزء بن گیا تھا اور مفتی گجرات کا خطاب بھی آپ کو عطا کیا گیا زندگی کے آخری لمحات تک اس کام سے متعلق رہے اس میں آپ کو بڑی شہرت حاصل

---

[1] ماہنامہ دارالعلوم فروری ۱۹۶۴ء [2] روداد جامعہ ۱۳۵۴ھ ص ۲۲ [3] ماہنامہ دارالعلوم فروری ۱۹۶۴ء ملخصاً۔

ہوئی، لوگوں کو آپ کے فتاویٰ پر کامل اعتماد تھا، جواب کا اعتبار پیدا کرنے کیلئے عام طور پر کتب فقہ کے حوالہ کی بھی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

افتاء کی ابتداء قیام رنگون ۱۹۲۶ء مطابق ۱۳۴۴ھ سے ہوئی اور اسی وقت سے آپ کے فتاویٰ افادیت کو عام کرنے کیلئے ایک ہفتہ واری گجراتی اخبار "مسلم گجرات" میں شائع ہونے لگے، آپ کے تعلقات زیادہ اہل گجرات ہی سے تھے اس لئے سوالات گجراتی زبان میں ہوا کرتے تھے تو لامحالہ جوابات بھی گجراتی میں ہوتے تھے، لیکن جب کبھی سوال اردو میں ہوتا تو جواب بھی اردو ہی میں دیتے۔

جب سے آپ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں مفتی مقرر ہوئے، جامعہ میں آئے ہوئے سوالات کے جوابات تو لکھتے ہی تھے، ساتھ ہی "مسلم گجرات" کے ایڈیٹر کے پاس جو سوالات آتے اس کے جوابات بھی لکھتے رہتے اور یہ فتاویٰ مسلم گجرات میں شائع ہوتے رہتے اس طرح مذکورہ اخبار میں چار ہزار فتاویٰ شائع ہوئے ان میں سے بائیس سو فتاویٰ پر مشتمل تین جلدیں زیور طبع سے آراستہ بھی ہو چکی ہیں، بقیہ فتاویٰ بھی اللہ تعالیٰ نے چاہا تو شائع ہو جائیں گے۔ مسلم گجرات کے علاوہ ماہنامہ "الاصلاح" اور ماہنامہ "تبلیغ" میں آپ کے فتاویٰ شائع ہوتے تھے۔

وفات تک تینتیس ۳۳ سال کی مدت میں کل فتاویٰ کی تعداد ۵۰ ہزار ہوتی ہے۔

آپ کے فتاویٰ پر ہندوستان کے بڑے بڑے علماء نے بھی اطمینان ظاہر فرمایا ہے۔ ایک دفعہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے آپ کا فتویٰ دیکھ کر فرمایا تھا کہ اس آدمی کے فتاویٰ سے تفقہ کی بو آرہی ہے۔

اخلاق و عادات

مفتی صاحب طبیعت کے سادہ، مخلص اور بڑے مہمان نواز تھے تقویٰ اور پرہیزگاری آپ کے چہرہ سے عیاں تھی، ہر ملنے والا ان کی ان صفات سے متأثر ہوتا تھا۔ حکیم جناب لطیف محمد خاں بھوپالی نے جمادی الاخریٰ ۱۳۷۶ھ میں جامعہ کی زیارت کی تھی تو مفتی صاحب کے بارے میں رجسٹر معائنہ میں لکھا تھا یہاں کے جناب مفتی صاحب انتہائی مخلص بزرگ اور مدرسہ نیز اہل وطن کے لئے ایک اخلاقی علمی اور روحانی طبیب ہیں۔ صفحہ ۱۳۵

۱۹ر رمضان ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹ر اپریل ۱۹۵۷ء کو مفتی ضیاء الحق دہلوی نے بھی مفتی صاحب سے ملاقات کے بعد یہ الفاظ لکھے تھے "آپ کے اخلاق اور خلوص نے مجھے گرویدہ کرلیا" رجسٹر معاینہ صفحہ ۱۳۸۔

جہان نواز اتنے کہ کسی آنے والے کیلئے خواہ وہ متعارف ہو یا نہ ہو بغیر کھانا کھائے ہوئے ان کے گھر سے جانا مشکل تھا، تہجد اور اپنے دیگر معمولات کے پابند تھے، روزانہ ایک منزل قرآن کی تلاوت کا معمول تھا۔

اصلاح ذات البین

دینی واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں کہ اصلاح ذات البین کی شریعت اسلام میں کتنی اہمیت ہے مفتی صاحب اپنے اثر و رسوخ سے یہ کار خیر بھی انجام دیتے تھے اطراف کے گاؤں میں کہیں جھگڑا ہوتا خواہ دو شخصوں کا انفرادی ہو یا دو جماعتوں کا تو مفتی صاحب بیچ میں پڑ کر صلح کرانے اور اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کی پوری کوشش کرتے۔ بہت سے واقعات میں کامیاب بھی ہوگئے اور دو متصادم جماعتوں کو تباہی سے بچالیا۔

آپ کے اندر استغناء کی صفت بھی تھی، ایک دفعہ ایسے وقت میں جبکہ آپ کو تنگی تھی برما کے ایک شخص نے چار ہزار کی رقم پیش کی تو کسی مصلحت کے پیش نظر بڑے استغناء سے آپ نے اسے واپس کردیا۔

شوال ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۴ر اپریل ۱۹۵۹ء کو شب میں آپ کا وصال ہوا، وفات کے وقت عمر شریف ۶۱ برس کی تھی۔ ڈابھیل کے قبرستان میں تالاب کے کنارے آپ کا مزار مولانا سراج احمد رشیدیؒ کے پہلو میں ہے۔

مولانا مرغوب احمد لاجپوری رحؒ

(فاضل مدرسہ مولوی عبدالرب دہلی)

ولادت ۳؍ ذیقعدہ ۱۳۰۰ھ مطابق ۱۳؍ ستمبر ۱۸۸۳ء

وفات یکم محرم ۱۳۸۲ھ مطابق ۶؍ جون ۱۹۶۲ء

۳؍ ذیقعدہ ۱۳۰۰ھ بروز پنجشنبہ لاجپور میں ولادت ہوئی۔ نام احمد میاں رکھا گیا، مرغوب احمد تاریخی نام ہے، اردو اور گجراتی کی تعلیم لاجپور کے اردو اسکول میں ہوئی، حفظ شروع کیا لیکن پورا نہ ہو سکا، ابتدائی فارسی حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب سے حاصل کی پھر آپ کے صاحبزادہ حضرت مولانا صوفی احمد میاں سے فارسی کی تکمیل کے بعد ۱۳۱۵ھ میں عربی شروع کی ۱۳۱۸ھ کے اختتام تک مشکوٰۃ شریف وغیرہ پڑھ لی، مدرسہ میں تعطل ہو جانے کی وجہ سے ۱۳۱۹ھ میں کا پنور گئے اور جامع العلوم میں داخلہ لیا، ۱۳۲۰ھ میں طاعون کی وجہ سے دہلی چلے گئے، رمضان دہلی میں گذارنے کے بعد شوال میں دیوبند پہنچے، حضرت شیخ الہند کو شرح جامی وغیرہ کا امتحان دیا، مشکوٰۃ، جلالین کی جماعت میں داخلہ ہوا، مولانا شبیر احمد عثمانی آپ کے ہم درس تھے، مگر صحت کی خرابی کے باعث دیوبند چھوڑنا پڑا، دہلی میں مدرسہ مولوی عبدالرب میں بعض سورتی احباب کے پاس کچھ دن قیام کیا تو وہاں کا ماحول پسند آیا، اور وہیں رہ گئے، مولانا عبدالعلی تلمیذ قاسم العلوم سے جو مدرسہ کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث تھے زیادہ متاثر ہوئے ۱۳۲۳ھ میں فراغت حاصل کی، مولانا عبدالعلی صاحب کو آپ کی صلاحیت پر بہت اعتماد تھا، مولانا شاہ ابوالخیر مجددی دہلوی نے کسی علمی کام کیلئے ایک عالم کی ضرورت

ظاہر فرمائی تو مولانا مرغوب احمد صاحب کو بھیج دیا، مولانا مجددی نے آپ کے کام کو پسند کیا اور دعائیں دیں۔

پھر قاری عبدالرحمٰن الہ آبادی کی خدمت میں تجوید کی تحصیل کیلئے حاضر ہوئے لیکن بڑے بھائی نے تار دے کر گھر بلا لیا۔ ۱۳۲۴ھ میں ایک شادی کی تقریب میں بھوپال جانا ہوا تو وہاں علامہ شیخ حسین یمنی قاضی و محدث شہر سے بھی استفادہ کیا۔

۱۳۲۷ھ میں مدرسہ اسلامیہ لاجپور کو از سر نو جاری فرمایا، عربی فارسی کے ساتھ اردو اور گجراتی تعلیم کا بھی انتظام کیا، لیکن ۱۳۳۲ھ کے بعد حالات کی ناسازگاری کی وجہ سے مدرسہ پھر بند ہو گیا۔

سفر رنگون

۱۹۱۵ء ۱۳۳۴ھ میں مولانا ابراہیم راندیری کے اصرار سے رنگون کا سفر کیا، مدرسہ تعلیم الدین معلیہ کا افتتاح کیا، عربی فارسی کے مدرس اور مفتی مدرسہ مقرر ہوئے ۱۹۱۹ء ۱۳۳۸ھ تک وہاں رہے، بڑے بھائی افریقہ چلے گئے، گھر کوئی مرد نہ رہا، اس لئے وطن واپس آ گئے، ۱۹۲۳ء ۱۳۴۲ھ تک گھر ہی رہے، مدرسہ معلیہ میں انحطاط کی وجہ سے ناظم مدرسہ نے پھر رنگون آنے کیلئے اصرار کیا، مولانا کو جامع مسجد لاجپور کی جدید تعمیر کے لئے سرمایہ کی ضرورت بھی تھی جس کی فراہمی رنگون میں خاطر خواہ ہو سکتی تھی اس لئے آپ نے ۱۹۲۵ء ۱۳۴۴ھ میں دوبارہ رنگون کا سفر کیا، سال ڈیڑھ سال قیام کے بعد واپس آ کر مسجد کی تعمیر شروع کر دی، اہل قریہ اور نواب سچین ابراہیم خاں صاحب نیز اصحاب خیر کی امداد بھی حاصل ہوئی ۱۹۲۷ء ۱۳۴۶ھ میں ۳۲ ہزار کی لاگت سے شاندار جامع مسجد تیار ہو گئی، متعلقات مسجد کا کچھ کام رہ گیا تھا، سہ بارہ سفر رنگون سے اس کی تکمیل بھی ہو گئی۔

رویائے صادقہ

آپ کو طالب علمی کے زمانہ سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام خصوصاً سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت منامی بھی حاصل ہوتی رہی۔ حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو خواب میں دیکھا۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو بار بار دیکھا، ان سب خوابوں کو تاریخ اور تفصیل کے ساتھ تحدیثاً بالنعمۃ کے عنوان سے اپنی بیاض میں تحریر

فرمایا ہے۔
مسجد کی تعمیر کے بعد یہ خدشہ تھا کہ معلوم نہیں یہ کام عند اللہ مقبول ہوا یا نہیں یہی فکر سوار تھی کہ ۲۱ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ بروز شنبہ سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ مسجد کے برآمدے میں دوگانہ ادا فرمارہے ہیں اس سے دل کو اطمینان ہوا کہ انشاء اللہ یہ عمل مقبول ہے۔

ضیافت وسخاوت مولانا انتہائی مہمان نواز اور سخی واقع ہوئے تھے۔ علماء کرام اور مدارس کے متعلقین میں سے کوئی لاجپور آتا تو مولانا ہی کا مہمان ہوتا۔ علماء دیوبند جو ڈابھیل آئے تھے کبھی کبھی لاجپور وارد ہوتے تو مولانا کے گھر علمی مجلس قائم ہوجاتی۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کا اہتمام بھی چند ماہ آپ سے متعلق رہا، مطالعہ کے ساتھ تحریر کا ذوق بھی بہت عمدہ تھا کئی کتابوں کے مصنف ہیں، بہت سے علماء گجرات کا تذکرہ لکھ کر ماہنامہ دارالعلوم میں شائع کرایا۔ یکم محرم ۱۳۸۲ھ مطابق جون ۱۹۶۲ء میں انتقال ہوا لاجپور ہی میں آسودۂ خواب ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃً کاملۃً۔

مولانا محمد سعید بزرگ سملکی صاحب مدظلہ

مہتمم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہ مولانا احمد بزرگ سملکی سابق مہتمم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سملک کے فرزند ارجمند ہیں، مولانا احمد بزرگ رح کا تذکرہ گذر چکا ہے۔ حضرت گنگوہی رح اور حضرت شیخ الہند رح کے ساتھ ان کے خصوصی تعلقات کا حال بھی معلوم ہوچکا ہے۔

مولانا محمد سعید مدظلہ ۱۹۱۶ء (۱۳۳۵ھ) کو سملک میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد کے زیر تربیت تعلیمی مراحل طے کئے، شروع سے اخیر تک تمام تعلیم جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل

سملک میں ہوئی ۔ جامعہ اسلامیہ کے فاضل اور نامور اساتذہ مولانا محمد ناظم ندوی، مولانا عبدالقدیر کیمل پوری ۔ مولانا بدر عالم میرٹھی، مولانا سید محمد یوسف بنوری سے آپ نے اکتساب فیض کیا، بخاری شریف مولانا عبدالرحمٰن امروہی شاگرد رشید حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا شبیر احمد عثمانی سے پڑھی۔ ۱۳۵۹ھ (۱۹۴۰ء) میں فراغت ہوئی۔

شعبان ۱۳۵۷ھ میں جب کہ آپ ہدایہ کے طالب علم تھے اپنے والد ماجد کے ساتھ حضرت تھانوی کی خدمت میں تھانہ بھون حاضر ہوئے تھے اگرچہ حضرت تھانوی طلبہ کو بیعت نہیں کرتے تھے لیکن مولانا احمد بزرگ کی سفارش پر خلاف معمول آپ کو بیعت سے سرفراز فرمالیا۔

فراغت کے بعد مختلف دینی و ملی خدمات انجام دیتے رہے، سملک مسجد کی تولیت سنبھالی، ۱۹۴۷ء میں باعزیمت لوگوں کے تعاون سے سملک میں دنیوی تعلیم کیلئے اسکول قائم کیا اور اسی میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے، مجلس خدام الدین سملک کی تاسیس میں بھی آپ کا اہم رول رہا ہے، آپ اس کے خزانچی بھی رہ چکے ہیں۔

۱۹۵۳ء میں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کے ایماء پر دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن منتخب ہوئے اور اب تک اس کی رکنیت کا شرف حاصل ہے۔

۱۹۵۴ء میں جمعیۃ العلماء ضلع سورت کے صدر منتخب ہوئے۔ ۱۳۷۵ھ (۱۹۵۴ء) میں حضرت شیخ الاسلام اور مولانا یوسف صاحب کاندھلوی امیر تبلیغ کی معیت میں حج کا پر لطف سفر کیا۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد آپ نے اصلاحی تعلق پہلے حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیمل پوری خلیفہ حضرت تھانوی سے قائم کیا۔ اس کے بعد حضرت مدنی سے متعلق ہوگئے، حضرت مدنی کے ساتھ آپ کا تعلق بہت خصوصی تھا

رجب ۱۳۷۹ھ جنوری ۱۹۶۰ء میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کا عہدۂ اہتمام آپ کے سپرد کیا گیا۔ اس کی تفصیل اسی تاریخ میں "جامعہ کے دور ثالث" کے زیر عنوان گذر چکی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ جامعہ بعض ناگفتنی اسباب کی وجہ سے کلکٹر کے زیر انتظام چلا گیا تھا۔ مہتمم کو

انتظام کرنے میں کافی دشواریاں درپیش تھیں ، ایک پیسہ بھی کلکٹر کی اجازت کے بغیر خرچ نہ ہوسکتا تھا ، مولانا عبدالحی بسم اللہ صاحب مہتمم تھے وہ باہر تشریف لے جانے والے تھے اس لئے انھوں نے ایک رات سملک و ڈابھیل کے معزز حضرات کو جمع کیا جن میں مولانا محمد سعید کے خسر حاجی ابراہیم میاں صاحب بھی تھے اور مولانا بزرگ کے گھر پہونچے اور اہتمام قبول کرنے کیلئے کافی دباؤ ڈالا ۔

آپ نے اپنے خیر خواہوں اور ہمدردوں سے مشورہ کے بعد اہتمام کو قبول فرمالیا اور اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر جامعہ کو ترقی دینے کی پوری کوشش کی ۔ شدہ شدہ جامعہ گورنمنٹ کے تسلط سے آزاد ہوا حالت یہاں تک پہونچ چکی تھی کہ چار سال سے مدرسہ کی رپورٹ بھی نہیں شائع ہوسکی تھی تقریباً بیس سال سے کسی تعمیر ومرمت کا ذکر روداد میں نہیں ملتا ، بعض قدیم عمارتیں مرمت کی سخت محتاج تھیں ، جو عمارتیں تھیں یا تو مولانا احمد حسن بھام کے دور کی بنی ہوئی تھیں یا پھر مولانا احمد بزرگ کے زمانہ کی ۔

مولانا بزرگ مدظلہ نے زمام اہتمام سنبھالتے ہی جامعہ کے انتظام پر کنٹرول کرلیا ، لوگوں نے بھرپور تعاون بھی دیا ، تعلیم کا معیار بلند کیا ، قدیم درسگاہ کی مرمت کرائی ، لائن کے حجروں کے پتھر جو ٹوٹ چکے تھے تبدیل کرائے ، طلبہ کے ناشتہ کا انتظام کیا ، ایک جگہ بٹھاکر تمام طلبہ کو کھلانے کا نظم کیا ، طلبہ کیلئے چارپائی کا انتظام کیا ، طلبہ کی رہائش کیلئے شاندار دارالاقامہ تیرہ لاکھ کے صرفہ سے تعمیر کرایا جس میں مطبخ ، ہال گودام اور ڈائننگ ہال بھی ہے مسجد جو مولانا احمد حسن بھام ؒ کے زمانہ کی بنی ہوئی تھی ناکافی اور بوسیدہ ہورہی تھی اس کو شہید کرکے آٹھ لاکھ کے خرچ سے بے نظیر اور شاندار مسجد تعمیر کرائی جو ہر وارد وصادر کو دعوت نظارہ پیش کرتی ہے ، دارالقرآن کے نام سے حفظ وقراءت کیلئے ایک عمارت بارہ کمروں پر مشتمل تعمیر کرائی ۔ دارالاساتذہ جس کے اوپر پانی کی ٹنکی بھی ہے جس میں نو اساتذہ رہ سکتے ہیں اسی طرح جدید دارالاقامہ طلبۂ درجۂ حفظ کی رہائش کیلئے یہ

دونوں عمارتیں ابھی چند سال قبل تیار ہوئی ہیں۔ مغربی جانب کی قدیم لائن توڑ کر اس کے ملبہ سے ایک مزید دارالاساتذہ زیر تعمیر ہے جس میں بارہ اساتذہ اہل وعیال کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔ آئندہ کتب خانہ کیلئے ایک عالی شان عمارت بھی تعمیر ہونے والی ہے۔

اس وقت جامعہ میں جو عمارات موجود ہیں ان میں قدیم عربی درس گاہ مولانا احمد حسن بھام رحمۃ نے جو چندہ افریقہ جاکر فراہم کیا تھا اس سے تعمیر شدہ ہے اور بلڈنگ مولانا احمد بزرگ رحمۃ کے عہد کی یادگار ہے۔ بنگلہ (قدیم دارالاساتذہ) بھی مولانا بزرگ رحمۃ ہی کے دور کی یادگار ہے اسی طرح شمالی جانب کی لائن بھی ان کے علاوہ جتنی عمارات ہیں وہ سب مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہٗ کی بے لوث خدمات کا نتیجہ ہیں، کتب خانہ کی توسیع اور معیار تنخواہ کی بلندی بھی آپ کی وسیع الظرفی کا بین ثبوت ہیں۔ آپ کے پچیس ۲۵ سالہ دور اہتمام میں جامعہ ترقی کے اعلیٰ منازل طے کرچکا ہے اور شاہراہ ترقی پر گامزن ہے۔

ابھی چند سال ہوئے آپ نے ایک ادارہ معین المدرسین کے نام سے قائم کیا ہے جس کا مقصد مکاتب اور مدارس کے قلیل تنخواہ پانے والے اساتذہ کا مالی تعاون ہے۔ اس ادارہ سے بھی وسیع خدمات انجام پا رہی ہیں۔ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور نیز دیگر اداروں کو آپ کے توسط سے کافی مدد پہنچتی ہے جنوبی افریقہ اور دیگر ممالک کے اصحاب خیر کو آپ پر کامل اعتماد ہے۔

آپ دارالعلوم کے رکن شوریٰ ہونے کے ساتھ جمعیۃ العلماء ہند صوبہ گجرات کے نائب صدر، انجمن اصلاح المسلمین صوبہ گجرات کے صدر، دینی تعلیمی بورڈ ضلع سورت و بلساڑ کے صدر اور مرکزی جمعیۃ العلماء ہند کی مجلس عاملہ کے رکن ہیں، دیگر بہت سے دینی اداروں سے بھی آپ کو رکنیت کا تعلق رہ چکا ہے۔

آپ نے متعدد عرب اور غیر عرب ممالک کا سفر بھی کیا ہے مثلاً حجاز مقدس، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، طائف، جدہ، بحرین، جنوبی افریقہ دو مرتبہ، انگلینڈ، ری یونین،

مورشش وغیرہ تین بار حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ یاب ہو چکے ہیں۔
جامعہ کی یہ تاریخ آپ کی خدمات کی تفصیل پیش کرتی ہے، آپ ہی کی ہمت افزائی پر ناچیز کو اس تاریخ کے مرتب کرنے کی ہمت ہوئی اور ان شاء اللہ آپ کی توجہات سے زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آئے گی۔ ابھی آپ نے طلبہ کے مضامین کا مجموعہ طبع کرا کر شائع کیا ہے۔ اس سے قبل علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تقریر بخاری مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی مدظلہ محدث وقت کی نظر ثانی کے بعد شائع کرا چکے ہیں، آپ پاؤں سے کافی معذور ہو چکے ہیں۔ اٹھا کر کرسی پر بٹھایا جاتا ہے پھر وہ کرسی کھینچی جاتی ہے اس کے باوجود روزانہ جامعہ تشریف لاتے ہیں، آپ نے اپنی زندگی کو جامعہ کیلئے وقف کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حسن قبول سے نوازے۔ اور جامعہ کے سر پر آپ کا سایہ عافیت کے ساتھ تادیر قائم رکھے۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء ——— وفات ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء

۲۷ شوال ۱۲۹۲ھ[1] مطابق ۱۶ اکتوبر ۱۸۷۵ء کو بروز شنبہ بوقت صبح اپنے ننہال میں بمقام دودھوان جو کہ ورنو سے بجانب شمال مغرب تقریباً چھ کوس پر ہے پیدا ہوئے ۴½ سال کی عمر میں اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد معظم شاہؒ سے قرآن شریف شروع کیا اور چھ برس کی عمر تک قرآن شریف کے علاوہ فارسی کے متعدد رسائل بھی ختم کر لئے۔ پھر مولانا غلام محمد صاحب (صوفی پورہ) سے فارسی وعربی میں تعلیم حاصل کی اور ابھی آپ کی عمر ۱۳، ۱۴ سال ہی کی تھی کہ ۱۳۰۵ھ میں شوق تعلیم نے لولاب کے مرغزاروں اور

---

[1] کذا فی الاصل وفی نفحۃ العنبر علی زنۃ لبنان بالواوین بینھما دال صـ ۱۲ مرتب

ہزارہ والوں پر غریب الوطنی کی علمی زندگی کو ترجیح دی۔ چنانچہ تین سال تک آپ ضلع ہزارہ کے متعدد علماء و صلحاء کی خدمت میں رہ کر علوم عربیہ کی تکمیل فرماتے رہے پھر جب علوم و فنون کی پیاس وہاں بھی بجھتی نظر نہ آئی تو ہندوستان کے مرکز علوم دینیہ دارالعلوم دیوبند کی شہرت سن کر آپ بھی ۱۳۰۷ھ یا ۱۳۰۸ھ میں بعمر ۱۶، ۱۷ سال ہزارہ سے دیوبند کی طرف روانہ ہوگئے۔ دیوبند میں آپ نے ۴ چار سال رہ کر وہاں کے مشاہیر مشائخ وقت و یکتائے روزگار علماء سے فیوض علمیہ و باطنیہ کا بدرجۂ اتم استفادہ کیا اور ۲۰، ۲۱ سال کی عمر میں نمایاں شہرت و عزت کے ساتھ سند فراغ حاصل کیا، جن علماء سے آپ کو شرف تلمذ رہا ہے ان میں سے مندرجہ ذیل حضرات خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ قدوۃ العلماء مولانا الحاج محمود حسن (شیخ الہند) نور اللہ مرقدہٗ، حضرت مولانا الحاج الحافظ خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب امرتسری مہاجر مدنیؒ، حضرت مولانا غلام رسول ہزارویؒ دیوبند سے فارغ ہو کر آپ قطب الارشاد حضرت مولانا الحاج رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کی خدمت میں تشریف لے گئے اور وہاں سے سند حدیث کے علاوہ فیوض باطنی بھی حاصل کئے اس کے بعد آپ دہلی تشریف لے گئے اور تین چار سال تک مدرسہ عالیہ امینیہ دہلی کے مدرس اول رہے۔

دہلی میں بارہ تیرہ سال قیام کے بعد بعض ضرورتوں اور مجبوریوں کے باعث آپ کشمیر تشریف لے گئے اور ۱۳۲۳ھ[۲] میں آپ بعض مشاہیر کشمیر کی رفاقت میں زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے، سفر حجاز میں طرابلس بصرہ اور مصر و شام وغیرہ کے جلیل القدر علماء نے آپ کی بہت عزت کی اور سب نے آپ کی خداداد و بے نظیر

---

[۱] تاریخ دارالعلوم میں ہے کہ آپ ۱۳۱۰ھ میں داخل ہوئے، ۱۳۱۴ھ میں فارغ ہوئے جبکہ اس وقت آپ کی عمر ۲۲ سال تھی ۱۲ مرتب۔

[۲] مفتی کفایت اللہ کی ایک تحریر میں ہے کہ آپ نے ۱۳۲۶ھ میں حج فرمایا ۱۲ مرتب۔

لیاقت و قابلیت کو دیکھ کر سندات حدیث عطا فرمائیں جن میں آپ کا نام "الشیخ محمد انور بن المولوی محمد معظم شاہ الکشمیری" لکھا گیا۔

سفر حجاز[1] سے واپس آکر خواجگان بارہ مولا خصوصاً خواجہ عبدالصمد ککرو کے اصرار پر آپ نے بارہ مولا میں فیض عام مدرسہ کی بنیاد ڈالی، اور تقریباً تین سال تک آپ وہاں خلق اللہ کو فیضیاب کرتے رہے۔ اسی اثناء میں آپ کو دارالعلوم دیوبند کے جلسۂ دستار بندی کی تقریب پر مدعو کیا گیا، اور آپ دیوبند تشریف لائے۔ دارالعلوم دیوبند سے استفادۂ علوم و فنون کیا تھا۔ وہیں سے سندِ فراغ حاصل کی تھی اب اسی دارالعلوم میں مدرس[2] مقرر ہوگئے، سنن ابوداؤد شریف اور صحیح مسلم شریف کا درس ایک عرصہ تک بلا کسی تنخواہ کے دیتے رہے۔

چند سال کے بعد آپ کو اپنی والدہ ماجدہ کے انتقال کی وجہ سے پھر کشمیر جانا پڑا لیکن دارالعلوم کی طرف سے واپسی کا شدید تقاضا ہوا اس لئے جلد ہی واپس تشریف لائے۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ جو آپ کے بہت زیادہ شفیق استاذ تھے اور ساتھ ہی آپ کا بہت زیادہ احترام بھی کرتے تھے وہ اکثر آپ کے دیوبند میں مستقل قیام کی تجاویز سوچا کرتے تھے چنانچہ سب سے پہلے آپ نے حضرت شاہ صاحب موصوف کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ اور پھر اتباعاً للسنۃ نکاح کی تاکید فرمائی یہ ۱۳۲۶ھ کا واقعہ ہے جبکہ آپ کی عمر شریف ۳۴ سال کی تھی۔

بظاہر شاہ صاحب کو مجرد ہی رہنا پسند تھا اور آپ شادی کیلئے بالکل تیار نہیں تھے لیکن بسبب اتباعِ سنّتِ نبوی اور اپنے مشفق استاذ کے ارشاد و اصرار پر

---

[1] دوسرے تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ مدرسہ پہلے قائم کیا تھا بعد میں حج کو گئے تھے ۱۲ تاریخ دارالعلوم دیوبند نفحۃ العنبر نقش دوام وغیرہ ۱۲ مرتب۔

[2] تاریخ دارالعلوم میں ہے کہ ۱۳۲۲ھ میں آپ دارالعلوم میں مدرس مقرر ہوئے اور ۱۳۳۳ھ میں صدر مدرس اور جانشین شیخ الہند بنائے گئے صفحہ ۲ (مرتب)

رضامندی ظاہر فرمائی اور جناب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم کے حسن انتظام سے گنگوہ کے ایک اعلیٰ وشریف خاندان میں آپ کی شادی ہوگئی اس سے پہلے آپ دارالعلوم میں حسبۃً للہ درس دیتے تھے اور شادی کے بعد بسبب حوائج اہل وعیال آپ نے نہایت قلیل تنخواہ قبول فرمائی۔ دارالعلوم دیوبند کی خدمات کے سلسلہ میں آپ کو بیشتر ہندوستان کے اکثر مقامات میں جانا پڑا ہے اور جہاں جہاں آپ تشریف لے گئے وہاں سے دارالعلوم کی امداد واعانت میں غیر معمولی کامیابی ہوئی ایک مرتبہ دارالعلوم کا وفد نواب خواجہ سر سلیم اللہ بہادر نواب آف ڈھاکہ کی خدمت میں گیا، حضرت شاہ صاحب رئیس الوفد تھے اور آپ نے نواب صاحب کو عربی زبان میں نہایت فصیح وبلیغ اڈریس دیا جس سے نواب صاحب مرحوم پر بہت گہرا اثر ہوا اور وفد مذکور نہایت کامیاب واپس ہوا وہکذا۔

۱۳۴۵ھ تک آپ دارالعلوم دیوبند میں بحیثیت صدر مدرس[1] وجانشین شیخ الہند درس حدیث دیتے رہے اس کے بعد جب منتظمین سے بعض اصلاحات کے سلسلہ میں اختلاف ہوا تو آپ نے دارالعلوم سے قطع تعلق فرمالیا اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت سے تعلق وابستہ کرلیا۔

۱۳۵۱ھ تک آپ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں درس حدیث دیتے رہے اور ۲ صفر ۱۳۵۲ھ کو بعارضۂ بواسیر بمقام دیوبند رحلت فرمائی۔ نوراللہ مرقدہٗ وبرد مضجعہٗ و رحمہ رحمۃً واسعۃً۔

حضرت آخر عمر تک جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے جو زیادہ تر آپ کی ہی وجہ سے پھلا پھولا ہے قلبی شغف رکھتے تھے، اور اس کی ترقی وکامیابی کیلئے ساعی رہے، زمانۂ قیام جامعہ اسلامیہ میں آپ سے جو کچھ علمی فیضان ہوا اس سے نہ صرف دور دراز کے طلبہ

---

[1] بلکہ رجب ۱۳۴۶ھ تک۔ تاریخ دارالعلوم دیوبند ص ۲۰۳ ج ۲ / ۲۴۴ ج ۱ ۱۲ مرتب

آپ سے فیضیاب ہوئے بلکہ خطۂ گجرات تمام ہی فیوض ظاہری و باطنی سے بہرہ ور ہوا۔[1]
(از روداد اُردو ۱۳۵۱ھ ص ۱۱ تا ۱۴)

آپ نے متعدد بہت اہم اور نادر کتابیں بھی تصنیف فرمائی ہیں۔ ان میں سے مندرجہ ذیل کتب و رسائل ڈابھیل میں تصنیف فرمائے ہیں۔ تحیۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام۔ یہ ۱۳۵۱ھ کی تصنیف ہے۔ (نفحۃ العنبر ص ۱۱۴) نیل الفرقدین فی مسئلۃ رفع الیدین۔ یہ ۱۳۵۰ھ کی تصنیف ہے (ملاحظہ ہو اس کا مقدمہ) اسی طرح بسط الیدین لنیل الفرقدین بھی ڈابھیل کی تصنیف ہے۔ ۱۳۵۱ھ میں مکمل ہوا (ملاحظہ ہو کتاب کا دیباچہ)۔

وتر کے مسئلہ پر بے نظیر کتاب کشف الستر عن صلوٰۃ الوتر۔ یہ بھی ڈابھیل کے زمانہ کی تصنیف ہے (نفحۃ العنبر ص ۱۲۲)۔ مرقاۃ الطارم لحدوث العالم۔ یہ رسالہ بھی ۱۳۵۱ھ میں لکھا گیا۔

آپ کی تقریر بخاری فیض الباری کے نام سے چار جلدوں میں جامعہ اسلامیہ ہی کے احاطہ میں مرتب ہوئی اس کا حاشیہ البدر الساری یہیں لکھا گیا۔ اس کی طباعت اسی طرح علامہ کے دوسرے رسائل کی طباعت بھی مجلس علمی ڈابھیل کی جانب سے ہوئی۔

مشکلات القرآن۔ قرآن کے مشکل مقامات کا حل علامہ کشمیری کی بیاض سے مرتب کر کے شائع کرنے کا کام بھی ڈابھیل ہی سے انجام پایا۔

شاہ صاحب کے علوم کی اشاعت تصنیفات کے ذریعہ سے بھی یہاں سے خوب ہوئی۔ پانچ سال کی مدت میں ۱۴۲ طلبہ نے صحیح بخاری پڑھ کر جامعہ اسلامیہ سے فراغت

---

[1] ہم نے روداد سے "مختصر سوانح" کے نام سے جو کچھ لکھا گیا تھا نقل کر دیا، کچھ باتوں میں تاریخی اختلاف بھی ممکن ہے، قدیم تحریر ہونے کی وجہ سے ہم نے من وعن شائع کر دیا کہ کسی محقق کو یہ تحریر کام آسکتی ہے۔ ۱۲ مرتب۔

حاصل کی اور ملک کے مختلف اطراف میں پھیل کر اشاعتِ علم اور تبلیغِ دین میں مشغول ہوگئے۔[1]

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۵ء ———— وفات صفر ۱۳۶۹ھ / دسمبر ۱۹۴۹ء

ولادت ۷ محرم ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۵ء کو مولانا کی پیدائش بریلی کے علاقہ میں ہوئی اس وقت آپ کے والد ماجد وہاں کے ڈپٹی انسپکٹر تھے، نام "فضل اللہ" رکھا گیا، لیکن دوسرا نام شبیر احمد جو غالباً عشرۂ محرم میں پیدائش کی مناسبت سے رکھا گیا، زیادہ مشہور رہا۔

تعلیم ۱۳۱۲ھ میں دارالعلوم کے درجۂ قرآن کے استاذ حافظ محمد عظیم صاحب کے سامنے بسم اللہ ہوئی، قرآن مجید کے ساتھ اردو کی کچھ کتابیں بھی پڑھیں۔ ۱۳۱۴ھ میں منشی منظور احمد دیوبندی مدرس فارسی سے فارسی شروع کی۔ بعد ازاں فارسی کی اوپر کی کتابیں مولانا محمد یٰسین صاحب (والد ماجد مفتی محمد شفیع صاحب) سے پڑھیں۔ ۱۳۱۹ھ میں دارالعلوم میں عربی کی تعلیم شروع کی اور ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۸ء میں دورۂ حدیث سے فارغ ہوئے۔ اور امتحان میں سب سے اعلیٰ نمبر کا امتیاز حاصل کیا۔

---

[1] روداد میں علامہ کے علمی و عملی کمالات پر بھی چند صفحے لکھے گئے ہیں ہم نے شہرت کی بنا پر اس کو چھوڑ دیا۔ اس کیلئے نفحۃ العنبر، حیات انور۔ اور نقشِ دوام وغیرہ کی طرف رجوع کیا جائے۔

فراغت کے بعد چند ماہ دارالعلوم میں درس دیا پھر مدرسہ فتح پوری دہلی میں صدر مدرس ہو کر تشریف لے گئے۔ شوال ۱۳۲۸ھ میں دارالعلوم میں علیا کے مدرس مقرر ہوئے، اسی سال اپنا مکان وغیرہ فروخت کر کے آپ نے حج کیا۔ ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۵ء سے مسلم شریف آپ کے زیر درس رہی، آپ کے درس مسلم کو بہت شہرت حاصل ہوئی، یہ درس ۴۴ھ تک قائم رہا۔ ۴۴ھ میں شاہ حجاز سلطان بن عبدالعزیز بن سعود کی دعوت پر جمعیۃ العلماء ہند کی طرف سے نمائندہ بن کر گئے اور وہاں عربی میں زبردست تقریریں کیں، واپسی پر کچھ عرصہ صحت خراب رہی اور غالباً اسی سال آنکھ کا آپریشن بھی ہوا اس لئے اس سال ۱۳۴۴-۴۵ھ میں مسلم کا درس نہ دے سکے جس کو دورۂ حدیث کے طلبہ نے اپنا بہت بڑا خسارہ محسوس کیا۔ ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ (۱۹۲۸ء) میں علامہ انور شاہ صاحب کے ساتھ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کو اپنی تشریف آوری سے نوازا۔

پانچ سال تک یہاں مسلم شریف اور ترمذی شریف کا درس دیتے رہے۔ ۵۲ھ/۱۹۳۴ء میں علامہ انور شاہ صاحب کے انتقال کے بعد جامعہ کے شیخ الحدیث بنائے گئے۔ اور ۱۳۵۹ھ تک مسلسل بخاری کا درس دیتے رہے، اور مولانا نے باقاعدہ بخاری کا درس یہیں دیا ہے۔ ۵۹ھ میں بھی ایک ماہ کیلئے اخیر میں تشریف لائے۔ پھر ۶۲ھ میں تشریف لائے اور ۶۴ھ تک رہے۔ اسی دوران ۵۴ھ سے دارالعلوم دیوبند کے صدر مہتمم بھی رہے، ۶۲ھ میں اس عہدہ سے مستعفی ہو گئے۔

مولانا جمعیۃ العلماء ہند کے صف اول کے لوگوں میں تھے لیکن ملک کے تقسیم ہونے سے چند سال قبل متحدہ قومیت اور کانگریس کے ساتھ جمعیت کے تعاون کے مسئلہ پر جمعیت سے اختلاف ہوا اور وہ مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ ۶۵ھ میں جمعیۃ علماء اسلام کے صدر منتخب ہوئے۔ آپ نے ملک کے طول و عرض میں دورے کئے۔ تقسیم ہند سے قبل ۸ رمضان ۱۳۶۶ھ مطابق ۶ اگست ۱۹۴۷ء کو کراچی کیلئے روانہ ہو گئے۔ ۱۴ اگست ۴۷ء کو جشن آزادی میں شرکت کی اور وہیں مقیم ہو گئے۔ ۸ دسمبر ۱۹۴۹ء کو بہاولپور کے وزیر اعظم کی درخواست پر جامعہ عباسیہ بہاولپور کے افتتاح کیلئے تشریف لے گئے،

میں علالت کے بعد بہاولپور ہی میں ۱۳ دسمبر ۱۹۴۹ء مطابق ۲۱ صفر ۱۳۶۹ھ بروز شنبہ گیارہ بجکر چالیس منٹ پر یہ آفتاب علم و فضل غروب ہو گیا۔ عمر شریف ۶۴ سال ماہ بارہ یوم کی تھی۔ جنازہ بہاولپور سے کراچی لایا گیا اور قیام گاہ واقع محمد علی روڈ قریب آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

(ماخوذ از تجلیات عثمانی و مقالہ مولانا عتیق عثمانی و تاریخ دار العلوم دیوبند)

فضائل و کمالات

علم و فضل، فہم و فراست، تدبر اور اصابت رائے کے لحاظ سے علامہ عثمانی کا شمار ہندوستان کے چند مخصوص علماء میں ہوتا تھا۔ وہ زبان و قلم دونوں کے یکساں شہسوار تھے۔ اردو کے بلند پایہ ادیب اور بڑی سحر انگیز خطابت کے مالک تھے، فصاحت و بلاغت، عام فہم دلائل، پر اثر تشبیہات، انداز بیان اور نکتہ آفرینی کے لحاظ سے ان کی تقریر و تحریر دونوں منفرد تھیں۔ حالات حاضرہ پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے اس لئے ان کی تقریر و تحریر عوام و خواص دونوں میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھی۔ عظیم الشان جلسوں میں ان کی فصیح و بلیغ عالمانہ تقریروں کی یاد آج بھی اہل ذوق کے دلوں میں موجود ہے۔ (تاریخ دار العلوم دیوبند ص ۹۹/۲)

سیاسی و ملی خدمات

تحریک خلافت کے آغاز میں حضرت شیخ الہند جب مالٹا سے رہا ہو کر ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء میں تشریف لائے تو ان کے آخری لمحۂ حیات تک مولانا عثمانی ہی ان کی زبان و قلم رہے، جامعہ ملیہ اسلامیہ کے تاسیسی اجلاس علی گڈھ اور جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس دہلی وغیرہ میں جو خطبے اور پیغامات پڑھے گئے حضرت شیخ الہند کی علالت اور غیر معمولی ضعف و نقاہت کی وجہ سے ان کے حکم سے مولانا عثمانی ہی کے قلم سے لکھے ہوئے تھے اور مولانا ہی ان کے پڑھنے والے ہوتے تھے۔

آپ نے بہت سے مفید اور وسیع معلومات پر مشتمل مقالات اور رسالے تحریر فرمائے
الاسلام، العقل والنقل، الدار الآخرۃ، اعجاز القرآن، الشہاب، معارف القرآن، تحقیق
خطبہ جمعہ، سجود الشمس، حجاب شرعی، خوارق عادات، الروح فی القرآن، ہدیۂ سنیہ
قرآن مجید میں تکرار کیوں ہے وغیرہ اہل علم سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں۔

لیکن آپ کی تصنیفات میں حضرت شیخ الہند کے ترجمہ پر تفسیری فوائد اور صحیح مسلم کی شرح فتح الملہم نے علمی دنیا میں آپ کو لازوال شہرت عطا کی اور عالم اسلام کی مسلّم شخصیتوں نے ان کے حق میں تعریفی کلمات کہے۔

فوائد کی تاریخ تصنیف

حضرت شیخ الہندؒ نے ترجمہ مکمل کرنے کے بعد سورۂ بقرہ اور سورۂ نساء کے فوائد لکھ لئے تھے۔ بقیہ فوائد مولانا عثمانی کے قلم سے ہیں۔ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارے فوائد مولانا نے قیام ڈابھیل کے زمانہ میں تحریر فرمائے ہیں۔ اتنی بات تو بالکل قطعی اور یقینی ہے کہ سورۂ یونس سے اخیر قرآن تک کے فوائد ۱۳۴۸ھ سے ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ تک کے عرصہ میں لکھے گئے ہیں۔ کیونکہ سورۂ یونس کی آیت فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک آیۃ کے فوائد لکھتے ہیں۔ جب بندہ یہ سطریں لکھ رہا ہے یوم عاشورا ۱۳۴۸ھ ہے اور ۹ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ کو فوائد کی تکمیل ہوگئی جیسا کہ اختتام پر تحریر فرمایا ہے۔ الٰہی آج عرفہ کے مبارک دن.... تیرے کلام پاک کی ایک مختصر سی خدمت جو محض تیرے فضل و اعانت سے اختتام پذیر ہوئی ہے الخ ۹ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مولانا انوار الحسن شیرکوٹی لکھتے ہیں " اب گیارہویں پارے سے پہلے کی تفسیر کا اندازہ بآسانی لگایا جاسکتا ہے کہ مولانا نے یہ تفسیر ۱۳۴۷ھ کے ابتدائی حصہ سے شروع کی ہوگی یا ۱۳۴۶ھ کے آخری حصہ سے۔ اس اثناء میں آں مفسر ڈابھیل میں مقیم تھے مفسر نے سورۂ فرقان کی آیت وھو الذی مرج البحرین ھذا عذب فرات کے فوائد میں قیام ڈابھیل کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنی قبولیت بخشی کہ دنیا کی مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے جس کی تفصیل "تجلیات عثمانی" میں دیکھی جاسکتی ہے۔ علماء عصر بلکہ اکابر میں اس کی

اہمیت کا اندازہ لگانے کیلئے صرف یہی واقعہ کافی ہے کہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے مرض وفات میں جب مولانا عثمانی ان کی عیادت و زیارت کیلئے حاضر ہوئے تو حضرت نے فرمایا میں نے اپنا تمام کتب خانہ وقف کر دیا ہے۔ صرف دو چیزیں جو مجھے زیادہ محبوب تھیں اپنے پاس رکھ لی ہیں۔ آپ کے حواشی والا قرآن مجید اور دوسری کتاب جمع الفوائد"۔

فتح الملہم

فتح الملہم کی پہلی جلد ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۴ء میں طبع ہوئی، دوسری جلد ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء میں اور تیسری ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء میں یہ تمام مدت مولانا کے قیام ڈابھیل ہی کی ہے لیکن اس کی تصنیف کا سلسلہ بہت پہلے سے شروع تھا۔ مولانا انوار الحسن شیرکوٹی کی تحقیق کے مطابق حضرت شیخ الہند کے سفر حجاز کے بعد جب مستقل طور پر مسلم کا درس آپ سے متعلق ہوا اسی وقت سے اس کی تصنیف کا سلسلہ شروع فرمایا۔ مگر جیسا کہ مفتی عتیق الرحمٰن صاحب نے لکھا ہے۔ بعض موانع کی وجہ سے یہ کام تسلسل کے ساتھ جاری نہیں رہ سکا۔

ڈابھیل قیام کے زمانہ میں بھی اس کی تالیف کا سلسلہ اخیر تک جاری رہا، جامعہ کی متعدد رودادوں میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ ۱۳۵۱ھ کی روداد میں ہے کہ جب شاہ صاحب کا انتقال ہو گیا اور آپ سے شیخ الحدیث کی ذمہ داری قبول کرنے کی درخواست کی گئی تو آپ نے پہلے فتح الملہم کی تصنیف کا عذر کیا ص۱۴۔ اسی طرح ۱۳۵۳ھ اور ۱۳۵۴ھ اور ۱۳۵۵ھ کی رودادوں میں ہے کہ علامہ عثمانی پورے انہماک سے مشغلۂ تدریس اور فتح الملہم کی تالیف میں مشغول ہیں۔

اس کے علاوہ داخلی قرائن بھی اس کی شہادت دیتے ہیں کہ اس کا بہت سا حصہ یہیں لکھا گیا، تیسری جلد تو درکنار پہلی اور دوسری جلدوں میں بھی اس کی شہادت موجود ہے۔ فتح الملہم جلد اول میں مولانا خلیل احمد صاحبؒ کو قدس سرہٗ لکھا ہے (ص۴۲۵) جس سے ظاہر ہے کہ یہ حصہ ان کی وفات کے بعد لکھا ہے۔ مولانا سہارنپوریؒ کا انتقال ۱۳۴۶ھ میں ہوا ہے، مولانا عثمانی ۱۳۴۶ھ کے اخیر میں یہاں آ گئے تھے۔

جلد ثانی میں کشف الستر کا حوالہ ص۲۹ پر ہے۔ اسی طرح نیل الفرقدین کا حوالہ بھی ص۱۵۱ پر ہے یہ دونوں کتابیں شاہ صاحب کی ڈابھیل کی تصنیفات میں سے ہیں۔ کمامر۔

تقریر بخاری علامہ عثمانی نے باقاعدہ بخاری صرف ڈابھیل ہی میں پڑھائی شاہ صاحب کے انتقال کے بعد ۵۲ھ میں پہلی بار پڑھائی اس سال مولانا عبدالوحید صدیقی صاحب فاضل جامعہ نے جو دورۂ حدیث میں شریک تھے بڑے اہتمام سے علامہ کی تقریر قلم بند کی بعد میں علامہ نے اس پر نظر ثانی بھی فرمائی۔ اس کی نقل بھی اپنے لئے کرائی۔ اس تقریر کو شائع کرنے کا شرف بھی ہندوستان میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کو حاصل ہوا، جلد اول شائع ہو چکی ہے، جلد ثانی زیر ترتیب ہے۔ اسی تقریر کو کافی اضافہ کے ساتھ فضل الباری کے نام سے مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب نے پاکستان سے شائع کیا ہے اس کی کئی جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

علامہ کے علوم وفیوض کو جامعہ ڈابھیل سے خوب شائع ذائع ہونیکا موقع ملا یقیناً یہ جامعہ کی ایک ایسی خدمت ہے جس پر اس کو فخر کا حق حاصل ہے۔

حضرت مولانا سراج احمد رشیدیؒ

ولادت تقریباً ۱۲۸۴ھ ——— وفات ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ

مولانا موصوف نسباً سید تھے، عنفوان شباب ہی میں آپ کو آخرت دنیا سے پیاری ہو گئی تھی، اور اسی لئے اپنے اکابر خاندان کے برخلاف آپ نے علم عربی شروع کیا، اور فارغ ہو کر میرٹھ، سردھنہ وغیرہ میں مدرس رہے کچھ عرصہ بعد آپ کی قابلیت کا اطراف میں شہرہ ہو گیا۔ اور ارباب حل وعقد دیوبند نے آپ کو دارالعلوم کی خدمت کیلئے بلالیا۔ یہاں پہونچ کر آپ نے جمعیۃ الانصار کے فرائض کے ساتھ ساتھ خدمتِ درس کو بھی انجام دیا اور رسالہ القاسم کو بھی بڑے زمانہ تک نہایت دانشمندی ولیاقت کے ساتھ

وضعدارانہ چلایا، آپ فطری طور پر طباع و ذکی تھے، شاعریت کا بھی آپ کو اچھا مذاق تھا فن طب میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا اور دیگر مذاہب سے مناظرہ کرنے میں بھی آپ کو کافی دستگاہ تھی۔ تقریر و تحریر میں آپ ماہر تھے لیکن ان سب مشاغل میں پیارا مشغلہ آپ کا درس حدیث ہی تھا اسی لئے ایک قابل طبیب ہو کر بھی آپ نے اس فن سے دلچسپی نہیں لی۔ ضمناً کسی کا اگر لوجہ اللہ علاج کر دیا تو یہ اور بات ہے، دیوبند کے طویل قیام سے لے کر ڈابھیل کی آخری ساعت حیات تک آپ حدیث ہی کی تعلیم میں مشغول رہے، علم ظاہری کے ساتھ آپ قطب دوراں حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ العزیز کے مریدین باصفا میں سے تھے، اور تقریباً بیس سال سے زیادہ کے تربیت یافتہ تھے، حضرتؒ سے آپ کو والہانہ تعلق تھا اور اسی لئے بدعت سے آپ کو خاص تنفر تھا، نئی روشنی کے دشمن، قدیم روش کے حامی، با اخلاق اور بے انتہا با مروّت، غریب پرور، اور نہایت سخی بزرگ تھے۔ یہ کہنا مبالغہ سے خالی ہے کہ اس دور میں آپ مجسم تبرک تھے۔ یکم ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ سے آپ کی علالت کا سلسلہ شروع ہوا اور ٹھیک یوم النحر جمعہ کے دن قبیل العصر جبکہ دنیا اپنی قربانی کی خوشیاں منا رہی تھی آپ راہِ حق میں اپنی تقریباً بہتر سالہ جان قربان کر رہے تھے، جو حالات اس مرض میں عیادت کرنیوالے دیکھتے تھے وہ جانیوالے کیلئے بشارت اور رہنے والے کیلئے قابل رشک تھے، آخری حال میں جب دماغ پر سرسامی کیفیت نے غلبہ کیا تو اس بے اختیاری کے حال میں بھی جو کچھ زبان سے نکل رہا تھا وہ احادیث کی تقریر اور اسانید ابوداؤد کا حل تھا۔ آخر کار جو زبان صحت میں یادِ حق سے ہر وقت تر رہتی تھی حیات کے آخری لمحات تک اپنے کام میں مشغول رہی اور جب تک جسم میں حرکت رہی برابر چلا کی اور جب جسم نے حس و حرکت سے جواب دیا تو وہ بھی اپنے خالق کا نام لیکر ہمیشہ کیلئے خاموش ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(روداد ارردو ۵۶ھ ص ۱۶-۱۷)

ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ سے وفات تک جامعہ کی خدمت کی اور بالآخر ہمیشہ کیلئے سرزمین ڈابھیل میں تالاب کے کنارے مولسری کے درخت کے نیچے آسودۂ خواب ہوئے۔ آپکی قبر سے متصل مولانا مفتی اسمٰعیل بسم اللہؒ کی بھی قبر ہے۔

مولانا عبد الرحمٰن امروہی رحمہ اللہ

ولادت تقریباً ۱۲۷۷ھ ——————— وفات ۱۳۶۷ھ

آپ کا سال ولادت تقریباً ۱۲۷۷ھ ہے، بمبئی میں پیدا ہوئے، مکہ مکرمہ میں قرآن شریف حفظ کیا، ابتدائی تعلیم بھی مکہ مکرمہ میں پائی، حضرت مولانا احمد حسن امروہی سے تحصیل علوم کی۔ آخر میں دیوبند آکر تفسیر وحدیث کے کچھ اسباق حضرت نانوتوی سے پڑھے، ان دونوں بزرگوں کے علمی فیوض سے ان کے تفسیر وحدیث کے اسباق میں متکلمانہ رنگ غالب تھا، دورانِ درس ان کی ذات ہر علم وفن خصوصاً علم کلام وعقائد میں یگانۂ روزگار تھی اکثر وبیشتر حضرت نانوتویؒ کے علوم ومعارف کے حوالے دیتے تھے۔

حضرت نانوتویؒ کے آخری شاگردوں میں سے تھے، تفسیر میں ان کو خاص کمال تھا، مدرسہ شاہی مراد آباد، بمبئی، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل اور مدرسہ جامعہ اسلامیہ امروہہ میں ساٹھ سال تک علوم دینیہ کی خدمت میں گذارے، اس لئے ان کے فیض یافتگان کی کثیر تعداد پائی جاتی ہے۔

۱۳۶۳ھ میں کچھ عرصہ کیلئے دارالعلوم دیوبند میں بھی تفسیر وحدیث کے اسباق پڑھائے، آخر میں جامعہ اسلامیہ امروہہ کے شیخ الحدیث والتفسیر ہوگئے تھے حدیث و فقہ کے ممتاز علماء میں سے تھے۔ تفسیر بیضاوی پر آپ کا ایک حاشیہ ہے، مطول اور مختصر المعانی پر بھی حواشی لکھے ہیں۔ شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے اجازتِ بیعت حاصل تھی۔ ۹۰ سال کی عمر میں ۲۲ جمادی الثانیہ ۱۳۶۷ھ کو واصل بحق ہوئے، اپنے استاذ حضرت مولانا احمد حسن امروہی کے پہلو میں آسودۂ خواب ہیں۔

(از تاریخ دار العلوم دیوبند صفحہ ۵۰)

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں ۱۳۵۲ھ میں تشریف لائے، اور ۱۳۶۲ھ تک رہے،
۱۳۵۹ھ سے اخیر تک شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔

مولانا بدر عالم میرٹھی

(رحمۃ اللہ علیہ)

ولادت ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء ——— وفات ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء

ولادت شہر بدایوں (جہاں آپ کے والد صاحب پولیس آفیسر کی حیثیت سے ملازم تھے) آپ کی ولادت ۱۳۱۶ھ مطابق ۱۸۹۸ء میں ہوئی۔ آپ کے والد صاحب بہت ہی با اخلاق اور بات اور وعدے کے پکے تھے، کبھی رشوت نہیں لی، چشتیہ سلسلہ میں بیعت تھے بعد میں مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندی سے تجدید بیعت کرلی تھی، اخیر عمر میں روزانہ اسّی اسّی ہزار مرتبہ اللہ کا ذکر کرتے تھے، تہجد کے پابند دیانت دار امانت دار تھے۔

ابتدائی تعلیم مولانا بدر عالم صاحب نے قرآن شریف کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اسکول میں انگریزی تعلیم تقریباً میٹرک تک حاصل کی، ایک روز الہ آباد کی ایک مسجد میں نماز جمعہ کیلئے تشریف لے گئے وہاں مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا وعظ تھا، اس کا ایسا اثر ہوا کہ آپ نے انگریزی کو چھوڑ کر عربی تعلیم حاصل کرنے کا ارادہ کرلیا۔ اس وقت عمر شریف گیارہ سال تھی والد صاحب نے بہت سختی اور تادیب کی لیکن یہ اپنے ارادہ سے ٹس سے مس نہ ہوئے۔ یہ دیکھ کر والد صاحب سمجھ گئے کہ یہ کوئی راز الٰہی ہے۔ مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سارا واقعہ لکھ دیا۔

حضرت سہارنپوری نے جواباً تحریر فرمایا کہ آپ اس سعادت عظمیٰ کے حصول میں کیوں حائل ہوتے ہیں خوشی سے اجازت دیجئے۔

گیارہ سال کی عمر میں سہارنپور پہونچ گئے، حضرت سہارنپوری کی نگرانی میں انہی کی مسجد کے ایک حجرے میں قیام پذیر ہوگئے، اور مدرسہ مظاہر العلوم میں آٹھ سال تعلیم حاصل کی، انیس ۱۹ سال کی عمر میں ۱۳۳۶ھ میں فارغ ہوکر اسی مدرسہ میں معین مدرس ہوگئے، دو سال درس دینے کے بعد دیوبند حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ ۱۳۳۹ھ میں دورۂ حدیث میں شریک ہوکر شاہ صاحب سے بخاری اور ترمذی پڑھی، آپ کے افادات نوٹ بھی کئے۔

۱۳۴۰ھ میں دارالعلوم میں مدرس مقرر کئے گئے، وہاں سے ۱۳۴۶ھ کے اخیر میں علامہ کشمیری کے ساتھ ڈابھیل تشریف لائے۔ یہاں علیا کے مدرس ہونے کے باوجود علامہ کے درس بخاری میں چار سال تک طلبہ کی صف میں بیٹھ کر شرکت کی، قیام بھی بنگلہ[1] میں اس طرح تھا کہ دونوں کے کمرے ایک ساتھ تھے، بیچ میں دروازہ بھی تھا مگر استاد کا ادب اس درجہ تھا کہ کبھی استاد نے اپنے اس شاگرد کے ہنسنے کی آواز نہیں سنی، شاہ صاحبؒ نے اپنے ہاتھ سے حدیث کی سند خاص عطا فرمائی۔

تصنیف وتالیف اسی دوران محقق ابن الہمام کی کتاب "زاد الفقیر" پر حاشیہ تحریر فرمایا جس کا نام "مستزاد الحقیر" ہے۔ رد قادیانیت کے موضوع پر ایک رسالہ "آوازِ حق" کے نام سے بھی تصنیف فرمایا۔ حضرت شاہ صاحب کے انتقال کے بعد تقریر بخاری کی ترتیب کا کام آپ ہی کے سپرد ہوا۔ آپ نے ۱۳۳۹ھ میں شاہ صاحب سے بخاری پڑھی تھی لیکن اس کے بعد بھی سماعت کیا کرتے تھے۔ شاہ صاحب نے ۱۳۴۲ھ میں جو اپنے ہاتھ سے لکھ کر سند عطا کی تھی وہ مقدمۂ فیض الباری ص۴۴ پر درج ہے۔ اس میں شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ مجھ سے تین مرتبہ تین سالوں میں مولوی بدر عالم

---

[1] جامعہ ڈابھیل کا قدیم دارالاساتذہ۔

نے قرأت اور سماعت کی۔ حاشیہ میں مولانا بدر عالم رح لکھتے ہیں کہ اس کے بعد بھی کم از کم سات سال تک میں شاہ کی خدمت میں رہ کر استفادہ کرتا رہا (صٓ) اس طرح دس سال کے اندر مختلف تقریریں شاہ صاحب کی نوٹ کی تھیں، فیض الباری کی ترتیب میں ان کو ملا کر ایک کر دیا ملاحظہ ہو مقدمہ فیض ص۲۹ ۔ پھر بھی یہ خواہش تھی کہ شاہ صاحب کے دوسرے تلامذہ نے جو تقریریں نوٹ کی ہیں ان سے بھی استفادہ کر لیتا تو بہتر ہوتا تاکہ مجھ سے جو بات سننے سے رہ گئی ہو اس کی تلافی ہو جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مولانا عبدالقدیر کامل پوری اور مولانا عبدالعزیز کامل پوری (جو جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے فاضل اور مدرس بھی رہے ہیں) کی ضبط کی ہوئی تقریریں حاصل ہو گئیں۔ ان دونوں حضرات نے تین مرتبہ صحیح بخاری شاہ صاحب سے پڑھی تھی ص۲۹ ۔

مولانا میرٹھی نے فیض الباری کی چار جلدیں رات دن کی محنت سے صرف دو سال ۱۳۵۳ھ و ۱۳۵۴ھ میں مرتب کیں۔ ان سالوں میں نصف وقت پڑھاتے تھے اور نصف تنخواہ بھی لیتے تھے۔ اتفاق سے ان دنوں بیمار بھی تھے، ٹی بی کے انجکشن بھی لگ رہے تھے۔ تقریر کی ترتیب کے ساتھ "البدر الساری" کے نام سے حاشیہ بھی تحریر فرمایا جس میں علم حدیث کے بہت سے فوائد آ گئے۔

اس کتاب کو اور ساتھ ہی نصب الرایہ وغیرہ دیگر کتب کو شائع کرنے کیلئے مجلس علمی ڈابھیل کی طرف سے مولانا محمد یوسف بنوری اور مولانا سید احمد رضا بجنوری قاہرہ تشریف لے گئے، شوال ۵۶ھ میں یہاں سے روانہ ہوئے، پہلے حج کو گئے، حج سے فارغ ہو کر صفر ۵۷ھ کو قاہرہ پہنچے، ۵۸ھ میں واپس ہوئے۔

مولانا بدر عالم صاحب ۴۶ھ سے برابر جامعہ کے استاذ رہے، ترقی کرتے رہے یہاں تک کہ ترمذی شریف بھی پڑھائی، ذی قعدہ ۶۲ھ میں یہاں سے علیحدہ ہوئے، اور بھاول نگر تشریف لے گئے، یہاں ایک معمولی مدرسہ تھا اس کو ترقی دی، اب وہ ایک شاندار بڑا مدرسہ ہے جس سے شہر کے لوگوں کو بہت فائدہ پہنچا۔ وہاں صرف ایک سال قیام رہا۔

بھاول نگر سے دہلی ندوۃ المصنفین تشریف لائے جس کو آپ کے رفقاء مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی اور مفتی عتیق الرحمن عثمانی نے قائم کیا تھا وہاں آپ کو ترجمان السنۃ کی تالیف کا کام سپرد ہوا آپ نے پہلی جلد تیار کر دی ۱۹۴۶ء میں شائع بھی ہو گئی تقسیم ہند ۱۹۴۷ء کے بعد آپ کراچی تشریف لے گئے۔ پاکستان کیلئے ایک بڑے دینی ادارے کی ضرورت تھی، علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ نے یہ کام مولانا بدر عالم کے سپرد کیا آپ نے "ٹنڈوالہ یار" میں یہ علمی مرکز قائم کیا اور چیدہ علماء اس کے لئے جمع کر لئے۔ آج پاکستان کے بڑے مدارس میں اس کا شمار ہے۔

ترجمان السنہ کا کام بھی باوجود تصنیفی دشواریوں کے جاری رہا۔ دوسری جلد ۱۹۴۸ء میں شائع ہوئی۔ پاکستان سے جلد ہی ہجرت فرما کر دیار حبیب مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً وتکریماً تشریف لے گئے، وہاں پر بھی ترجمان السنہ کا کام برابر جاری رہا۔ ۱۹۵۳ء میں حج سے واپسی کے وقت کار کو حادثہ پیش آیا جس میں شہادت کی انگلی شہید ہو گئی، سر میں زخم آئے، دائیں ہاتھ میں بہت چوٹ آئی، بدن سے خون بہت زیادہ نکل گیا اس واقعہ کے بعد سے ضعف بہت ہو گیا تھا، لیکن تصنیفی مشغلہ برابر جاری تھا، تیسری جلد بھی ۱۹۵۶ء میں تیار ہو کر شائع ہو گئی، اخیر کے چار پانچ سال تو بالکل بستر علالت پر ہی گذرے۔ چوتھی جلد کا کام بھی جاری رہا یہ جلد بہت اہم اور معجزہ جیسے معرکۃ الآراء مسئلہ سے متعلق ہے۔ بستر پر پڑنے سے پہلے اس کا مقدمہ جو سو صفحے سے زیادہ پر پھیلا ہوا ہے ترتیب دے چکے تھے، یہ مقدمہ ہی اس جلد کی جان ہے، کتاب کا بقیہ حصہ کا مواد بھی تیار ہو گیا تھا، بستر علالت پر پڑے پڑے ان کو ترتیب دلوایا اور وفات سے قبل طباعت کے لئے حاجی حافظ فرید الدین احمد صاحب کو مسودہ عطا فرما دیا تھا، ہاں یہ صحیح ہے کہ انتہائی معذوری کی وجہ سے اس جلد پر باقاعدہ نظر ثانی نہیں ہو سکی۔ بہرحال ۱۹۶۷ء میں یہ جلد پہلے کراچی سے شائع ہوئی۔ پھر کچھ اضافہ اور تصحیح کے بعد ۱۹۶۸ء میں ندوۃ المصنفین دہلی سے منظر عام پر آئی، فیض الباری اور ترجمان السنۃ آپ کی شاہکار تالیفات ہیں، علماء کرام کی نگاہ میں ان کی بڑی وقعت ہے اور بڑی عرق ریزی اور محنت سے مولانا نے ان

کو ترتیب دیا ہے، ان کے علاوہ آپ نے مختلف رسالے تصنیف فرما کر شائع کئے" آوازِ حق" کا ذکر گذر چکا ہے۔ "خلاصۃ زبدۃ المناسک" حج سے متعلق ایک رسالہ اردو، انگریزی اور گجراتی میں شائع ہو چکا ہے، الحزب الاعظم کا ترجمہ بہت مشہور ہے۔

نزولِ مسیح پر ایک رسالہ جو دراصل ترجمان السنۃ جلد ۴ ہی کا ایک حصّہ ہے۔ الگ سے شائع کیا، اس کا بھی انگریزی ترجمہ چھپ چکا ہے۔ قیام دارالعلوم کے زمانہ میں اسی موضوع پر "الجواب الفصیح لمنکر حیوۃ المسیح" بھی تصنیف فرمائی تھی، "جواہر الحکم" کے نام سے تین حصے اصلاحِ عام کیلئے اخیر عمر میں املاء کرائے۔

سلسلۂ بیعت پہلے آپ قدوۃ السالکین مولانا مفتی اعظم شاہ عزیز الرحمٰن عثمانیؒ سے بیعت ہوئے مفتی صاحب کے انتقال کے بعد ان کے خلیفۂ اجل مولانا قاری محمد اسحاق میرٹھیؒ سے متعلق ہو کر خلافت حاصل کی، مولانا بدرِ عالم جب مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو وہاں گجرات کے جو حضرات جنوبی افریقہ میں سکونت پذیر ہیں ان کا مولانا کی طرف خاص رجوع ہوا، اور بہت سے بندگانِ خدا آپ کے دامن سے وابستہ ہو کر فیضیاب ہوئے، مولانا عشقِ نبوی سے سرشار تھے جب تک مسجد نبوی میں جانے کے قابل تھے روزانہ آٹھ گھنٹے پورے ادب واحترام کے ساتھ وہیں گذارتے، نہ کسی سے وہاں بات کرتے نہ نشست بدلتے۔

وفات ۵ رجب ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۹ اکتوبر ۱۹۶۵ء شب جمعہ میں آپ کا وصال ہوا۔ جنت البقیع میں امہات المومنین کے قدموں میں جگہ ملی، اس کی آپ کو بہت تمنا تھی فرماتے ہیں ـــــ

یاں جنت بقیع میں میری بھی ہو جگہ — اس کی بہت تڑپ ہے مجھ ایسے غلام کو
کتنی بڑی ہوس ہی دل میں عمر کے تھی — ہو جائے گر نصیب غلامِ غلام کو

مولانا مرحوم کا جامعہ سے بہت طویل اور گہرا تعلق تھا، اسکے حالات برابر معلوم کرتے رہتے تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

لہ یہ پورا مضمون، مقدمہ فیض الباری، تاریخ دارالعلوم اور ترجمان السنۃ جلد چہارم کے مقدمہ سے ماخوذ ہے ۱۲ فضل الرحمٰن اعظمی۔

مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی

رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۱ء ——————— وفات یکم ربیع الاول ۱۳۸۲ھ / ۲ اگست ۱۹۶۲ء

آپ ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۱ء میں اپنے وطن سیوہارہ ضلع بجنور کے محلہ مولویاں میں پیدا ہوئے، اصل نام معز الدین تھا حفظ الرحمٰن (الف کے عدد کے ساتھ) آپ کا تاریخی نام ہے۔ آپ ایک زمیندار تعلیم یافتہ گھرانہ کے فرد تھے مکتبی تعلیم اپنے گھر ہی حاصل کی، عربی کی کچھ ابتدائی کتابیں مدرسہ شاہی مراد آباد میں پڑھیں، اس کے بعد مدرسہ فیض عام سیوہارہ میں داخل ہوئے اور وہیں درس نظامی کی تکمیل کی۔

(الجمعیۃ مجاہد ملت نمبر ص ۱۹۹)

مولانا بہت ذکی اور ذہین تھے۔ اپنی جماعت میں ہمیشہ ممتاز اور نمایاں رہتے، اس لئے اساتذہ کی توجہ کا مرکز تھے، تقریر سے دلچسپی اور اس کی تیاری کا ذوق و شوق زمانہ طالب علمی ہی سے تھا، ہفتہ وار مجلس میں بلا نا غہ سیرت کے کسی خاص موضوع پر تیاری کر کے تقریر کرتے اور اساتذہ سے داد تحسین حاصل کرتے (ایضاً)۔

فیض عام سے فراغت کے بعد ۱۳۴۱ھ میں دار العلوم میں داخلہ لیا، علامہ انور شاہ کشمیریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مفتیٔ اعظم عزیز الرحمٰن دیوبندیؒ سے شرف تلمذ حاصل ہوا، ایک سال فنون پڑھ کر ۱۳۴۲ھ میں دورہ حدیث سے فارغ ہوئے، پھر ایک سال بیرامیٹ (مدارس) میں درس و تدریس اور تبلیغی خدمات انجام دیں، وہیں سے آپ

کا تصنیفی جوہر بھی کھلا، دو مختصر رسالے (۱) "حفظ الرحمٰن لمذہب النعمان" (۲) "مالابار میں اسلام" تصنیف فرمائے وہاں جو مشاہرہ ملتا تھا اس کو جمع کرکے حج و زیارت سے بہرہ مند ہوئے۔ حج سے واپسی پر ۱۳۴۴ھ میں دار العلوم دیوبند میں مدرس ہو گئے۔

(ایضاً ص۸۹ و تاریخ دار العلوم دیوبند ص۱۴۱/۲)

ڈابھیل میں ورود

۱۳۴۶ھ میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ جب اپنے رفقاء کے ساتھ ڈابھیل تشریف لائے تو ساتھ ہی مولانا حفظ الرحمٰن صاحب بھی یہاں آئے، اور تین سال یہاں رہے ۱۳۴۹ھ کی جامعہ کی روداد میں آپ کا نام ہے۔ ۱۳۵۰ھ کی روداد میں تذکرہ نہیں، علیحدگی کے باب میں کوئی رپورٹ بھی نہیں، مولانا سعید احمد اکبرآبادی نے بھی لکھا ہے کہ کم و بیش تین سال ڈابھیل میں قیام رہا۔

(الجمعیۃ مجاہد ملت نمبر ص۱۲۵)

جامعہ میں آپ کی خدمات

مولانا نے جامعہ میں درس و تدریس، ڈابھیل کے اطراف و جوانب میں وعظ و تقریر کے علاوہ ایک تصنیف بھی قیام ڈابھیل کی یادگار چھوڑی ہے، علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے ایماء پر اپنے پیارے موضوع سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک کتاب ۳۵۰ صفحات پر مشتمل تحریر فرمائی اس کا نام " نور البصر فی سیرۃ خیر البشر" ہے، سیرت رسول کریم کے نام سے مشہور ہے۔ اس تالیف کا مقصد اسکولوں اور کالجوں کی نصابی ضرورت کو پورا کرنا تھا، پہلا ایڈیشن جب شائع ہوا تو حضرت استاذ کی خدمت میں پیش کرکے رائے گرامی حاصل کی، علامہ کشمیری نے مندرجہ ذیل لفظوں میں تحسین فرمائی۔

" نور البصر فی سیرۃ خیر البشر" مولفہ جناب مستطاب مولانا مولوی حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی دام عزہٗ احقر کے اصرار پر تالیف ہوئی ہے۔ احقر کا خیال تھا کہ کوئی متوسط سیرت النبی تالیف ہو کہ مدارس عربیہ اور مدارس قومیہ کے طلبہ بسہولت مستفید ہو سکیں، اور حدیث شریف کے مشتغلین کو اجمالی بقیہ نصیب ہو اور کتب معتبرہ سے

ماخوذ ہو اور اہلِ حق اور سلف کے طریقہ پر ہو، بحمد اللہ یہ مختصر کتاب ایسی ہی واقع ہوئی ہے، حق تعالیٰ مؤلف کو جزائے خیر نصیب کرے اور ان کی خدمات بارگاہِ خداوندی اور بارگاہِ نبوت میں قبول ہو۔" آمین

محمد انور شاہ عفا اللہ عنہ

یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ[1] (ایضاً ص۱۱)

تحریکِ آزادی میں سرگرمی کا آغاز

مولانا کی سیاسی سرگرمی کا آغاز ڈابھیل ہی سے ہوا۔ الجمعیۃ مجاہد ملت نمبر میں ہے مولانا مرحوم کی قومی و جماعتی سرگرمیوں کا آغاز یوں تو ۱۹۱۹ء ہی سے ہوگیا تھا، ۱۹۲۲ء میں گرفتار بھی ہوئے تھے لیکن کانگریس کے پلیٹ فارم سے مولانا مرحوم کی سرگرمیوں کا آغاز زیادہ تر ڈابھیل ہی کے قیام سے شروع ہوا، حضرت مفتی عتیق الرحمٰن صاحب سے معلوم ہوا کہ انہی دنوں جب گاندھی جی نے (۱۹۲۹ء ۱۳۴۸ھ میں) ڈانڈی مارچ کی تحریک شروع کی اور نمک پر محصول کے بائیکاٹ کا پروگرام پیش کیا تو مولانا مرحوم اور مفتی صاحب گاندھی جی سے ملے اور تحریک میں اپنے پورے تعاون کی پیش کش کی جس سے گاندھی جی بہت متاثر ہوئے۔

ان ہی دنوں باڑ دولی (ضلع سورت) میں سردار پٹیل نے کانگریس کے کارکنوں کا ایک بڑا اجتماع کیا تھا جہاں یہ طے کیا گیا کہ عدم ادائیگی ٹیکس کی بناء پر پبلک کی جو جائدادیں برٹش حکومت ضبط کر کے نیلام کر رہی ہے عوام کو ان کے خریدنے سے باز رکھنے اور نیلام کے بائیکاٹ کی ترغیب دی جائے، اسی موقع پر مفتی عتیق الرحمٰن صاحب نے اسلامی نقطۂ نظر سے اپنا مشہور فتویٰ صادر کیا تھا۔ جس میں ضبط شدہ جائدادوں کو نیلام میں خریدنے

---

[1] یہ سال شاہ صاحب کے قیام ڈابھیل کا ہے ۱۲۔

کی شرعی ممانعت کا حکم تھا، کیوں کہ برٹش حکومت کی طرف سے جائدادوں کی ضبطی ایک صریح ظلم تھا اور ضبط شدہ جائدادوں کا خریدنا شرعاً ظلم و عدوان کی تائید کے حکم میں آتا تھا۔

مفتی صاحب کا یہ فتویٰ سورت کے مشہور پریس "مسلم گجرات" میں چھپا تھا اس کی پاداش میں فتویٰ کے ساتھ پریس بھی ضبط کر لیا گیا۔ ان دونوں بزرگوں کی سیاسی سرگرمی سے اس وقت جامعہ ڈابھیل کے منتظمین کو بڑی پریشانی لاحق ہوئی تھی۔ ان حضرات نے بھی اس کو محسوس کیا۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب تو جیل ہی جا چکے تھے، مفتی صاحب بھی مستعفی ہو کر وطن واپس ہو گئے، رہائی کے بعد پھر مولانا ڈابھیل واپس نہیں گئے۔ (ایضاً صـ ۸۹ ـ ۹۰)۔

جامعہ ڈابھیل سے انقطاع اور جیل سے رہائی کے بعد مولانا نے ۱۹۳۰ء / ۱۳۴۹ھ میں جمعیۃ العلماء کے اس معرکۃ الآرا اجلاس میں شرکت کی جہاں سے آپ کے قائدانہ دور کا آغاز ہوتا ہے۔ علی برادران کی رائے کے خلاف مولانا نے یہ نظریہ بڑی قوت اور زور استدلال کے ساتھ پیش کیا کہ جمعیۃ العلماء کو آزادیٔ وطن کے حصول کیلئے انڈین نیشنل کانگریس کے ساتھ غیر مشروط تعاون کرنا چاہئے، چنانچہ مولانا سید عطاء اللہ بخاریؒ نے اپنی ولولہ انگیز تقریر سے اس کی تائید کی اور بالآخر اجلاس کا یہی فیصلہ قرار پایا۔ امروہہ کے اس اجلاس میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی، مفتی کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید دہلوی جیسے اکابر بھی شریک تھے۔ (ایضاً صـ ۹ وصـ ۱۲۵)

۱۹۳۲ء میں آل انڈیا کانگریس پارٹی کا سالانہ جلسہ دہلی میں گھنٹہ گھر کے سامنے خلاف قانون قرار دیا گیا تھا اس کے بعد مولانا حفظ الرحمٰن صاحب بھی گرفتار ہوئے تھے اسی وقت ڈسٹرکٹ جیل دہلی میں "البلاغ المبین فی مکاتیب سید المرسلین" تصنیف فرمائی تھی، کتاب تقریباً تین سو صفحات کی ہے، اب نایاب ہے۔

(ایضاً صـ ۱۷۷، صـ ۱۲۶، صـ ۲۰۷)

(و تاریخ دار العلوم صـ ۱۴۹/۲)

۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۴ء میں انجمن تبلیغ الاسلام کی دعوت پر کلکتہ تشریف لے گئے، اس انجمن کے سرپرست مولانا ابوالکلام آزاد تھے، ڈھائی سال وہاں قیام رہا، درس قرآن حکیم خاص شغل تھا، روزانہ صبح اور بعد العشاء درس ہوتا، نئے اور دل نشین انداز میں قرآن حکیم کے مطالب و معارف کے بیان میں جو امتیاز حاصل تھا اس کی شہرت دور دور تک پھیلی اور اخیر تک باقی رہی (ایضاً صفحہ۹)۔

خرابی صحت کے باعث کلکتہ سے واپس ہو گئے، کچھ عرصہ امروہہ میں مقیم رہے وہاں دو دینی مدرسوں کے اہتمام و نگرانی کی خدمت انجام دیتے تھے، پھر جب ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء میں ندوۃ المصنفین کی بنیاد ڈالی گئی تو مفتی عتیق الرحمٰن صاحب کے ساتھ آپ بھی دہلی چلے آئے۔

(ایضاً صفحہ۹)

آپ اب تک اگرچہ کئی کتابوں کے مصنف ہو چکے تھے جیسا کہ اوپر چار کتابوں کا ذکر ہو چکا ہے لیکن اس ادارہ کے قیام کے بعد آپ کے قلم حقیقت رقم سے ایسی تحقیقی اور اعلیٰ معیار کی علمی کتابیں شائع ہوئیں جنھوں نے خود مولانا اور اس ادارہ کو بام شہرت پر پہونچا دیا۔

۱۹۳۲ء ہی میں آپ جمعیۃ کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر ہو گئے تھے، ۱۹۴۲ء میں جمعیۃ کا تیرہواں سالانہ اجلاس حضرت مدنیؒ کی صدارت میں لاہور میں منعقد ہوا تھا، اس میں مولانا آزادؒ اور مفتی کفایت اللہؒ بھی تھے اسی اجلاس میں آپ کی خدمات کے پیش نظر آپ کو "مجاہد ملت" کا خطاب دیا گیا نیز جمعیۃ کا ناظم عمومی (جنرل سکریٹری) منتخب کیا گیا۔ زندگی کے آخری لمحات تک آپ اس منصب پر فائز رہے۔ ۱۹۴۲ء میں دفتر ندوۃ المصنفین دہلی سے گرفتار کئے گئے۔ تقریباً دو سال تک نظر بند رہ کر ۱۹۴۴ء میں رہا ہوئے اور پھر اپنے مشاغل میں لگ گئے، ۱۹۴۶ء میں دستور ساز اسمبلی اور پارلیمنٹ کے ممبر منتخب ہوئے۔

(ایضاً صفحہ۹۱، صفحہ۹۲، صفحہ۱۱۹، صفحہ۳۱۲)

۱۹۳۸ء / ۱۳۵۷ھ سے ۱۹۴۶ء / ۱۳۶۵ھ تک مولانا سیاسی سرگرمیوں، قید و بند کی صعوبتوں کے باوجود تصنیف و تالیف کا کام بھی کرتے رہے، یہ مولانا کا خاص تصنیفی دور ہے، اس میں مولانا کے

قلم سے کئی نادرۂ روزگار، بلند پایہ تصنیفات وجود میں آئیں جن کی بدولت مولانا کا شمار صف اول کے مصنفین و محققین میں ہونے لگا۔ قصص القرآن (چار جلد) اسلام کا اقتصادی نظام، اخلاق و فلسفۂ اخلاق۔ یہ تینوں ضخیم کتابیں جو ادبی چاشنی، بہترین طرز نگارش، تحقیق و مطالعہ کی کدوکاوش کی وجہ سے ہر قاری سے داد و تحسین حاصل کر لیتی ہیں — اسی دور کی یادگار ہیں (ایضاً ص ۱۷۱) اگر مولانا کو امن و سکون کے ساتھ شور و ہنگامہ سے یکسو ہو کر تصنیف و تالیف کا طویل زمانہ میسر آتا تو پھر بات ہی کچھ اور ہوتی۔

۱۵ر اگست ۱۹۴۷ء وہ تاریخ ہے جب طویل جد و جہد اور انتھک کوششوں، ہر طرح کی جانی و مالی قربانیوں کے بعد تحریک آزادی منزل مقصود کو پہونچی، ہندوستان آزاد ہوا، خوشی کے ترانوں سے ملک کی فضا گونج اٹھی، مسرت کے شادیانے ہر طرف سنائی دینے لگے لیکن آہ کسے معلوم تھا کہ تھوڑی ہی دیر بعد فسادات کا ایک طوفان ملک پر مسلط ہونے والا ہے، اور مسلمانوں پر قیامت صغریٰ کا ایک منظر گذر جانے والا ہے۔

۲۵ر اگست کو مولانا اپنی پیاری بیٹی خالدہ کی تشویشناک حالت کی خبر سن کر سیوہارہ تشریف لے گئے، بالآخر تپ دق کی بیماری میں وہ اللہ کو پیاری ہو گئیں۔

ابھی غم کے آنسو خشک بھی نہیں ہو سکے تھے کہ مولانا کے کان میں ان فسادات کی خبر پڑ گئی، گھر والوں کو سوگوار چھوڑ کر دہلی پہونچ گئے، اور پھر دلی اور اس کے اطراف میں مسلمانوں کی حفاظت، ان کو بسانے، دلاسا دینے اور ان کے قدم کو ہندوستان میں جمانے کیلئے جو کچھ کیا ہے، اس کا اندازہ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے اس ایک جملہ سے لگایا جا سکتا ہے۔

"فسادات کے زمانہ میں دہلی کے اندر مسلمانوں کو بچانے کے سلسلہ میں مولانا حفظ الرحمن صاحب نے جو خدمات انجام دی ہیں ان کے بدلے میں اپنی پوری عمر کے اذکار و اشغال نثار کرنے کو تیار ہوں" انتہی معناہ۔ (ایضاً ص ۲۴۲)

ہندوستان کی آزادی اور تقسیم کے بعد جہاں فسادات کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا، وہیں مسلمانوں کے بہت سے قومی و ملی مسائل تھے جن کو حل کرنے کیلئے مولانا جیسے کسی

متحرک وفعال اور جری و مؤثر شخصیت کی مسلمانوں کو ضرورت تھی۔ ۴۷ء سے لیکر وفات ۶۲ء تک مولانا انہی گتھیوں کے سلجھانے میں مصروف رہے، مولانا کی زندگی کا یہ دور آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، مولانا زین العابدین میرٹھی کے یہ جملے کیا خوب ہیں لکھتے ہیں۔

انقلاب ۱۹۴۷ء کے بعد تو مولانا ایک شعلۂ جوالہ بنے ہوئے ہندوستان کے ایک کونہ سے دوسرے کونہ ناپتے پھرتے تھے ملی زندگی کا کون سا گوشہ ایسا تھا جہاں مولانا مصروف عمل نہ ہوں، مسلم یونیورسٹی میں مولانا یونیورسٹی کے بنیادی مقاصد کے تحفظ کیلئے اپنی جان لڑا رہے تھے، جامعہ ملیہ اسلامیہ میں اس کی انتظامی گتھیوں کو سلجھانے میں اپنی اصابت رائے کے جوہر دکھا رہے تھے، دارالعلوم دیوبند کو سخت سے سخت مشکلات کے بھنور سے نکالنے میں اپنے اثر ورسوخ کو کام میں لا رہے تھے۔ حج کمیٹی میں حجاج کو آرام وآسائش پہنچانے کیلئے سرگرم عمل تھے، اصلاح اوقاف کیلئے وقف بورڈوں میں مولانا کی رہنمائی نشانِ منزل تھی، انجمن ترقی اردو کیلئے مولانا کی قیادت خضر راہ تھی، اور پارلیمنٹ کے ایوان میں آپ کا نعرۂ حق ملت کے دکھے ہوئے دلوں کیلئے سرمایۂ سکون تھا۔ (الجمعیۃ مجاہد ملت نمبر ص ۱۰)۔

خود جامعہ اسلامیہ ڈابھیل آپسی اختلاف کے باعث حکومت کے قبضہ میں جا چکا تھا ایک جھاڑو کی خریداری کیلئے بھی گورنمنٹ سے اجازت لینی پڑتی تھی، انتظام بالکل مفلوج ہو چکا تھا۔ ترقی کجا جامعہ کا بقاء بھی مشکل ہو رہا تھا۔ حضرت مدنیؒ کے ساتھ مولانا نے بھی اس کو آزاد کرانے میں اہم رول ادا کیا، نئے دستور کو منظور کرانا اور پرانے ایکٹ کو ختم کرانا بہت ہی اہم کام تھا۔ اس کے لئے صدر جمہوریہ کے دستخط کی ضرورت تھی ــــ مولانا حفظ الرحمٰنؒ کی مساعی سے یہ کام انجام پایا۔ جامعہ کے آزاد ہونے کے بعد جو مجلس شوریٰ بنی مولانا مرحوم نے بھی اس کی رکنیت قبول فرمائی تھی، لیکن افسوس کہ اس کی کسی میٹنگ میں شریک نہ ہو سکے۔

مجاہد ملت ملک وملت کی خدمت میں جاں سپر تھے، مسلمانوں پر فسادات کے جو

آئے دن پہاڑ ٹوٹتے ان کی آنکھوں سے دیکھتے، خاک و خون میں آلودہ لاشوں کو دیکھنا
جلی ہوئی مسلم بستیوں سے گذرنا، مظلوموں کی آہ و بکا سننا ان کی زندگی کا معمول بن گیا تھا
ظاہر ہے کہ جسم و صحت پر ان کا اثر پڑنا ناگزیر تھا. بالآخر یہ غم و الم کینسر کی شکل میں نمودار
ہوا، ہر طرح کے اعلیٰ سے اعلیٰ علاج و معالجہ اور امریکہ لے جانے کے باوجود جس منزل سے
سبھی کو گذرنا ہے اس کا وقت آگیا، اور ۲ر اگست ۱۹۶۲ء مطابق یکم ربیع الاول ۱۳۸۲ھ
کو صبح ۳ بجے بارگاہ عالی سے تقریب کی مخصوص ساعتوں میں وقت اور تاریخ کے طوفانوں
سے کھیلنے والی پاکیزہ روح نے اس دیار فنا کو خیرباد کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دل کو سکون روح کو آرام آگیا
موت آگئی کہ دوست کا پیغام آگیا

آپ کا مزار مقدس مہدیان میں سلسلۂ ولی اللہی کے اکابر و محدثین کے پہلو میں[1] ہے۔

حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی

رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ۱۳۱۹ھ ——————— وفات شعبان ۱۴۰۴ھ

آپ مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی دیوبندی کے خلف الصدق ہیں ۱۳۱۹ھ میں دیوبند
میں تولد ہوئے. تاریخی نام ظفر الحق تھا۔ ۹ سال کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا تھا، شروع سے

---

[1] الجمعیۃ مجاہد ملت نمبر میں اگرچہ مولانا کی زندگی کے تقریباً تمام ہی سوانح آگئے ہیں تاہم آپ
کی زندگی اتنی بصیرت افروز اور قابل تقلید ہے کہ باقاعدہ آپ کی سیرت مرتب کر کے شائع
کرنے کی ضرورت ہے۔

اخیر تک تمام تعلیم دارالعلوم ہی میں ہوئی ۱۳۴۱ھ میں علامہ کشمیری اور دیگر اساتذۂ حدیث سے دورہ پڑھ کر فارغ ہوئے، ۱۳۴۴ھ سے ۱۳۴۶ھ تک دارالعلوم میں معین المدرس رہے، ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تشریف لائے، تدریس اور افتاء کی پانچ سال خدمت انجام دی، ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ میں یہاں سے الگ ہوئے۔

۱۹۲۹ء ۱۳۴۸ھ میں جب گاندھی جی نے ڈانڈی مارچ شروع کیا اور نمک پر محصول کے بائیکاٹ کا پروگرام پیش کیا تھا اس وقت مفتی صاحب مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی معیت میں گاندھی سے ڈابھیل کے قریب ایک گاؤں دھامن میں ملے تھے اور اپنا تعاون پیش کیا تھا۔ نیز یہ اسلامی نظریہ بھی پیش کیا تھا کہ نمک پر پابندی نہیں ہونی چاہیئے۔

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب تو جلد ہی ۱۳۴۹ھ میں سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے جامعہ سے الگ ہوگئے لیکن مفتی صاحب جامعہ سے منسلک رہے تا آنکہ مفتی صاحب نے جب اپنا وہ فتویٰ صادر فرمایا جس میں عدم ادائیگی ٹیکس کی وجہ سے حکومت کی طرف سے نیلام کی جانے والی جائیدادوں کی خریداری کے عدم جواز کو بیان کیا گیا تھا تو حکومت کی طرف سے جامعہ کے اندر مداخلت کا خطرہ لاحق ہوگیا تھا اس سلسلہ میں مفتی صاحب اور انتظامیہ میں اختلاف پیدا ہوگیا اور یہی اختلاف علیحدگی کا سبب بنا۔

یہاں سے الگ ہو کر آپ کلکتہ تشریف لے گئے وہاں پانچ سال تک تفسیر، افتاء اور تبلیغ کی خدمات انجام دیں۔ وہاں بہت مقبولیت حاصل ہوئی، ۱۳۵۷ھ ۱۹۳۸ء میں مفتی صاحب نے اپنے رفقاء کے ساتھ ندوۃ المصنفین کی قرول باغ دہلی میں بنیاد ڈالی اس ادارہ سے اسلامی علوم کی گراں قدر خدمات انجام پائیں، اب تک سو سے متجاوز مختلف علوم وفنون پر ایسی کتابیں شائع ہو چکی ہیں جو اہل علم سے داد و تحسین حاصل کر رہی ہیں۔ اسی ادارہ سے ایک بلند پایہ مجلہ "برہان" بھی نکلتا ہے جو علمی طبقہ میں اپنا ایک مقام رکھتا ہے، مفتی صاحب شروع سے اخیر تک اس کے روح رواں رہے ہیں۔ ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ میں لٹنے کے بعد یہ ادارہ مفتی صاحب ہی کی بلند ہمتی کے طفیل اپنا وجود قائم رکھ سکا، بلکہ مزید ترقی کی۔

مفتی صاحب جمعیۃ العلماء ہند کے کاموں میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کے ساتھ برابر شریک رہے، ان کے انتقال کے بعد ورکنگ صدر بھی منتخب ہوئے، لیکن تادیر اس پر قائم نہ رہ سکے بلکہ جمعیۃ سے اپنا تعلق ہی ختم کرلیا، پھر مجلس مشاورت بنائی اور اخیر تک اس کے صدر رہے۔

قومی خدمات کی وجہ سے حکومت کی نگاہ میں بھی مفتی صاحب کی بڑی وقعت تھی آپ کا شمار ملک کے ممتاز اہل علم میں ہوتا تھا بہت سے علمی اور دینی اداروں کے ممبر اور مشیر رہے، ایک عرصہ سے مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے بھی ممبر تھے، ۱۳۶۸ھ سے دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے ممبر منتخب ہوئے اور آخری دم تک باقی رہے، حالیہ بحران میں آپ مجلس شوریٰ کے برخلاف قاری محمد طیب صاحب مہتمم مدرسہ کے ہمنوا تھے۔

مرحوم دارالمصنفین اعظم گڈھ کے سیمینار فروری ۸۲ء سے واپس آرہے تھے کہ راستہ ہی میں فالج کا حملہ ہوا، چند یوم لکھنؤ میں زیر علاج رہ کر دہلی آگئے۔ اس وقت سے صاحب فراش تھے، ادھر چند مہینوں سے کینسر کا موذی مرض بھی لاحق ہوگیا تھا، حکومت وقت کی زیر نگرانی علاج معالجہ کے باوجود یہی مرض جان لیوا ثابت ہوا، اور ۱۲ مئی ۸۴ء مطابق ۱۰ شعبان ۱۴۰۴ھ کو روح نے قفس عنصری کا ساتھ چھوڑ دیا۔

رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

(از تاریخ دارالعلوم دیوبند ص۱۴۲ و ماہنامہ دارالعلوم مئی ۱۹۸۴ء)

مولانا سعید احمد اکبر آبادی مدظلہ

۱۳۲۵ھ/۱۹۰۸ء میں آگرہ میں پیدا ہوئے جہاں آپ کے والد بسلسلۂ سرکاری ملازمت قیام پذیر ہو گئے تھے، آبائی وطن بچھرایوں ضلع مراد آباد اور نانیہال سیوہارہ ضلع بجنور ہے، ابتداء سے لیکر کافیہ قدوری تک کی تعلیم گھر پر مستقل اتالیق رکھ کر ہوئی، پھر مدرسہ امدادیہ مراد آباد میں ایک سال پڑھا، بعدہٗ دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور ۱۳۴۴ھ میں فارغ ہوئے، پھر اورنٹیل کالج لاہور سے مولوی فاضل کیا، ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ میں علامہ کشمیری کے ساتھ جامعہ ڈابھیل آئے دو سال رہے۔ ۱۳۴۸ھ کی رپورٹ میں آپ کا نام درج ہے اس کے بعد ذکر نہیں، اس کے بعد دہلی جاکر مدرسہ عالیہ فتحپوری میں السنۂ شرقیہ کے استاذ مقرر ہوئے، اسی دوران سینٹ اسٹیفن کالج سے ایم اے کیا اور شمس العلماء مولانا عبد الرحمٰن کی جگہ اسٹیفن کالج میں لکچرار مقرر ہوئے پھر ۱۳۶۸ھ/۱۹۴۹ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل بنائے گئے۔

۱۹۵۸ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں شعبۂ دینیات کے صدر منتخب ہوئے، مولانا نے اپنے زمانہ میں علمی اور انتظامی دونوں حیثیتوں سے اس شعبہ کو ترقی دی اور دوسرے اعلیٰ معیاری شعبوں کے برابر اس کو پہنچانے کی کوشش کی اور اب دینیات کا یہ شعبہ دوسرے شعبوں کی طرح معیاری بن چکا ہے، دینیات میں پی ایچ ڈی کے شعبہ کا اجراء بھی آپ کی جد و جہد کا نتیجہ ہے۔

اس عہدے کی مدت پوری کرنے کے بعد تحقیقات علمیہ تغلق آباد نئی دلی میں علمی کاموں میں معروف رہے، اس وقت شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند کے آپ صدر ہیں اور زیادہ تر آپ کا قیام دیوبند رہتا ہے۔

مولانا موصوف ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء سے ندوۃ المصنفین دہلی کے بلند پایہ علمی و دینی ماہنامہ برہان کے

پذیر ہیں ، آپ کے رشحات قلم بڑے مدلل پُر مغز اور فکر انگیز ہوتے ہیں ، اور قدیم وجدید دونوں حلقوں میں بڑے شوق سے پڑھے جاتے ہیں ۔ آپ قدیم و جدید کا بہترین مجموعہ ہیں ، آپ کئی بلند پایہ اور محققانہ کتابوں کے مصنف ہیں جن میں اسلام میں غلاموں کی حقیقت ، غلامانِ اسلام ، وحی الٰہی ، فہم قرآن ، مسلمانوں کا عروج و زوال ، مولانا عبید اللہ سندھی اور ان کے ناقد ، صدیق اکبر اور عثمان " معرکۃ آرا رتصانیف ہیں ۔ برہان کے ہزاروں صفحات پر نظرات ومقالات میں آپ نے قلم کے موتی بکھیرے ہیں ۔ صاحبِ قلم ہونے کے ساتھ ایک کامیاب مقرر بھی ہیں ۔

کنیڈا کی مشہورِ آفاق میکگل یونیورسٹی میں وزٹینگ پروفیسر کی حیثیت سے آپ جا چکے ہیں ایشیا ، روس ، افریقہ اور یورپ کے مختلف ملکوں کے دورے کر چکے ہیں ۔ بہت سے بین الاقوامی سیمناروں میں بھی شرکت کی ہے ، ان کی صدارت بھی کی ہے ، موتمر عالم اسلامی قاہرہ میں بھی شریک ہو چکے ہیں ، بین الاقوامی شخصیت کے مالک ہیں ، ۱۳۸۲ھ سے دار العلوم کی مجلس شوریٰ کے رکن ہیں ، حالیہ بحران میں مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانیؒ کے ساتھ گہرے روابط کے باوجود آپ کی رائے مجلس شوریٰ کی حمایت میں رہی ہے بلکہ آپ کی وجہ سے مجلس شوریٰ کو بہت تقویت حاصل ہوئی ہے ، یہ آپ کے اصابت فکر کی ایک روشن دلیل ہے ۔

اَطَالَ اللہُ بَقَاءَہٗ ۔

(از تاریخ دار العلوم دیوبند ص ۱۵۲/۲ و برہان اگست ۱۹۸۳ء)

حضرت علامہ شمس الحق افغانی

رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ۷ رمضان ۱۳۱۹ھ کو قصبہ ترنگ زئی پشاور (سرحد) میں پیدا ہوئے، آپ کے والد مولانا غلام حیدر، مولانا عبدالحلیم لکھنوی کے شاگرد علوم دینیہ کے ماہر اور صاحب طرز شاعر تھے، مولانا غلام کے دادا مولانا اسعد اللہ صاحب مجاہد کبیر حضرت سید احمد شہید کے خلیفہ تھے ان کے ساتھ جہاد میں شہید بھی ہوئے۔

ابتدائی تعلیم مولانا شمس الحق صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی، ۲۸ جولائی ۱۹۰۸ء کو پرائمری اسکول میں داخل ہوئے ۱۹۱۳ء میں فارغ ہوئے، بعد ازاں سرحد وافغانستان کے مختلف مشاہیر علماء سے فنون کی تکمیل کی ۱۹۲۰ء میں علامہ کشمیری کی خدمت میں دارالعلوم دیوبند حاضر ہوئے ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۱ء میں سند فراغ حاصل کی، اس کے علاوہ دارالعلوم دیوبند ہی میں علم طب کی بھی تکمیل کی۔

فراغت کے بعد حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے، واپس ہندوستان آئے تو یہاں شدھی تحریک زوروں پر تھی، دارالعلوم دیوبند سے پچاس مبلغین مولانا افغانی کی قیادت میں راجپوتانہ بھیجے گئے، تبلیغ کا مرکز آریہ سماج کے خلاف شہر آگرہ میں قائم کیا گیا، یہ کوشش بہت کامیاب رہی، ہزاروں مسلمانوں کو ارتداد سے بچا لیا گیا، ہزاروں ہندوؤں نے اسلام قبول کیا، آریہ سماج کے مختلف مناظرین کو شکست فاش ہوئی، پنڈت رام چندر، دلیپ سنگھ اور خود شردھانند کو میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ اس کے بعد کم و بیش ایک سال تک دارالعلوم کے کتب خانہ میں نادر کتب کے مطالعہ میں مصروف رہے۔

صوفیانہ مسلک سلسلۂ قادریہ، نقشبندیہ اور چشتیہ میں مختلف شیوخ سے مجاز بیعت تھے۔

تدریسی خدمات آپ مندرجہ ذیل مدارس میں صدر مدرس رہے، مظہر العلوم کھڈہ کراچی ۱۳۴۱ھ / ۱۹۲۲ء، مدرسہ ارشاد العلوم تبت علی خان لاڑکانہ سندھ ۱۳۴۲ھ / ۱۹۲۴ء، مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور ۱۳۴۶ھ / ۱۹۲۸ء، مدرسہ دار الرشاد جھنڈہ سندھ ـــــ، مدرسہ دار الفیوض ہاشمیہ سجاول سندھ ۱۳۵۰ھ / ۱۹۳۱ء، ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء میں دار العلوم دیوبند میں استاذ حدیث وتفسیر مقرر ہوئے، ۱۳۵۸ھ / ۱۹۳۹ء میں صوبہ قلات کے وزیر تعلیم مقرر ہوئے۔ کچھ مدت بعد مستعفی ہو گئے ۱۳۶۲ھ میں ڈابھیل تشریف لائے سالانہ جلسہ میں وعظ ہوا۔ شوال سے شیخ الحدیث مقرر ہوئے ۱۳۶۲ھ تک رہے (روداد جامعہ ۲ امرتب)۔

تقسیم ہند ۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۷ء سے اپنے وطن پاکستان چلے گئے، وہاں دوبارہ وزیر معارف قلات بنائے گئے، آپ کی وزارت تعلیم کے زمانہ میں تمام تنازعات کا جلد از جلد قرآن وحدیث کی روشنی میں فیصلہ ہونے لگا، ۱۹۵۵ء میں صرف اس لئے اس عہدہ سے مستعفی ہو گئے کہ شرعی فیصلہ کے بعد ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ میں اپیل کی گنجائش باقی رکھی گئی تھی، جس کے ارکان شرعی قانون کی پوری واقفیت نہ رکھتے تھے، اس کو علم دین کے وقار کے خلاف سمجھا اور اتنی بڑی تنخواہ کو ٹھکرا دیا۔

تصنیفات

۱۔ معین القضاۃ والمفتین۔ عربی زبان میں، یہ کتاب بہت مقبول ہوئی، جمعیۃ العلماء ہند نے قرارداد کے ذریعہ خراج تحسین پیش کیا جو اخبار الجمعیۃ میں شائع ہوئی۔ افغانستان، ترکی، عراق، مصر، لبنان، اور شام کے علماء نے طلب کی اور بغداد میں اس کی ایجنسی قائم ہوئی۔

۲۔ شرعی ضابطۂ دیوانی سلارد ملک کے ممتاز قانون داں اے۔ کے بروہی نے بیحد پسند کیا۔ ۳۔ علوم القرآن (اردو) یہ کتاب ایم اے اسلامیات کے نصاب میں داخل ہے۔ ۴۔ ترقی اور اسلام ۵۔ شوشلزم اور اسلام ۶۔ سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام کا موازنہ اسلام سے ۷۔ اسلام دین فطرت ہے ۸۔ عالمگیر مذہب ہے ۹۔ عالمی مشکلات اور ان کا

قرآنی حل ۱۰۔ مدارس کا معاشرہ پر اثر ۱۱۔ معدن السرور فی فتوی بھاولپور۔ ۱۲۔ متنازعہ مسائل کا تحقیقی حل ۱۳۔ آئینۂ آریہ۔ یہ کتاب نایاب ہے ۱۴۔ تصوف اور تعمیر کردار ۱۵۔ اسلامی جہاد ۱۶۔ کمیونزم اور اسلام ۱۷۔ احکام القرآن ۱۸۔ بنوّر القرآن ۱۹۔ مشکلات القرآن ۲۰۔ حقیقت زمان ومکان۔

ان کے علاوہ علمی و تحقیقی مضامین بھی پاکستان کے جرائد و مجلات میں شائع ہوتے رہے۔ (ماخوذ از الرشید دارالعلوم نمبر)۔

مولانا یوسف بنوری (جلال آبادی)

رحمۃ اللہ علیہ

فاضل جامعہ و شیخ جامعہ ڈابھیل

ولادت ۱۳۲۶ھ ——————— وفات ۱۳۹۷ھ

پیدائش ۶ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء بروز جمعرات بوقت سحر ضلع مردان میں رشکئی اسٹیشن کے قریب مہابت آباد نامی بستی میں پیدا ہوئے آپ کے جد اعلیٰ سید آدم بنوری خلیفہ مجدد الف ثانی ضلع انبالہ کے ایک گاؤں "بنوڑ" میں اقامت پذیر تھے اسی نسبت سے آپ بنوری کی نسبت سے مشہور ہوئے[1]

ابتدائی تعلیم قرآن کریم اور ابتدائی تعلیم اپنے والد اور ماموں سے حاصل کی، امیر حبیب اللہ خاں کے دور میں کابل (دارالحکومت افغانستان)

---

[1] بینات مولانا یوسف نمبر ص۵۲

ایک مکتب میں صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، پھر متوسطات کی تعلیم پشاور اور کابل کے اساتذہ سے حاصل کی، ان میں مولانا عبدالقدیر افغانی اور شیخ محمد صالح وغیرہ مشہور ہیں۔ مولانا عبدالقدیر جلال آباد (افغانستان) میں محکمۂ شرعیہ کے قاضی مرافعہ تھے۔

شاید مولانا عبدالقدیر سے تحصیل کیلئے جلال آباد رہنا ہوا ہو، اسی لئے یہاں جلال آبادی مشہور تھے۔ روداد میں بھی جلال آبادی لکھا ہے اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے جو اجازت نامہ عطا فرمایا ہے اس میں بھی جلال آبادی ہی لکھا ہے۔ ورنہ جلال آبادی کہے جانے کی اس کے سوا کوئی وجہ معلوم نہیں ہو سکی۔

اسی زمانۂ تعلیم میں امیر امان اللہ خاں کے ایک وزیر نے جو عربی جدید سے شغف رکھتے تھے آپ کی ذہانت دیکھ کر جدید مصری ادباء کی کچھ کتابیں ہدیہ کی تھیں۔ غالباً انہی کے مطالعہ کا اثر ہوا کہ آپ ابتداء ہی سے اچھی شستہ اور سلیس عربی لکھا کرتے تھے[۱]۔

اس کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے[۲]، چھتہ کی مسجد میں رہتے تھے، ۱۳۴۵ھ اور ۱۳۴۶ھ دو سال دارالعلوم میں تعلیم حاصل کی، علامہ کشمیریؒ سے انتہا درجہ کی عقیدت تھی، اسی[۳] دوران عربی میں ایک طویل خط حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں لکھا جس میں یہ درخواست تھی کہ مجھے اپنا خادم بنالیں، شاہ صاحب نے وہ خط پڑھ کر پوچھا کہ ادب کہاں پڑھا ہے؟ عرض کیا "کہیں نہیں" فرمایا بس آپ کو حاجت نہیں آنا کافی ہے[۴]۔

جامعہ ڈابھیل میں

۱۳۴۶ھ کے اخیر میں علامہ کشمیری اپنے رفقاء کے ساتھ جب ڈابھیل تشریف لائے تو بہت سے طلبہ کے ساتھ مولانا بنوری

---

[۱] بینات مولانا یوسف نمبر صفحہ ۵۲ [۲] ایضاً [۳] تاریخ دارالعلوم میں یہ جو لکھا ہے کہ دارالعلوم میں کبھی داخلہ نہیں لیا صفحہ ۱۶۳ ج ۲ یہ خلاف واقعہ ہے ۱۲ ف [۴] بینات صفحہ ۱۱ میں ہے کہ یہ واقعہ فراغت کے بعد کا ہے ۱۲ [۵] بینات صفحہ ۲۶

بھی ڈابھیل آئے، اسی سال شعبان ۱۳۴۷ھ میں فارغ ہوئے یہ پہلی جماعت تھی جو جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے فارغ ہوئی، بخاری کا کچھ حصہ علامہ کشمیری نے اور کچھ مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نے پڑھایا تھا، آپ اپنی جماعت میں سب سے زیادہ نمبر لائے اکثر کتابوں میں کل نمبر پچاس ۵۰ سے بھی زیادہ نمبر حاصل کئے[1]

فراغت کے بعد اپنے وطن پشاور چلے گئے وہاں چار سال رہے اور جمعیۃ العلماء صوبہ سرحد کے صدر کی حیثیت سے دینی اور سیاسی خدمات انجام دیتے رہے، نیز مدرسہ رفیع الاسلام بھانہ ماڑی میں تدریس کا کام بھی کیا۔ اسی دوران ۱۹۳۰ء میں ایک ماہ کی تیاری سے پنجاب یونیورسٹی کا مولوی فاضل کا امتحان پاس کرلیا[2]

جامعہ اسلامیہ میں علامہ انورشاہ کے انتقال کے بعد جب جامعہ کو لائق استاذ کی ضرورت پڑی تو نظر انتخاب مولانا بنوری پر پڑی، مجلس علمی کو بھی "العرف الشذی" کی تصحیح و تخریج اور دیگر علمی کاموں کیلئے مولانا کی ضرورت تھی، کیوں کہ آپ علامہ کشمیری کے رنگ میں (باوجود قلیل مدت تک ساتھ رہنے کے) رنگ گئے تھے، اس سے پہلے "ضرب الخاتم" کے حوالے "اسفار اربعہ" سے نکال چکے تھے، جس پر شاہ صاحب نے تعریف بھی فرمائی تھی۔

مولانا شوال ۱۳۵۳ھ سے جامعہ میں تشریف فرما ہوئے، ساتھ ہی مجلس علمی کے رکن بھی تھے، ۱۳۶۱ھ تک مسلسل مدرس رہے، درمیان میں ۱۳۵۶ھ و ۱۳۵۷ھ میں مجلس علمی کے کام سے حجاز اور مصر کا سفر بھی کیا، نصب الرایہ اور فیض الباری بھی چھپوائی، ان سالوں میں بھی برابر روداد میں آپ کا نام شائع ہوتا رہا، شوال ۱۳۶۱ھ میں آپ مدرس نہیں رہے اور کئی سالوں تک نہیں رہے (اس لئے کہ روداد میں نام نہیں ہے)۔

پھر ۱۳۶۷ھ میں صدر مدرس بن کر جامعہ آئے اور دو سال صدر مدرس رہے، اس کے بعد ۱۹۵۱ء میں مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا بدر عالم کے اصرار سے ہجرت کرکے پاکستان

---

[1] روداد جامعہ ۱۳۴۷ھ ص ۱۴
[2] بینات ص ۳۳۔

تشریف لے گئے۔ سنہ ۶۰ھ سے سنہ ۶۷ھ تک مولانا کہاں رہے۔ اس کی تحقیق کہیں ملی نہیں غالباً تدریس سے دست بردار ہو کر صرف مجلس علمی کے کام میں مشغول ہو گئے تھے۔

جامعہ میں مولانا کی خدمات

اس عرصہ میں تدریس کے سوا جس میں آپ نے کافی شہرت حاصل کی متعدد تصنیفی خدمات انجام دیں، سنہ ۱۳۵۴ھ میں چند مہینے میں "نفحۃ العنبر فی حیاۃ امام العصر الشیخ انور" تحریر فرمائی۔ ایک عرب عالم نے اس کو پڑھ کر کہا "قرأتُ کتابکَ فسحرتُ لبیانکَ"۔

"بغیۃ الاریب فی احکام القبلۃ والمحاریب"۔ اس کی تصنیف سے جمادی الاولیٰ سنہ ۵۳ھ میں فارغ ہوئے۔ یہ قاہرہ سے سنہ ۱۳۵۷ھ میں طبع ہوئی جب کہ فیض الباری اور نصب الرایہ شائع ہوئیں۔ یتیمۃ البیان مقدمہ مشکلات القرآن یہ ۱۹۳۶ء / ۱۳۵۵ھ میں شائع ہوا۔

مقدمہ فیض الباری، مقدمہ نصب الرایہ قیام مصر کے دوران تحریر فرمایا، قاہرہ میں قیام کے دوران متعدد مقالات بھی لکھے تھے جو وہاں ماہانہ پرچوں میں شائع ہوئے جن میں علماء ہند اور ان کی خدمات کا تعارف کرایا، یہ وہ زمانہ تھا جب عرب ہندوستان سے ناواقف تھے۔ متعدد قصائد بھی مولانا نے قاہرہ اور ڈابھیل کے قیام کے زمانہ میں تحریر فرمائے تھے جن پر اہلِ علم نے خوب داد دی[1]۔

تالیف معارف السنن

معارف السنن جلد ۶ کے اخیر میں مولانا نے خود اداراتِ تالیف معارف السنن کے عنوان سے اس کے تالیف کی تفصیل تحریر فرمائی ہے۔ لکھتے ہیں:

"ابتداءً جب کام شروع ہوا تو تدریس کی مشغولیت بھی تھی، اور کتابوں کی کمی بھی،

---

[1] مولانا کے مقالات و قصائد کا مجموعہ پاکستان سے شائع ہو چکا ہے۔

پھر آئندہ چل کر کتابوں کا کچھ ذخیرہ بھی ہوا تو دوسری طرف معاشی بدحالی نے اطمینان کا سانس نہیں لینے دیا۔ بہرحال سات سال کے عرصہ میں (درمیان میں انقطاع کیساتھ) کتاب الحج تک یہ کام ہوسکا[1]۔ اس میں "العرف الشذی" کی غلطیوں کی اصلاح بھی کی گئی اور استدراک واضافہ بھی۔ پھر پاکستان آنا ہوا اور یہ کام آگے نہیں بڑھ سکا — جو کام ہوا تھا وہ موجودہ زمانہ کے ذوق کے مطابق نہ تھا اس لئے زمانہ کے مذاق کے مطابق پھر سے اس کو ترتیب دیا اور اس کا نام معارف السنن رکھا[2]

(معارف السنن ص ۶۲۷/۲)

لیکن طباعت کی نوبت بہت بعد میں آئی اس کیلئے اسباب بھی غیب سے نہایت حیرت انگیز طریقہ سے مہیا ہوئے ملاحظہ ہو معارف السنن ص ۶۲۳/۲ و ص ۶۲۴/۲ ۔

اس سے معلوم ہوا کہ معارف السنن کا اصل کام ڈابھیل ہی میں ہوا ہے اس کی جلدوں کے اخیر میں جو تاریخ درج ہے وہ تالیف کی نہیں طباعت کی ہے ۔

(معارف السنن ص ۶۲۵/۲)

مولانا سید احمد رضا بجنوری مدظلہ (جو مجلس علمی ڈابھیل کے اُس وقت ناظم تھے) نے بھی لکھا ہے کہ چھٹی جلد کا کافی حصہ ڈابھیل میں لکھ چکے تھے انوار الباری ص ۶/۱۴ مولانا یوسف صاحب نے لکھا ہے کہ کتاب الحج کا نصف سے زائد حصہ باقی تھا چھٹی جلد کی طباعت کے وقت وہ مکمل کیا گیا۔ معارف السنن ص ۶۲۵/۲ ۔

---

[1] بینات مولانا یوسف نمبر میں ہے کہ العرف الشذی کی تصحیح کا کام مولانا نے اخیر تک کرلیا تھا، تصحیح شدہ نسخہ مولانا کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے ص ۱۳۸ ۔

[2] بینات اشاعت خاص میں ہے کہ اصل مسودہ اس طرح تھا کہ عرف شذی کی عبارت قال سے لکھی تھی اور تصحیح واضافہ اقول سے پھر پاکستان آکر اپنے ایک شاگرد مولانا امین اللہ بھاولپوری سے اس کو ایک دوسرے میں داخل کرکے مربوط و مسلسل کردیا ص ۱۳۸ ۔

ہلے گئے۔ طبیعت کا میلان دینی اور مذہبی تعلیم کی طرف تھا، موضع ٹھٹھ ضلع راولپنڈی
میں مولانا احمد الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے جہاں نحو و صرف کی کتابیں پڑھیں، پھر
انی ضلع گجرات کی مشہور درسگاہ میں پہونچ کر علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل کی، وہاں سے آپ
واں بھچراں ضلع میانوالی میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے شیخ کامل مولانا حسین علی کے
پاس تشریف لائے اور موصوف سے تفسیر پڑھی اپنی ذہانت اور قابلیت سے چند ہفتوں
میں استاذ کے منظور نظر شاگرد بن گئے، اسی زمانہ میں استاذ محترم کے تفسیری فوائد
ونکات قلم بند کرے۔

سلسلۂ طریقت استاذ مذکور مولانا حسین علیؒ سے بیعت ہوئے، انتقال کے
بعد شیخ کے خلیفۂ اجل شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غورغشتوی
سے روحانی تعلق قائم رکھا۔

علم حدیث کیلئے سفر پھر آپ طویل سفر اختیار کر کے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل
تشریف لائے (یہاں علامہ کشمیری، علامہ شبیر احمد
عثمانی، مولانا سراج الدین رشیدی وغیرہ سے حدیث کی کتابیں پڑھیں۔ سنہ ۱۳۵۰ھ میں
دورۂ حدیث میں شریک ہوئے صرف ایک سال ہی یہاں رہے اس سے قبل روداد میں
نام نہیں ۱۲) آپ کے رفقاء کا کہنا ہے کہ آپ نے وہاں بھی اساتذہ کی نظر میں ممتاز مقام
حاصل کرلیا تھا۔ (دورۂ حدیث کی تمام کتابوں میں پچاس نمبر حاصل کئے تھے ساتھیوں میں
سب سے زیادہ نمبر موصوف کا ہی تھا۔ ملاحظہ ہو ارر و روداد سنہ ۱۳۵۰ھ صـ۴۳)۔
اسی دوران جامعہ اسلامیہ کے طلباء میں اپنے شیخ مولانا حسین علی کے طرز پر قرآن مجید
کا درس دیتے رہے، اس دوران آپ دیوبند بھی گئے۔

لہ سنہ ۱۳۵۰ھ کی روداد میں مولوی غلام خان کا ذکر ہے، اس وقت ان کا نام یہی تھا، پھر شوال
سنہ ۱۳۵۱ھ میں نہیں آئے، شاید فارغ ہونے کے بعد ایک سال رہے، اس لئے کہ شعبان سنہ ۵۰ھ
میں فارغ ہوئے تنخواہ بھی صرف دس روپئے تھی، کھانا بذمہ مدرسہ ۱۲ (روداد ارو د سنہ ۱۳۵۱ھ صـ۴۹)۔

تدریس اور آپ کی یادگار درسگاہیں

تدریسی زندگی کا آغاز غالباً بصیرہ ضلع ... نے کیا، کئی سال وہاں قرآن و حدیث اور فنون کی تعلیم دیتے رہے ۱۹۳۶ء یا ۱۹۳۷ء میں راولپنڈی ایک ہائی اسکول کے استاذ کی حیثیت سے تشریف لائے، اس وقت راولپنڈی میں مسلک دیوبند کی صرف دو مساجد تھیں چند ماہ میں آپ نے اپنے جوش خطابت سے ایک مقام پیدا کرلیا، چنانچہ آپ کو مسجد پرانا قلعہ کی خطابت پیش کی گئی اور پندرہ روپئے مشاہرہ مقرر ہوا مگر آپ نے اس کو ٹھکرادیا اور فرمایا میں فی سبیل اللہ قرآن کی خدمت کروں گا۔ دیکھتے ہی دیکھتے پرانا قلعہ کی مسجد عوام و خواص کا مرکز بن گئی اور مسلک دیوبند کی بنیاد پڑگئی، آج الحمدللہ اکثر مساجد اپنے مسلک کی ہیں۔

دارالعلوم تعلیم القرآن کی بناء

آپ نے ۱۹۴۰ء میں اسی مسجد میں دارالعلوم تعلیم القرآن کی بنیاد ڈالی اور عرصہ تک تفسیر و حدیث اور فنون کی تعلیم دیتے رہے، آزادی کے بعد یہ دارالعلوم راجہ بازار کی ایک متروکہ عمارت میں منتقل ہوا جو ایک سادھو کی تربیت گاہ تھی، اس کے متصل خالی زمین میں ایک وسیع جامع مسجد کی بنیاد رکھی، اور مسجد کے شمالی جانب تعلیم القرآن ہائی اسکول قائم کیا جس کو اسلامی تعلیم میں بنیادی حیثیت حاصل تھی، بعد میں قومی تحویل میں لے لیا گیا، دارالعلوم میں دورۂ حدیث تک درس نظامی کا انتظام ہے، دارالافتاء بھی قائم ہے۔

دارالعلوم حسینیہ دریہ

اس کے بعد اپنے آبائی گاؤں دریہ میں اپنی ذاتی اراضی تقریباً ۵ کنال پر ایک مسجد تعمیر کرائی اس کے ساتھ مدرسہ دارالعلوم حسینیہ قائم کیا، اسی عمارت میں گاؤں کا پرائمری اسکول بھی حکومت کی طرف سے قائم ہے لیکن آپ نے کبھی کرایہ نہیں لیا، اس کو بھی قوم کی خدمت سمجھا۔

مدرسہ اشاعت العلوم اٹک

بعد ازاں آبائی ضلع کے صدر مقام اٹک شہر میں اپنی جیب خاص سے پانچ کنال اراضی خریدی

سفرِ پاکستان جنوری ۱۹۵۱ء کو ہندوستان سے ہجرت کرکے پاکستان پہونچے اور دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار (حیدرآباد سندھ) میں شیخ التفسیر مقرر ہوئے[1]، وہاں تین برس رہے، پھر وہاں سے مستعفی ہوکر کراچی آگئے اور محرم ۱۳۷۴ھ ۱۹۵۴ء میں نیوٹاؤن میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ کی بنیاد رکھی اس کا نام شروع میں مدرسہ عربیہ تھا پھر مدرسہ عربیہ اسلامیہ ہوا بعد کو جامعۃ العلوم الاسلامیہ ص۳۶۔ شروع میں فارغ التحصیل طلبہ کی تربیت کے لئے درجہ تکمیل کا افتتاح کیا بعدازاں دورۂ حدیث کے درجہ کا اجراء کیا آگے چل کر درس نظامی کے تمام درجات قائم کرنے پڑے، اس طرح یہ جامعہ اوپر سے نیچے کی طرف بڑھتا گیا[2]۔ اور پاکستان میں ایک عظیم اسلامی ادارہ شمار ہونے لگا، اس کی وسیع و عریض خدمات سے مولانا کے خلوص کا پتہ چلتا ہے (اس جامعہ کی پوری تفصیل اسی طرح مولانا کے تفصیلی حالات و کمالات "بینات مولانا یوسف نمبر" میں ملاحظہ فرمائیے)۔ مولانا اخیر تک اسی جامعہ سے متعلق رہے۔ اس کے بانی، اس کے شیخ، اس کے سرپرست اور سب کچھ تھے۔ یہاں بے شمار طلبہ نے آپ سے استفادہ کیا اور اعلیٰ قابلیت بہم پہنچائی۔ قیامِ پاکستان کے اس دور میں بھی آپ نے متعدد کتابوں پر مقدمات تصنیف فرمائے۔ اخیر میں ردِّ مودودیت کی طرف متوجہ ہوئے تو اس پر بھی عربی میں کتابیں لکھ ڈالیں، ردِّ قادیانیت میں جو خدمات آپ نے انجام دیں وہ مشہورِ زمانہ ہیں۔ بینات مولانا یوسف نمبر ص۱۳۸ اور اس کے مابعد میں اس کی تفصیلات دیکھی جا سکتی ہیں۔

مولانا کی شخصیت اتنی جامع تھی کہ آپ کی تنہا ذات میں محدث، فقیہ، مفسر، اصولی، ادیب، متکلم، مصنف، محقق، صوفی، زاہد، متوکل سب کچھ نظر آتا ہے۔ آپ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے ایک بے نظیر فرزند ہیں۔ علم و عرفان، معرفت و ایقان کا یہ آفتاب دل کے عارضہ میں تین دن مبتلا رہ کر ۳ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۷ء کو غروب ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون[3]

---

[1] اسی وقت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری بھی پاکستان گئے تھے، اور اسی مدرسہ کے شیخ الحدیث مقرر ہوئے تھے۔ [2] بینات ص۲۵ و ص۲۳۶ [3] بینات ص۵۰ ۔

(ماخوذ از ماہنامہ الرشید رمضان ۱۴۰۰ھ)

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خانصاحب

رحمۃ اللہ علیہ

متوفی شب ۱۲ر رجب ۱۴۰۰ھ اپریل ۱۹۸۰ء

ولادت آپ کی ولادت چودہویں صدی ہجری کے تیسرے عشرہ، بیسویں صدی عیسوی کے پہلے عشرہ میں موضع دریہ[1] ضلع اٹک میں ایک زمیندار گھرانہ میں ہوئی۔ یہ گھرانہ قبیلہ اعوان سے تعلق رکھتا تھا (جامعہ کی روداد میں آپ کا نام غلام خاں کیمبل پوری لکھا ہے ۱۲) آپ کا نام پہلے غلام خان تھا۔ شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے آپ کا نام غلام اللہ خاں رکھا، والد کا نام فیروز خاں ہے جو علاقہ کے صاحب حیثیت اور بااثر شخص تھے۔

ابتدائی تعلیم ناظرہ قرآن اور اسکول کی تعلیم نویں جماعت تک گاؤں ہی میں حاصل کی اسکول کی تعلیم سے تنگ آکر والد صاحب کی مرضی کے خلاف گھر سے

---

[1] یہ موضع دریہ ضلع کے مشہور قصبہ حضرو سے قریب ہی واقع ہے۔ اسی قصبہ کے قریب بہبودی بھی واقع ہے جو مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری کا وطن ہے۔ یہ علاقہ انیسویں صدی میں ضلع راولپنڈی میں تھا۔ اس کے بعد اس علاقہ کا ضلع اٹک مقرر ہوا۔ ۱۹۰۴ء میں ایک انگریز کمشنر کیمبل نے آکر اٹک سے پندرہ ۱۵ میل کے فاصلہ پر نیا شہر کیمبل پور آباد کیا جو اب علاقہ کا ضلع ہے۔ اسی کیمبل پور کو کامل پور بھی کہتے ہیں ۱۲ (تجلیات رحمانی ص ۱۴۹)۔

ان میں مولانا عبداللطیف صاحب نعمانی مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ مفتاح العلوم مئو، مولانا وصی اللہ صاحب فتحپوری، مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مظاہر علوم سہارنپور، مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری، قطب الارشاد شیخ المحدثین حضرت مولانا زکریا صاحبؒ کے نام سرفہرست ہیں، حضرت شیخ الحدیثؒ سے بیعت ہو کر خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔

آپ نے فراغت کے بعد مظاہر العلوم میں معین مدرس کی حیثیت سے کام کیا اسی زمانہ میں مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی نے آپ سے تلمذ کیا، فراغت کے سال کسی ساتھی نے حسد کی وجہ سے زہر کھلا دیا تھا اگرچہ اس وقت آپ کو اللہ تعالیٰ نے بچا لیا تھا لیکن کسی کسی وقت صحت پر اس کے مضر اثرات ظاہر ہو جایا کرتے تھے اس لئے تبدیلی آب و ہوا کیلئے وطن چلے گئے وہاں اورنگی میں چند ماہ پڑھایا پھر مدرسہ قاسم العلوم ہرتا ضلع دیوریا میں چھ برس تک تعلیم دی، مشکوٰۃ تک پڑھایا، بیمار ہو کر گھر آگئے اور بزرگوں کے مشورہ پر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل شوال ۱۳۶۳ھ میں تشریف لائے، یہاں فنون کے ساتھ دورۂ حدیث کی کتابیں بھی پڑھائیں ۱۳۶۵ھ میں اہلیہ کی بیماری کی وجہ سے ایک سال کی رخصت لے کر گھر چلے گئے، وہاں احیاء العلوم میں دو سال مدرسی کی، پھر دوبارہ ۱۳۶۸ھ میں ڈابھیل آئے دو سال تک مسلم شریف اور ترمذی شریف کا درس دیا۔ جب مولانا یوسف صاحب بنوری تقسیم ہند کے بعد پاکستان چلے گئے تو بخاری جلد اول اور ترمذی آپ سے متعلق رہی اور ۱۳۷۲ھ تک آپ یہاں درس دیتے رہے۔

زمانۂ طالب علم میں مولانا الیاس صاحبؒ کے تبلیغی مشن سے متاثر ہوئے تھے۔ قیام ڈابھیل کے دوران مولانا سید اصغر حسین صاحب دیوبندی اور مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ کی صحبتوں سے اس میں اور جلاء پیدا ہوئی، آپ کی تقریر پرتاثیر اور انقلاب آفریں ہوا کرتی تھی، انہی دنوں ضلع کھیڑہ میں ارتداد کی

فضا قائم تھی، مولانا شمس الدین صاحب بڑودوی خلیفہ حضرت شیخ الاسلام کے اصرار اور حالات کے تقاضے سے آپ نے ڈابھیل چھوڑ کر ماہ شوال ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۴ر جون ۱۹۵۳ء میں جامعہ عربیہ تعلیم الاسلام آنند ضلع کھیڑا کی مدرسی قبول کرلی، دن کو درس دیتے اور رات کو سنت کی ترویج واشاعت کیلئے دورے کرتے، اللہ تعالیٰ نے آپ کے اور دیگر علماء کرام کی مساعی جمیلہ سے لوگوں کو بڑا فائدہ پہنچایا۔ ارتداد کا فتنہ دب گیا۔ شعبان ۱۳۷۹ھ فروری ۱۹۶۰ء تک آپ آنند رہے۔

۱۲ر جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ مطابق ۵ر دسمبر ۱۹۵۷ء کو جب شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ عالم جاویدانی کو رحلت فرماگئے، اور ان کی جگہ حضرت مولانا سید فخرالدین احمد صاحب شیخ الحدیث مدرسہ شاہی دارالعلوم دیوبند کے مستقل شیخ الحدیث بنادئے گئے تو اکابر کے حکم اور اصرار پر استخارہ کے بعد آپ نے مدرسہ قاسمیہ شاہی مرادآباد کی مدرسی قبول فرمالی اور ماہ شوال ۱۳۷۹ھ میں آپ شیخ الحدیث و صدرالمدرسین اور ناظم تعلیمات کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوکر تشریف فرما ہوئے ساتھ ہی ترجمۂ قرآن کی خدمت بھی آپ کے سپرد ہوئی، ۷ر اپریل ۱۹۷۶ء کو مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کے ایک جلسہ میں شرکت کیلئے جاتے ہوئے رکشہ کے ایکسیڈنٹ کا واقعہ پیش آیا جس سے کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی، اور بہت معذور ہوگئے اب تک حدیث کی خدمت برابر انجام دے رہے ہیں۔ معذوری کے بعد ۱۳۹۸ھ سے بلا معاوضہ حسبۃً للہ کام کررہے ہیں۔

جزاہ اللہ خیرا دعافاہ

(از مقدمۂ امداد الباری)

وہاں ایک جامع مسجد اور مدرسہ جامعہ اشاعت اسلام کی بنیاد رکھی جو چند سالوں میں ہی بن ہوگیا اور اس ادارہ کے صحن میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا، اس ادارہ میں بھی ناظرہ، حفظ تجوید مروجہ درس نظامی پڑھایا جاتا ہے۔

دورۂ تفسیر آپ دورۂ تفسیر اپنے شیخ مولانا حسین علی کے طرز پر ہر سال پڑھاتے تھے، آپ کے تلامذہ مشرق بعید، بر اعظم ایشیا، افریقہ اور تمام ممالک اسلامیہ میں کام کر رہے ہیں، آپ کے دورۂ تفسیر میں پانچ سو فضلاء و علماء، طلباء و شریک ہوتے تھے، آپ کو دورۂ تفسیر سے اس قدر شغف تھا کہ فرماتے تھے یہ میرا سالانہ تبلیغ ہے۔

۱۳۹۹ھ میں حج کے موقع پر سعودی حکومت کی خصوصی دعوت پر پاکستان کی جانب سے حرم شریف میں ایک ماہ تک درس دیا جس کے تمام انتظامات وزارت امور مذہبیہ سعودیہ عربیہ نے کئے تھے، انگلینڈ بھی تشریف لے گئے تھے، تقریباً چالیس مقامات پر توحید و سنت کی اشاعت میں خطاب کیا۔ تحریک آزادی میں مجلس احرار اور جمعیۃ علماء ہند کی تائید کی تھی، قیام پاکستان کے بعد علماء حق کی ہر تحریک میں پیش پیش تھے، تینوں مارشل لاء میں گرفتار بھی ہوئے، نظام اسلام کی تحریک میں پاکستان بھر کے علماء کو سڑکوں پر لانے اور شامل جلوس کرنے کا سہرا آپ کے سر ہے، سب سے پہلے علماء کا جلوس آپ ہی کی قیادت میں دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی سے نکلا، سوشلزم اور کمیونزم کی بھی شدت سے تردید کی۔ مسلک میں اگرچہ شدت تھی لیکن اخلاق بہت اونچے تھے اس لئے فرقہ بریلویہ کے لوگ بھی آپ کے ساتھ جمع ہو جاتے تھے۔

تصنیفات آپ نے متعدد تصانیف یادگار چھوڑیں۔ ۱۔ تفسیر جواہر القرآن تین جلدوں میں، ۲۔ تفسیر بلغۃ الحیران و تفسیر بے نظیر، آپ کے شیخ کے فوائد کا مجموعہ، ۳۔ قرآن مجید پر حاشیہ لکھا اور شیخ الہند کے ترجمہ کے ساتھ شائع کیا، ۴۔ جواہر التوحید مسئلہ علم غیب کی تحقیق میں، ۵۔ ماہنامہ تعلیم القرآن جاری فرمایا جس میں آپ کے متعدد تحقیقی و علمی مضامین موجود ہیں۔

اپریل ۱۹۸۰ء کے آخری ہفتہ میں عمرہ کیلئے تشریف لے گئے تھے، واپسی میں بحرین ہوتے ہوئے دوبئی پہونچے، ۲۶ رجب ۱۴۰۰ھ ۲۶ مئی ۱۹۸۰ء کو عشاء کے بعد خطاب فرمانا تھا، اسٹیج پر تشریف لا چکے تھے کہ اچانک دل کا دورہ پڑا جس میں تقریباً دس سال سے مبتلا تھے، فوراً ہسپتال لایا گیا، وہاں کے ۱۱½ بجے پاکستان کے ۱۲ بجے مالک حقیقی سے جا ملے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جنازہ راولپنڈی لایا گیا، صبح آٹھ بجے لیاقت باغ میں جنازہ کی نماز ہوئی جس میں صدر جنرل ضیاء الحق کے علاوہ مرکزی وزراء و علماء اور طلباء نیز عوام کے ایک لاکھ ہجوم نے شرکت کی، وہاں سے اٹک لایا گیا، یہاں بھی نماز پڑھی گئی اور مدرسہ جامعہ اشاعت العلوم کے صحن میں سپرد خاک کیا گیا۔

دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی کا اہتمام بڑے صاحبزادہ مولانا قاضی احسان الحق صاحب کو سپرد کر چکے تھے اور اٹک کے اشاعت العلوم کا اہتمام صاحبزادہ مولانا یسین علی کو۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

ملخص تما ماہنامہ الرشید رمضان ۱۴۰۰ھ بین القوسین اضافہ میرا ہے ۱۲
فضل الرحمٰن اعظمی

مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی مدظلہ

آپ کی ولادت قصبہ مئوناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ کے قریب ایک بستی "پورہ معروف" میں ۱۹۰۸ء میں ہوئی آپ نے شرح وقایہ تک کی تعلیم مدرسہ معروفیہ میں حاصل کی، پھر احیاء العلوم مبارکپور چلے گئے وہاں ایک سال سے زائد رہ کر سال کے باقی ایام دارالعلوم مئو میں گذارے، اس کے بعد مظاہر علوم سہارنپور چلے گئے۔ ۱۹۴۸ء میں فراغت حاصل کی اور ۱۹۴۹ء میں فنون کی تکمیل کی، آپ نے جن اساتذہ سے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کی

حضرت مولانا محمد ایوب صاحب اعظمیؒ

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

ولادت ۱۳۱۹ھ
۱۹۰۱ء

وفات ۶؍شوال ۱۴۰۴ھ مطابق ۶؍جولائی ۱۹۸۴ء بروز جمعہ
بوقت پونے پانچ بجے صبح

ولادت ماہ شوال ۱۳۱۹ھ (مطابق ۱۹۰۱ء) میں آپ کی ولادت قصبہ مئوناتھ بھنجن ضلع اعظم گڈھ یوپی میں ہوئی، نام محمد ایوب رکھا گیا۔ سلسلہ نسب یہ ہے:۔ محمد ایوب بن محمد صابر بن احمد بن جیون بن روشن علی۔ یہ خاندان مئو سے تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں بختیادر گنج میں آباد تھا، مولانا کے والد صاحب وہاں سے منتقل ہوکر اپنے سسرال اللہ داد پورہ مئو میں آکر رہنے لگے اور یہیں کے ہوگئے، مولانا کی ولادت اسی محلہ میں ہوئی۔

اس خاندان میں متعدد عالم اور صوفی گذرے ہیں، مثلاً مولانا عصمت اللہ، عبدالحکیم، مولانا صفی اللہ، مولانا محمد ظہیر صاحبان۔ نزہۃ الخواطر اور تذکرہ علماء ہند الزمان مصنفہ یونس بلگرامی میں ان حضرات کا تذکرہ موجود ہے، ان کے علاوہ مولانا محمد سلیم و مولانا سلامت اللہ و مولانا عطاء اللہ وغیرہم، خاندان کے علماء کا روحانی تعلق حضرت صوفی ولی محمد گھوسوی[1] نوراللہ مرقدہ

---

[1] گھوسی ضلع اعظم گڈھ میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔

سے تھا۔

تعلیم ابتدائی تعلیم ناظرہ اور اردو کی گھر ہی پر ہوئی، پھر فارسی اور ابتدائی عربی کی تعلیم محلہ اورنگ آباد مئو میں ایک چھوٹا سا مدرسہ حکیم مولانا شاہ محمد عمر صاحب مرحوم کے احاطہ میں تھا جس میں مولانا عبد الرحمٰن صاحب اورنگ آبادی پڑھاتے تھے وہاں ہوئی، پھر مولانا عبد الغفار صاحب مئوی کی خدمت میں نوانگر ضلع بلیا جہاں وہ پڑھاتے تھے حاضر ہوئے، تقریباً سال بھر وہاں تعلیم لی۔ اس کے بعد مولانا امان اللہ صاحب (جو مولانا عبد الحی فرنگی محلی لکھنوی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے) کے پاس مدرسہ مظہر العلوم بنارس حاضر ہوئے تقریباً دو سال وہاں تحصیل علم کیا۔ کافیہ، شرح جامی، کبریٰ، صغریٰ، میزان، منطق، شرح تہذیب وغیرہ ان سے پڑھی۔

اتنے مراحل طے کرنے کے بعد دار العلوم دیوبند کا رخ کیا، وہاں کئی سال رہنا ہوا فنون اور درسیات کی اکثر کتابیں اساتذۂ دار العلوم علامہ بلیاوی، مولانا اعزاز علی، مولانا عبد السمیع اور مولانا رسول خان صاحب وغیرہم سے پڑھیں۔[1] منطق و فلسفۂ قدیم کا زوال ہو چکا تھا مگر پھر بھی کچھ نہ کچھ آبرو باقی تھی اس لئے اس کے پڑھنے کا شوق ہوا، اس وقت اس فن کے مشہور استاذ حضرت مولانا ماجد علی صاحب جونپوری تھے جو مینڈھو ضلع علیگڈھ میں پڑھاتے تھے اور اس فن کے شائقین کے مرجع بنے ہوئے تھے، مولانا بھی ان کی خدمت میں گئے اور کئی سال رہے منطق و فلسفہ کی مشہور و متداول کتابوں کے سوا کچھ مخصوص کتابیں بھی پڑھیں جو نایاب تھیں۔ مثلاً محقق طوسی کی شرح اشارات اور اس پر محاکمات، افق المبین میر باقر داماد کے کچھ اجزاء اور شیخ بو علی سینا کی شفاء کے بعض اجزاء، اس وقت

---

[1] اسی زمانہ میں جب کہ آپ شرح وقایہ کے طالب علم تھے حضرت شیخ الہندؒ کے درس ترمذی میں سامع کی حیثیت سے دیگر طلبہ کے ساتھ شریک ہوئے تھے، حضرت شیخ الہند سفر حجاز کیلئے روانہ ہونے والے تھے، تبرکاً کتاب شروع کرائی تھی۔ (از افادات شیخ)

مولانا شریف حسن صاحب دیوبندیؒ

ولادت ۱۹۲۰ء / ۱۳۳۸ھ ———— وفات ۱۳۹۷ھ

دیوبند کے رہنے والے تھے ۹ راگست ۱۹۲۰ء کو دیوبند میں پیدا ہوئے اور یہیں حافظ عبدالخالق مرحوم سے قرآن شریف حفظ کیا، پھر تین سال تک فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں بہٹ (ضلع سہارنپور) کے مدرسہ میں رہ کر پڑھیں بعد ازاں دارالعلوم میں داخل ہو کر درس نظامی کے نصاب کی تکمیل کی۔ ۱۳۵۹ھ میں دورۂ حدیث سے فارغ التحصیل ہوئے۔

تعلیم سے فراغت کے بعد شوال ۱۳۶۰ھ / ۱۹۴۱ء میں مدرسہ امداد العلوم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں صدر مدرس مقرر ہوئے، انھیں جملہ علوم وفنون میں کامل دستگاہ حاصل تھی، حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے فیض صحبت سے حدیث و افتاء سے خاص مناسبت پیدا ہوئی تقریباً ۱۳۶۴ھ میں مدرسہ اشاعت العلوم بریلی کے صدر مدرس بنائے گئے وہاں درس حدیث کے ساتھ افتاء کے فرائض بھی انجام دئے، ۹ سال کے بعد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں شیخ الحدیث مقرر ہوئے وہاں صحیح بخاری اور جامع ترمذی زیر درس رہی، ۱۳۸۳ھ میں انھیں دارالعلوم دیوبند میں بلا لیا گیا علم حدیث سے خاص شغف تھا، حضرت مولانا فخر الدین احمدؒ کے بعد بخاری شریف کے درس کو سنبھالنا ان کا بڑا علمی کارنامہ ہے۔ تادم واپسیں عملاً شیخ الحدیث کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ان کی پوری زندگی درس و تدریس اور علوم دینیہ کے طلباء کی خدمت میں گذری، ان کا درس علمی مواد سے بھرپور ہوتا تھا، طلباء حدیث ان کے درس سے مطمئن ہو کر اٹھتے تھے۔ وفات سے چند گھنٹے قبل تک ان کا علمی فیضان جاری رہا۔

علم و تقویٰ اور فضائل اخلاق و شمائل میں علماء اکابر کی یادگار تھے وہ اپنے علمی تبحر اور علم حدیث سے خصوصی تعلق و شغف اور اپنی پاکیزہ نفسی کے باعث اپنے معاصرین میں ممتاز تھے ہر چھوٹے بڑے سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے ظاہر و باطن دونوں پاک تھے طبیعت نہایت مرنجاں مرنج پائی تھی۔

۱۴ / ۱۵ جمادی الثانیہ ۱۳۹۶ھ کی درمیانی شب میں تقریباً ۵۹ سال کی عمر میں بعارضۂ قلب چند گھنٹوں کی مختصر علالت کے بعد واصل بحق ہو گئے۔

رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

قبرستان قاسمی ان کی ابدی آرام گاہ ہے۔

(از تاریخ دارالعلوم دیوبند ص ۱۶۸/۲)

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں آپ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ میں تشریف لائے، اور صدر مدرس کی جگہ بخاری شریف کا درس آپ سے متعلق رہا، ۱۳۷۵ھ تک یہ منصب آپ کے سپرد رہا ۱۳۷۶ھ میں ایک دوسرے مدرس شیخ الحدیث رہے لیکن پھر ۱۳۷۷ھ میں ان کے چلے جانے کے بعد آپ صدر مدرس بنے اور ۱۳۸۳ھ تک رہے۔ بعد ازاں دارالعلوم دیوبند میں مدرس حدیث بن کر تشریف لے گئے۔

جمادی الاولیٰ ۱۳۸۴ھ سے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کو آپ کی خدمات حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا الحمدللہ اس وقت سے شعبان ۱۴۰۴ھ تک آپ کا فیض یہاں جاری رہا، بخاری شریف مکمل اور ترمذی شریف مکمل آپ سے متعلق رہی چند برسوں سے ضعف کی وجہ سے ترمذی شریف چھوڑ دی تھی صرف بخاری شریف کا درس دیتے تھے، اس بیس سالہ مدت میں آپ سے اکتساب فیض کرکے سیکڑوں علماء ہند و بیرون ہند میں دین متین کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

مرض وفات تعلیمی سال کے اختتام ماہ شعبان سے چند ماہ قبل بواسیر کی شکایت پیدا ہوئی، مختلف دوا علاج کے باوجود شکایت برابر جاری رہی، کئی بار زیادہ مقدار میں خون آیا جس نے ضعف پیدا ہوگیا پھر کچھ طاقت آگئی۔ ۱۱ر شعبان کو جلسہ کے بعد وطن تشریف لے گئے وہاں بھی علاج معالجے کے باوجود شکایت باقی رہی، رمضان سے قبل بخار میں بھی مبتلا ہوئے جس سے ضعف اور بڑھ گیا، غذا بھی نہیں ہوتی تھی، شدت ضعف کی وجہ سے رمضان کے بعض روزے بھی نہیں رکھ سکے، اخیر رمضان میں بواسیر کا آپریشن کرا دیا گیا۔ اس سے افاقہ ضرور ہوا لیکن خون کا آنا بالکل بند نہیں ہوا تاہم حالت تشویشناک نہیں تھی، عید کے دن نماز عید کیلئے نکلنے کی تیاری کر رہے تھے کہ اچانک سینہ پر شدید درد ہوا، جس کی وجہ سے عید کی نماز کیلئے نہ جاسکے، ڈاکٹر بلائے گئے، جنھوں نے اس درد کو ریاحی درد تجویز کیا علاج جاری رہا، ڈابھیل آنے کی باتیں چل رہی تھیں انتظار تھا کہ طبیعت میں افاقہ ہوجائے تو سفر کیلئے ریزرویشن کرایا جائے۔ مولانا نے صاحبزادوں کو جمع کرکے اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا کہ صحت ہونے پر ڈابھیل جاؤں گا، بخاری شریف کی صرف جلد اول لوں گا، اور اب تنخواہ نہیں لوں گا، صاحبزادوں نے اس رائے کی تائید کی اور اس پر خوشی ظاہر کی، سینہ کا درد وقتاً فوقتاً ہوجایا کرتا تھا دو روز سے ملت ۳ لم بجے درد اٹھتا لیکن انجکشن اور دوا سے افاقہ ہوجاتا، ۲ر شوال جمعہ کو بھی اسی وقت درد شروع ہوا دوا کھلائی گئی لیکن قے ہوگئی انجکشن دیا گیا لیکن اس کا کوئی اثر ظاہر

نہیں ہوا بالآخر وقت موعود قریب آگیا تو زبان پر کلمہ طیبہ کا ذکر خود جاری ہوگیا تقریباً پونے پانچ بجے (جو وہاں فجر کی جماعت کا وقت تھا) دین متین کا یہ ۸۵ سالہ خادم ہمیشہ کیلئے آسودۂ خواب ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حادثہ کے بعد شہر میں لاؤڈ اسپیکر سے اعلان شروع ہوگیا تھوڑی دیر میں یہ خبر جاں گسل مئوشہر اور مضافات میں پھیل گئی، شہر میں ہڑتال رہی دوکانیں بند رہیں، نماز جمعہ کے بعد پونے دو بجے نماز جنازہ کا وقت مقرر تھا، شہر کے تمام علاقوں سے نماز جمعہ سے لوگ فارغ ہوکر شاہی جامع مسجد کٹرہ کے وسیع میدان میں جمع ہوگئے، پورا میدان کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، جگہ کی تنگ دامانی کی وجہ سے جامع مسجد میں بھی دور تک صفیں لگیں نماز جنازہ آپ کے رفیق قدیم محدث جلیل مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ نے پڑھائی اس کے بعد محلہ کے قبرستان میں سپرد خاک کردیا گیا۔

رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً وغفر لہ مغفرۃً تامۃً

۷ر شوال بروز شنبہ تار سے یہ خبر صاعقہ اثر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل پہونچی، جس نے بہت سے دلوں کو پژمردہ اور بے قرار کردیا اطراف میں بھی خبر مشہور ہوئی بہت سی مساجد میں قرآن خوانی کرکے ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا۔ جامعہ اس وقت بند تھا۔ ۱۴ر شوال کو جامعہ کھلا۔ داخلہ کی کارروائی مکمل ہونے کے بعد تعلیم شروع ہوگئی تو ۱۹ر شوال کو جامعہ میں بھی قرآن خوانی کی گئی۔ ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت ہوئی شیخ الجامعہ کے انتقال پر ملال پر رنج وغم کا اظہار کیا گیا، ان کے حالات زندگی اور فضائل پر روشنی ڈالتے ہوئے موصوف کے نقشِ قدم پر چلنے کی تلقین کی گئی۔

اور دعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں شایان شان مقام عطا فرمائے اور ملت اسلامیہ خصوصاً جامعہ کو آپ کی وفات سے جو صدمہ لاحق ہوا ہے اللہ تعالیٰ اس کی تلافی کی بہترین صورتیں پیدا فرمائے، جلسہ کے بعد اس دن جامعہ میں تعطیل کردی گئی۔

یہ دونوں کتابیں مطبوعہ نہیں ملتی تھیں حضرت استاذ کے پاس کچھ اجزاء تھے طلبہ اس کو نقل کر کے پڑھتے تھے۔

منطق و فلسفہ سے فراغت کے بعد لوٹ کر پھر دیوبند آگئے اور دورۂ حدیث پڑھا ابھی حضرت شیخ الہند مالٹا سے رہا ہو کر تشریف نہیں لائے تھے ان کے جانشین حافظ العصر علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ تھے ان سے صحیح بخاری پڑھی، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سے نسائی اور مسلم شریف، حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ سے ابوداؤد، حضرت مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰن صاحب نور اللہ مرقدہ سے موطائین پڑھی یہ ۱۳۳۸ھ کا واقعہ ہے۔

دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد فاضل لاہور کی تیاری میں لگ گئے جس کی اس زمانہ میں بڑی قدر و قیمت تھی۔ ۱۳۳۸ھ ۱۹۲۰ء میں حضرت شیخ الہند مالٹا سے رہا ہو کر آگئے، خلافت کا مسئلہ بڑے زوروں پہ تھا، دہلی میں حضرت شیخ الہند کی صدارت میں جمعیۃ العلماء کا اجلاس ہوا جس میں پانچ علماء شریک ہوئے اسی اجلاس میں ترک موالات کی تجویز پاس ہوئی انگریزوں اور بدیسی چیزوں کا مکمل بائیکاٹ کر دیا گیا۔ اس تحریک کی اہمیت کے پیش نظر فاضل لاہور کے امتحان کا ارادہ ترک کر کے تحریک میں شریک ہو گئے۔

جب تحریک کا زور کم ہوا اور فضا اعتدال پر آئی تو خیال ہوا کہ کہیں تدریسی خدمت میں لگ جانا چاہئے، حسن اتفاق سے کلکتہ کے مضافات میں اکڑا مقام میں ایک مدرسہ "دارالعلوم قدسیہ" کے نام سے مشہور تھا اس میں صدر مدرس کی جگہ خالی تھی آپ کا تقرر صدر مدرسی کیلئے ہو گیا، فنون وغیرہ کی اونچی کتابیں حصہ میں آئیں عمر ابھی بہت کم تھی اچھی طرح داڑھی مونچھ بھی نہیں آئی تھی دوسرے اساتذہ بڑی عمر کے سفید ریش تھے زیادہ دنوں سے تدریس کا کام کر رہے تھے اس لئے وہاں صدر مدرسی کے عہدہ پر کامیاب ہونا ایک مشکل امر تھا، اضطراب اور پریشانی بھی لاحق ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے کتب بینی اور مطالعہ میں محنت کی۔ کچھ ہی دنوں کے بعد اعتماد پیدا کر لیا اور مدرسین و طلبہ میں عزت و محبت کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے۔ پانچ سال وہاں قیام رہا اس مدت

مولانا عبدالجبار صاحب پشاوری (کوٹھوی)

(مدرس اول مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل)

ولادت اور ابتدائی تعلیم آپ کی ولادت ۱۳۱۰ھ کو موضع کوٹھہ تحصیل صوابی میں جناب مولانا شاہ حسین کے ہاں ہوئی تحصیل علم کے لئے ابتداءً علاقہ کے علماء کی خدمت میں حاضر ہوئے، مولانا خلیل الرحمٰن صاحب سے زروبی میں فارسی اور صرف ونحو کی کتابوں کے بعد نور الانوار، قطبی، میر قطبی، اور دیوان متنبی تک تعلیم حاصل کی

اعلیٰ تعلیم اور فراغت تعلیم کی تکمیل کے لئے ٹونک کے مدرسہ ناصریہ میں داخلہ لیا، مولانا سیف الرحمٰن صاحب مہاجر کابل صدر مدرس مدرسہ ناصریہ سے کچھ کتابیں پڑھیں، مولانا موصوف جب مدرسہ فتحپوری تشریف لے گئے اور مولانا حیدر حسن خاں صاحب (جونائب صدر تھے) شیخ الحدیث مقرر ہوئے تو انہی سے صحاح ستہ پڑھ کر سند حاصل کی، مولانا خلیل احمد سہارنپوری سے بیعت ہوئے

آغاز تدریس فراغت کے بعد چند سال نوساری صوبہ گجرات میں تدریس وخطابت کا کام انجام دیا، اسکے بعد وطن تشریف لے گئے اور پشاور ہی میں درس دینے لگے، اسی دوران مولانا یوسف بنوری نے آپ سے چند کتابیں پڑھیں اور مولانا حافظ محمد ادریس طوروی نے آپ سے تحریر سنبٹ اور شرح وقایہ کا درس لیا۔

مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل میں مولانا پشاوری ۱۳۴۲ھ یا ۱۳۴۳ھ میں مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل میں مدرس عربی اور صدر مدرس بنکر تشریف

آپ کے ذریعہ عربی کی تعلیم شروع ہوئی اور آپ کی کوشش سے مشکوۃ شریف اور جلالین شریف تک یہ سلسلہ پہنچا تھا کہ ۱۳۲۶ھ کے اواخر میں علماء دیوبند کا قافلہ علمی پہنچا جسکے سالار علامہ انور شاہ کشمیری تھے اور جنکی آمد سے یہ معمولی مدرسہ ایک شہرۂ آفاق جامعہ بن گیا۔

ان اکابر علماء کی موجودگی میں بھی مولانا پشاوری عربی کے ایک مدرس کی حیثیت سے کئی سال تشریف فرما رہے ۱۳۵۲ھ تک روئیداد میں آپ کا نام ملتا ہے، اس سال مندرجہ ذیل کتب آپ کے زیر درس رہیں، شرح وقایہ، قطبی، میر قطبی، شرح تہذیب، اصول الشاشی، نور الانوار، کافیہ شرح جامی، اس سال شیخ الحدیث علامہ شبیر احمد عثمانی تھے علامہ کشمیری کا انتقال ہو چکا تھا، شاہ صاحب کو آپ سے انتہائی محبت تھی، فرماتے تھے اس مدرسہ کو جو ترقی ملی وہ آپ کی کوششوں اور مسلسل جدوجہد کا ثمرہ ہے، مولانا اپنی تدریسی مشغولیتوں کے باوجود حضرت شاہ صاحب کے درس بخاری شریف میں شرکت فرمایا کرتے تھے ۱۳۴۹ھ کے سفر رنگون میں آپ کو علامہ کشمیری، علامہ عثمانی اور مولانا احمد بزرگ کے ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا تھا

تلامذہ اس طویل مدت تدریس میں آپ سے سینکڑوں طالبان علم نے استفادہ کیا ان میں مولانا موسیٰ بھیات نوساری، مولانا محمد بن موسیٰ میاں سملکی ثم افریقی، مولانا مفتی ابراہیم سنجالوی افریقی قابل ذکر ہیں۔ ۱۳۵۰ھ میں آپ کو زیارت حرمین شریفین کا شرف حاصل ہوا، ڈابھیل سے واپسی کے بعد آپ نے اپنے آبائی گاؤں کوٹھہ میں مولانا عبدالصمد عرف درگئی باباجی صاحب کے تعاون اور مشورے سے مدرسہ صوفیہ کے نام سے ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی اور آخر تک حسبۃً للہ تدریس واہتمام کی خدمات انجام دیتے رہے

وفات ۱۳ رذی الحجہ ۱۳۹۶ھ کو آپ کی روح قید تن سے آزاد ہوئی، نماز جنازہ میں عوام کے علاوہ گرد و نواح کے علماء بھی کثیر تعداد میں شریک ہوئے نماز جنازہ شیخ القرآن مولانا عبدالہادی صاحب منصوری نے پڑھائی اور قبر پر رقت انگیز خطاب فرمایا۔

حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ شیخ الحدیث و بانی و مہتمم دار العلوم حقانیہ نے فرمایا "مولانا مرحوم ہمارے علاقہ میں نمونۂ اسلاف تھے" رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

(ماخوذ از ماہنامہ الحق رجب ۱۴۰۴ھ اپریل ۱۹۸۴ء)

میں دو جماعتیں فارغ ہوئیں اللہ تعالیٰ کی مدد سے اچھی مقبولیت حاصل ہوئی، آب وہوا کی ناموافقت سے صحت خراب ہوگئی اور مدرسہ چھوڑنا پڑا۔

وہاں سے الگ ہوکر دیوریا میں دو سال رہے۔ اس درمیان مئو (ضلع اعظم گڑھ) میں مفتاح العلوم کا قیام عمل میں آگیا تھا، محدث جلیل مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی اور مولانا عبداللطیف نعمانیؒ درسی خدمتیں انجام دے رہے تھے ان حضرات کے اصرار پر دیوریا چھوڑکر مفتاح العلوم آگئے، اراکین مدرسہ نے انتظام واہتمام سنبھالنے پر مجبور کیا، بادل ناخواستہ قبول کرلیا اور تقریباً چونتیس ۳۴ برس تک مفتاح العلوم کی خدمت کی، نظامت کے زمانہ میں چندہ کی فراہمی کے لئے مختلف اطراف کے اسفار بھی ہوتے رہے، وعظ وتقریر کے ذریعہ لوگوں کو دین کی طرف راغب کرنے کی کوشش بھی جاری رہی، مضامین اور مقالات بھی لکھے ایک مقالہ "فلسفۂ موت" کے نام سے بہت پسند کیا گیا، الجمعیۃ نے پھر ماہنامہ مولوی نے اسے شائع کیا، نظامت کے ساتھ ساتھ تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ مختصر المعانی توگویا متعین تھی اس کے علاوہ کبھی ہدایہ اولین کبھی آخرین کبھی مشکوٰۃ کبھی جلالین زیر درس رہی۔

جامع مسجد مئو میں جمعہ کے بعد قرآن پاک کی تفسیر مدتوں بیان کی بیس ۲۰ سال کے عرصہ میں قرآن پاک ختم بھی کردیا، نظامت سے سبکدوش ہوکر سات ۷ سال مفتاح العلوم کے شیخ الحدیث اور صدر مدرس بھی رہے، عوامی اصلاحی تحریک نظام الدین کی تبلیغی جماعت سے بھی منسلک رہے۔ امیر جماعت بن کر لوگوں کو اس کام سے روشناس کرایا، وہ زمانہ تبلیغی جماعت کا ابتدائی زمانہ تھا لوگوں کے کان اس طریق کار سے ناآشنا تھے آپ نے الترغیب والترہیب لابن حجرؒ کا ترجمہ اور تشریح بھی لکھی تھی لیکن مسودہ ایک سفر میں پورے بکس کے ساتھ چوری ہوگیا اس لئے اس کی طباعت نہیں ہوسکی۔

بعض ناخوشگوار واقعات کی وجہ سے مفتاح العلوم سے الگ ہونا پڑا، اس کے بعد ڈیڑھ دو سال ندوۃ العلماء لکھنؤ میں شیخ الحدیث رہے۔[1]

---

[1] یہ سارے حالات مولانا موصوف نے ماہ شعبان ۱۴۰۲ھ میں تحریر کرکے مجھے عنایت فرمائے تھے ۱۲ فضل

شیخ کے اوصاف وکمالات

شیخ موصوف حضرت مولانا شاہ وصی اللہ فتحپوریؒ (خلیفہ اجل حضرت تھانویؒ) سے متعلق تھے، معمولات کے بہت پابند تھے، عشاء کے بعد جلد سوجانے کا معمول تھا، صبح صادق سے پہلے اٹھ کر تہجد پڑھنا آپ کا دائمی معمول تھا۔ بیماری میں بھی تخلف اور ناغہ مشکل تھا، نماز باجماعت کا بہت اہتمام تھا گھٹنوں کے درد اور اٹھنے بیٹھنے کی تکلیف کے باوجود مسجد میں آکر جماعت سے نماز پڑھتے اور فرض نماز کھڑے ہو کر پڑھتے حتیٰ کہ رمضان میں جب طبیعت مسجد جانے کے لائق ہوتی تو دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں آتے، تہجد کے بعد صبح کی نماز تک جہراً ذکر کرتے۔ اسی وقت ذکر کرتے ہوئے دنیا سے رخصت بھی ہوئے۔

دلائل الخیرات اور دوسرے اوراد و وظائف کا معمول تھا جس کی سختی سے پابندی کرتے۔ ملنسار، خندہ جبیں، متواضع واقع ہوئے تھے، ہر چھوٹا بڑا بے تکلف ملتا اور مجلس میں بیٹھتا تھا، طبیعت میں ظرافت بھی تھی، خشک مزاج اور بدخلق نہیں تھے، اپنے چھوٹوں سے بھی احترام کے لہجہ میں گفتگو فرماتے، درس میں بڑی دلچسپی کا سامان ہوتا، طلبہ انداز بیان میں شگفتگی کی وجہ سے کشش محسوس کرتے، علامہ انورشاہ کشمیریؒ کی تحقیقات والہانہ انداز میں بیان فرماتے، انداز بیان ایسا سہل تھا کہ ذکی اور غبی دونوں قسم کے طلبہ یکساں فائدہ اٹھاتے۔ اختلافی مسائل میں مسلک حنفی کی برتری واضح طور پر ظاہر فرما دیتے، چہرہ پر نورانیت کے ساتھ وقار بھی نمایاں تھا طلبہ کے ساتھ بڑی شفقت فرماتے، شاگردوں کے ساتھ خط وکتابت کے ذریعہ تعلق رکھتے اور نیک مشوروں سے نوازتے، غالباً دوبار حج کی سعادت نصیب ہوئی، سال گذشتہ بھی اس سعادت سے بہرہ مند ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ بے پایاں رحمتیں آپ پر

قصائد
و
مراثی
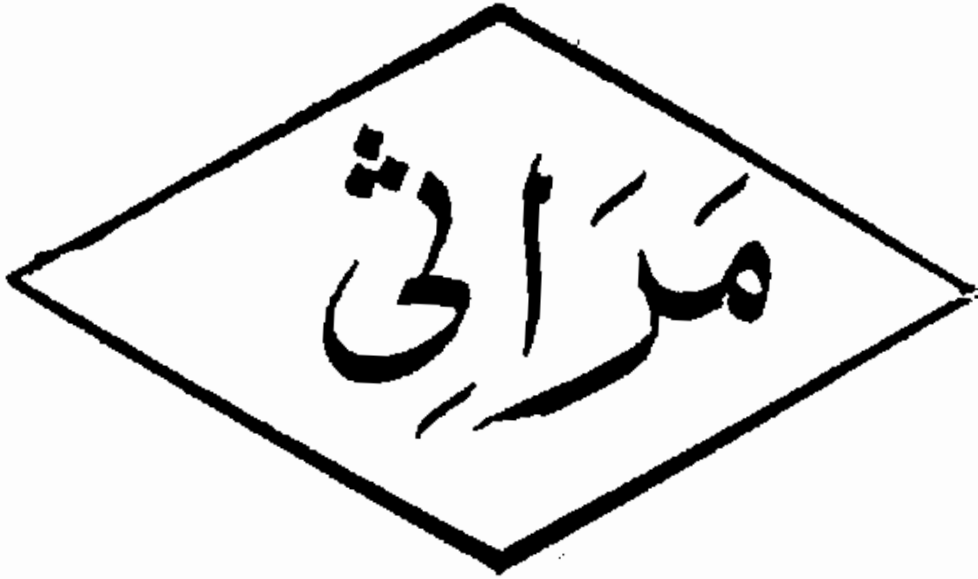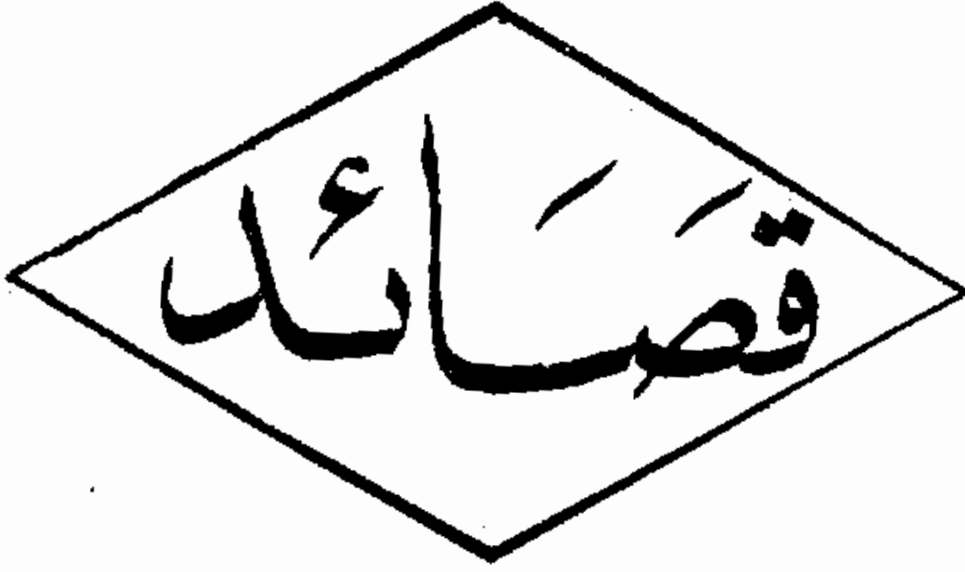
نتیجۂ فکر از حضرت فضلی مشہدی
یکے از رفقاء حضرت مرحوم سملکی
(ماخوذ از تجوید مشہدی قدیم)

بر وفات حسرت آیات مولانا احمد حسن بھام سملکیؒ

ہے سبق آموز عبرت خیز دنیا کا چلن — بے زوال ولا فنا ہے ذات باری ذوالمنن
گل ہوئی وہ شمع صد افسوس ہیکہ جس کے سبب — بن گئی اندھیر خانہ دوستوں کی انجمن
نام تھا احمد حسن اور بھام تھا جن کا لقب — قوم کے پیچھے کھپایا جس نے اپنا جان و تن
خادم اہل وطن تھے مولوی احمد حسن — ماہر علم شریعت زینت بزم سخن
طالب علمانہ وہ ہندوستان میں پھرتے رہے — رہنمائی کیلئے ملتے تھے شیخ و برہمن
جب سیاحت سے تھکے ماندے ہوئے ہیں آپ تب — کانپور آخر ہوا ان کیلئے مثل وطن
بعد اس کے شہر دہلی میں رہے ہیں مدتوں — یعنی وہ دہلی جو واقع ہے بدریائے جمن
کتنی تکلیفیں اٹھائیں جستجوئے علم میں — منزلیں تحصیل کی بیشک ہیں ایسی ہی کٹھن
اپنی بستی کیلئے کی وقف ساری عمر کو — آپ حاصل کر چکے جس وقت کہ ہر علم و فن
از پئے تعلیم دیں تھے بانئ دار العلوم — موضع ڈابھیل سملک میں جو تھا خود کا وطن
منہمک تھے اس کی خاطر روز و شب حد سے سوا — عزم افریقہ کیا پھر چھوڑ کر فرزند و زن
جا بجا اس کے ہی ذکر و فکر میں مصروف تھے — راہ میں اس کے لئے کیا کیا سہے رنج و محن
سب سے یکساں گفتگو تھی سیٹھ ہو یا ہو فقیر — خیر خواہی سب کی تھی مد نظر سر و علن
قلب میں تھا درد علم دین کی ترویج کا — بچوں کی تعلیم کے رکھتے تھے سینہ میں لگن
سادگی سے تھے ملبس، تھے تصنع سے بری — ان کے جیسے اور کم دیکھے گئے اہل زمن

قوم کی وہ خدمتیں کی ہیں کہ جس کی شرح سے — واقعی سچ کہہ رہا ہوں بند ہے میرا دہن
انتقال پُر ملال صادق بالاخلاص سے — آج ثابت ہو گئی دنیا مجھے دار الحزن
حق کی مرضی یوں ہی تھی کیا کیجئے جز صبر کے — سامنے تقدیر کے بیکار ہے سارا جتن
گیارہویں ماہ محرم روز پنجشنبہ کا تھا — قبل مغرب چھپ گیا زیر زمیں ان کا بدن
یاالٰہی مغفرت کی چادریں ان پر چڑھا — وقف اس کے واسطے کر اپنی رحمت کے چمن

مصرع تاریخ فضلی مشہدی نے یوں کہا
جنتی تھے مولوی عالم ہمہ احمد حسن
۱۳۳۷ھ

لہٗ ایضاً در فارسی

حسرت وصد حیف افسوس کز دار المحن — راہیٔ ملک بقا شد مولوی احمد حسن
بود از قوم بزاہر بعام آمد عرف وے — خیر خواہی کرد بہر قوم خود از جان و تن
بود نیک مرد نیک سیرت عالم و محنت گزیں — سعی بجد کرد در ترویج دین و علم و فن
فکر سال رحلتش چوں کرد فضلی مشہدی — گفت ہاتف صبر کن غمگیں چرا باید شدن
اول یٰسین و آخر ہود خواں بہر ثواب — تا روانش شاد گرداند خدائے ذوالمنن
ہر دو ایں یا مصرع آئندہ ضم کن بہر سال — یازدہ ماہ محرم فوت شد احمد حسن

یا اور ہ کے عدد ۱۵ — ۱۳۲۲ + ۱۵ = ۱۳۳۷ — ۱۳۲۲

بشکریہ مولانا حکیم عبدالحئی صاحب کفلیتوی دامت عنایاتہٗ

هذه القصيدة في مدح قدوة العلماء الراسخين فقيد المثال في الزمن

مولانا احمد حسن السملكي مؤسس الجامعة الاسلامية

رزقه الله عيشة راضية في جنات عالية

از قاری محمد یامین سہارنپوری مدرس شعبۂ تجوید جامعہ اسلامیہ

ا۔ ايا عينُ جودي بالدموع السواجم　　على موت شيخ باهر المجد كارم

اے آنکھ شیخ مکرم کی موت پر اشک رواں بہا جنکی بزرگی ظاہر تھی

ح۔ حميد نشا في خدمة الدين مخلصاً　　فقام بجدّ ثم صدق العزائم

جو قابل تعریف مخلص خادم دین تھے　　محنت و جانفشانی سے خدمتِ دین کی

م۔ منيفٍ نبيلٍ بارعٍ متورّعٍ　　حريصٍ على الطاعات لله صارم

بزرگ مرتبہ شریف کامل پرہیزگار　　طاعت کے حریص اور اللہ کیطرف مائل تھے

د۔ دُجی منکراتِ الشرع زالت بنوره　　فبسّط انوار العُلىٰ والمكارم

انکے نور سے منکرات کی تاریکی دور ہوئی، اور انھوں نے بلندی اور شرافتوں کے نور کو عام کیا

ح۔ حمى الملة البيضاء في طول عمره　　ولم يألُ جهداً في احتمال العظائم

زندگی بھر حامل ملت بیضا، رہے بڑے بڑے کام کے انجام دینے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی

س۔ سما بجمال ثم نفس شهامة　　وشيد اركان الهدى والمعالم

تیز فہمی اور جمال میں بلند مرتبہ تھے، ہدایت کے ارکان و نقوش راہ کو بلند کیا

ن۔ نسیم الصبا بلّغ الـیه تأدّباً — تحیاتنا من کل برّ و آثم
اے بادِ صبا ادب کیساتھ ان تک — ہمارے سلام ہر نیک و بد کیطرف سے پہونچا دے

س۔ سری فیضہٗ شرقاً وغرباً وکم لہٗ — من الخلق داعٍ مخلص الحبّ دائم
ان کا فیض مشرق و مغرب میں عام ہوا — بہت سی مخلوق ان سے سچی محبت کرنیوالی دعا گو ہے

م۔ مدی الدھر تبقیٰ باقیات مآثرا — ولاسیما للدین مثل الدعائم
ان کے دینی کارنامے ایک زمانہ تک — بلند ستون کے مانند باقی رہیں گے

ل۔ لوی جنبہٗ عن کل غرّ مکابر — وصبّر من صافاہ عند التزاحم
آپنے ہر ناتجربہ کار معاندسے روگردانی کی — جس نے محبت کی پریشانی کیوقت اس کو تسلی دی

ک۔ کذی منصب التجدید امضی عزیمۃ — فما خاف غیر الحق لومۃ لائم
ایک مجدد کی طرح ارادے میں پختہ — خدا کے سوا کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈرے

ی۔ یھون علی عبد منیب مصمّم — امور صعاب لا متوام لرائم
ایسے باعزیمت مخلص بندے پر ایسے مشکل کام بھی آسان ہوجاتے ہیں جن کا قصد نہیں کیا جاتا

احمد حسن سملکی

فذالک النبیل الشیخ احمد حسن لہٗ — ثناء جمیل حقّ کل الاقالم
وہ بزرگ مولانا احمد حسن ہیں — ان کی تعریف ہر جگہ کی جارہی ہے

فجازاہ رب العالمین بلطفہ — جزاء یوفّی من لدن خیر راحم
رب العالمین ان کو اپنے فضل سے — اپنی شان کے مطابق پورا پورا بدلہ عطا فرمائے

واکرم مثواہ من الخلد مُرضیا — بجاہ النبیّ المصطفیٰ ذی المراحم
ان کو راضی کرتے ہوئے جنت الخلد میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل معزز مقام عطا کرے

فصلّی علیہ اللہ ربّی و سلّما — الی ما جلا الاشجان صدح الحمائم
اخیر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر جبتک کبوتر شاخوں پر بولتے رہیں رحمت کاملہ نازل فرماتا رہے

(منقول از روداد سنہ صفحہ ۹)

مرثیۃ الشیخ الاجل العارف باللہ

المفتی عزیز الرحمٰن الدیوبندی رحمہ اللہ

من الفاضل اللبیب مولانا محمد ادریس الکاندھلوی

(نزیل حیدرآباد)

الا یا عینُ جودی بالدماء　　فان الیوم یوم للبکاء

اے چشم آنسو بہا، کہ یہ دن رونے کا دن ہے

أُصیب العلم والتقوی جمیعا　　بموت الشیخ راس الاتقیاء

علم و تقویٰ دونوں پر بزرگوں کے سردار کی موت سے مصیبت آپڑی ہے

عزیز الرب ذی ورع و تقوی　　فقیہ وارث للانبیاء

عزیز الرحمٰن بزرگی اور تقویٰ والے فقیہ اور وارث الانبیاء تھے

جنید العصر نعمان الاوان　　فضیل الوقت تاج الاصفیاء

اپنے وقت کے جنید اور ابوحنیفہ تھے بزرگوں کے سرتاج اور فضیل وقت تھے

ملاذ السالکین بلا ارتیاب　　عماد المتقین بلا امتراء

بلاشبہ راہ تصوف پر چلنے والوں کی جائے پناہ اور متقیوں کے سہارا تھے

فقیہ لم یزل یفتی الانام　　و یہدیہم الی رب السماء

برابر افتاء کے ذریعہ لوگوں کو اللہ کا راستہ بتاتے رہے

بارشاد التوکل و الیقین　　و تعلیم المحبۃ و الوفاء

توکل و یقین کی تلقین اور محبت و وفاء کی تعلیم دیتے رہے

و تذکیر لاذکار الصباح و تلقین لاوراد المساء
صبح و شام کے اوراد و وظائف یاد دلاتے رہے ۔

نہار کان یمضی فی الفتاوی وجوف اللیل فی ذوق النجاء
دن سارا فتویٰ نویسی میں اور رات اللہ کی عبادت میں بسر کرتے تھے

فمن یہدی الانام سبیل رشد و تفرید و خوف و الرجاء
اب کون لوگوں کو ہدایت، توحید اور خوف ورجاء کا راستہ بتائے گا؟

و من یہدی الانام طریق ذکر و اخلاص وصدق و الحیاء
اور کون لوگوں کو ذکر و اخلاص اور صدق وحیاء کی تلقین کرے گا؟

انادی الصبر یاتینی البکاء فابکی بالدموع و بالدماء
میں صبر کو آواز دے رہا ہوں، رونا آتا ہے، خون اور آنسو رو رہا ہوں۔

شددت الرحل للسفر البعید متی رجعاک قل للاصدقاء
آپ نے لمبے سفر کو اختیار کر لیا ہے، ذرا فرمایئے تو کب لوٹیں گے؟

لقد کفلتنا ھجرا طویلا و سرت بغیر وعد من لقاء
آپ نے طویل مفارقت کا بار ڈالا ہے، اور بغیر وعدۂ ملاقات کے چلے گئے ہیں،

علیک سلام ربک یا عزیز و رحمتہ علیک بلا انتہاء
اے عزیز الرحمٰن آپ پر بے انتہا پروردگار کی طرف سے رحمت و سلام عطا ہو۔

(منقول از روداد سنہ ۴۸ھ ص۱۹۱)

هذه عدة ابيات رثيت بها المفتى الاعظم للهند المولوى الشيخ العارف بالله الحاج

عزيز الرحمن الديوبندى

رحمه الله واثابه وارضاه

(از قاری محمد یامین سہارنپوری مدرس جامعہ)

قلبی تضجّع اذ سمعت من الخبر خبر الوفاة لسیدی المولی الابرّ

جب سے میں نے آقائی مولائی کے وفات کی خبر سنی ہے میرا دل پھٹ گیا ہے۔

بحر العلوم شریعة وطریقة بمکارم قد زانهٗ ربّ البشر

شریعت وطریقت کے آپ بحر العلوم تھے اللہ پاک نے بڑی شرافتوں سے نوازا تھا۔

عمّت فضائلهٗ نوافت کل ما شرقت علیه الشمس من بحر و بر

آپ کے فضائل عام تھے۔ بحر و بر سارے عالم میں پہونچے ہوئے تھے۔

ما عاش الا فی المجادة والعلی حتی مضی و رشد اثناه مستنشر

بزرگی اور بلندی میں آپ نے زندگی بسر کی اب چلے گئے ان کی خوبیاں مشہور ہوں گی

سبّاق اهل الخیر فی طاعاته وله الکرامات المنیفات الغرر

عبادت میں آپ سب سے مقدم تھے آپ کی کرامتیں بلند و مشہور ہیں

نور الهدایة قد بدا متهللاً حتی استنار بنوره شهب اُخر

آپ نور ہدایت بن کر چمکے آپ کے نور سے دوسرے ستارے روشن ہوئے

قطب الوری شیخ المشائخ عارفاً رأس الاماجد من به الدهر افتخر

آپ عارف باللہ شیخ المشائخ قطب عالم تھے بزرگوں کے ایسے سردار جس پر زمانہ کو فخر ہے

اخلاقه کالروض ضاحکة وفی سیماه نور حاکه نور القمر
آپ کے اخلاق باغ کیطرح شگفتہ تھے آپکی پیشانی میں ماہتاب جیسا نور تھا

ما خاب قطُّ الآملون اذا اتوا فی اربهم الا وفازوا بالوطر
امید کرنے والے جب بھی آئے اپنی ضرورت پوری کی کبھی ناکام نہیں گئے۔

اولاه مولانا العزیز بمنّه سمتا جمیلا صار منه به السمر
اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آپکو ایسی عمدہ سیرت عطا فرمائی تھی جس کا ہمیشہ تذکرہ رہے گا۔

هو فی مکان لا یحاط لوصفه من سیرة تسمو علی طوق البشر
آپ کے مقام بلند کا پورا بیان نہیں ہوسکتا، آپ کی سیرت (عام) انسان کے بس سے باہر ہے

سفحت دموعی حین رحلته کما غیمُ السماءِ یروم صوبًا فانفطر
آپ کی وفات سے میرے آنسو آسمان کی بارش کی طرح بہہ رہے ہیں

تسقی اللّٰہ العالمین ضریحه سحب الرضا کل العشایا والبکر
اللہ تعالیٰ آپ کی قبر مبارک پر ہر صبح وشام رضا کی بارش نازل کرے

وجزاه فی خلد النعیم بلطفه دار الرضاء وذاك نعم المستقر
اور اپنے فضل سے جنت الخلد میں آپ کو جگہ عطا فرمائے اور جنت بہتر ٹھکانہ ہے

ثم الصلوة علی النبی و آله ما تاخّبت[1] الاطیار ساعات السحر
پھر درود وسلام ہو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جب تک کہ پرندے سحر کے وقت چہچہاتے ہیں۔ یعنی ہمیشہ

وقال فی الفارسیة

صد دریغا کہ شیخ دوراں رفت قبلۂ اہل دین وایماں رفت

---

[1] کذا فی الاصل واظنه صاخت۔

قدسی النفس مرد حق آگاہ　　آں ابرّ الرجال انساں رفت

ہم فقیہ و محدث و مفتی　　چشمۂ فیض تشنہ کاماں رفت

سینہ اش از علوم گنجینہ　　حاملِ نورِ صدرِ پاکاں رفت

مرجعِ اہلِ علم و فضل و ہدیٰ　　مشعلِ راہِ اہلِ ایقاں رفت

مصدرِ حلم و معدنِ الطاف　　کانِ جود و سخا و احساں رفت

ترک کردہ جہانِ فانی را　　در جوارِ خدائے یزداں رفت

چوں کہ عمرش بذکر و شغل گذشت　　دمِ آخر بذکر گویاں رفت

روحِ پاکش بدارِ خلد رسید　　گو بہ عرقِ جبینِ ایماں رفت

ہر کہ دید فسردہ و گریاں　　او بشوقِ وصال خنداں رفت

نام نامیش اَبْیَن از خورشید　　زانکہ فیضش بجملہ انساں رفت

بر زمیں شور و شیونے افتاد　　مفتیٔ ہند عزیز رحماں رفت

جامعہ شد ز فقدِ او مُظلَم　　رونقِ بزمِ اہلِ عرفاں رفت

سیرتِ طیّبش حیاتِ ما　　گرچہ او در جنانِ رضواں رفت

باطنش بود ہمچو ظاہر خوب　　حسرتا عارفِ خدا داں رفت

فیضِ او تا ابد بود باقی　　کم از اہلِ صفا بدیں شاں رفت

داد حق در جوارِ لطفش جا　　کاں بدار السلام مہماں رفت

(از روداد سنہ ۵۰ھ ص۲۰ و ص۲۱)

ہدیۂ تشکر و امتنان

(از مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی ناظم مدرسہ محمدیہ اندیریہ رنگون برما)

علامہ کشمیری، علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا احمد بزرگ کو رنگون میں جو سپاسنامہ پیش کیا گیا تھا اس میں یہ اشعار بھی تھے ۱۲ مرتب۔

مرحبا اے بلبل باغ کہن ۔۔۔ از گل رعنا بگو با ما سخن
مرحبا اے قاصد طیار ما ۔۔۔ میدہی ہردم خبر از یار ما
مرحبا اے نور مہر و ماہ ما ۔۔۔ مرحبا علامہ انور شاہ ما
منطق الطیر سلیمانی بیا ۔۔۔ بانگ ہر مرغیکہ آید می سرا
الصلا گفتیم اے اہل رشاد ۔۔۔ کیں زماں رضواں در جنت کشاد
ایہا العشاق السقیا لکم ۔۔۔ انتم الباقون والبقیا لکم
ایہا السالون قوموا و اعشقوا ۔۔۔ ذاک ریح یوسف استنشقوا
مرحبا علامۂ شبیر ما ۔۔۔ اے نشان عزت و توقیر ما
از تو جوشش نعرۂ تکبیر ما ۔۔۔ اے ز تو تفسیر بم و زیر ما
سوئے ساحل میفشاند بے خطر ۔۔۔ موج موجش ہر زمانے صد گہر
مرحبا اے مولوی احمد بزرگ ۔۔۔ کردۂ در علم دیں کار سترگ
ہیں بیا اے طالب دولت شتاب ۔۔۔ کہ فتوح است ایں زمان و فتح باب
اینکہ تو طالب نۂ تو ہم بیا ۔۔۔ تا طلب یابی ازاں یار وفا

(ایضاً ص۵۷)

اکابر جامعہ کے رنگون تشریف لے جانے پر جناب حکیم اسماعیل احسن عیش صاحب امروہوی نے جمعیۃ العلماء صوبہ برما کے جلسہ میں جو قصیدہ پڑھ کر سنایا تھا وہ بتغیر یسیر درج ذیل ہے۔

یا حبذا جاءت شیوخ زمان ۔۔۔ بمناھل الفیضان للعطشان
کیا خوب اپنے وقت کے شیوخ تشنگانِ علوم کیلئے سیرابی کا انتظام لے کر آئے۔

نزلوا بانواع الکرامۃ والھدیٰ ۔۔۔ لشفاء قلب الھائم الولھان
حیران و پریشان قلب کی شفاء کیلئے قسم قسم کی ہدایت و شرافت لے کر آئے۔

فھم فقیہٌ عالم متفطّن ۔۔۔ متمتّع بمواھب الرحمٰن
ان میں ایک نہایت ذکی اور فقیہ عالم ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی خاص بخششیں ہوئی ہیں۔

نور التقی متلألئٌ فی وجھہ ۔۔۔ یدعی بانور شاہ فی البلدان
نورِ تقویٰ ان کے چہرہ پر نمایاں ہے ۔۔۔ ان کو انور شاہ کہا جاتا ہے۔

بدرٌ منیرٌ فی سماء فضیلۃ ۔۔۔ وجبینہ کالشمس فی اللمعان
آسمان فضیلت میں وہ روشن چاند ہیں اور ان کی پیشانی آفتاب کی طرح چمکدار ہے۔

انفاسہٗ کنسائم من روضۃ ۔۔۔ فیھا سکون الخاطر اللھفان
جن کے سانس باغ کے بادِ نسیم کی طرح ۔۔۔ قلب پریشان کیلئے موجب سکون ہیں۔

وحدیثہ لسقیم آلام الجوی ۔۔۔ راحٌ لراحۃ قلبہ السکران
اور ان کی گفتگو عاشق علم کے، ۔۔۔ مدہوش دل کیلئے باعث راحت ہے

متکلم شھم ذکیٌ بارعٌ ۔۔۔ طلق خطیب مصقع ببیان
وہ بہت ذہین چالاک سربرآوردہ متکلم اور فصیح اللسان عمدہ خطیب ہیں

ورفیقهٗ شبیر احمد ماجدا — باعٌ له فی الوعظ بالقرآن
اور ان کے ساتھی علامہ شبیر احمد — وعظ میں بے نظیر ہیں۔

قمر انار اللیل بعد ظلامه — بضیائه ضاعت عقود جمان
وہ ایسے چاند ہیں جنھوں نے رات کو تاریکی کے بعد روشن کردیا ہے، انکی ضیاء سے موتی کے ہار بھی چمک اٹھے ہیں

ویلوح فی سیماہ ضوء کرامة — ھو سابق بالخیر و الاحسان
انکی جبین میں نور شرافت روشن ہے۔ وہ خیرات و حسن سلوک میں سبقت کرنے والے ہیں۔

شمس انارتنا بنور رشادہ — بدر افاد بجودة التبیان
ایسے آفتاب ہیں کہ نور ہدایت سے ہم کو منور کردیا ہے اور ایسے چاند ہیں کہ خوش بیانی سے فائدہ پہونچایا ہے۔

علامة فاق الافاضل فی الوری — بمعارف وحقائق و معان
علامہ بے نظیر ہیں — حقائق و معارف کے بیان میں لاثانی ہیں

ورفیقه احمد بزرگ المحترم — فاقت فضائله علی الاقران
اوران کے ایک ساتھی مولانا احمد بزرگ ہیں جو اپنے ہمسروں میں سب سے افضل ہیں۔

ضوء السعادة ساطع فی وجهه — متاضاًضاً کسبائك العقیان
نور سعادت ان کے رخ میں روشن ہے، سونے کے ڈلے کی طرح ان کا چہرہ دمک رہا ہے

کسب المکارم من کرام زمانه — فله العُلیٰ و لهٗ سمو مکان
اپنے وقت کے اکابر سے اکتساب فیض کیا اور مقام بلند پر فائز ہوئے۔

متفقهٌ متورعٌ متشرعٌ — قد حل فی تقواہ خیر مکان
فقیہ، متدین، پرہیزگار ہیں — تقویٰ کے بہتر مقام پر پہونچے ہوئے ہیں

کم من لیالی قد سهرتُ تململاً — مشتاق لقیا راجیَ السُّلوان
شوق ملاقات میں بہت سی راتیں بے خوابی اور پریشانی میں بسر کیں امید تھی کہ ملاقات سے تسلی ہوگی

یا عصبة الامجاد منّوا بالندی — عیش المشوق احق بالاحسان
اے گروہ بزرگاں بخشش اور احسان کرو — یہ عاشق عیش احسان کا زیادہ مستحق ہے

دامت فضائلکم و دام نوالکم | ما کشفت جنح الدجی القمران
آپ کے فضائل و عطایا برابر قائم رہیں | جب تک شمس و قمر تاریکیوں کو دور کرتے رہیں

وسلامنا وتحیۃ من مصرنا | ما ہزت الاطیار غصن البان
ہمارا اور ہمارے شہر والوں کا سلام ہو | جب تک پرندے بان کی ٹہنیوں کو ہلاتے رہیں

(البقیہ ۱۳۵۱ھ)

اظہار حزن حزیں

بروصال شیخ الاسلام والمسلمین خاتمۃ الفقہاء والمحدثین امام العلماء والکاملین

حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب قدس سرہ

الموسوم باسم تاریخی
افکار غم باز
۱۳ ھ ۵۲

(از مخدومنا حضرت علامہ مولوی حافظ سید مہدی حسن صاحب آزاد مفتی راندیر، ضلع سورت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کیوں یہ چشم تر ہے چہرہ زرد ہے | لب پہ ہر دم کیوں یہ آہ سرد ہے
یہ جگر میں دل میں کیسا درد ہے | کیوں سراپا رنج وغم ہر فرد ہے

نالہ وفریاد و زاری کس لئے
یہ جہاں کی اشکباری کس لئے

کیا کہوں کیوں چشمِ تر خونبار ہے — کیا بتاؤں کیوں جگر افگار ہے
کیوں یہ دل میں زخم دامن دار ہے — کیوں یہ سر وقفِ در و دیوار ہے

ساری دنیا ہے جہانِ رنج و غم
سارا عالم ہے بیانِ رنج و غم

جس کو دیکھو یاس کی تصویر ہے — جس کو دیکھو رنج کی تعبیر ہے
جس کو دیکھو درد کی تفسیر ہے — جس کو دیکھو حزن کی تقریر ہے

ذرہ ذرہ ہے جہاں کا بحرِ غم
گوشہ گوشہ ہے زمانے کا الم

کوئی با چاک گریباں در خروش — کوئی گریاں ہے کوئی ششدر خموش
ہائے اس درجہ الم ناکی کا جوش — کھوگئے ہیں جس سے تاب و عقل و ہوش

یہ اثر ہے موت انور شاہ کا
غم یہ ہے اس بندۂ اللہ کا

ہوگئی اب کثرتِ غم ہوگئی — کاوشِ اندوہ پیہم ہوگئی
ساری دنیا وقفِ ماتم ہوگئی — "موتِ عالِم موتِ عالَم ہوگئی"

آہ وہ شیخِ حدیثِ مصطفیٰ
اس جہاں سے آج رخصت ہوگیا

رابطِ آیاتِ قرآنِ مجید — مشکلش را بود حلّالِ وحید
فتحِ اغلاقِ رموزش را کلید — بر کنِ ستر از غوامض آں فرید

روز و شب صبح و مسا ایں کار بود
ذہن و فکرش حل کنِ دشوار بود

واقفِ احوال و اطوارِ نبی — عارفِ انوار و آثارِ نبی
حافظِ اقوال و اخبارِ نبی — ساحلِ دریائے اسرارِ نبی

ترمذی وقت و بخاری عصر تھا
وہ حدیث مصطفیٰ کا قصر تھا

فقہ ابواب بخاری کا خبیر　　راز دار شارح ابن منیر
فتح باری کے مضامین کا امیر　　عمدۃ القاری کا وہ دست ظہیر

رونق ارشاد ساری اس کا قول
زینت سلک دراری اس کا قول

فیض جاری خیر جاری اس کے لفظ　　غایت مقصود باری اس کے لفظ
حشو سے زائد سے عاری اس کے لفظ　　صورت باد بہاری اس کے لفظ

لفظ اس کے بحر معنی موجزن
جن پہ قرباں تابش در عدن

نام نامی جس کا انور شاہ تھا　　آسمان دین کا وہ مہر و ماہ تھا
حق شنو حق گو و حق آگاہ تھا　　پیکر صدق و صفا و اللہ تھا

یہ اسی کی موت کا ہے آج غم
یہ اسی کی موت کا ہے اب الم

بیہقی و مسلم دوراں وہ تھا　　زیلعی و حاکم آواں وہ تھا
نخلبند گلشن نعماں وہ تھا　　پاک باطن صاحب عرفاں وہ تھا

رومی و جامی غزالی دور تھا
باقر و طوسی جلالی غور تھا

عارف سبع مثانی اس کا دل　　بحر زخار معانی اس کا دل
اور دریائے مبانی اس کا دل　　راہ عشق حق میں فانی اس کا دل

اس کا دل اک باصفا آئینہ تھا
قلب اس کا علم کا گنجینہ تھا

رہبرِ راہِ شریعت بالیقیں　　رہنمائے دین و ملت بالیقیں
ہادیٔ طہرِ طریقت بالیقیں　　مرشدِ عین حقیقت بالیقیں

صاحبِ عرفاں حقائق بر زباں
آہ آنکھوں سے ہوا اپنی نہاں

ہاں وہ تھا تصویر اخلاقِ نبی　　ہاں وہ تھا تفسیر اخلاقِ نبی
ہاں وہ تھا تعبیر اخلاقِ نبی　　ہاں وہ تھا تقریر اخلاقِ نبی

پیکرِ بوذر و تصویرِ بلال
صورتِ اصحاب اس کا حال وقال

متقی و پارسا بحر العلوم　　فہم اس کا رہبرِ جملہ فہوم
علم اس کا ہند سے تا چین و روم　　دافعِ امراض اوہام و ہموم

ذات اس کی نازشِ برنا و پیر
ساری دنیا کیلئے بدرِ منیر

نیک صورت نیک سیرت ذی وقار　　نورِ حق اس کی جبیں سے آشکار
نازشِ اخلاف کا تھا وہ تھا مدار　　اور وہ دورِ سلف کی یادگار

یاد دار دفترِ ماضی و حال
عادۃً ممکن نہیں اس کی مثال

کثرتِ آشفتہ حالی ہوگئی　　واقعی شئی بھی خیالی ہوگئی
ختم اب شیریں مقالی ہوگئی　　مسندِ تحدیث خالی ہوگئی

وہ احادیثِ نبی کا رازداں
آہ رخصت ہوگیا سوئے جناں

ہے قیامت کا سماں اس کا وصال　　انتقال اس کا جہاں کا انتقال
زندگی کا مٹ گیا دل سے خیال　　موت نے اس کا کیا جینا محال

آہ موت جانشین شیخ ہند
آہ وہ موت امین شیخ ہند

کس سے پوچھیں جا کے تحویل حدیث	کس سے پوچھیں جا کے تعلیل حدیث
کس سے پوچھیں جا کے تفصیل حدیث	کس سے پوچھیں جا کے تاویل حدیث

آہ وہ رفع تعارض کا کفیل
آہ وہ دفع تناقض کا کفیل

اب بتائے کون ارسال رواۃ	اب بتائے کون اتصال رواۃ
اب بتائے کون احوال رواۃ	اب بتائے کون اعلال رواۃ

اٹھ گیا وہ باقر فن رجال
اٹھ گیا وہ ماھر فن رجال

آہ وہ کنز الدقائق اب کہاں	آہ وہ رمز الحقائق اب کہاں
وہ حصار نہر فائق اب کہاں	موجزن وہ بحر رائق اب کہاں

اب کہاں شرح طحاوی کا خبیر
اب کہاں وہ حافظ فتح القدیر

وہ مبصر وہ منقد اب کہاں	وہ مقنن وہ محدد اب کہاں
رنگ کا اپنے وہ موجد اب کہاں	وقت کا اپنے مجدد اب کہاں

اب کہاں وہ ہائے قاموس علوم
اب کہاں وہ ہائے ناموس علوم

بو علی و باقر دوراں وہ تھا	رازی و شیرازی آواں وہ تھا
طوسی تحقیق حق کی جاں وہ تھا	خط کش برحکمت یوناں وہ تھا

اس کی تحقیقات "صدرا" تحلیہ
اس کی تدقیقات شمس بازغہ

وہ اصولی و فقیہ بے عدیل　　وہ محدث وہ مفسر بے مثیل
وہ ادیب نغز گو بے قال و قیل　　نحوی و صرفی و ہر رنگ خلیل

مالک تخت معانی و بیاں
عبد قاہر اور سکاکی زماں

وہ فصیح و صاحب فکر جمیل　　ناظم و ناثر بلیغ بے عدیل
حال جس کا تھا معارف کا کفیل　　قال جس کا تھا حقائق کی سبیل

آج تربت میں وہ محو ہوش ہے
صورت شمع سحر خاموش ہے

فاضلان عصر میں وہ انتخاب　　علم کا اس کے مقر ہر شیخ و شاب
ہے کہاں اس کے تبحر کا جواب　　تھا مسلم نزد اہل اکتساب

بے نظیر و بے عدیل و بے مثال
اس کے فیض علم سے عالم نہال

شہسوار ملت اسلام تھا　　راز دار ملت اسلام تھا
غم گسار ملت اسلام تھا　　جاں نثار ملت اسلام تھا

ملت اسلام پر قرباں تھا وہ
شوکت اسلام کا خواہاں تھا وہ

قالع اصل شکوک کافرین　　قاطع رگہائے زعم ملحدین
ہادم طرح و اساس مبطلین　　خافض رایات قول مفسدین

صورت اذعان تھا ایقان تھا
وہ سراپا حجت و برہان تھا

اس کی ہر تعبیر تھی باطل شکن　　اس کی ہر تفسیر تھی باطل شکن
اس کی ہر تحریر تھی باطل شکن　　اس کی ہر تقریر تھی باطل شکن

اس کا ہر اک جملہ باطل سوز تھا
اس کا ہر اک لفظ دل افروز تھا

بہر ردِ قادیانی آں امام　　خنجرِ خوں ریز و تیغ بے نیام
عقبتِ ختمِ نبوت لا کلام　　منظہرِ تجہیلِ مرزا بالدوام

از پئے تردید او بستہ کمر
روز و شب صبح و مسا شام و سحر

منظہرِ امراض و اسقام و علل　　در کلام میرزائے پر دغل
سدِ باب فتنہائے آں اضل　　کرد انور شاہ از علم و عمل

خواہی گر آگاہی بر دجل لعین
بہر آں اکفار ملحد رابہ بیں

حضرت عیسیٰ کی ثابت کی حیات　　چرخ پر زندہ ہیں وہ والاصفات
رد کیا آیات سے قول ممات　　پارہ پارہ کر دیا زعمِ وفات

یہ عقیدہ ملتِ اسلام کا
سارے عالم پر ہویدا کر دیا

دے دیا حق نے ید بیضاء اسے　　اس زمانہ کا کیا موسیٰ اسے
ردِ مرزا میں ید طولیٰ اسے　　اس کے رد ہی کا شغف بس تھا اسے

فتنۂ مرزا کا سد باب تھا
رات دن اس کے لئے بیتاب تھا

عقل و ہوش و فطنت و فہم و ذکا　　جرأت و ہمت وفا صدق و صفا
بخشش وجود و رضا حلم و حیا　　ورع و زہد و تقویٰ ورشد و غنا

تھے یہ سب اوصاف اس کی ذات میں
حاجت حجت نہیں اوصاف میں

غیر حق سے وہ غنی حاجات میں ‏ گو صبر و ضبط وہ آفات میں
محو حق جلوات میں، خلوات میں ‏ غور و فکر دائمی آیات میں

اس کا دل آئینۂ علم و عمل
اس کا دل گنجینۂ علم و عمل

نائب ختم رسالت بالیقیں ‏ وارث میراث ختم المرسلیں
آہ وہ گنجینۂ دین متین ‏ مخزن علم و عمل برہان دیں

آج وقف گردش افلاک ہے
آہ وہ مدفون زیر خاک ہے

خونفشاں ہے چشم انساں کی پلک ‏ روتے ہیں اس کے لئے جن و ملک
اس کے غم میں مبتلا اہل فلک ‏ حزن اس کا ہے زمیں سے عرش تک

ہے زمیں سے تا فلک اس کا ہی غم
ہے سما سے تا سمک اس کا ہی غم

بر مزار انور عالی مقام ‏ رحمت باشد خدایا بالدوام
باد روحش داخل دار السلام ‏ در جوار مغفرت دارد قیام

ایں دعا از تو دل آزاد ہست
در گہت درگاہ عدل و داد ہست

قبر او از رحمت معمور باد ‏ در نگاہ فضل تو منظور باد
قلب او از دید تو مسرور باد ‏ روح او از مغفرت مغفور باد

از تو آزاد حزیں است ایں دعا
جنت الفردوس کن اورا عطا

منقول از روداد ۱۳۵۱ھ از صفحہ ۲۴ تا صفحہ ۲۵

لامیۃ الرثاء

امام المتقین وقدوۃ العلماء الراسخین نعمان اوانہ وبخاری زمانہ شیخنا الاکبر

مولانا الشاہ السید محمد انور نوّر اللہ وجہہ یوم القیامۃ ونضر ومتعنا بعلومہ وبرکاتہ

از حضرت مولانا الحاج الحافظ محمد ادریس کاندھلوی نزیل حیدرآباد

سلام علی علم الکتاب وسنۃ　　وحفظ وضبط بعد شیخ مبجّل

کتاب اور سنت کے علم پر اور حفظ وضبط پر شیخ محترم کے بعد الوداعی اور رخصتی سلام

اُریدُ بہ نورالھدایۃ انوراً　　کبدرٍ مُبینٍ فی دُجَی اللیلِ الیَل

شیخ محترم سے مولانا انور شاہ مراد ہیں جو بدر منیر کی طرح ہدایت کے نور تھے

فقد کان اعجازاً لدین نبیّنا　　کمثل البخاری وکنحو ابن حنبل

مولانا انور شاہ بخاری اور احمد ابن حنبل کی طرح دین اسلام کا ایک معجزہ تھے۔

وکان اماما حافظا ومحدّثا　　الیہ انتہی شدّ المطایا وارحُلِ

امام اور حافظ حدیث اور محدث تھے، طلب حدیث کے لئے سفر آپ پر ختم ہوگیا

وقد کان فرداً حافظ العصر جامعا　　معارف اعلام الھدی والتفضل

یکتائے زمانہ تھے علماء سابقین کے علوم ومعارف کے حاوی اور جامع تھے۔

ولمّا اتانی نعیہ فاض عبرتی　　علی النحر حتی بل دمعی محمَلی

جب آپ کی وفات کی خبر مجھ تک پہونچی تو بے اختیار میرے آنسو سینہ پر بہنے لگے حتی کہ میرے تلوار کے پرتلے کو تر کردیا

اذا شاھد الخلاّن حزنی ولوعتی　　یقولون لا تھلک اسیً وتجمّلِ

اگر احباب میرے حزن اور اضطراب کا مشاہدہ کریں تو کہیں کہ صبر جمیل اختیار کرو غم میں ہلاک مت ہو۔

بکی عالم الاسلام طرا و اعولاً　　لخطب جلیل قد اناخ بمنزل

اس وقت پورا عالم اسلام چلا اٹھا اس لئے کہ عظیم الشان حادثہ نے منزل میں اونٹ لاکر بٹھایا ہے

بکاہ مقام الدرس والوعظ حاسرا　　بکتہ نواحی الارض والفلک العلی

مقام درس اور وعظ بھی حسرت کے ساتھ آپ پر رویا اور اطراف زمین و آسمان بھی آپ پر روئے۔

بکی العلم والاتقان خلف سریرہ　　اذا حملوا فی ضمن باک و مُعْوِلِ

جس وقت لوگوں نے آپ کا جنازہ اٹھایا تو رونے اور چیخنے والوں میں علم و حفظ بھی روتا ہوا جنازہ کے پیچھے جا رہا تھا

وقد غیبوا علما وحفظا وحکمۃ　　عشیۃ ھالوا الترب فی الجدث من عَلِ

جس وقت لوگوں نے قبر میں مٹی ڈالی تو گویا علم اور حفظ اور حکمت کو دفن کر دیا۔

وقد شق جیب العلم والحفظ والتقی　　لفقد امام بالتقی متسربل

آج علم اور حفظ اور تقویٰ کا گریبان چاک ہے اسلئے کہ ایسا عالم جو تقویٰ کا لباس زیب تن کئے تھا آج دنیا سے اٹھ گیا

وایتم ارباب الکمال باسرھم　　وخلفھم فی کربۃ و تململ

اور تمام علماء کو یتیم بنا دیا، اور سب کو بے چینی اور اضطراب میں چھوڑ دیا۔

ولو کان دفن المیت فی الصدر ممکنا　　دفنتک فی صدری و لم اتأمل

اگر کسی میت کا سینہ میں دفن کرنا ممکن ہوتا تو اے شیخ میں بلا تأمل تم کو اپنے سینہ میں دفن کرتا۔

فانک کنز للعلوم رکازھا　　وادیت[1] خمسا للفقیر باعجل

اسلئے کہ آپ تو علم کے کنز اور رکاز (خزینہ) ہیں اگر یہ کنز مجھے مل جاتا تو میں فوراً ہی اس کا خمس فقیر کو ادا کرتا۔

تخذت علی مثواک یا شیخ مسجدا　　عکفت بہ کالراھب المتبتل

اے شیخ تیری قبر پر ایک مسجد بناتا اور راہب کی طرح تیری قبر کا مجاور بن جاتا۔

ولکن نھانی عنہ نھیٌ نبیّنا　　ولعن صریح منہ لیس بمجمل

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت اور صریح لعنت نے مجھ کو روک دیا۔

---

[1] فیہ تلمیح الی قولہ علیہ السلام وفی الرکاز الخمس

وہذا احدیث فی الصحیحین اسنداً　　واخارویت فی الصحیح فحیہا لی

اور یہ حدیث بخاری مسلم میں مروی ہے اور جب صحیحین میں مروی ہو تو دوڑ کر قبول کرو

رواہ ابوھریرۃ وصدیقۃ النسا　　وحبر جلیل ذو اجتہاد مکمّل

اور اس حدیث کو ابوہریرہ اور صدیقہ عائشہ اور حبر امت مجتہد کامل عبداللہ بن عباس نے روایت کیا ہے

توفیت یاراس التقی وترکتنی　　لفقدك ارویہ بدمع مسلسل

اے سردار اتقیاء آپ تو گذر گئے اور مجھ کو اس لئے چھوڑ گئے کہ آپکی وفات کو مسلسل آنسوؤں سے روایت کروں

شرحت لنا الآثار اذھی اشکلت　　وفسرت آیات الکتاب المفصّل

آپ ہمارے لئے احادیث مشکلہ کی شرح اور آیات قرآنیہ کی تفسیر فرمایا کرتے تھے۔

وعطرت افق الارض من عرفك الشذی　　یباری شذاہ روح مسك ومندل

تمام آفاق کو اپنی مہکتی ہوئی خوشبو سے معطر کر دیا کہ جس کی مہک مشک اور مندل کا مقابلہ کرتی ہے

فیا ویح للفتیا اذا عنّ للوری　　قضیۃ رجم الملحدین بجندل

ہائے افسوس اب اگر ملحدین کی سنگساری کا قضیہ پیش آئے تو کون رجم کا فتویٰ دے گا۔

فقد کان رمحاً سمہریا مثقّفا　　لمثل مسیح القادیان المخبّل

قادیان کے بدحواس مسیح جیسے کیلئے آپ ایک صاف سیدھا اور لچکدار نیزہ تھے۔

وابیض مصلولاً لکل مسیلم　　وکل منا غ فی نبوۃ مرسل

اور ہر مسیلمہ کے حق میں سُتی ہوئی تلوار اور ہر اس شخص کیلئے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شریک و سہیم ہونا چاہے

ومن یدعی الارسال بعد نبینا　　فقل ذاك دجّال ولا تتأمّل

جو شخص بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے تو فوراً بلا تأمل اس کو دجال کہہ دو۔

ففیھا احادیث تواتر نقلھا　　کما قال اھل الذکر ان شئت فاسئل

جیسا کہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے اگر چاہو تو اہل علم سے دریافت کرلو۔

فمن بعدہ یملی ارتجالا ویشرح　　معانی آثار ویشفی لسؤّل

افسوس مولانا کے بعد کون شخص فی البدیہہ املاء کرائے گا اور احادیث کی شرح اور سائلین کی تشفی کرے گا

ومن للبخاری والتراجم بعده   واسناد تعلیق و وصل لمرسل

اور آپکے بعد بخاری اور اس کے تراجم کے حل کا کفیل کون ہوگا، تعلیقات کو سند اور مرسل کو موصول کرکے کون دکھلائے گا۔

وقد صح عند الناس آثار حفظه   وقد حسنوها[1] جُلّ اہل التفضل

اور آپ کے حافظ کی روایت کو تمام اہل علم نے حسن اور صحیح بتایا ہے۔

ولکن اری فیها الغرابة واضحا   اقول کقول الترمذیّ المجلّل

لیکن مجھ کو یہ حدیث بدیہی طور پر غریب معلوم ہوتی ہے امام ترمذی کی طرح میں بھی یہ کہتا ہوں۔

حدیث غریب ما عرفناه اسندا   سوی وجه شاه الانور المتهلّل

ھذا حدیث غریب لا نعرفه الا من وجه مولانا السید انور شاہ رحمہ اللہ

وفی الباب، عمن لا یُعدّ، ویُحیمر   ولاخلف فیه للمحقّ و مبطل

آپکے حفظ و ضبط کی بات غیر محصور راویوں سے مروی ہے کسی اہل حق یا اہل باطل کا اس میں اختلاف نہیں۔

کأن جبین الشیخ اذهی اسفرت   روایة اسفار الصباح بِمُجْتَل

شیخ کی پیشانی جب چمکتی تھی تو دیکھنے والا یہ سمجھتا کہ گویا یہ اسفروا بالفجر والی روایت ہے۔

وفی ذاك ایماء لاسفار وجهه   اذا ما رأی المولی عیانا ویختلی[2]

اور اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ پیشانی اور یہ چہرہ پروردگار کے دیدار سے روشن ہوگا۔

وان تستطع ان لا تغلّی فی الصلا   ۃ قبل طلوع الشمس یا صاح فافعل

جہاں تک ہوسکے طلوع آفتاب سے پہلے صبح کی نماز میں غفلت نہ کر (اشارہ ہے حدیث کی طرف)۔

وسبح بحمد الله قبل غروبها   وسل ربك الغفران ایضاً وهلّل

اور غروب آفتاب سے پہلے عصر کی نماز پڑھ اور ان دونوں وقتوں میں استغفار اور لا الٰہ الا اللہ بھی پڑھو۔

ففی ذینك الوقتین من هو اکرم   علی الله مولانا یراه ویختلی

اس لئے کہ ان دونوں وقتوں میں اللہ کے محبوب بندے اس کے دیدار اور زیارت سے مشرف ہوں گے۔[3]

---

[1] من باب واسروا النجوی ۱۲ منہ [2] اشارة الی ما روی فی سنن ابی داؤد ویری ربه تجلیا به ۱۲ منہ

[3] یہ مضمون احمد اور ترمذی کی روایتوں میں آیا ہے ۱۲ منہ۔

تجلی لهم نور السموات والثری ۔ فلا یمکن التخلیس یا صاح فاعقل

صبح کے وقت جبکہ نور السموات والارض کی تجلی ہوگی اسوقت اسفار ہوگا غلس (تاریکی) نہیں ہوسکتی

هنالك تبیض الوجوه و تسفر کصبح وما الاصباح منك بامثل

اس وقت دیکھنے والوں کے چہرے صبح کی طرح روشن ہوں گے اور صبح ان سے زیادہ روشن نہیں ہوگی۔

علیك سلام اللّٰه یا قبر انور ورحمته تتری کودق مجلّل

اے انورشاہؒ کی قبر تجھ پر اللہ کا سلام ہو اور بارش کی طرح مسلسل اس کی رحمت نازل ہو۔

بفضلك یا مولی الوری قل لروحه ایا روح عبدی هذه الجنة ادخلی

اے پروردگار اپنے فضل سے انورشاہؒ کی روح سے کہہ دے اے میرے بندے کی روح اس جنت میں داخل ہوجا

ویارب افرش من جنان لشیخنا وادخله دارا واسعا خیر مدخل

اور اے پروردگار ہمارے شیخ کیلئے جنت کا فرش بچھوا اور وسیع گھر میں داخل فرما۔

وفتح له فی القبر باباً لجنة وانزله فردوسا واکرم منزل

اور ان کیلئے قبر میں جنت کا دروازہ کھول دے اور فردوس بریں میں ان کو جگہ عطا فرما۔

واجلسه فی ضمن الائمة فی غد علی منبر النور البهیّ المکلّل

اور ان کو زمرۂ علماء میں کل قیامت کے دن نور کے منبر پر بٹھلا جو یاقوت و جواہر سے مرصّع ہو

واتمم علیه نعمة وکرامة واسمعه آیات لذکرك منزل

اور ان پر اپنے انعام و اکرام کو مکمل فرما، اور جنت میں اپنے کلام پاک کی آیتیں سنا۔[1]

فیستمع القرآن حقا وینصت وذالك حق للقرآن اذا تلی

یہ بہت غور سے قرآن سنیں گے اور خاموش رہیں گے، تلاوت کے وقت قرآن کا یہی حق ہے۔

وما سمعت اُذناه یوما بمعزف ومزمور شیطان اللعین المسوّل

ان کے کانوں نے کبھی گانا اور بہکانے والے شیطان مردود کا باجا نہیں سنا۔

---

[1] یہ سب احادیث کی طرف اشارے ہیں۔

وما زال ینہی عن سماع المعازف — وفیه حدیث فی البخاریؒ فاقبل

اور برابر مولانا انور شاہؒ گانا سننے سے روکتے تھے، اس بارے میں بخاری میں حدیث موجود ہے اسکو مان لو۔

ومن یشتری لھو الحدیث ھذا الغنا — لقد انزل الرحمن من عرشہ العلیؒ

اسی غناء کے متعلق اللہ تعالیٰ نے عرش سے "ومن یشتری لھو الحدیث" والی آیت نازل فرمائی ہے۔

وان ابن مسعود علی ذاک اقسما — کذاک ابن عم المصطفیٰ المتزمل

ابن مسعودؓ نے قسم کھا کر یہ بات کہی ہے، ایسے ہی ابن عباس رضؓ سے بھی مروی ہے

حرام باجماع الصحابۃ کلھم — وما حل ھذا فی شریعۃ مرسل

یہ غنا باجماع صحابہ حرام ہے، کسی نبی کی شریعت میں حلال نہیں رہا۔

وکیف یحل اللہ جل جلالہ — سماع الملاھی او غناء التغزل

اور بھلا اللہ تعالیٰ مزامیر کے سننے کو اور عاشقانہ گانے بجانے کو کیسے حلال فرمادیں گے۔

فبالعدل والاحسان اللہ یامر — وینھی عن الفحشا وعن کل مجھل

اسلئے کہ حق تعالیٰ عدل واحسان کا حکم کرتے ہیں، بے حیائی اور جہالت کی باتوں سے منع کرتے ہیں۔

فیا ایھا الراجی سماع کلامہ — علیک بتغرید القرآن کبلبل

پس اے وہ شخص جو جنت میں کلام الٰہی سننے کی امید رکھتا ہے قرآن کو بلبل کی طرح خوش الحانی سے پڑھ۔

وصمّ صنھا عن سماع المعازف — وکن عن سبیل المطربین بمعزل

اور اپنے کان کو مزامیر کے سننے سے محفوظ رکھو، اور گانے بجانے والوں کے راستہ سے علیحدہ رہو۔

وحکّمہ فی دور الجنان ودورِ ضھا — کما قلت للثوریؒ یا خیر مجزل

اے اللہ انور شاہؒ کو جنت کے باغات ومحلات میں اختیار دیدے جیسا کہ تونے سفیان ثوریؒ سے کہا۔

فدونک واختر ای قصر اردتہ — وفی کل یوم مرتین لتدخل

کہ اے سفیان جس محل کو چاہے پسند کرلے — اور روزانہ دو مرتبہ میری زیارت سے مشرف ہو

لہ باثبات الف الجلالہ وفیہ زیادۃ عشر حسنات۔

وسُؤلی هذا منك ليس ببدعة　　جرى سنة الثوری فيه باولِ

اے خدا میرا یہ سوال بدعت نہیں ہے، سفیان ثوری کی سنت اس باب میں پہلے سے موجود ہے

ويارب ثبتني على الدين والهدى　　اموت على الاسلام موت مُهلّلِ

اے میرے پروردگار مجھ کو دین اور ہدایت پر قائم رکھ، لا الہ الا اللہ پڑھتے ہوئے اسلام پر مروں۔

وفضلك ارجى لى وعفوك اوسع　　فيكفينى الايمان متقال خردل

تیرے فضل پر امید لگی ہوئی ہے اور تیری معافی میرے گناہوں سے وسیع ہے اس وقت رائی کے برابر بھی ایمان کافی ہوگا۔

مرثیہ

شیخ الاسلام والمسلمین امام العلماء المتقین خاتم الفقہاء والمحدثین بقیۃ السلف

حجۃ الخلف آیۃ من آیات اللہ مولانا السید انور شاہ رضی اللہ عنہ وارضاہ واثابہ دار رضاہ

المتوفی ۳ صفر ۱۳۵۲ھ بدیوبند

از جناب قاری محمد یامین صاحب سہارنپوری مدرس تجوید جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

خطب الم على القلوب كبير　　منه الكبود تصدعت وصدور

دلوں پر بڑے رنج و غم کی خبر گزری ہے، جس سے دل اور سینے چاک چاک ہو گئے ہیں

تهمى الجفون بدمعها ودمائها　　فكأنها وبل يصوب درور

پلکیں آنکھوں سے آنسوؤں اور خون سے تر ہیں، گویا زور کی بارش زور سے برس رہی ہے

صرنا كمغشى عليه تفجعا　　حتى استوت آصالنا وبكور

غم واندوہ سے ہم بے ہوش سے ہو گئے ہیں یہاں تک کہ دن رات ہمارے لئے برابر ہو گئے ہیں

یا حسرتیٰ مات الذی من فوتہ   متنا واظلمت البلاد و دُور

افسوس! وہ ذات وفات پاگئی جس کی وفات سے ہم پر موت طاری ہوگئی اور ملک تیرہ و تار ہوگیا

جلّت رزیّتنا بفقد امامنا   الیوم یوم للأُناس عسیر

ہمارے امام کے انتقال سے ہماری مصیبتیں بڑھ گئیں آج کا دن لوگوں کیلئے بہت ہی سخت ہے

تبکی علیہ الارض ثم سمائہا   حتی الزمان والدہر و شہور

زمین و آسمان آپ پر رو رہے ہیں، حتیٰ کہ زمانہ، دن اور مہینے بھی۔

وجبالہا وسہولہا وحزونہا   وحدورہا وبُرورہا وبحور

اور پہاڑ اور اس کی پستیاں اور بلندیاں، اور اس کے سمندر اور اس کی خشکی بھی

وصعودہا وخفوضہا ونجودہا   وطلولہا وتلالہا وقفور

اس کی بلندی اور پستی اور چٹانیں، اس کے ویرانے اور ٹیلے اور چٹیل میدان بھی

ووحوشہا من شجوہ وجیوشہا   وعلی الغضون والوکور طیور

اور وحشی جانور اور ان کی جماعتیں اور پرندے اپنے آشیانوں اور شاخوں پر انکے غم سے آنسو بہا رہے ہیں

ھیہات انورنا وحجۃ ربنا   ریب الزمان ینوبنا ویدور

افسوس! ہمارے انور شاہ اور ہمارے رب کی حجت ہم سے جدا ہوگئے، زمانہ کی نیرنگیاں یونہی تماشا دکھاتی ہیں۔

مولی الانام جلالۃً ومجادۃً   وللملّۃ ھو نورہا وسُرور

بزرگی اور کمال کے اعتبار سے تمام لوگوں کے مولیٰ اور ملت کی آنکھوں کے نور اور دل کے سرور تھے

من کامل الاعیان رأس اماثل   علّامۃٌ فی عصرہ نحریر

اعیان میں کامل اماثل کے سردار۔   اپنے زمانہ کے بے مثل فاضل علامہ تھے

من ناصری الاسلام ثم مجدّدی   دین النبی فسعیہ مشکور

اسلام کے ناصر اور دین نبی کے مجدد تھے ان کی مساعی مشکور ہیں۔

واجلّہم واغرّہم وابرّہم   من حبّ رب قلبہ معمور

لوگوں میں سب سے جلیل و عظیم اور نیک تھے، آپ کا قلب اللہ کی محبت سے معمور تھا۔

من سادة غرّ کرام جلّـة　　　اليوم بغداد[1] لهم کشمير

آپ مکرم ومعظم سادات میں سے تھے ۔ آج کشمیر ان کے لئے بغداد ہے ۔

نور التقی بجبينه متـلألأ　　　ولنور وجه الصالحين ظهور

تقوی کا نور ان کی پیشانی پر جگمگا رہا تھا ، اور صالحین کا نور چہرے سے نمایاں تھا ۔

حتی تهلل وجهه فکأنـه　　　بدر توسط فی السماء منـير

آپ کا چہـرہ چودہویں رات کے چاند کی طـرح چمکا ۔

طود المکارم قد تهدّم والعُلیٰ　　　من للعلوم ظهيرها ونصير؟

مکارم اخلاق کا پہاڑ منہدم ہو گیا ، اب کون علم کا معین و مدد گار ہو گا ؟

بحر العلوم معارفا وحقائقا　　　بوجوده افتخر الوری ودهور

آپ حقائق ومعارف کے بحر ناپیدا کنار تھے آپ کے وجود پر مخلوق اور زمانہ کو فخر تھا

کم معضلات غاية فيهـا بدا　　　حلٌّ شفا منها النفوس جدير

کتنے ہی مشکل مسائل میں آپ سے ایسا حل میسّر ہوا جس سے نفوس کو شفا حاصل ہو گئی

شيخ الحديث وشيخ اسلام ولم　　　يوجد له فی الغابرين نظـير

آپ شیخ الاسلام اور شیخ الحدیث تھے ، علماء سابقین میں آپ کی نظیر نہیں ملتی

مقدام جمع الاصفياء والاتقيا　　　ء والاولياء اعامهم واميـر

اصفیاء واتقیاء کے پیشـرو اور اولیاء کرام کے امیـر اور امام تھے

قطب الاوان فريده ووحيده　　　وفقيده بعلومه وشهيـر

زمانہ کے قطب اور اس کے فرید و یکتا تھے ، علوم میں فقید المثال اور مشہور تھے ۔

واولی العلوم اديبهم واريبهم　　　ولبيبهم وعلی الکروبه صبور

ارباب علم کے شیخ ان کے ادیب و اریب اور ذکی تھے اور مصائب پر صبر کرنیوالے تھے

---

[1] حضرت شاہ صاحب نے بعض کتب میں تحریر فرمایا ہے کہ ہمارے مورث اعلیٰ بغداد سے ہندوستان آئے پھر ملتان پھر لاہور اور لاہور سے کشمیر آکر توطن اختیار کیا ۔ اس شعر میں اسی کی طرف اشارہ ہے ۔

وفقيههم وملاذهم ومعاذهم ولربه اوّابهم وشكور

ان کے فقیہ اور ماوی وملجا تھے ، اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والے اور شاکر تھے

وأدّاه رمسٌ ثم ضم عظامه تُرْبٌ يفوح شذاً هنا وينور

ان کو قبر نے چھپالیا پھر ان کی ہڈیوں سے ایسی مٹی مل گئی جو خوشبو سے مہک رہی تھی اور مہبط انوار تھی

عجباً لاربع اذرع في خمسة في جوفها جبل اشم كبير

چند ہاتھ چند بالشت قبر کے گڑھے پر تعجب ہے جس کے اندر علم وفضل کا ایک عظیم پہاڑ سما گیا۔

اولاه مولانا رضاه و دارهٗ دارا يطيب نعيمها وحبُورُ

حق تعالیٰ آپ کو اپنی خوشنودی اور اپنی مرضی کا وہ مکان عطا کرے جسکا آرام وراحت بہت عمدہ ہے

وسقا سحائب رحمة جدثا له تمسي وتصبح ما اجاد مطير

اور انکی خوابگاہ کو اپنی رحمت کی بارشوں سے سیراب کرے جبتک برسنے والا بادل خلق خدا کو سیراب کرتا رہے

وعليه من رب السماء سلامه ما قام عبد لالٰه ذكور

پروردگار کا ان پر سلام ہو جب تک اس کا کوئی بندہ ذکر وعبادت کے لئے کھڑا ہو

ثم الصلوٰة على النبى وآله ما هزّ اغصانَ الرياض طيور

اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی آل پر درود ہو جبتک باغ کی ٹہنیوں پر طیور نغمہ سرا ہیں ۔

تاريخ رحلته بشيخ العارفين بدا بفكر يرتضيه ضمير

آپ کی تاریخ وفات پسندیدہ فکر کے ساتھ شیخ العارفین حاصل ہوئی ۔

۱۳۵۲ھ

(منقول از روداد ۵۲ھ از صفحہ ۳۵ تا صفحہ ۳۸)

(منقول از روداد ۱۳۸۲ھ از ص۲۹ و ص۴۰)

از جناب مولوی رضی الرحمٰن فضلی دیوبندی متعلم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

کیا ہوا اندھیر کیوں چھایا ہوا ہے ہر طرف
آج دنیا کی وہ رونق اور بہجت کیا ہوئی

شمع کیوں آنسو بہاتی ہے یہ اس کو کیا ہوا
اس کے چہرے کی دمک اس کی اضاءت کیا ہوئی

کیوں پڑی جاتی ہے دھیمی آج سورج کی چمک
اس کی تیزی اس کی حدت اور تمازت کیا ہوئی

بلبل جادو بیاں خاموش کیوں بیٹھی ہے آج
کیا ہوا اس کا ترنم اس کی چاہت کیا ہوئی

عندلیب خوشنوا کیوں مرثیہ خواں ہو گئی
عشق اس کا کیا ہوا اس کی محبت کیا ہوئی

سوچتا تھا میں یہی اک غیب سے آئی ندا
سارا عالم[2] مر گیا انور کی رحلت کیا ہوئی

ہائے وہ علم نبوت کا محافظ کیا ہوا
وہ محدث کیا ہوا تصویر حکمت کیا ہوئی

وہ کہاں ہے جس کا اک اک لفظ تھا دریائے علم
حیف اب وہ وسعت علم و فضیلت کیا ہوئی

پیکر زہد و ورع کس جا گیا ہے چھوڑ کر
کیا ہوا صدق مجسم وہ صداقت کیا ہوئی

علم کا چشمہ فضیلت کا سمندر کیا ہوا
کیا ہوا بحر عجائب موج ندرت کیا ہوئی

تیرے اٹھتے ہی ہمارا خانۂ دل ڈھ گیا
ہائے اس گھر کی بنا اور اس کی عمارت کیا ہوئی

کس کے آگے جائیں کس سے پوچھ کر تسکین ہو
کیا ہوئی دل کی تسلی دل کی راحت کیا ہوئی

تیری ہستی ناز کا موجب تھی دنیا کے لئے
آہ انور! تیری وہ نورانی صورت کیا ہوئی

تیرے بعد اب مسند تحدیث خالی رہ گئی
ہائے اس مسند کی رونق اس کی عظمت کیا ہوئی

ہے یہ پیغام اجل ہر علم والے کے لئے
اف! ذرا سی دیر میں دنیا کی حالت کیا ہوئی

ہائے وہ بے مثل عالم خاک میں مدفون ہے
اب وہ جدت وہ ذہانت وہ فطانت کیا ہوئی

شاہ انور چل بسا افسوس! اے اہل جہاں
کچھ نہ پوچھو فضلی خستہ کی حالت کیا ہوئی

---

[1] کذا فی الاصل واظن ان لفظۃ "اب" سقط من قلم الکاتب ۱۲ ف

[2] تلمیح الی المثل السائر "موت العالِم موت العالَم"۔

خیر مقدم مہمانان جلسہ

از قاری محمد یامین صاحب بہار نپوری مدرس جامعہ

شکر الحمد پھر ایام بہاراں آئے — لے کے اخلاص کے جذبات کا ساماں آئے

بارک اللہ بنا جامعہ رشک گلشن — اہل ایماں بصد شوق فراواں آئے

جھوم کر آئی گھٹاؤں میں خدا کی رحمت — جب کہ ہر سمت سے اللہ کے مہماں آئے

حضرت خواجہؒ کو نین کے شیدائی آج — مثل پروانہ سوئے شمع شبستاں آئے

جگمگا اٹھی فضا نور خدا کا چمکا — پڑھنے قرآں جب اطفال خوش الحاں آئے

پر بچھانے کو تیار فرشتے ہر سُو — ملتِ احمدِ مرسل کے نگہباں آئے

خستہ حالی کے ہیں گو ان پہ نمایاں آثار — ہو کے پر محو مئے جذبۂ ایماں آئے

خوش نصیبوں کو ہی ملتا ہے یہ وقت مسعود — تشنۂ دین جو فیضان کے جویاں آئے

کیوں نہ جذبات مسرت سے ہوں لبریز قلوب — چھوڑ کر اپنے مشاغل کو مسلماں آئے

کوششیں بانی و ناظم کی ہوئیں مُثمر — گو صعوبات کے ادوار پریشاں آئے

دیکھ کر جامعہ اور اس کی یہ شانِ تعمیر — اپنے بیگانے بصد شوق ثنا خواں آئے

منتظر آج پھر ارباب کرم میں بیٹھے — لے کے سینوں میں جو اک جوش کا طوفاں آئے

شکر ہے قوم میں پیدا ہوا دینی احساس — کیا عجب ہے جو گئی دولتِ ایماں آئے

رہے سر سبز سدا یہ چمنستانِ علوم — بن کے ہر ابر سما رحمت یزداں آئے

لے کے پیغامِ عمل جذبۂ اخلاص کے ساتھ
تیرے یامینؔ یہ افکار پریشاں آئے

(منقول از روداد سنہ ۵۲ھ ص ۱)

النفحات الطيبة للجامعة العربية

نتیجۂ فکر جناب مولانا قاری حکیم محمد یامین صاحب سہارنپوری مدرس جامعہ اسلامیہ

لله جامعة روض تحاكيها　　حسناً فما غيرها شأناً يضاهيها

جامعہ کی خوبی اللہ ہی کیلئے ہے جو خوبصورتی میں باغ کی طرح ہے اس کی موجودہ حالت میں کوئی اس کا مماثل نہیں

شدّ الرحال اليها من له ظمأ　　من شتّى كلّ قاصيها و دانيها

تشنگان علوم دور و قریب امصار سے یہاں آکر اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔

قد صادفت منهلاً عذباً اذا نزلت　　اضياف خير الانام المصطفى فيها

جامعہ تشنگان علوم کے لئے ایک شیریں مورد ہے جس کو مہمانان رسول ﷺ نے یہاں آکر پا لیا۔

من قام يقصدها يجنى ما ربه　　تسمو بهمته الطيا معاليها

جو اس کا قصد کر کے چل نکلا اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے اکی بلند ہمت کے باعث اس کے مراتب میں ترقی ہو جاتی ہے

طلاب جامعة نالوا رغائبهم　　ذلّاً لشانئها رغما لقاليها

طلبۂ جامعہ نے اپنے اپنے مقصد کو پا لیا، جامعہ کے بدخواہوں کو خواہ کتنا ہی گراں گزرے

شيخ الحديث لها مولاى شبير　　من بالبيان لاسقام يداويها

اس کے شیخ الحدیث مولانا شبیر احمد صاحب ہیں جو اپنے بیان سے امراض کا مداوا کرتے ہیں۔

حبر يفسّر قرآنا بالفاظ　　تسقى مغارس ارواح معانيها

ایسے زبردست عالم جو قرآن کی ایسے الفاظ سے تفسیر کرتے ہیں جنکے معانی روحوں کو سیراب کرتے ہیں

شيخ كشمس سماء فى ذرى شرف　　والنفس تلمع انوار التقى فيها

ایسے شیخ ہیں جن کا مرتبہ آفتاب کی طرح بلند ہے آپ کے نفس میں تقوی کے آثار چمک رہے ہیں۔

من فی مکارمه تذکار من سلفوا　　　من فی مآثره طرّا یدانیها

ان کے جیسے مکارمِ اخلاق میں آج کون یادگارِ سلف ہے ان کے علمی کمالات میں کون برابری کا دعوی کرسکتا ہے

خدم العلوم لوجه الله مبتغیا　　　منها فوائد تنزیل لآلیها

آپ نے اللہ تعالی کی رضاجوئی کیلئے علوم کی خدمت کی ہے منجملہ ان کے قرآن کے فوائد میں جو علوم کے موتی ہیں

ومثلها شرحه من فتح ملهمه　　　جمّت مقاصده جلّت مبادیها

ایسی ہی ان کی شرح مسلم فتح الملہم ہے، جن کے مقاصد و مبادی نہایت کثیر ہیں۔

نجل لمن کان یرعی کلّ ذی حق　　　بالبرّ لا سیما القربی یوٴاتیها

وہ ایسے شخص کی اولاد ہیں جو اپنے ہر صاحبِ حق کی خبر رکھتے تھے خصوصًا اہلِ قرابت کے ساتھ احسان کا معاملہ کرتے تھے

شهم ادیب نبیل "فضل رحمان"　　　وصّال رحم باحسان یواسیها

جو نہایت ذکی ادیب اور متبحر عالم تھے اسم گرامی فضل الرحمٰن ہے، صلہ رحمی اور غم خواری کرنے والے تھے

من مثله فی خصال البر محمود؟　　　یعطی اللّهی مکرما لله عافیها

آج حسن سلوک میں ان جیسا قابلِ تعریف کون ہوگا؟ جو سائلوں کو اکرام کے ساتھ عطا کیا کرتے تھے

ما ظنّک بالنجل نجل ماجد ورع　　　من فی اللیالی یناجی فی دواجیها

پھر ان کے ولدِ سعید کا کیا حال ہوگا جو نہایت بزرگ متورع، رات کی تاریکیوں میں مصروفِ مناجات رہنے والے تھے

یاحسرتی لیس فینا الیوم "انورنا"　　　مات العلوم به فالله حامیها

افسوس! آج ہم میں ہمارے "انور شاہ" موجود نہیں، ان کی وفات سے علوم کی موت آگئی اللہ ہی ان کا محافظ ہے

تنشق اکبادنا من ذکره فجعا　　　والعین تهمی بجاری الدمع قانیها

ان کی یاد میں جگر شق ہوا جاتا ہے غم کی وجہ سے، اور آنکھیں سرخ آنسوؤں کے ساتھ گریہ کناں ہیں۔

این الذی یکتسی ثوب الرضا قنعا　　　کالعبد یرغب عن دنیا وما فیها

آج وہ کہاں ہے جو قناعت کے ساتھ لباسِ رضا زیبِ تن کئے ہوئے تھا، دنیا و مافیہا سے بے رغبت بندہ تھا

افنٰی لجامعة ارضاء خالقه　　　فی نشر دین من الایام باقیها

جس نے اپنی عمر کے آخری ایام رضاءِ الٰہی کی طلب میں علمِ دین کی نشر و اشاعت کرتے ہوئے جامعہ کے لئے وقف کئے

من فی فقاهتہ للعصر نعمـــان   او فی علوم احادیث بخاریہا

فقہ میں اپنے وقت کے ابوحنیفہ ، اور علم حدیث میں مثل امام بخاری تھے۔

لولم یکن شخصہ فینا فان لہ   من باقیات[1] مستغنی من یوافیہا

اگرچہ آج ہم میں وہ موجود نہیں ہیں لیکن ان کی علمی باقیات برابر اہل علم کو فائدہ پہنچاتی رہیں گی

شکرا لمجلس علم قام ینشرہا   شکرا لناظمہ[2] من کل عاطیہـــا

مجلس علمی کا شکریہ جس نے ان کے اشاعت کی ذمہ داری لی ہے اور ہر مستفید کیطرف سے اس کے ناظم کا بھی شکریہ

قد ہمّ بعض اولی علم فاسّسَہٗ   خوف الضیاع علیہا من دواہیہا

بعض اہل علم نے مجلس علمی کی بنیاد ڈالی تاکہ شیخ کی تصنیفات اور مسودات ضائع نہ ہو جائیں۔

جازاہ رب الوریٰ خیرا وافضل ما   للمحسنین بطاعات یجــازیہا

خدائے تعالیٰ مرحوم کو اس سے بہتر بدلہ عطا فرمائے جو محسنین کو ان کی طاعت پر عطا فرماتا ہے

یبقی لجامعہ فیضانـــہ ابدا   دوما تزید بانوار توافیہـــا

جامعہ پر آپ کا فیضان برابر جاری رہے گا اور جامعہ آپ کے روحانی انوار کو پاکر ترقی کرتا رہے گا

تہطل سحب فیوض منہ ہاطلۃ   مادام یبغی علوم اللہ باغیہـــا

ایسے ہی آپ کے فیوض علمیہ زور دار بارش کی طرح تشنگان علوم پر برستے رہیں گے جب تک طلبہ علوم کے طالب رہیں گے

من بعد شیخ نری الدنیا کظلماء   من فی النوائب غیر اللہ کافیہـــا

دنیا کو ہم اس شیخ العلوم کے بعد تاریکیات کی طرح پاتے ہیں، خدائے تعالیٰ کے سوا ہمارے ان مصائب میں کون کفالت کرنیوالا ہے

فالصبر اولی لجمع اذا الَمّ بہم   من نائبات تناہت فی تناہیہا

جماعت کیلئے صبر ہی بہتر ہے جب کہ حوادث زمانہ ہجوم کرآئیں اور حد سے بڑھ جائیں۔

یاحبذا تلک ایام مضت فینـــا   تہتاج فی القلب اشواق خوافیہـــا

آہ کیسے مبارک ایام تھے جو اپنے شیوخ کیساتھ گذرے اب رہ رہ کر پوشیدہ اشواق برانگیختہ ہو رہے ہیں

---

[1] تصانیف نادرہ کی طرف اشارہ ہے۔ ۱۲ منہ

[2] اس سے مراد مولانا احمد رضا بجنوری ہیں جو مجلس علمی کے ناظم تھے ۱۲۔

اکرم بہا حیث وافت راس اشیاخ　　　بشری لناظمہا طوبی لبانیہا

جامعہ بھی کیسا خوش نصیب ہے جس نے حضرت مرحوم جیسے رئیس الشیوخ کو پالیا، ناظم جامعہ اور بانی مرحوم کیلئے مبارک ہو

من قد نما باسقاً ما کان غارسہ　　　یجنی ینیع ثمار منہ جانیہا

بانی مرحوم نے جو پودہ لگایا تھا وہ بڑھا اور آج اس کے اثمار علمیہ کو حاصل کرنیوالے حاصل کر رہے ہیں

الیوم تنحی لہا من کل ناحیۃ　　　طابت بنہضتہ العلیا مراتیہا

آج ہر گوشۂ ملک سے اسکی طرف کھنچے چلے آتے ہیں مولانا مرحوم کی بلند ہمتی کے نتائج خوشگوار صورت میں ظاہر ہوئے

یجزیہ خیر جزاء المخلصین لہ　　　فی جنۃ ربنا تسمو معانیہا

خدائے تعالیٰ انکو اپنی رفیع المرتبت جنت میں ان لوگوں سے بہتر بدلہ عطا فرمائے جو اخلاص سے کام کرتے ہیں۔

ثم الصلوۃ علی خیر البریہ من　　　یہدی الانام الی رشد ینادیہا

پھر صلوٰۃ وسلام بہترین خلق پر نازل ہو جو مخلوق کو رشد و ہدایت کی طرف بلاتے ہیں۔

محمد باہر الآیات فی نبیل　　　والآل والصحب انجام الہدیٰ فیہا

جنکا اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو مفاخر میں غالب معجزات والے ہیں اور آپکی آل اور اصحاب پر، جو نجوم ہدایت ہیں

والغابرین من اشیاخ واسلاف　　　ما کانت شمس تبدو فی ضواحیہا

اور ہمارے تمام رفتگان اکابر و شیوخ پر جب تک آفتاب ضیا پاش عالم رہے۔

(منقول از روداد سنہ ۵۲ھ تا ۱۳۱۰ھ)

مِنَحُ الافکار

علیٰ

تذکار الاخیار

(از جناب محترم حکیم قاری محمد یاسین صاحب مدرس تجوید جامعہ اسلامیہ)

یہ نظم موصوف نے جلسۂ دستار بندی کے موقع پر پڑھی

شکرا لمن قدموا الذین اعوانا　　واللّٰہ یأجرھم اجرا و احسانا

ہم تشریف لانے والوں کا جو دین کے معاون ہیں شکریہ ادا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

السابقین الی خیر و طاعات　　سبق الطیور زرافات و وحدانا

جو نیک کاموں کی طرف دوڑتے ہیں جیسے پرندے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

الناھضین الی ذکر و موعظۃ　　نیل المغانم رجّالا و رکبانا

حصول حسنات کے لئے مجالس ذکر و وعظ کی طرف پیدل اور سوار اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

الفائزین بروح ثم ریحان　　الحائزین نعیم الخُلد رضوانا

یہی لوگ ابدی راحت و آرام پانے والے ہیں، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور جنت الخلد کو حاصل کرنے والے ہیں

الرافعین لاعلام الھدی زمنا　　المخلصین لدین اللّٰہ ایقانا

یہی لوگ زمانہ میں ہدایت کے جھنڈے کو بلند کرنے والے ہیں جو یقین کے ساتھ دین میں مخلص ہیں

القائمین بصدق العزم فی عمل المقتفین لنور العلم برهانا

عزم صادق کے ساتھ عمل میں لگے ہوئے ہیں، علم الٰہی کے نور کا اتباع کرنے والے ہیں۔

علم اتی من لدی رب السماء به نبیّنا قد هدی جنّا و انسانا

جس علم کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں لیکر مبعوث ہوئے اور جن وانس کو جس کے ذریعہ راستہ بتایا

محمد سیّد الکونین ذو شرف نور الالٰه اضاء الکون لمعانا

ہمارے نبی سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، خدائے تعالیٰ کا نور ہیں جس نے تمام کائنات کو منور کر دیا۔

من نوره اشرقت دنیا وما فیها سبحان من صاغ نوراً فسبحانا

آپ کے نور سے دنیا ومافیہا روشن ہوئی، وہ ذات پاک ہے جس نے آپ کو نور بنایا۔

داعی الانام الی دار السلام لکی یغشاهم اللطف لطف الله غفرانا

آپ مخلوق کو جنت کیطرف بلانے والے ہیں تاکہ خدائے تعالیٰ کا لطف بخشش کی صورت میں ظاہر ہو۔

المصطفی الهاشمی الابطحیّ به قد شرّف الله بین الناس عُربانا

آپ برگزیدہ ہاشمی بطحا کے رہنے والے ہیں حق تعالیٰ نے آپ کی وجہ سے عربوں کو تمام لوگوں کے درمیان بزرگی عطا فرمائی۔

ماحی الظلام امین الله مرسله من فی رسالته تکمیل ما کانا

کفر کی تاریکیوں کو مٹانے والے اللہ کے امین اور اس کے رسول ہیں، آپ کی رسالت سے تمام شرائع کی تکمیل کر دی گئی

حتی بدا بختام الرسل موسوماً نسخت شریعته البیضاء ادیانا

یہاں تک کہ آپ کا نام ختم الرسل رکھا گیا، آپ کی ملت بیضاء نے تمام ادیان سابقہ کو منسوخ کر دیا۔

من عظیم علی المخلوق بعثته امنحت بمولده الاعداء اخوانا

آپ کی بعثت مخلوق پر ایک عظیم احسان ہے، آپ کی ولادت باسعادت سے دشمن بھائی بھائی ہو گئے۔

العاقب الحامد المحمود ذو کرم فاق السحائب جود منه تهتانا

تمام انبیاء کے بعد تشریف لانے والے حامد ومحمود ہیں آپ صاحب جود وکرم ہیں تمام بدلیوں پر آپ کی بخشش سبقت لے گئی

من امّ سُوح نبی الله ملتجیا حاشا یعود من الالطاف حرمانا

جس نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر التجا پیش کی، ممکن نہیں کہ مراحم خسروانہ سے محروم رہا ہو

قد کان اجود من ریح اذا ھبّت   او من غیوث اذا تنصبّ ھملانا

آپ بلاشبہ تیز چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ سخی تھے اور تیز برسنے والی بدلیوں سے بھی زیادہ سخی تھے

قد علّم الناس توحیدا وطاعات   للّٰہ اذا شرکوا باللّٰہ اوثانا

آپ نے لوگوں کو توحید و طاعات کی تعلیم دی، جب کہ مخلوق نے اللہ کے ساتھ بتوں کو شریک عبادت کیا

علیہ انزل رب العرش قرآنا   فیہ شفاء سقیم القلب حیرانا

آپ ہی پر رب عرش نے قرآن مجید نازل فرمایا جس میں ہر مریض دل کی شفا موجود ہے

یہدی سبیل رشاد من اراد بہ   رشدا فغادر عصیانا وطغیانا

یہ قرآن ہر طالب ہدایت کو ہدایت کرتا ہے جو ہدایت پالینے کے بعد نافرمانی اور سرکشی کو ترک کردے

زکّی نفوسا وانجاھا من انجاس   نال القلوب بہ فیضاً وعرفانا

اسی قرآن نے انسانوں کو شرک کی نجاست سے پاک صاف کیا اس کے ذریعہ قلوب کو فیضان و عرفان ملا۔

فیہ المواعظ والاحکام والحِکم   بالبیّنات تلقّیٰ الناس اذعانا

اس میں مواعظ و احکام اور حکمتیں ہیں، اس کے آیات بینات سے لوگوں نے یقین کی دولت پائی

فیہ البصائر تذکیرا وتبشیرا   زدنا اذا ما تلی الآیات ایمانا

اس میں طرح طرح کی بصیرتیں ہیں جو تذکیر و تبشیر پر مشتمل ہیں اسکی آیات نے تلاوت کے وقت ہمارے ایمان کو بڑھادیا

کادت جلود بہ ان تقشعرّ اذا   تالٍ تلاھا بحسن الصوت الحانا

جس کو سن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں جس وقت کوئی خوش الحان اس کی تلاوت کرتا ہے

من جاء انقذھم من کلّ تضلال   کانوا علیہ وقاسیٰ فیہ احزانا

آپ نے دنیا میں تشریف لاکر ہر طرح کی گمراہی سے لوگوں کو نجات دی اور اس راہ میں بڑی زحمتیں اٹھائیں

یتلو علیھم کتاب اللّٰہ یہدیھم   دینا حنیفا کقصر شیّدٍ بنیانا

آپ کتاب مقدس کی تلاوت کرتے ہیں اور لوگوں کو مضبوط محل کی طرح دین حنیف کی طرف بلاتے ہیں

ھذا لکم محکم تنزیل بہ انعدمت   آثار شرکٍ فاخزی اللّٰہ شیطانا

یہی وہ کتاب ہے جس سے آثار شرک ناپید ہوگئے اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو رسوا کیا

الغي منقلع والجهل مندرس والحق ابلج للمرتاب برهانا

گمراہی مٹ گئی جہالت ختم ہوئی ، اور شک کرنے والوں کیلئے حق دلیل واضح ہوکر ظاہر ہوا

ذکر جمیل اتمّ الله حجته علی العباد به سرًّا واعلانا

یہ کتاب ایک ذکر جمیل ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر ہر طرح اپنی حجت پوری فرمادی

حتی تکمّل دین الله مرضیا من یبغ دیناسواه یُصْلَ نیرانا

حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین مکمل ہوگیا اب جو شخص اسکے سوا دین اختیار کریگا جہنم میں جائے گا۔

کم معجزات اراها الخلق اذ طلبوا حتی استفاضت وامر الله قد بانا

حضور نے بہت سے معجزات لوگوں کے مطالبہ پر دکھائے حتیٰ کہ وہ مشہور ہوگئے اور اللہ تعالیٰ کا امر ظاہر ہوا

تفوت اعداد رمل منه کثرتها او الکواکب لألاءً و لمعانا

معجزات تعداد ریت اور آسمان کے ستاروں سے بھی کہیں زیادہ ہیں۔

فاصبحوا اذا راوها مومنین بها وبعضهم انکروا بغضا وعدوانا

لوگوں نے معجزات دیکھ کر ایمان قبول کرلیا ، بعض نے عداوت و دشمنی سے انکار کیا

بُشری لمن صدّقوا تصدیق ایمان ویل لمن کذّبوا صما وعمیانا

اس کے لئے بشارت ہے جس نے معجزات کی تصدیق کی اور اسکے لئے تباہی ہے جس نے اندھے بہرے بنکر جھٹلایا

من بعده الخلفاء الراشدون له قد نشّروا الدین امصارا وبلدانا

آپ کے بعد خلفاء راشدین نے تمام بلاد و امصار میں دین الٰہی کی نشر و اشاعت کی

لثانی اثنین فی غار ابی بکر صدّیق الامة تصدیقا وایقانا

آپ کے رفیق غار حضرت ابوبکر صدیق رض ہیں جو تصدیق ویقین کے لحاظ سے امت کے صدیق ہیں

وهکذا الشیخ مولانا ابن خطّاب قد اظهر الحق بین الناس اعلانا

ایسے ہی خلیفہ ثانی حضرت عمر بن الخطاب ہیں جنھوں نے علی الاعلان دین حق کو ظاہر کیا

حامی شریعته البیضاء ناصرها خرّت لهیبته الاملاک غضبانا

آپ شریعت بیضاء کے مددگار اور حامی تھے غصہ کی حالت میں آپکے ہیبت وجلال سے بادشاہ زمین پر گر پڑتے تھے

ثم الذی جمع القرآن ثالثہم — ذو المجد و الفضل عثمان بن عفانا

پھر تیسرے خلیفہ جنھوں نے قرآن کو جمع کیا بزرگی اور فضیلت والے عثمان بن عفان ہیں

ختن النبی فاحیاھم واغناھم — عالی المناقب ذو النورین اکنانا

آپ نبی ﷺ کے داماد اور سب میں غنی اور باحیا ہیں آپ کے مناقب بہت بلند ہیں آپ رشتہ مناکحت کی وجہ سے ذو النورین ہیں

وبعدہ سید السادات سیدنا — اسماھم محمدا دینا وایمانا

آپ کے بعد چوتھے خلیفہ سید السادات ہیں جو شرافت نسبی اور دین و ایمان میں سب سے فائق ہیں۔

اعنی علیا ولیّ اللہ اقضاھم — اباتراب اجلّ الناس عرفانا

یعنی حضرت علی مرتضیٰ رضؓ ابو تراب جو اللہ کے ولی لوگوں میں سب سے بڑے قاضی علم و عرفان میں نیک و برتر ہیں۔

من بعد عہدھم قامت لخدمتہ — اشیاخ ملّتنا فضلا واتقانا

ان حضرات خلفاء کے بعد دین کی خدمت کیلئے وہ ائمہ اسلام کھڑے ہوئے جو فضل و اتقان میں سب سے بڑے تھے

مثل الامام سراج الدین والدنیا — ابی حنیفۃ شیخ الفقہ نعمانا

جیسے امام ابو حنیفہ رحؒ جو رئیس الفقہ اور دین و دنیا کے سراج ہیں۔

والشافعی فقیہ العصر مجتہدا — للقاصدین کمثل الغیث فیضانا

اور امام شافعیؒ جو اپنے وقت کے فقیہ و مجتہد تھے طالبان علم کے لئے مثل باران کے تھے

ومالک ذی اجتہاد ثم ارشاد — فاق البدور ضیاء ثم لمعانا

اور امام مالکؒ صاحب ارشاد و اجتہاد جو روشنی و چمک میں بدر تمام سے فائق تھے۔

ثم الفقیہ امام العصر احمدھم — فخر الائمۃ اعجاما وعربانا

پھر فقیہ عصر امام احمدؒ جو عرب و عجم کیلئے فخر الائمہ تھے۔

کانوا جمیعا بحبل اللہ معتصمین یبتغون لدی الرحمٰن رضوانا

یہ تمام اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے ہوئے خدا کی رضا کے طالب تھے

ھم للوری کنجوم فی دجیٰ لیل — نور الھدی منھم قد عمّ اکوانا

یہ مخلوق کی ہدایت کیلئے رات کی تاریکیوں میں روشن ستاروں کی طرح تھے انکی ہدایت کا نور تمام عالم میں پہونچا

من هم مقتفیا آثارهم رشدا — نال النجاة بایٌ منهم کان

جو صحیح ہدایت کا طالب بن کران کا متبع ہوا، اس نے نجات پالی ان میں سے جس کا بھی اتباع کیا

اما الذی قد بدا فی قلبه زیغ — یهوی هواه یری الاعمال خسرانا

لیکن جس کے دل میں کجی ہے اور اپنی خواہش کا اتباع کر رہا ہے وہ اپنے اعمال کو ضائع پائے گا

وهکذا الامر عهدا بعد عهدهم — قامت شیوخ الهدی سرا واعلانا

یہ خدمت دین کا سلسلہ ہر زمانہ میں جاری رہا علماء ربانیین ہر طرح دین کی خدمت کرتے رہے

کالشیخ قاسم خیر رأس اشیاخ — من قد ابان علوم الله تبیانا

جیسے شیخ علامہ رئیس الشیوخ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ جنھوں نے علوم الٰہیہ کو مخلوق پر ظاہر فرمایا

وحجة الله للمخلوق ارشادا — قطب الولایة نور الحق برهانا

اور جیسے کہ وہ شخص جو مخلوق کے مرشد قطب ولایت اور سراسر حق کی روشنی اور برہان تھے

اعنی رشیدا امام الخلق مرشدهم — مولی همّاما جلیل النظر امعانا

یعنی مولانا رشید احمد گنگوہی جو مخلوق کے امام ان کے مرشد، دقیق النظر اور عظیم المرتبت عالم تھے

وهکذا الشیخ شیخ الهند والعرب — محمودنا قدوة الاعلام اتقانا

اور اسی طرح شیخ الہند والعرب مولانا محمود حسن دیوبندی جو بڑوں کے پیشوا اور سب سے زیادہ متقی تھے

من کابد الحزن فی سجن کصدیقؑ — وجاهد الکفر جهرا القول اعلانا

جنھوں نے قید خانہ میں حضرت یوسف صدیق ؑ کی طرح مصائب برداشت کئے اور کفر سے علی الاعلان برسرپیکار رہے

سل ارض "ملطا" بنهضات له کُبَرٍ — لتخبرنّ بشیخ فاق شُبّانا

اے مخاطب سرزمین مالٹا سے انکے عظیم الشان کارناموں کا حال معلوم کر وہ ایسے ضعیف کی خبر دیگی جو جوانوں سے بھی بڑھ گیا

ومثلهم شیخنا عینُ لاعیانٍ — حبرٌ نبیل بلقیا الله ولهانا

اور انہی بزرگوں کیطرح ہمارے شیخ تھے اپنے معاصرین علماء میں ممتاز زبردست بلند مرتبہ عالم تھے اللہ سے ملاقات کے مشتاق

شیخ الحدیث فرید العصر انورنا — جلّت مکارمه جُودا واحسانا

یعنی شیخ الحدیث فرید عصر مولانا انور شاہ رحمہ جن کے مفاخر احسان و سخاوت میں بلند تھے

الزاهد الورع المختاع مُذَكِّرا　　لله مصطبرا فی کل ما عانیٰ

بڑے زاہد متقی باخشوع ذاکر،　　ہر مصیبت میں صبر کرنے والے

مَن وجهُه يُخجل الاقمار اذ سفرت　　نورا و فی علمه قد فاق اقرانا

جن کی پیشانی کا نور چاند کو شرما دیتا تھا اور اپنے علم و فضل میں ہمسروں پر فائق تھے

محيٍ لسنة خير الرسل اذ حدثت　　فيها امور من البدعات عصيانا

سنت رسول کو زندہ کرنے والے تھے جبکہ نافرمانی کرتے ہوئے لوگوں نے اسمیں بدعتیں ایجاد کرلی تھیں

قد هدّم البيت بيت الكاديان فسَلْ　　ابن الغلام فهل قد ذاق خزيانا

آپ نے قادیان کے خانہ ساز بیت نبوت کو منہدم کردیا مرزا غلام احمد سے پوچھ لو اس نے ہر ذلت کا مزا نہیں چکھا

ترك الطوال من الاسفار والكتب　　فيها الادلة ايضاحا وتبيانا

آپ نے بڑی بڑی کتابیں رد مرزائیت میں تصنیف کیں جن میں دلائل و براہین واضح پیش کئے

لبّى مجيبا لداعى الموت مبتسما　　مستسلما لقضاء الله فرحانا

آپ نے داعئ اجل کو مسکراتے ہوئے لبیک کہا اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی و خوش تھے

فالله يشكره باللطف يستره　　حسن الثواب ويرضى عنه رضوانا

خدا تعالیٰ آپ کو رحمت خاص سے نواز کر حسن ثواب عطا فرمائے اور آپ سے راضی ہوجائے

وسيدى ثم مولای و مستندی　　فاضت فيوض له للخلق فيضانا

اور میرے آقا میرے مولیٰ میرے مستند کے فیوض و برکات ہمیشہ مخلوق کے لئے باقی رہیں

شبير احمد ذو علم و ذو ورع　　ينال قلبى بزور منه سلوانا

یعنی مولانا شبیر احمد عثمانی (شیخ الحدیث جامعہ) صاحب علم و تقویٰ جنکی ملاقات سے دل کو سکون حاصل ہوتا ہے

فاق الاكارم فى مجد وسؤدده　　و فى جلالته ضبطا و اتقانا

آپ شرف و مجد میں اور جلالت مرتبت میں ضبط و اتقان کے اعتبار سے بڑوں سے بڑے ہیں۔

انى وجدت نصيباً منه مكتسبا　　حتى عَلَلْتُ كعذب الماء ظمآنا

میں نے آپ سے اکتساب فیض کیا یہاں تک کہ میں نے شیریں پانی کیطرح آپ سے اپنی تشنگی بجھائی

لا استطیع قضاء بالحقوق لہ　　ولا اطیق لہ مدحا وشکرانا

میں آپ کے حق کو کس طرح ادا کروں میں آپ کے شکریہ اور مدح کی مقدرت نہیں رکھتا

ادامہ اللّٰہ ربی فی افاضتہ　　فیض العلوم احادیثا وقرآنا

حق تعالیٰ قرآن وحدیث کے آپ کے فیض کو ہمیشہ جاری اور ساری رکھے۔

والشیخ احمد حسنٌ فی ارض گجرات　　کھؤلاء من الاعیان احسانا

انہی محسنین ملت اکابر کی طرح مولانا احمد حسن بھاکیؒ بانی جامعہ ڈابھیل بھی سرزمین گجرات میں تھے۔

من قد اقام لنشر الدین جامعۃ　　حین البریۃ تبغی الحق خذلانا

جنھوں نے اشاعتِ دین کیلئے جامعہ کی بنیاد رکھی جبکہ لوگ دین حق کو پس پشت ڈالے ہوئے تھے

فقام اسّسہا واللّٰہ ناصرہ　　فیما اراد رجاءً منہ رضوانا

آپ نے جامعہ کی بنیاد رکھی (اور اللہ آپ کا مددگار تھا) اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے

ماصدّہ کِبَرٌ شبت لہ ھمم　　عمّا تصدّی لہ والوقت قد حانا

آپکو مقصد کی تکمیل سے بڑھاپے نے نہیں روکا ہمت جوان تھی اور وقت قیام جامعہ بھی آچکا تھا

قد مات مغتربا للّٰہ مرتحلاً　　حتی اتیح دیار الغرب اوطانا

آپ نے اس سلسلہ میں اللہ کیلئے سفر کرتے ہوئے غربت کی موت پائی حتی کہ افریقہ کو اپنا دائمی وطن بنا لیا۔

طوبی لمن قد سعیٰ مسعاہ فی زمن　　اوسنّ خیراً لدین اللّٰہ معوانا

مبارک ہیں وہ لوگ جو ان کی سی کسی زمانہ میں سعی کریں یا اللہ کے دین کی مدد کیلئے کوئی سنت حسنہ جاری کریں

من جاءھا طالبا لغنم مؤمّلہ　　من العلوم کشرب الماء ریّانا

جو بھی جامعہ آئیگا علم کے گوہر مراد سے اپنے دامن کو بھر کر سیراب واپس ہوگا۔

فاللّٰہ یسکنہ فی دار رحمتہ　　دار النعیم ثوابا ثم غفرانا

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما کر جوار رحمت اور جنت النعیم میں جگہ عنایت فرمائے

وثم یُھنی مقیلا طیبا حسنا　　کما یھنی کرام الوفد ضیفانا

اور وہاں پاکیزہ اچھی خوابگاہ کی بشارت عطا فرمائے جیسا کہ قابل احترام مہمانوں کو بشارت دی جاتی ہے

وبعده احمد ذوالمجد ناظمها مشکور سعی جزاہ اللہ احسانا

اور آپ کے بعد مولانا احمد بزرگ صاحب اس کے ناظم ہیں جنکی کوشش کامیاب ہے جزاہ اللہ خیراً

ودام منه فيوض العلم فائضة ولا يزال جميل الذكر ازمانا

اور آپ کی وجہ سے علم کے فیوض ہمیشہ جاری رہیں اور آپ کا ذکر خیر زمانہ تک جاری رہے۔

ثم الصلوة على المختار من رسل من جاءنا بالهدى و النور برهانا

پھر درود شریف ہو رسول مختار ؐ پر جو ہماری طرف نور و ہدایت لے کر مبعوث ہوئے

خير العباد رسول الله صفوته بدين حق اتانا ثم احيانا

آپ اللہ تعالیٰ کے بہترین بندے رسول اللہ اور انکے برگزیدہ ہیں دین حق لیکر آئے اور ہم کو زندہ کیا

والآل والصحب اشراف الورى هما ماهيجت نغمات الطير اشجانا

اور آپ کے آل و اصحاب پر بھی رحمتیں ہوں جو تمام امت میں عزم و ہمت کے لحاظ سے افضل ہیں جبتک پرندوں کے نغمے ہمارے باطنی سوز و گداز کو برانگیختہ کرتے ہیں۔

(منقول از روداد ۱۳۵۳ھ صفحہ ۲۸ تا ۳۶)

رثاء مولانا الشیخ احمد درویش السملکی

المتوفی سنہ ۱۳۵۴ھ

من مولانا الحکیم القاری محمد یامین استاذ الجامعۃ فی دابھیل

ایا عینی استھلی بالدماء ... کجود قد تھطل من سماء

اے آنکھ آسمان سے نازل ہونے والی بارش کی طرح خون کے آنسو بہا۔

علی حبر قضی نحبا خشوعا ... من الدنیا الی دار البقاء

اس جلیل القدر عالم پر جس نے دنیا سے دار البقاء کی طرف رحلت فرمائی۔

تحلی بالمکارم والمعالی ... وبالخلق المطھّر والصفاء

جو شرافتوں اور بلندیوں سے آراستہ تھا اور پاکیزہ اخلاق اور صفائی قلب سے مزین تھا

وزھد ثم اخلاص وصدق ... وفقر ذالک فخر الانبیاء

زہد اخلاص صداقت اور انبیاء کی فخر کی چیز یعنی فقر سے متصف تھا

یناجی خاشعا جوف اللیالی ... اذا رقد الوری رب السماء

راتوں کو جب کہ مخلوق خدا سو جاتی تھی پروردگار عالم سے سرگوشی میں مشغول ہوتے تھے

جلیلا ماجدا شھما نبیلا ... صفیّا کان ذخر الاصفیاء

جلیل القدر بزرگ ذکی شریف اور ذخیرہ اصفیاء تھے۔

نقیا طاھرا سمحا کریما ... رئیس المحسنین الاتقیاء

پاک صاف سخی کریم اور احسان و تقویٰ والوں کے سردار تھے۔

یقوم بواجب امرا ونهیا محیاہ کبدر فی الضیاء
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے واجب کو ادا کرنے والے تھے آپ کا چہرہ بدر کامل کی طرح روشن تھا

فیا اسفیٰ توفی اغتراب به قد جلّ رزءًا الاصدقاء
افسوس کہ غریب الوطنی میں وفات پائی اس لئے دوستوں کو بہت صدمہ ہے

لدین الله افنیٰ کل عمر بجدٍّ فی ابتداء و انتهاء
اللہ کے لئے محنت کرتے ہوئے ابتدائی اور انتہائی ساری عمر بسر کی۔

وفات کموتة الشهداء اجراً تشرّف بالمزایا من رضاء
اجر و ثواب میں شہداء کی سی موت پائی اور مزید رضاء الٰہی سے مشرف یاب ہوئے

فارّخنا له ارخا جمیلا بمغفور وحید للفناء
ہم نے ان کی اچھی تاریخ وفات کہی ۱۳۵۴ھ مغفور وحید للفناء کے ساتھ

تغمده برحمته ثوابا جزیلا ربه یوم الجزاء
اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے سایہ میں اجر کثیر عطا فرماکر جگہ عطا فرمائے

صلوة ثم تسلیما دواما
دائمی صلوٰۃ وسلام ہو

علی ختم الرسالة و النباء
خاتم الانبیاء والمرسلین پر

(منقول از رو داد ۱۳۵۴ھ صفحہ ۶۷)

قطعۂ تاریخ وفات

مولانا مولوی احمد درویش صاحب سملکی مرحوم

نتیجۂ فکر جناب مولانا مولوی حبیب اللہ صاحب سلطانپوری مدرس فارسی جامعۂ اسلامیہ ڈابھیل

مولوی احمد درویش آں صوفی منش — عالم علم حقیقت کاشف سر نہاں

پاکباز و پاکباطن پاک نفس و پاک ذات — نیک خلق و نیک خلق و نیک دل نیکو بیاں

متقی و زاہد و صوفی و صالح نیک بخت — ہمچو او پاکیزہ خو کم دیدہ باشی در جہاں

بود افریقہ معاشش بہر اصلاح نفوس — بود انوارش دراں ظلمت کدہ خوش ضوفشاں

می سزد گر خوں ببارد دیدۂ ہر اشکبار — چو شنیدندش کہ رفت آں نیکخو زیں خاکداں

سملک و ڈابھیل شد از رحلتش ماتم کدہ — چوں نباشد زانکہ بد زیں خاک آں روشن رواں

شعر تاریخش چناں گفتہ حبیب خستہ دل — عیسوی و سال ہجری ہر دو شد از وے عیاں

احمد درویش آں زاہد امام المتقین

۱۳۵۴ھ

رفت در فردوس اعلیٰ ہمچوں شاہ صالحاں

۱۹۳۵ م

دیگر

چوں احمد درویش حق — از رحمتش مرحوم شد

تاریخ ہجری ۔ عیسوی — گفتہ حبیب وخوب شد
آں احمد درویش خلق — مغفورِ عالم قدس شد
۱۳۵۴ھ — ۱۹۳۵ء

(منقول از روداد ۵۴ھ ص ۵)

قصيدة وداعية

مولانا احمد بزرگ مہتمم جامعہ کے سفر افریقہ پر روانگی کے وقت

(از جناب مولانا محمد یوسف صاحب بنوری استاذ جامعہ اسلامیہ)

ما بال قلبك يستطير غراما — ما يستفيق صبابة وهياما
اے دل تجھے کیا ہوا ہے کہ فریفتگی کی وجہ سے پراگندہ ہے تجھے عشق و محبت سے ہوش نہیں آ رہا ہے

ما يعتريه من تباريح الجوى — الا وزاد تولعا وضراما
غم کی سوزشیں جتنی زیادہ لاحق ہوتی ہیں فریفتگی اور جلن بڑھتی جا رہی ہے۔

ثابت له اشجانه وشجونه — ودهاه احزان تكون غراما
اس کے غم واندوہ اندر تک پہنچ گئے ہیں اور ایسے غم لاحق ہوئے ہیں جو موجب ہلاکت ہوتے ہیں

ويطيعه عين ترقرق عبرة — تذرى بادمعها دما تسجاما[1]
آنکھ بھی دل کی اطاعت میں آنسو بہا رہی ہے آنسوؤں کے ساتھ خون بھی تیزی سے بہا رہی ہے

---

[1] كذا في الاصل ولعل الصحيح دماً انسجاما ۱۲ فضل

فکان عینی من معین ثرة ثرثارة تجری یکون لزاما
میری آنکھ اس گہرے چشمہ کی مانند ہے جو برابر بہتا رہتا ہے

والمّ مابی من وداع احبة حملوا مطیتهم تزم زماما
میرے اوپر دوستوں کی جدائی کی مصیبت آپڑی ہے جنھوں نے سواری پر سامان لاد دیا ہے جو پابرکاب ہے

شدت رحالهم وعهدی بالحمی عهد قریب زورة و سلاما
ان کے کجاوے کسے جاچکے ہیں اور میری ملاقات چراگاہ میں زیارت اسلام کے لحاظ سے قریبی ملاقات ہے

رکبوا لامر ما علی کتد السری هجروا له الاوطان ثم مقاما
کسی اہم کام کیلئے رات کے سینہ پر سوار ہیں اس کے لئے وطن واقامت کو خیر باد کہہ دیا ہے

جابوا القفار تولّعا و تشوقا جازوا البحار و ودعوا الارحاما
میدانوں کو شوق وذوق سے طے کیا سمندروں کو پار کیا رشتہ داروں کو چھوڑا۔

فی صدرهم همم یحیط اقلها الدُّ ازمان والایام و الاعواما
ان کے سینوں میں ایسی ہمتیں ہیں جن کا قلیل حصہ زمانہ دن اور سالوں کو گھیر سکتا ہے۔

ویهمّه الدین المتین و ان یری مرفوعة رایاتها و سناما
اس کی فکر دینی ہے وہ دین کو بلند و بالا دیکھنا چاہتے ہیں

یحیی معارف جمة من سعیه الوحی و الآثار و الاسلاما
اپنی کوشش سے بہت سے معارف اسلامیہ ودینیہ کو زندہ کرنا چاہتا ہے

دامت شمائلهم حیاة للوری هدیا و سمتا سنة و مقاما
ان کے خصائل ہمیشہ مخلوق کیلئے حیات سیرت اور سنت کا مقام حاصل کرتے رہے ہیں

مشمولة غداوتکم میمونة روحاتکم ابداً تفیض غماما
تمہارے صبح کے نکلنے میں برکت ہو اور شام کا نکلنا ہمیشہ بارش برسائے۔

بورکت من غیث یفیض لامة خیرا و خیرا رشدة و قواما
اے بدلی تیرے اوپر برکت ہو اسلئے کہ تو ہمیشہ خیر اور بھلائی برساتی ہے

نيلت مصالح امة بفيوضكم ‏ شكرت مساعيكم تجم جماما
آپ کے فیوض سے امت کی مصلحتیں متعلق ہوں آپ کی مساعی خوب خوب بارآور ہوں۔

فالله يحييكم باطيب عيشة ‏ يجدي فلاحا للورى و نظاما
اللہ تعالیٰ آپ کو عمدہ زندگی عطا فرمائے جو مخلوق کیلئے نفع بخش ثابت ہو۔

والله يحييكم حماية حافظ ‏ ويلم شعثا بعدكم وفصاما
اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے اور آپ کے بعد پراگندگی اور شکستگی کی اصلاح فرمائے

وثنيت ربطا ثم ابت مسالما ‏ مثل الغوادي فائزا غناما
آپ صحت و سلامتی کے ساتھ بامراد اور کامیاب واپس ہوں۔

(منقول از روداد ۵۵ھ ص ۳۱)

قصیدۂ وداعیہ

از جناب مولانا حکیم قاری محمد یامین صاحب سہارنپوری مدرس جامعہ ڈابھیل

يا قاصد السفر البعيد تلفت ‏ اكبادنا من بينكم بتفتت
اے سفر بعید کا قصد کرنیوالے ہماری طرف نظر التفات فرما کہ ہمارے جگر آپکی جدائی سے پاش پاش ہیں

كيف اصطبارٌ للقلوب ببعدكم ‏ من للجماعة تضمحلُّ بفرقة
آپکی جدائی سے ہمارے دلوں کو کیونکر صبر حاصل ہوگا کون اس جماعت کا کفیل ہے جو آپکی فرقت سے بے چین ہے

اجفاننا تهمي كغيثٍ هامرٍ ‏ وتهيج نار صبابة مِنْ لَوْعَة
ہماری آنکھیں بدلی کی طرح اشکبار ہیں اور شدت حزن کی وجہ سے آتش محبت برانگیختہ ہے

اللہ بارك فی مساعیك العُلیٰ ومُنیً بها تبغی لداه بقربة
اللہ تعالیٰ آپکی بلند کوششوں میں برکت دے اور وہ آرزوئیں پوری ہوں جو موجب قربت ہیں

وعزائم للدّین قد صممتها ومقاصد میمونة للملّة
اورآپ کے دینی عزائم اور مبارک ملت کیلئے مبارک مقاصد بھی پورے ہوں جنکا آپنے ارادہ کیا ہے

ومآرب تدعو لترحالٍ لکم صغرت باعیننا و ان هی جلّت
اور وہ ضرورتیں بھی جو اس طویل سفر کا باعث بنی ہیں ہماری نگاہوں میں معمولی ہیں لیکن واقع میں بڑی ہیں

ومواهب تنهلّ من میرکاتها سُحُبٌ لجامعة تدوم کدیمة
اس سفر کی برکات جامعہ پر نہ رکنے والی بارش کی طرح ہمیشہ برستی رہیں

دار العلوم منارها و مدارها بضیائها خفاوت لوامع سنّة
جامعہ اسلامیہ علوم کا مرکز و مدار ہے ، اس کی روشنی سے سنت کے انوار دنیا میں پھیلے

فاللّٰہ یُظفِر سیّدی اسفارکم هٰذی علی رغم العدی بلبانة
اللہ تعالیٰ آپ کے اس سفر کو دشمنوں کے علی الرغم کامیابی سے ہمکنار کرے

ندعو لکم کالمخلصین بدعوة یرجیٰ لها تقبولها واجابة
ہم آپ کیلئے صدق دل سے دعا کرتے ہیں جس کی قبولیت کی بارگاہ ایزدی سے امید ہے

العود" احمد" قد اتی لکنکم حمّدتم فی ظعنکم و اقامة
العود" احمد" امثال میں آیا ہے لیکن آپ تو سفر و حضر دونوں میں (احمد) بہت قابل تعریف ہیں

جوزیتم من خیر جازٍ سیّدی خیر الذی یجزی الهداة لامّة
آپ کو اللہ تعالیٰ کسی امت کے ہادی سے بہتر بدلہ عطا فرمائے۔

ویزید حسناکم لاجمل برّکم ویُطیب مغناکم لافضل طاعة
اور آپ کو اللہ تعالیٰ نیک خدمت اور افضل طاعت کے صلہ میں مزید عنایات سے نوازے

فاللّٰہ خیر حافظا لك ناصراً رُحْ سالما عُدْ غانما بسلامة
آپ جائیں اللہ تعالیٰ آپ کے محافظ اور ناصر ہیں سلامت جاکر بامراد واپس ہوں

یحیطک ربک من مکارۃ کلّھا　　دوما ومن غیر الزمان ملمّۃ
پروردگار ہر قسم کی تکالیف سے آپ کو محفوظ رکھے اور ہر قسم کے حوادثِ دہر سے

بالخیر یجمع بیننا بعد النوی　　فتقرّ اعیننا کاوّل مرّۃ
جدائی کے بعد خیریت کے ساتھ جمع فرمائے تاکہ ہماری آنکھیں دوبارہ حسبِ سابق ٹھنڈی ہوں

ثم الصلوۃ علی النبی محمّد　　والآل والاصحاب خیر بریّۃ
پھر درود وسلام ہو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے آل واصحاب پر جو بہترین مخلوق ہیں

مادام یُشکرُ سعیُ عبدٍ صالحٍ　　متھلّل مع فکرہ المتشتّت
جب تک کسی صالح بندے کی کوشش اس کی منتشر فکروں کے ساتھ ہر طرح مشکور رہو

(منقول از روداد ۵۵ھ صفحہ ۲۹-۳۰)

قصیدۂ وداعیہ

از جناب مولانا حبیب اللہ صاحب استاذ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

ایکہ افریقہ ملا ذا می روی　　سخت غمگینیم کزما می روی
کن معطر ملک افریقہ ز خویش　　اے کہ مثلِ مشک سارا می روی
نور بخشِ عالمِ تیرہ بشو　　بادلے چوں ماہپارہ می روی
اے کہ اخلاص و تقارا پیکرے　　با خلوصِ روح افزا می روی
چہ دیانت چہ امانت چہ علوم　　فردِ ہستی کہ یگانا می روی
در تواضع سر فگندہ بینمت　　در مراتب بالا بالا می روی
تو کجا و پائے گاہ تو کجا　　در ثری و بر ثریا می روی

کس نمی داند علاج دردِ دل	تو مگر بہر مداوا می روی
تا کنی سیراب این باغ رسول	بہر نہرے سوئے دریا می روی
تا بماند جامعہ مثلث بزرگ	خوش بزرگی را بزرگا می روی
مطمئن تا کہ کنی یک خلق را	مضطرب چوں قلب شیدا می روی
قیمت خود را در آنجا کم مکن	پُربہا لؤلوئے لالا می روی
تا توانی گوہر قابل گزین	در زمین سنگ خارا می روی
حج نویسندت کہ بہر مدرسہ	نے غلط گفتم خدارا می روی
ہمچوں گل خنداں شگفتہ باز آ	دل گرفتہ غنچہ آسا می روی
دامن امید پر کردہ بیار	باغم دیں پُر تمنا می روی
بادہ پیما یاں از آنجا باز آ	بادیہ پیما یا زیں جا می روی
از صعوبات سفر بے فکر باش	در امانِ حفظ مولا می روی
ہمت صاحب دلانت ہم رکاب	با دعاہا باثنا ہا می روی
کاروانِ دیدہ و دل ہمرہ است	آشکارا گرچہ تنہا می روی

اے کہ لطفت مرہم قلب جیب

چوں دلم را کردہ پارا می روی

(منقول از روداد ۵۵ھ ص ۳۲)

مہتمم جامعہ مولانا احمد بزرگؒ کے سفر افریقہ سے واپسی کے موقع پر

ھدیۃ

الی حضرۃ مدیر الجامعۃ الاسلامیۃ بڈابیل مولانا احمد بزرگ السملکی

از جناب مولانا محمد یوسف کاملپوری رکن مجلس علمی ڈابھیل

انجوم افلاک السماء عوالی کالوشی فی حبک السماء العالی
اے آسمان کے بلند ستارے اور بلند جالی دار آسمان کے نقش و نگار

تزھو بدیباج ارق و سندس منظومۃ منثورۃ کلآلی
تو اپنے رنگین اطلس و دیباج پر فخر کرتا ہے اس حال میں کہ موتیوں کی طرح کچھ مجتمع اور کچھ بکھرا ہوا ہے

یا انجما زین السماء ادیمھا وعلائم و مشاعل برمال
اے ادیم سماء کے زینت دینے والے ستارے اور بیابان و ریگستان کے علامات اور چراغ

تھدی فئاما فی البحار تورطوا وحیاتھم قد آذنت بزوال
تو اس جماعت کا رہنما ہے جو طوفان میں پھنس گئی ہو اور ان کی زندگی معرض خطر میں ہے

لیل و بحر ھائج فی عاصف ظلم ثلاث اسدلت بتوالی
ایک طرف شب تاریک ہو اور سمندر طوفان خیز، موجوں کی تاریکیاں یکے بعد دیگرے سب اکٹھی ہو گئی ہوں

ما انت اھدی من نجوم اشرقت فینا علی مر الزمان الخالی
مگر تو رہنمائی میں ان ستاروں کا مقابلہ کیا کر سکتا ہے جو ہم انسانوں پر ہمیشہ سے طلوع ہوتے رہے ہیں

فشموسنا و شموسکم و بدورنا و بدورکم لیست من الامثال
ہمارے آفتاب و ماہتاب اور تمہارے آفتاب و ماہتاب بھلا کب برابر ہو سکتے ہیں

کالانبیاء و الاولیاء فانهم　　نخب الانام علی سماء معال
ہمارے آفتاب توانبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام ہیں جو برگزیدہ مخلوقات آسمان کی بلندیوں پر جاگزیں ہیں

لهم النفوس الزاكيات الشامخا　　ت الصابرات بمازق الابطال
ان کے نفوس پاکیزہ بلند ہمت اور سختیوں میں صبر کرنے والے ہیں

یرجونه فی کل خطب مفظع　　یخشونه فی کل حال حال
ہر مشکل وہم میں اللہ سے امید رکھتے ہیں، اور ہر حال میں اسی سے ڈرتے ہیں

یاتون ما یاتونه من امرهم　　لله محتسبین عند مآل
جو کام بھی کرتے ہیں جبتہً للہ اور ثواب آخرت کیلئے کرتے ہیں

کالشیخ مولانا المبجل احمد　　ربط الجنان بحومة الاهوال
مولانا المعظم احمد بزرگ انھیں کے ایک فرد ہیں جو شدائد احوال میں ثابت قدم رہتے ہیں

ماضی العزیمة کالحسام الصارم　　حکت بهمته السماء العالی
شمشیر براں کی طرح اپنے ارادہ کو پورا کرنے والے ہیں ان کی بلند ہمت آسمان کی سی بلندی رکھتی ہے

رب الفراسة لاتسل عن نورها　　هی مهم غیب راشق بنبال
ان کے نور فراست کی نسبت نہ پوچھ، ان کی فراست تیر کی طرح چیرتی جاتی ہے

قد غربل العلماء من اعیاننا　　کالشیخ انور هاطل الهطال
انھوں نے اکابر علماء کو جامعہ کیلئے چھانٹ لیا ہے جیسے انور شاہ صاحبؒ جو بارش کی طرح برستے تھے

والشیخ شارح مسلم علم التقی　　سباق مضمار العلیٰ ومجال
اور مولانا شبیر احمد عثمانی شارح مسلم　　جو بلندی کے میدان کے شہسوار ہیں

شمسان او بحران حین تلاطما　　حکیا علوم اوآتلك الاجبال
یہ دونوں حضرات آفتاب کی طرح روشن اور سمندر کی طرح موّاج، قدیم جبال علم کے مشابہ ہیں

یا حافظی علم النبی محمد　　ما انتم و سواکم بمثال
اے دین نبی کے حفاظت کرنے والو، آپ اور دوسرے لوگ برابر نہیں ہوسکتے

حفت مساعيه الاكارم كلهم   يحيون ما درست من الاطلال
مہتم صاحب کی مساعی نے ان تمام اکابر کو جمع کر لیا ہے جو پرانے علمی نشانات کو زندہ کر رہے ہیں

شکرت مساعيك الجميلة في الورىٰ   جادت كجود غمائم بسجال
آپ کی مساعی جمیلہ لوگوں میں مقبول ہیں اور برسنے والے بادلوں کی طرح برستی ہیں

جددت اعلام الهدى اذا قفرت   فالنور منبلج على الآصال
آپ نے ہدایت کے بوسیدہ نشانات کی تجدید کی اسی لئے تاریکی میں روشنی دکھائی دیتی ہے

وركبت في لجج البحار بعزمة   ابدا تشد رحالها بحبال
آپ دریا کی موجوں میں ایسی ہمت سے سوار ہوئے جو ہمیشہ سفر کرنے کی عادی ہے

وتركت اولادا صغارا صبية   فلذ القلوب وسلوة للسال
اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو پیچھے چھوڑ گئے جو لخت جگر اور باعث تسلی تھے۔

ورضا الاله يحل حيث يحله   يا منبغي رضوانه ونوال
اے خدا کی رضامندی اور بخشش کے طلبگار جہاں آپ اترے وہاں اللہ کی رضا بھی اترے

وتروم احياء المآثر كلها   حلا ومرتحلا ولست تبال
اور آپ سفر و حضر میں مآثر قدیمہ کے زندہ کرنے کے ساعی ہیں اور کسی کی کچھ پرواہ نہیں کرتے

لله درهين[^1] شبت بهمة   شبت شبابا ترتقي وتعال
آپ کی ہمت قابل تعریف ہے جو بڑھاپے میں جوان ہو رہی ہے

رجعت بالفوز الكبير الى ذرا   ك وكل شئ راجع للحال
آپ سفر افریقہ سے کامیاب اپنے گھر کو واپس ہوئے اور آخر ہر چیز اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے

هذا هو المجد المنيع ودونه   ضرب الصوارم او قراع عوال
یہ بلند درجہ کی بزرگی ہے جس کیلئے شمشیروں اور تیزوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے

---

[^1]: کذا فی الاصل والصحیح واللہ اعلم درك ١٢ ف

المجد يشبه اصطياد ضراغم　　ليست بسهل کاقتناص غزا[illegible]
بزرگی شیروں کے شکار کی طرح مشکل ہے، ہرنوں کے پھانسنے کی طرح آسان نہیں

اختارك الرب الجليل مجددا　　للدين تحميه عن الجهـ[illegible]
رب جلیل نے آپ کو تجدید دین کیلئے منتخب کیا ہے تاکہ آپ جاہلوں کی تحریف سے دین کو بچا[illegible]

یاغیث غوث المسلمین و غوثهم　　تحمیهم کاللیث للاشـ[illegible]
اے مسلمانوں کے لئے بادل اور فریادرس تو ان کی حفاظت کرتا ہے جیسے شیر اپنے بچوں [illegible]

علّمت بالجهد الجهيد عصابة　　كانوا عطاشا فارتووا بکمـ[illegible]
آپ نے انتھک کوششوں سے ایسے لوگوں کو تعلیم دی جو پیاسے تھے اور خوب سیراب ہو[illegible]

و افضت بالفيض العزيز ايـاديا　　جادت كما جادت غمام ثقا[illegible]
اور آپ کے فیض کثیر نے ایسی نعمتیں برسائیں جو بھاری بادلوں کی طرح برستی ہیں[illegible]

یا ملجأ المسترشدين وحصنهم　　و ملاذ طلاب العلوم ثما[illegible]
اے طالبان ہدایت کے ملجا و ماوی اور طالب علموں کے لئے توشہ اور جائے پنا[illegible]

انت المحكّك كالجُذيل مرجّبا　　مثل العُذيق و موئل لموا[illegible]
آپ ہر مشکل و مہم میں لوگوں کیلئے جائے پناہ اور آسرا ہیں

جوزيت في الدنيا ثناءا خالدا　　يتلى و يزبر دائما بتوال[illegible]
آپ دنیا میں دائمی ثنا کے مستحق ہیں جو ہمیشہ لکھی پڑھی جائے

جوزيت في العقبى جزيل مثوبة　　جنات عدن ماءها كزلال
آخرت میں آپ کو حق تعالیٰ بڑا بدلہ عطا فرمائے اور جنات عدن نصیب کرے جنکا پانی صاف اور شیریں ہے

تثنى عليكم السنٌ ومباسمٌ　　تبلى ولايبلى على الاحوال
خلق خدا کی زبانیں آپ کی مداح ہیں ہمیشہ ہمیش کیلئے وہ تعریف تازہ رہے گی

(منقول از روداد ۵۲ھ صفحہ ۴۵ تا ۴۷)

تہنئۃ القدوم

لرئیسنا العلام الامجد الذی ھو کاسمہ احمد ناظم الجامعۃ الاسلامیۃ بدابیل
حین رجع من سفر الافریقہ مع العافیہ والسلامۃ

از مولانا قاری محمد یامین صاحب مدرس جامعہ

حان التھانی للرئیس الامجد　　اذ عاد غنّاماً بنجح المقصد
وقت آگیا ہے کہ ہم رئیس جامعہ کو کامیاب سفر افریقہ سے واپسی پر ہدیۂ تہنیت پیش کریں

ما للفؤاد اذا اعتراہ من النوی　　صبر و لکن لیس امسیٰ کالغد
جب موصوف تشریف لے گئے دل سے صبر رخصت ہو گیا تھا لیکن آج غم خوشی سے بدلا ہوا ہے ہر دن یکساں نہیں ہوتا

یاحبذا بلقائہ و زوارہ　　فزنا کمثل الزائر المتزود
الحمد للہ آج ہم ان ملاقات اور زیارت سے مشرف ہوئے اس شخص کی طرح جو زیارت کو سرمایۂ سعادت سمجھتا ہو

فتبارک اللہ الذی ھو رافع　　لمنازل العلماء رغم الحسد
بابرکت ہے خداوند عالم کی ذات جس نے علماء حقہ کے مراتب بدخواہوں کی خواہش کے خلاف بلند فرمائے

حزب الالٰہ بنصرہ قد اُیّدوا　　وبأیدہ بین الزحام العُنّد
یہ اللہ کی جماعت ہے جو ہمیشہ گروہِ دشمناں میں اس کی حمایت و نصرت کے ساتھ مؤید ہے

و وجاھۃ منحت لکل احبۃ　　ونباھۃ وھبت لکل مرشد
اور ایسی وجاہت سے تائید کی گئی جو محبوبان خدا کو دی جاتی ہے اور ایسی عزت سے جو اصحاب تجدید کو عطا ہوتی ہے

علماء ملتنا اقاموا حجة　　وهدوا طريقا للغوى الملحد
علماء ملت اسلام نے گمراہوں کیلئے حجت قائم کردی اور ملحدین کو ہر زمانہ میں صحیح راستہ کی رہنمائی کی

هذا من الله العزيز محتم　　ابدا عليهم اذ دعوا للمشهد
یہ اللہ کی طرف سے ان پر فرض کیا گیا ہے جب کہ وہ کسی مجلس میں بلائے جائیں

نهضوا لارشاد وبث هداية　　ولدرس نكر باللسان وباليد
وہ ارشاد و ہدایت کیلئے اٹھے اور ہاتھ اور زبان سے منکرات کو مٹایا

وبلاغ احكام الشريعة امة　　يهدى سعيد ثم كم لا يهتدى
اور احکام شریعت امت تک پہنچائے اہل سعادت نے ہدایت پائی اور بہت سے بدبخت محروم رہے

وهم مصابيح الدجى فى عصرهم　　ماضرهم خلف الالد المعتدى
اور وہ اپنے زمانہ میں تاریکیوں کے روشن چراغ ہیں انکو کبھی حد سے بڑھنے والے مخالف کا اختلاف مضر نہیں ہوا

وبهم انار الله برهان الهدى　　للقلب داج مارد متمرد
اور انہی کے ذریعہ سے حق تعالیٰ نے برہانِ ہدایت تاریک دل متمرد و سرکش کیلئے واضح فرمایا

عدتم فعاد لنا الحيوة وعيشنا　　ودنا زمان مبشرا بالموعد
آپ کی بعافیت واپسی سے گویا ہماری زندگی لوٹ آئی اور مژدۂ لقاء کا زمانہ قریب ہوا

شكرا لرب سيدى ! فغيابكم　　قد صار مسعودا بعود احمد
شکر خدا ہے کہ عودِ احمدؐ کے ساتھ آپ کی چند روزہ غیبوبت ہمارے لئے مسعود و میمون ثابت ہوئی

ثمراته ميمونة ببركاته　　مقرونة باللطف من مولى الندى
آپ کے اس سفر کے ثمرات مبارک ہیں منعم حقیقی کی بے پایاں الطاف کے ساتھ مقرون ہیں

قمنا نهنى اذ سمعنا نبأكم　　مستبشرين بفضله المترصد
ہم آمادۂ تہنیت ہوئے جبکہ ہم نے یہ مژدہ جانفزا سنا اللہ تعالیٰ کے انعام منتظر سے خوش ہو کر

جم الحبور لنا وعم سرورنا　　من بعد عيش بالنوى متنكد
ہمارا سرور و ابتہاج آپکی تشریف سے بہت بڑھ گیا ورنہ فراق سے زندگی تلخ و مکدر ہو چکی تھی

اُبْتم مأمولکم و رجعتم بمواهب کالناجح المتأیّد
آپ کامیاب افریقہ سے واپس ہوئے اور بحمدہ تعالیٰ تائیدِ الٰہی سے پوری کامیابی حاصل ہوئی

تاسیتم جهدا بلیغا مثمرا لبقاء جامعة بقاء مؤبد
آپ نے جامعہ کے بقاء دوام کیلئے طرح طرح کی تکالیف شاقہ برداشت کیں

طوبیٰ لمن یبنی الرشاد مؤسّسا بشری لمن ابقاه خیر مشید
مبارک تھا وہ شخص جس نے اس بیت رشاد کی تاسیس کی اور خوش قسمت ہے وہ جس نے اسکو مستحکم اور مضبوط کیا

یا احمدان ! جزاکما مولی الوریٰ بجمیل جدّ منکما مستسعد
اے دونوں احمد تم کو خدائے تعالیٰ ان مبارک و مسعود کوششوں کا بہترین بدلہ عطا فرمائے

واولی عطیات لدار علومهم ممن یعدّ رضاه خیر تزوّد
اور ان اہل خیر حضرات کو بھی جنھوں نے اپنے دارالعلوم کو رضاءِ الٰہی کو توشۂ آخرت سمجھتے ہوئے چندہ عطا فرمایا

یدعو لهم کل البلاد واهلها یدعی لهم فی کل ارض جلجد
ان تمام حضرات کیلئے تمام بلاد اور ان کے باشندے دعا کرتے ہیں، ہر جگہ ان کیلئے دعا ہوتی ہے

ومنابر فیها و کل مساجد ورجالها من رکّع او سجّد
وہاں کے تمام منابر و مساجد اور وہاں کے تمام عبادت کرنیوالے دعا کرتے ہیں

لازلتم فی العیش عیش ناعم دوما و فی لطف الاله مزیّد
آپ برابر راحت وچین کی زندگی بسر کریں اور اللہ تعالیٰ کی الطاف بے پایاں آپکو میسر ہوں

و بانعُم لله تهمی هُتّلاً بالخیر و البرکات غیر منفد
اور حق تعالیٰ کے انعامات خیرات و برکات کیساتھ ہمیشہ زور سے برسنے والی بدلی کیطرح آپ پر برستے رہیں

حاشا مدیحی باحترامك واجبا لاسیما اذ لم اکن بمجوّد
حضرت والا میرے یہ کلمات مدح آپکے احترام واجب کو پورا کرنے سے قاصر ہیں خصوصاً جبکہ میں عمدہ گو نہیں ہوں

فصلاتنا ثم السلام علی امین الله ختم الانبیاء محمد م
صلوٰۃ وسلام ہماری طرف سے نازل ہو اللہ کے امین خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر

وعلى احبته وصالح اخوة ماهيج الاشواق صدح مغرد

اور آپ کے احباب و صلحاء امت پر جب تک خوش الحان پرندوں کی نواسنجی شوق کو ابھارتی رہیگی

(منقول از روداد ۵۲ھ از صفحہ ۲۷ تا صفحہ ۵)

برقدوم میمنت لزوم حضرت مولانا مولوی حافظ احمد بزرگ صاحب مہتمم جامعہ اسلامیہ

(از جانب مولانا حبیب اللہ صاحب مدرس جامعہ)

بوئے خوش از بوستاں آید ہمی	انبساط جسم و جاں آید ہمی
خندہ شو اے گل خرام اے سرو ناز	رحمت حق ز آسماں آید ہمی
بہر باغ و کشت ما ابر بہار	با بہار بے خزاں آید ہمی
دامن آگندہ ز گلہائے مراد	باغبانم گل فشاں آید ہمی
آسمان سملک و دابیل ما	آفتاب ضوفشاں آید ہمی
نازش صد خطۂ گجرات ما	مفخر گجراتیاں آید ہمی
مرحبا سملک کہ در آغوش تو	ماہ فخر آسماں آید ہمی
رہنمائے رہروِ راہِ جناں	قدسئے از قدسیاں آید ہمی
عالم و زاہد تقی و پارسا	علم دیں را پاسباں آید ہمی
جا پناہ خلق و خود خلوت گزیں	خوش مکینے در مکاں آید ہمی

دردمندِ قوم و چارہ جوئے ملک | مشفق و راحت رساں آید ہمی
بحرِ علمِ دیں نگر آید زبحر | بے کراں برکرانے آید ہمی
بردرش ہستند مہمانِ رسول | میہماں را میزباں آید ہمی
شادباش اے گلستانِ جامعہ | باغبان مہرباں آید ہمی
طالبان و عالماں را ماسحے | مرجعِ خورد و کلاں آید ہمی
سالکے بر مسلکِ حضرات چشت | عارفِ سرِّ نہاں آید ہمی
اے سراپا مکرمت بر مقدمت | مرحبائے بر زباں آید ہمی
مرحبا آید فریدِ روزگار | حبذا فخرِ زماں آید ہمی
صاحبِ علم و عمل احمد بزرگ | سرگروہ عالماں آید ہمی
از وجودت اے گلِ خوبیِ ما | گلستاں در گلستاں آید ہمی
برفراتِ علم تو اے علم داں | کارواں برکارواں آید ہمی
زیر پائے خلق سبزہ زار تو | پرنیاں بر پرنیاں آید ہمی
در بلندیہائے تو اے سربلند | آسماں بر آسماں آید ہمی
ایکہ ظلِ عطف تو برما ہمہ | سائباں بر سائباں آید ہمی
شادباش و شادزی اے شادماں | ایں دعا بر ہر زباں آید ہمی
باد اولادت مکرم در جہاں | چوں تولیٔ ہریک چناں آید ہمی

برطریقِ رودکی نظمِ حبیب
نقشِ پائے رفتگاں آید ہمی

(منقول از روداد ۵۶ھ صفحہ ۵۱-۵۲)

دمعۃ

علے

وفاۃ حضرۃ الشیخ السید مولانا سراج احمد قدس سرہٗ

از مولانا محمد یوسف کاملپوری رکن مجلس علمی ڈابھیل

نعی الناعی عشیۃ یوم عید   بقیۃ قاسم خلف الرشید
عید کی شام کو خبر دینے والے نے ایسے شخص کی موت کی خبر دی جو حضرت قاسمؒ و رشیدؒ کی یادگار تھے

تقیا زاھدا جبل الوقار   امین اللّٰہ ذا الفضل المزید
وہ متقی زاہد اور کوہ وقار تھے، علم الٰہی کے امین صاحب فضل و کمال تھے

محدث عصرہ شیخ الانام   وعارف ربہ خیر العبید
شیخ الحدیث اور استاذ جہاں تھے: عارف ربانی اور نیک بندے تھے

تقفیۃ امۃ کانوا کراما   وھم غرر الزمان بلا تدید
ایسے بزرگوں کے قائم مقام تھے جو زمانہ کی مایہ ناز ہستیاں تھیں

مفید الناس کالغیث السحوح   مفیض الخیر ذی القول السدید
برستے بادل کی طرح لوگوں کو نفع پہونچانے والے خیر بہانے والے اچھی بات کہنے والے

وقسام المعارف والعلوم   وذو شرف طریف فی متلید
علوم و معارف کے تقسیم کرنے والے ذاتی و آبائی شرف کے مالک تھے

اقام معلما علم الحدیث   طویل الدھر کالعلم المشید
ایک مدت تک انھوں نے نہایت استقامت کے ساتھ علم حدیث کی تعلیم دی

ومن ابقته آثار حسان   علی صفحات دهر کیف یودی

اور جس شخص کو آثار باقیات زندہ رکھیں بھلا وہ کیسے ہلاک ہو سکتا ہے

محیوۃ السنۃ البیضاء یحیی   رسوم الدین بالجهد الجهید

سنت بیضاء کو زندہ کرنے والے انتھک کوششوں سے دین کے مراسم کو زندہ کرتے تھے

صحیح العلم فی خلق عظیم   سدید القول ذو فعل رشید

صحیح علم کے مالک صاحب خلق عظیم درست بات کہنے والے اچھے کام کرنے والے

معظما فی السماء من القبول   وذاکرا علی اثر السجود

اپنی قبولیت کی وجہ سے آسمانوں پر بھی معظم تھے اور نمازوں کے بعد ذکر اللہ میں مشغول رہتے تھے

همام جامع الخیرات شتی   نصوح ماجد مغزار جود

بلند ہمت اور مختلف خوبیوں کے جامع   خیر خواہ بزرگ بہت سخاوت کرنیوالے تھے

له شیم حسان کاللآلی   وسید سادة حق المجید

ان کے اخلاق موتیوں کی طرح پاکیزہ تھے اور سادات کے چشم وچراغ تھے

ادیب فی طبیب فی فقیه   وراویة و ما مثل الفقید

ادیب طبیب فقیہ اور حدیث کے راوی تھے اب ان کا مثل کون ہے

قد انثلم الهدی من موت حبر   اقام الناس فی بؤس شدید

دین ہدیٰ میں ایسے عالم کی موت سے رخنہ پڑ گیا ان کی موت نے لوگوں کو سراسیمہ کر دیا

یموت العلم عصوا بعد عصر   ذهاب العلم من بخس الجدود

علماء کی موت سے علم دھیرے دھیرے کم ہوتا جا رہا ہے علم کی کمی یک گونہ بد بختی ہے

تزلزلت البلاد ومن علیها   من الخطب المبرح و المبید

ایسی روح فرسا مصیبت سے دنیا کے شہروں میں ہلچل مچ گئی ہے

بموت العالمین یموت علم   نعز الخطب من قرب الوعید

علماء کی موت سے علم جا رہا ہے قرب قیامت کی وجہ سے یہ بڑی مصیبت ہے

ومن احدی امارات القیامة ذهابهم الی دار الخلد
قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت علماء کا جنت کو سدھارنا بھی ہے

فیا قمرا تغیب عن عیون ویا نجما مضی بعد السعود
اے چاند تو آنکھوں سے غائب ہوگیا اور اے ستارہ تو بلند ہوکر غائب ہوا

فجعت المسلمین بکل عین تجود علیک من ایام عید
مسلمان تیری موت سے دردمند ہیں اسلئے ہر آنکھ عید کے دن سے آنسو بہارہی ہے

دفنا العلم من فقه وطب وآثار بدفنك فی صعید
تجھ کو زمین میں کیا دفن کیا گویا ہم نے علم فقہ و حدیث اور طب کو دفن کردیا

سقی قبرا الی جنب الغدیر سحائب رحمة ابد الابید
ابر رحمت اس قبر کو سیراب کرتی رہے جو تالاب کے کنارے پر ہے

سقی قبرا لشرقی الغدیر غوادی روحه سقی المجید
رحمت کے صبح و شام کے بادل اس قبر کو سیراب کرتے ہیں جو تالاب کے شرقی کنارے پر ہے

فیا فضل الاله وطیب رزق تیمم قبر مقدام حمید
اے اللہ کے فضل اور رزق اس عالی ہمت پسندیدہ ذات کی قبر کا رخ کر

ونرجو ان تکون شفیع یوم یقوم الناس للمبدی المعید
ہم امید کرتے ہیں کہ آپ ہمارے اس دن میں شفیع ہوں گے جبکہ لوگ خدا کے سامنے کھڑے ہوں گے

واذ حمی الوطیس وطیس شمس وتقرب من رؤوس کالعمود
اور جب آفتاب کا تنور گرم ہوگا اور سروں سے بالکل قریب ہوگا

هنالك الصالحون لدی الاله لهم نور وفضل من مزید
وہاں نیکوکاروں کیلئے خدا کے یہاں نور اور فضل کی زیادتی ہوگی

تقر عیونهم من کل روح وریحان ومن عیش رغید
ان کی آنکھیں ہر قسم کے روح و ریحان اور پسندیدہ عیش سے ٹھنڈی رہیں گی

(منقول از روداد ۵۶ھ صفحہ ۱۹-۲۰)

عبرات منہلة

فی رثاء الحبر العلام الاستاذ الشیخ السید مولانا سراج احمد نور اللہ مرقدہ وقدس روحہ

از مولانا قاری محمد یامین صاحب استاذ جامعہ

توالت کالقطار من السماء　　رزایا ملجئات للبکاء
مصیبتیں بارش کی طرح پیاپے آئیں جن کے تأثر سے آنکھیں رونے پر مجبور ہوئیں

فاجمعها لنا حزنا وغما　　وفاة الشیخ شیخ الاتقیاء
سب سے زیادہ ان میں حزن وغم پیدا کرنے والی شیخ الاتقیاء کی وفات ہے

سراج الملة البیضاء علما　　عماد الکاملین بلا مراء
جو اپنے علم کے لحاظ سے ملت بیضاء کا روشن چراغ اور کاملین وقت کے معتمد علیہ تھے

تسامی قدرہ فضلا ونبلا　　ومجدا مستبینا کالذکاء
ان کا مرتبہ فضل وبزرگی کے لحاظ سے بہت بلند تھا آفتاب کی طرح ان کا مجد وشرف روشن تھا

وحید العصر مقداما هماما　　امین العلم علم الانبیاء
یکتائے روزگار کار خیر میں پیش پیش رہنے والے بزرگ اور علوم انبیاء کے امین تھے

نبیلا بارعا فردا شهیرا　　وحبرا ذا المآثر والعلاء
فضل وکمال میں یگانہ، مشہور زمانہ، بڑی خوبیوں اور عظمت والے عالم ربانی تھے

تقیا قد ترعرع فی تقاہ　　ولبی الموت مرتدی اتقیاء
متقی، تقویٰ میں نشو ونما پائے ہوئے تھے اور موت کو بحالت تقویٰ لبیک کہا

حلیما صابرا نحبا خشوعا ذکورا للالٰه و لا ریاء
بردبار صبر کرنے والے رقیق القلب متواضع بلا ریا خدا کو بہت یاد کرنے والے

له صدر کمشکوٰۃ العلوم وقلب کان معمور الولاء
ان کا سینہ گنجینۂ علوم تھا اور ان کا دل حب الٰہی سے معمور تھا

نجیبا سیدا سمحا کریما لقصّاد یری رحب الفناء
سیادت و نجابت جود و سخاوت والے آنے والوں کی خاطر و مدارات کرنے والے

تهلّل وجهه کالبدر لمعا اذا ما حان میعاد اللقاء
بوقت ملاقات الٰہی ان کا چہرہ چودہویں کے چاند کی طرح درخشاں تھا

کبیرا کان من اعیان علم رئیس البارعین الاذکیاء
اہل علم میں بڑے اونچے درجہ کے شخص تھے اذکیاء اور فضلاء عصر کے رئیس تھے

توارئ بالثّریٰ میمون وجه فکیف نراه مسعود الضیاء
ان کا مبارک چہرہ خاک لحد میں مستور ہو گیا اب ہم ان کی مسعود روشنی کیسے دیکھ سکتے ہیں

ادیب لوذعیّ المعیّ فقیه مفرد من اصفیاء
عربی زبان کے ادیب بڑے سمجھدار انسان تھے بے نظیر فقیہ باصفا افراد میں سے تھے

رضا بقضا الالٰه له شعار کداب الصالحین الارضیاء
رضا بالقضا ان کا شعار تھا جیسا کہ صلحاء اور اخیار امت کا شیوہ ہوتا ہے

وسلّم روحه فی یوم نحر کتسلیم الذبیح لدی البلاء
دسویں ذی الحجہ کو جان جاں آفریں کے سپرد کی جسطرح ذبیح اللہ نے امتحان کے وقت سپرد کی تھی

رأینا وجهه وعلی جبین له عرق ترشح مثل ماء
ہم نے ان کے چہرہ پر موت کے وقت پسینہ دیکھا، المومن یموت بعرق الجبین کی بشارت تھی

فجعتنا فجاءۃ لما سمعنا بنعی بالانین و بالبکاء
ہم نے اچانک ممدوح کی خبر وفات نالہ و شیون کے ساتھ سنی

فصبرٌ للجماعة خير ذخرٍ — واجمل في ابتداء وانتهاء

جماعت کے لئے اب صبر ہی بہتر ہے اور وہی اچھی چیز ہے ابتداء وانتہاء میں

وانزله المهيمن خير مثوًى — وبوأه هنا دار الرضاء

اللہ تعالیٰ ان کو بہترین منزل اور خوشنودی کا مقام عنایت فرمائے

ويسقي قبره امطار جود — وغفران اجب ربي دعائي

اور ان کی قبر کو رحمت ومغفرت کی بارشوں سے ہمیشہ سیراب کرتا رہے۔ آمین

(منقول از روداد ۱۳۵۶ھ صفحہ ۲۱-۲۳)

اشکِ حسرت بر وفاتِ حضرت مولانا سراج احمد صاحب قدس سرہ

از مولانا حبیب اللہ صاحب استاد فارسی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

سزد کہ نوحہ از فرط غم کنم اکنوں — بجائے اشک بیارم ز دیدہ ہا ہم خوں

ز سینہ آہ کشم آنچناں کہ از آہم — سحابہا شود و خوں بگریہ از گردوں

چہ رنجہاست کہ بہر تسلیم خواہم — کہ گریہ نکنم میشود ازاں افزوں

چہ ماتم است کہ بینی دراں صغیر وکبیر — غمیں و غمزدہ اندوہگیں حزیں محزوں

نمرد عالم یکتائے دہر و بحر علوم — کہ گم شدہ ز جہاں علمہائے گوناگوں۔

نمرد حضرت استاذ ما سراج احمد — حدیث و فقہ و ادب طب ہمہ شدہ مدفوں

فقیہ و عارف کامل مفسر قرآں — محدثیکہ حقائق بسینہ اش مخزوں

بفن طب چہ مقولات تجربہ گفتند — چہ رائے بوعلی سینا چہ رائے افلاطوں

چه بادهائے علوم و حِکَم چشانیدند — که در فراق بگریم سرشکها میگوں

چه شعرہا که بهندی و پارسی گفتند — همه خزانهٔ یاقوت و لؤلوئے مکنوں

چه بود جسم مبارک تن نحیف و نزار — مثال گنج مگر از کمال بُد مشحوں

بخلق پاک خصائل ببذل و جود و سخی — بمکرمت همه بخشش بطلعتے میموں

ببیں تو ایکه سر آبگیر می خسپی — چه چشمهاست که از بحرہا شده مقروں

منم که چاک گریبانم از فراق ابد — مگر توئی که خرامی بجنتی اکنوں

توئی که رفتی ز آلام دنیوی خرم — بهجر کرده دریں غمکده مرا مسجوں

بهشتهاست مزیّن بخیر مقدم تو — جهان و اہل جہاں اند بے تو خوار و زبوں

توئی و مجمع قاسم رشید و محمود است — منم و مجمع کاں کرده دیدہا جیحوں

علی الدوام بهر صبح و هر مسا سیراب — شود مزار مقدس ز رحمت بیچوں

سلام بر تو و بر جدّ تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
حبیب خواند و پس ختم میکند مضموں

قطعۂ تاریخ

(از مولانا حبیب اللہ)

آں صاحب فتوت حضرت سراج احمدؒ — افسوس رحلتش کرد ایں خاکداں غم آباد

جمعه بروز قرباں در وقت اولیں عصر — کز ایں جہانِ زنداں رفته بخلد آزاد

در عیسوی و ہجری می جست حبیب سالش — کز ہاتفے بفکرم شعرے چنیں بیفتاد

روشن ببزم قدسی خرم سراج احمد — خنداں میانِ جنت الآن باد آباد

۱۹۳۸ء — ۱۳۵۶ھ

دیگر (ایضاً)

ہے سراج احمد کی تاریخ وفات
لکھی ہاتف نے بنوری ان کے لئے

عیش منزل جنت الفردوس ہے
باغ لاثانی ہے اوران کے لئے

۱۳۵۶ھ — ۱۹۳۸ء

(منقول از روداد ۵۶ھ ص ۲۳-۲۴)

ترانۂ جامعہ ڈابھیل

(از مولانا ابوبکر صاحب غازیپوری سابق استاذ جامعہ ڈابھیل)

یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن

اس کی خوشبو میں پاکی گلابوں کی ہے
حسن کی دلکشی لالہ زاروں کی ہے

اس میں محنت بڑی اللہ والوں کی ہے
اس میں پیدا ہوئے صاحب علم وفن

یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن

یہ ہے شمس و قمر سے بھی اعلیٰ بہت
دین احمد کا اس میں اجالا بہت

اس کی خدمت کا ڈھنگ ہے نرالا بہت
رب کی رحمت ہی رحمت ہو سایہ فگن

یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن

اس نے درس محبت پڑھایا بھی ہے
کفر کی ظلمتوں کو مٹایا بھی ہے

سو رہے تھے جو ان کو جگایا بھی ہے
کیوں نہ کردیں فدا جان اور اپنا تن

یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن — یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن

ہم نے سیکھا اسی سے ہے درسِ وفا — اس کا احسان ہم پر بہت ہے خدا
تجھ سے یارب ہماری یہی التجا — لگ نہ جائے کہیں نظرِ چرخِ کہن
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن — یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن

اس چمن میں ہے کیا نور ہی نور ہے — رحمتِ حق سے ہر وقت معمور ہے
کفر کی ظلمتوں سے بہت دور ہے — روشنی اس سے پھیلی ہے ہر ہر زمن
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن — یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن

علم کی روشنی کا یہ مرکز رہا — علمِ دینِ نبی کا یہ مرکز رہا
مرکزِ روشنی کا یہ مرکز رہا — اس کی پھیلی ہے چاروں طرف ہی کرن
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن — یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن

حضرت احمد[1] نے بھی اسکی خدمت ہے کی — شاہ انور نے اس سے محبت ہے کی
جہدِ بشیر بھی تھی مسلسل لگی — اس کے بانی ہیں مولانا احمد حسن
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن — یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن

جہد ایوب سے اب یہ شاداب ہے — ان کے فیض و کرم سے ضیا و یاب ہے
اس کا شاہد بخاری کا ہر باب ہے — اللہ اللہ یہ کیسے ہیں شیخِ زمن
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن — یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن

اس چمن کے ہیں مالی محمد سعید — نام ان کا سعید اور واقعی سعید
اللہ رکھے یہاں اور وہاں بھی سعید — کر رہے ہیں فدا جان اور اپنا تن
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن — یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن

اہلِ شوریٰ نے اپنا تعاون دیا — جو پڑیں مشکلیں اس کو حل بھی کیا
اس طرح سے باقی چمن یہ رہا — رشک انگیز ان کی لگن ہے لگن
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن — یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن

---

[1] مراد مولانا احمد بزرگ مہتمم جامعہ ہیں۔

یہ چمن یوں ہی ہر وقت ہنستا رہے　　کلیاں چٹکا کریں پھول کھلتا رہے
یہ علوم نبوت کا چشمہ رہے　　اور جاری رہے جیسے گنگ و جمن

یہ ہمارا چمن ہے ہمارا یہ چمن
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا یہ چمن

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

از مولانا رشید الوحیدی صاحب

جامعہ ڈابھیل اے اسلاف کا خواب حسیں　　مرکز امید ہے تو رشک فردوس بریں
اے سعادت گاہ اے گہوارۂ علم و ہنر　　ذرے ذرے میں ترے تابش شمس و قمر
تیرے دم سے ہے جہاں میں علم دیں کی آبرو　　ہاں علوم سید الکونین کا وارث ہے تو
جب تری تاریخ لکھے گا مورخ کا قلم　　کتنے پاکیزہ مقدس نام کردے گا رقم
ذہن میں آئے گا حضرت شاہ صاحبؒ کا خیال　　دل میں آئے گا جناب بدر عالم کا جمال
حضرت شبیر عثمانیؒ کا تفسیری کمال　　ایک جانب حفظ الرحماں کی سیاست کا جلال
شان یوسف فکر ابراہیم جب یاد آئے گی　　ہم سیہ بختوں کو پہروں مضمحل کر جائے گی
کاش خود احمد بزرگ اس وقت ہوتے درمیاں　　دیکھ لیتے اپنی جد و جہد کا پورا سماں
یا انہی کی رات و دن کی محنتوں کا ہے صلہ　　آج بھی قائم ہے علم دیں کا سلسلہ
اک نمونہ ان اکابر کا سعید پاک باز　　جن کے دم سے ہے ابھی تک جامعہ میں سوز و ساز
جن کے دم سے اب بھی یہ گلشن ہے ہمراز بہار　　پھول کھلتے ہیں یہاں اب بھی قطار اندر قطار

آج کی محفل کتاب اللہ کا اعجاز ہے
مرحبا صد مرحبا کی ہر طرف آواز ہے

ہو رہا ہے ایک جانب سے فرشتوں کا ورود
لب پہ ہے حمد و ثنا دل میں محمد کا درود

یاد نے ان قدسیوں کی مجھ کو بیکل کر دیا
آکے اتنی دور اس جنگل میں منگل کر دیا

یا الٰہی[1] یہ چمن صدیوں یونہی قائم رہے
تیری رحمت اس چمن پر اے خدا دائم رہے

حفظ قرآن کے ختم کے موقعہ پر ایک جلسہ میں یہ نظم پڑھی گئی تھی۔

---

[1] اس سے قبل دو شعر اور تھے جو مولانا اسعد مدنی مدظلہٗ کے حق میں کہے گئے تھے۔

اے مجاہد اسعد ذی شان حوالہ ہیں تیرے
کارواں یہ اہل دل کے یہ نبی کے قافلے

پھر تیرے عزم و عمل کا امتحاں ہونے کو ہے
ظلم سے زیر و زبر سارا جہاں ہونے کو ہے

مہتممین جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سملک

نمبر شمار	اسماء مہتممین	کیفیت
۱	مولانا احمد حسن بھامؒ سملکی بانیٔ مدرسہ ومہتمم اول	از بنار مدرسہ تعلیم الدین شعبان ۱۳۲۶ھ تا وفات محرم ۱۳۳۷ھ نوٹ:۔ سفر افریقہ کے وقت واپسی تک مدرسہ کا انتظام مولانا مرحوم نے حاجی احمد ٹیل اور حاجی ابراہیم میاں کو سپرد فرمایا تھا۔ مولانا مرحوم کے انتقال کے بعد حاجی یوسف میاں نے افریقہ سے آکر اہتمام اپنے ہاتھ میں لیا۔
۲	مولانا احمد بزرگ سملکیؒ	۲۳ شعبان ۱۳۳۹ھ سے ربیع الاول ۱۳۶۱ھ تک ۲۲ سال۔
۳	مفتی اسماعیل محمد بسم اللہؒ ڈابھیلی	ربیع الاول ۱۳۶۱ھ سے ۱۳۷۱ھ تک۔ اہتمام سے الگ ہونے کے بعد بھی تاحیات مفتی باقی رہے۔
۴	مولانا محمد نقی (دیوبندی)	محرم ۱۳۷۲ھ سے شعبان ۱۳۷۲ھ تک (۹ ماہ) اس سال جامعہ کے سکریٹری جناب عبدالحیٔ ہاشم موٹا صاحب رہے۔
۵	مولوی محمد ایکھلوایا ڈابھیلی	۱۳۷۲ھ سے ربیع الاول ۱۳۷۶ھ تک مہتمم رہے۔ اس دوران جمادی الاولیٰ ۱۳۷۳ھ سے شعبان ۱۳۷۴ھ تک مولانا مرغوب احمد لاجپوریؒ صدر مہتمم رہے۔
۶	مولوی عبدالحیٔ بسم اللہ ڈابھیلی	۷ ربیع الآخری ۱۳۷۶ھ سے ۱۲ رجب ۱۳۷۹ھ تک مہتمم رہے۔
۷	مولانا محمد سعید احمد بزرگ سملکی مدظلہٗ	۱۳ رجب ۱۳۷۹ھ تا حال ۱۴۰۲ھ ۱۹۸۲ء

جامعہ کے صدر مدرسین اور شیوخ حدیث

نمبر شمار	اسماء گرامی	کیفیت
۱	علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ	ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ سے ۱۳۵۱ھ تک (درمیان میں ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ سے اوائل جمادی الاخری ۱۳۴۷ھ تک مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ دیوبندی نے بخاری شریف کا درس دیا)۔
۲	مفتی عزیز الرحمن صاحب دیوبندیؒ	ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ سے اوائل جمادی الاخری ۱۳۴۷ھ تک
۳	علامہ شبیر احمد عثمانی دیوبندیؒ	صفر ۱۳۵۲ھ (شاہ صاحب کی وفات کے بعد) سے ۱۳۵۸ھ تک مسلسل ۱۳۵۹ھ میں ایک ماہ۔
۴	مولانا عبد الرحمن امروہیؒ	۱۳۵۹ھ سے ربیع الاول ۱۳۶۲ھ تک (باستثناء ایک ماہ)۔
۵	مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندیؒ	دوبارہ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ سے ۱۳۶۴ھ تک۔
۶	مولانا محمد شفیع دیوبندیؒ	ربیع الاول ۶۴ھ سے شعبان ۱۳۶۴ھ تک۔
۷	مولانا ظفر احمد تھانویؒ	جمادی الاخری ۶۴ھ سے شعبان ۶۴ھ تک۔ (ان دونوں حضرات کی تنخواہ برابر ہی تھی شاید دونوں نے شیخ الحدیث کا کام کیا تھا۔)
۸	مولانا شمس الحق افغانیؒ	از ۱۳۶۵ھ تا شعبان ۱۳۶۶ھ۔ (تقسیم ہند کے بعد شوال سے تشریف نہیں لائے۔)
۹	مولانا محمد یوسف بنوریؒ	ربیع الآخر ۱۳۶۷ھ سے شوال ۱۳۶۹ھ تک۔ (شوال میں حج کو گئے وہاں سے پاکستان چلے گئے)۔

۱۰	مولانا عبدالجبار اعظمی مدظلہ	۱۳۶۹ھ سے شعبان ۷۲ھ تک۔
۱۱	مولانا عبدالرؤف صاحب	شوال ۷۲ھ سے صفر ۷۳ھ تک۔
۱۲	مولانا شریف حسن دیوبندیؒ	ربیع الاول ۷۳ھ سے شوال ۱۳۷۵ھ تک۔
۱۳	مولانا عبدالحلیم صدیقی	۱۳۷۶ھ میں۔
۱۴	مولانا شریف حسن صاحبؒ	دوبارہ ۷۷ھ سے شوال ۱۳۸۳ھ تک۔
۱۵	مولانا محمد ایوب صاحب اعظمی مدظلہ	۲۸ ربیع الثانی ۸۴ھ سے شوال ۱۴۰۴ھ تک۔

حضرات مدرسین وخاص ملازمین جامعہ

	آمد	رفت
مولانا عبدالجبار صاحب پشاوری مدرس اول عربی	۱۳۴۵ھ میں موجود تھے	۵۲ھ تک نام ملتا ہے
مولانا محمد آصف صاحب مدرس دوم (فارسی وعربی)	"	۴۹ھ
مولانا یوسف بسم اللہ صاحب ڈابھیلی مدرس سوم (اردو فارسی)	"	شوال ۴۹ھ
مولانا ابراہیم موٹا صاحب ڈابھیلی مدرس چہارم (اردو دینیات)	"	جمادی الاولیٰ ۴۸ھ
قاری محمود الحسن مونگیری (مدرس قرأت)	"	۴۵ھ
مولانا محمد امیر صاحب (مدرس بنات)	"	صفر ۶۶ھ
جناب موسیٰ یوسف نانا صاحب سملکی (مدرس بنات)	"	۴۷ھ
حافظ رحیم اللہ صاحب ڈابھیلی (مدرس حفظ)	"	صفر ۴۷ھ
حافظ عبدالحق بسم اللہ صاحب ڈابھیلی (مدرس حفظ)	"	۴۸ھ میں ناظم کتبخانہ ہوئے ربیع الثانی ۸۳ھ میں وفات ہوئی

نام	آمد	رخصت
حافظ موسیٰ یوسف نانا صاحب سملکی (مدرس ناظرہ)	۱۳۴۵ھ میں موجود تھے	شوال ۴۳ھ
حافظ محمد احمد سلو صاحب ڈابھیلی 〃	〃	رجب ۵۱ھ
ماسٹر گلاب بھائی ڈیسائی ہیڈ ماسٹر ولیسمہ والا۔ (مدرس گجراتی)	〃	۴۷ھ
منشی صالح حافظ قاسم صاحب ڈابھیلی (مدرس اردو و گجراتی)	〃	ربیع الآخر ۴۴ھ
منشی حسین محمد صاحب کاچھوی 〃	〃	۵۰ھ
منشی نجم الدین فخر الدین اون والا 〃	〃	ربیع الاول ۶۶ھ
مولانا احمد بزرگ صاحب مہتمم جامعہ	شعبان ۱۳۳۹ھ	ربیع الاول ۶۱ھ سے الگ ہوئے
ابراہیم محمد حافظ جی ناظم مطبخ	۱۳۴۶ھ	ذیقعدہ ۴۵ھ
ابراہیم کفلیتوی چپراسی	〃	۶۶ھ میں انتقال ہوا
قاری محمد یامین صاحب (مدرس قراءت)	〃	۶۰ھ
حافظ محمد حسین صاحب (مدرس بنات)	〃	رجب ۴۷ھ
علامہ انور شاہ کشمیری صدر مدرس	۵ ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ	شعبان ۵۱ھ ۵ سال
علامہ شبیر احمد عثمانی مدرس حدیث	〃	۱۳۶۳ھ[1] (باستثناء دو تین سال) تقریباً ۱۲ سال
مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب دیوبندی	۱۷ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ	۱۲ جمادی الاخری ۴۷ھ کو وفات ہوئی۔
مولانا سراج احمد رشیدی صاحب مدرس حدیث	۵ ذی الحجہ ۴۶ھ	ذی الحجہ ۵۶ھ میں انتقال ہوا ۱۱ سال

۱؎ ۵۸ھ تک برابر رہے، ۵۹ھ میں ایک ماہ کیلئے آئے پھر دوبارہ ماہ ربیع الاول ۶۲ھ میں تشریف لائے۔

	آمد	رفت
مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی مدرس عربی	۵ ذی الحجہ ۴۶ھ	ذی الحجہ ۵۱ھ ۵ سال
مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی "	"	۴۹ھ تک
مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی "	"	ذیقعدہ ۶۲ھ ۱۲ سال
مولانا محمد ادریس صاحب سکھروڈوی "	"	شعبان ۶۱ھ
مولانا محمد یحییٰ صاحب "	"	۱۳۵۹ھ
مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی "	"	۴۸ھ تک ذکر ملتا ہے۔
حافظ عبدالکریم صاحب (مدرس قرآن شریف)	شوال ۴۷ھ	۴۹ھ
حافظ محمد وجیہ صاحب (مدرس بنات)	"	صفر ۶۱ھ میں انتقال ہوا
حافظ ہاشم بسم اللہ صاحب "	شوال ۴۹ھ	۵۳ھ
مولانا اسماعیل محمد صاحب کاچھوی (مدرس اردو)	ذیقعدہ ۴۸ھ	۵۲ھ
جناب عبدالحیٰ ہاشم مونا صاحب ڈابھیلی (ناظم مطبخ)	۴۸ھ	شعبان ۵۵ھ
مولوی ابراہیم کڑیہ (مدرس اردو)	۴۹ھ	رجب ۵۲ھ
مولانا عبدالعزیز صاحب کیمل پوری (مدرس عربی)	۵۰ھ	۶۳ھ
مولانا غلام خاں صاحب "	"	شعبان ۵۰ھ
مولانا حبیب اللہ صاحب (مدرس فارسی)	"	شوال ۶۱ھ
مولانا محمد ایکھلوایا ڈابھیلی صاحب (صوفی) (مدرس اردو بعدہٗ فارسی و عربی)	"	۸۱ھ
حافظ ابراہیم تراجوی صاحب (مدرس قرآن شریف)	"	شوال ۶۵ھ
حافظ سلیمان سلوڈابھیلی صاحب "	"	۶۵ھ
مولانا عبدالقدیر صاحب کیمل پوری (مدرس عربی)	ذی الحجہ ۵۱ھ	شوال ۵۵ھ
حافظ اسماعیل واجہ صاحب (مدرس قرآن شریف)	۵۱ھ	شوال ۶۹ھ

	آمد	رفت
جناب عبدالشافی صاحب ولد مولانا احمد حسن بھام سملکی (ناظم کتبخانہ بعدہٗ مدرس اردو)	سنہ ۵۲ھ	سنہ ۵۶ھ
مولانا محمد ناظم صاحب ندوی (مدرس ادب عربی)	شوال "	"
مولانا عبدالرحمٰن صاحب امروہی (مدرس حدیث)	" "	ربیع الآخر سنہ ۶۲ھ
مولانا محمد یوسف صاحب بنوری (مدرس عربی)	" سنہ ۵۳ھ	شعبان سنہ ۶۱ھ (سنہ ۵۶ھ و سنہ ۵۵ھ میں مصر میں مقیم رہا)
مولوی محمد مجیب الرحمٰن صاحب (مدرس فارسی)	" "	رمضان سنہ ۵۵ھ
مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ (مفتی مدرسہ)	ذیقعدہ سنہ ۵۴ھ	شوال سنہ ۸۰ھ میں انتقال فرمایا
حافظ اسماعیل کانگ (مدرس قرآن شریف)	سنہ ۵۴ھ سے تذکرہ ہے	جمادی الاولیٰ سنہ ۶۷ھ
مولانا عزیز احمد صاحب (مدرس عربی)	شوال سنہ ۵۵ھ	ربیع الآخر سنہ ۶۱ھ
مولانا احمد اینچی صاحب (مدرس فارسی)	" "	سنہ ۶۵ھ
جناب اسماعیل پٹیل صاحب (ناظم مطبخ)	رمضان "	شعبان سنہ ۵۶ھ
جناب ابراہیم پٹیل صاحب "	ذیقعدہ سنہ ۵۶ھ	رمضان سنہ ۵۷ھ
قاری انوار الحق صاحب (مدرس تجوید)	" سنہ ۵۷ھ	ربیع الاول سنہ ۶۴ھ
مولانا محمد نور صاحب (مدرس عربی)	محرم "	" سنہ ۶۲ھ
مولانا محمد نانا صاحب "	سنہ ۵۸ھ سے ذکر ہے	ذیقعدہ سنہ ۵۹ھ
مولانا ہاشم گورا صاحب "	ذی الحجہ سنہ ۵۹ھ	شعبان سنہ ۶۳ھ
مولوی یوسف پٹیل "	شوال سنہ ۶۱ھ	سنہ ۶۱ھ
مولانا عبدالجبار صاحب "	" "	سنہ ۶۵ھ
مولوی عبدالقادر صاحب (مدرس اردو و فارسی)	ماہ جمادی الاخریٰ سنہ ۶۰ھ	"
حافظ محمد سورج صاحب (مدرس قرآن شریف)	ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ۶۱ھ	شوال سنہ ۶۲ھ
مولانا عبدالمنان صاحب مدرس عربی	صفر سنہ ۶۲ھ	شعبان سنہ ۶۳ھ

	آمد	رفت
مولانا عبد الرحمان صاحب (مدرس عربی)	صفر ۶۲ھ	صفر ۶۳ھ
مولانا محمد یحییٰ صاحب "	ربیع الاول "	۶۳ھ کے بعد نام مذکور نہیں
مولانا ظہور احمد صاحب "	" "	"
مولانا ادریس صاحب "	" "	شعبان ۶۲ھ
مولانا ابراہیم صاحب (علامہ بلیاوی) (مدرس حدیث)	ربیع الآخر "	ذیقعدہ "
مولانا علی احمد صاحب (مدرس عربی)	صفر ۶۳ھ	شعبان ۶۳ھ
مولانا محمود حسن صاحب "	" "	۶۳ھ
مولانا احمد نور صاحب "	ربیع الاول "	"
مولانا عبد الجبار صاحب اعظمی " (پہلی مرتبہ)	شوال "	۶۵ھ
مولانا اسماعیل کاسوجی صاحب "	" "	شعبان ۶۶ھ
مولانا محمد احمد پٹیل صاحب "	" "	۶۴ھ
مولانا محمد مسلم صاحب "	" "	"
مولانا احمد گل صاحب "	ذی الحجہ "	"
مولانا عبد الحیٰ بسم اللہ صاحب (مدرس اردو و بعد فارسی و عربی)	" "	شوال ۷۳ھ
مولانا مفتی محمد شفیع صاحب (مدرس حدیث)	ربیع الاول ۶۴ھ	شعبان ۶۴ھ
مولانا شمس الحق صاحب افغانی "	" "	" ۶۶ھ
مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی "	جمادی الاخریٰ ۶۴ھ	" ۶۴ھ
مولانا سید انوار الحق صاحب (مدرسہ عربی)	ربیع الاول "	" ۶۶ھ
مولانا عبید اللہ صاحب "	شوال "	رمضان ۶۵ھ
مولوی احمد داؤد صاحب (مدرس اردو)	ذیقعدہ "	۶۵ھ
مولانا شمس الدین صاحب (مدرس عربی)	صفر ۶۵ھ	۶۷ھ
مولانا منتخب الحق صاحب "	ربیع الاول "	۶۵ھ

نام	آمد	رفت
مولانا عبد القدیر صاحب (مدرس عربی)	ذی الحجہ سنہ ۶۵ھ	شعبان سنہ ۶۶ھ
مولانا عبد العزیز صاحب 〃	〃 〃	〃 〃
مولانا محمد مالک صاحب 〃	〃 〃	رمضان سنہ ۶۹ھ
مولانا عبد الحی گورا صاحب (مدرس اردو)	صفر سنہ ۶۵ھ	سنہ ۶۷ھ
مولانا عبد الحی گرڈا صاحب 〃	ذیقعدہ 〃	شعبان سنہ ۶۶ھ
قاری بندے الہی صاحب (مدرس تجوید)	شوال 〃	〃 سنہ ۶۷ھ
قاری محمد حسن صاحب 〃	سنہ ۶۴ھ میں ذکر ہے	〃 سنہ ۶۶ھ
حافظ اسماعیل موسیٰ صاحب (مدرس قرآن شریف)	〃	〃 〃
حافظ عبد الغنی صاحب 〃	〃	〃 〃
حافظ محمود پیرا دالا عارضی 〃	〃	〃 〃
مولوی قاسم حسین صاحب (مدرس اردو)	ربیع الاول سنہ ۶۶ھ	رجب 〃
مولوی ابراہیم چنتامن صاحب (مدرس فارسی)	شوال 〃	محرم سنہ [illegible]ھ
حافظ ابراہیم رحیم اللہ صاحب (مدرس قرآن شریف)	〃 〃	جمادی الاولیٰ سنہ ۶۷ھ
مولوی احمد علی صاحب (مدرس فارسی)	ذیقعدہ 〃	ربیع الاول سنہ [illegible]ھ
قاری محمد لورگت صاحب (مدرس تجوید)	〃 〃	سنہ ۶۷ھ
حافظ ابراہیم نالہ صاحب (مدرس قرآن)	〃 〃	رمضان سنہ ۶۷ھ
مولوی احمد سعید صاحب بیرا (مدرس اردو)	〃 〃	سنہ ۸۰ھ
مولانا محمد یوسف صاحب بنوری (صدر مدرس)	دوبارہ ربیع الآخر سنہ ۶۷ھ	شوال سنہ ۱۳۶۹ھ
مولانا فضل الرحمٰن صاحب (مدرس عربی)	ربیع الاول سنہ ۶۷ھ	رمضان سنہ ۶۸ھ
مولانا محمد حسن صاحب (مدرس عربی) تبلیغ بھی کرتے تھے	〃 〃	سنہ ۷۱ھ
مولانا اسلام الحق صاحب (مدرس عربی)	شوال سنہ ۶۷ھ	رمضان سنہ ۶۸ھ
مولانا قاضی اطہر صاحب (مبارکپوری) 〃	〃 〃	〃 〃

	آمد	رفت
مولوی محمد راوت صاحب (مدرس اردو)	ذیقعدہ سنہ ۶۷ھ	سنہ ۶۸ھ
حافظ عبدالحیٔ بسم اللہ صاحب (مدرس قرآن)	جمادی الاولیٰ "	ذیقعدہ سنہ ۶۹ھ
حافظ غلام محمد ناخدا صاحب "	جمادی الاخری "	شعبان سنہ ۶۷ھ
حافظ عبدالرحمان صاحب "	شوال "	رمضان سنہ ۷۰ھ
حافظ عبدالحیٔ صاحب اکڑیا "	" "	سنہ ۶۸ھ
مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی (مدرس عربی) (دوسری مرتبہ)	ربیع الاول سنہ ۶۹ھ	رمضان سنہ ۷۳ھ
مولانا عبدالرؤف صاحب "	شوال "	صفر سنہ ۷۳ھ
قاری حفیظ احمد صاحب (مدرس تجوید)	صفر سنہ ۶۹ھ	رمضان سنہ ۶۹ھ
مولانا عبدالقدوس صاحب رومی (مدرس عربی)	ربیع الاول "	" "
حافظ محمد سعید موٹا (مدرس قرآن شریف)	صفر "	سنہ ۷۰ھ۔
مولانا فضل الرحمٰن صاحب (مدرس عربی)	شوال "	رمضان سنہ ۷۴ھ
جناب احمد محمد راوت (مدرس قرآن شریف	ذیقعدہ "	سنہ ۷۱ھ
مولانا محمد یاڈور صاحب (مدرس عربی)	سنہ ۶۹ھ میں پہلی بار ذکر ہے	رمضان سنہ ۷۰ھ
مولانا اسماعیل محمود بسم اللہ صاحب (ناظم کتبخانہ) (پھر مدرس فارسی)	شوال سنہ ۶۹ھ	رمضان سنہ ۷۰ھ پھر دوبارہ سنہ ۷۹ھ سے سنہ ۸۷ھ تک۔
قاری عبدالسلام صاحب (مدرس تجوید)	صفر سنہ ۷۰ھ	رمضان سنہ ۷۰ھ
مولانا ابراہیم چتنامن صاحب (مدرس فارسی)	جمادی الاولیٰ سنہ ۷۰ھ	صفر سنہ ۷۴ھ
حافظ ہاشم تراجری صاحب (مدرس قرآن شریف)	شوال سنہ ۷۰ھ	ذی الحجہ سنہ ۷۴ھ
مولانا محمد حنیف صاحب ملک پوری (ناظم کتبخانہ) (پھر مدرس فارسی)	ذیقعدہ سنہ ۷۰ھ	ذیقعدہ سنہ ۷۵ھ
قاری عبدالرشید صاحب (مدرس تجوید)	ذی الحجہ سنہ ۷۰ھ	سنہ ۷۱ھ
حافظ ابراہیم راوت مدرس قرآن شریف)	سنہ ۷۱ھ	سنہ ۷۱ھ

	آمد	رفت
مولانا آدم پالنپوری صاحب (مدرس عربی)	سنہ ۴۲ھ میں پہلی بار ذکر ہے	صفر سنہ ۴۲ھ
مولانا ابراہیم کھیٹری صاحب (مدرس اردو)	" "	ذی الحجہ سنہ ۴۲ھ
مولانا خلیل حسین صاحب (مدرس عربی)	ربیع الآخر سنہ ۴۲ھ	رمضان سنہ ۴۲ھ
مولانا احمد بے مات صاحب "	شوال سنہ ۴۲ھ	رمضان سنہ ۱۳۴۸ھ
مولانا محمد ساچا صاحب (مدرس فارسی)	" "	ذی الحجہ سنہ ۴۴ھ
مولانا یوسف سفلا صاحب (مدرس اردو)	" "	سنہ ۴۳ھ
مولانا یوسف پیراوالا صاحب (مدرس قرآن)	" "	سنہ ۴۶ھ
مولوی اسماعیل اسحاق جی (مدرس اردو)	سنہ ۴۲ھ	شعبان سنہ ۴۲ھ
مولانا محمد نقی صاحب مہتمم جامعہ	محرم سنہ ۴۳ھ	" سنہ ۴۳ھ
مولانا شریف حسن صاحب (مدرس حدیث)	ربیع الاول "	شوال "
مولانا محمود الحسن صاحب (مدرس عربی)	" "	" "
قاری عبد الجلیل صاحب (مدرس تجوید)	" "	جمادی الاخریٰ سنہ ۴۴ھ
مولانا عبد اللہ صاحب (مدرس اردو)	ربیع الآخر سنہ ۴۳ھ	" "
" (پھر دوبارہ)	شوال سنہ ۸۱ھ	شعبان سنہ ۸۵ھ
مولانا عبد الغفور صاحب (پٹھان) (مدرس عربی)	" سنہ ۴۳ھ	رمضان سنہ ۸۴ھ
قاری احمد نورگت صاحب (مدرس تجوید)	" "	سنہ ۴۴ھ
مولانا خیر الرحمٰن صاحب (مدرس عربی)	صفر سنہ ۴۴ھ	شوال سنہ ۸۲ھ
مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری صدر مہتمم جامعہ	جمادی الاولیٰ سنہ ۴۴ھ	شعبان سنہ ۴۴ھ
مولانا عبد الحیٔ بسم اللہ صاحب مدرس عربی	جمادی الاخریٰ "	سنہ ۷۹ھ
مولانا احمد پانڈور صاحب مدرس اردو	ذی الحجہ سنہ ۴۴ھ	سنہ ۸۰ھ
حافظ ابراہیم پھڑیا صاحب مدرس قرآن پھر حفظ	" "	تاحال
قاری سعید الحق صاحب مدرس قرات	ذیقعدہ سنہ ۴۵ھ	شعبان سنہ ۴۹ھ

	آمد	رفت
مولانا عبدالحلیم صدیقی صاحب (مدرس حدیث)	ذی الحجہ سنہ ۷۵ھ	سنہ ۷۶ھ
مولوی عبدالرحیم بعیات صاحب (مدرس فارسی)	〃 〃	〃
حافظ سلیمان متارا صاحب (مدرس قرآن شریف)	〃 〃	رمضان سنہ ۸۰ھ
مولانا عبدالحی حکیم سلیمان کفلیتوی (مدرس فارسی)	سنہ ۷۷ھ میں پہلی بار ذکر ہے	ذیقعدہ سنہ ۷۷ھ
مولانا شوکت علی صاحب (کوکنی) مدرس عربی	شوال سنہ ۷۹ھ	ذی الحجہ سنہ ۸۰ھ
قاری رمضان صاحب میواتی (مدرس تجوید)	ذیقعدہ سنہ ۸۰ھ	شعبان سنہ ۸۴ھ
مولانا قمرالدین صاحب بڑودوی (مدرس قرآن پھر عربی)	〃 〃	شوال سنہ ۸۴ھ
حافظ ابراہیم بسم اللہ صاحب (مدرس قرآن شریف)	سنہ ۸۰ھ	جمادی الاخری سنہ ۹۲ھ
مولانا رشید اسماعیل کیات صاحب 〃	〃	ترقی کرتے ہوئے فی الحال عربی کے مدرس ہیں۔
مولانا یعقوب اسماعیل صاحب (کاوی) (مدرس فارسی)	〃	شعبان سنہ ۸۴ھ
مولانا مصلح الدین صاحب بڑودوی (مدرس عربی)	شوال سنہ ۸۱ھ	〃 سنہ ۸۴ھ
جناب محمد حبیب عبدالقادر صاحب اکاؤنٹنٹ	جمادی الثانی سنہ ۸۲ھ	سنہ ۱۴۰۳ھ
مولوی خلیل احمد صوفی صاحب (مدرس اردو)	سنہ ۸۲ھ میں پہلی بار ذکر ہوا	شوال سنہ ۸۳ھ
قاری محمد عباس صاحب (مدرس تجوید)	〃 〃 〃	ذی الحجہ سنہ ۹۳ھ
مولانا ابراہیم صاحب پالنپوری (مدرس عربی)	شوال سنہ ۸۲ھ	رمضان سنہ ۹۲ھ
مولانا ابراہیم صاحب اندوری 〃	〃 〃	صفر سنہ ۸۷ھ
مولانا عبدالغفور نقشبندی صاحب (مدرس فارسی پھر ناظم کتبخانہ)	〃 〃	رمضان سنہ ۸۹ھ
حافظ عبدالکافی صاحب (مدرس حفظ)	سنہ ۸۲ھ سے ذکر ہے	شوال سنہ ۸۳ھ
مولانا محمد قاسم آنتوی صاحب (مدرس فارسی)	شوال سنہ ۸۳ھ	صفر سنہ ۸۷ھ
حافظ محمد سعید موٹا صاحب (مدرس حفظ)	〃 〃	رجب سنہ ۹۷ھ

	آمد	رفت
حافظ اسماعیل محمود بسم اللہ صاحب (مدرس حفظ)	جمادی الاولیٰ ۸۳ھ	۹۳ھ
مولانا محمد ایوب صاحب اعظمی (شیخ الحدیث)	" ۸۴ھ	شوال ۱۴۰۴ھ میں انتقال ہوا۔
مولانا مفتی اسماعیل گورا صاحب (مفتی جامعہ)	۸۴ھ میں پہلی بار ذکر ہے	۸۹ھ میں انتقال ہوا۔
مولانا آدم طانپوری (مدرس عربی)	شوال ۱۳۸۴ھ	ذی الحجہ ۱۳۹۱ھ میں انتقال ہوا۔
مولانا آدم یوسف لونت مانکپوری (مدرس فارسی بعدہٗ عربی)	" "	ذیقعدہ ۸۸ھ
قاری حفیظ الرحمٰن صاحب اعظمی (مدرس تجوید)	محرم "	رمضان "
مولانا ابراہیم ٹنکاروی صاحب (مدرس عربی)	شوال ۸۵ھ	۸۷ھ
حافظ محمد ایوب شیخ صاحب (مدرس حفظ پھر تجوید)	" ۸۶ھ	ذی الحجہ ۹۲ھ
مولانا ابراہیم پٹنی صاحب (مدرس عربی)	" ۸۷ھ	شعبان ۹۴ھ
مولانا اسماعیل حسین پھولوی صاحب (مدرس عربی)	محرم "	تاحال
مولانا محمد امین الرشیدی صاحب دمنی (مدرس فارسی)	شوال "	۹۲ھ
مولانا محمد حمد اللہ صاحب پشاوری ثم لکھنوی (مدرس عربی)	ذیقعدہ ۸۸ھ	صفر ۹۹ھ
مولانا احمد خان پوری صاحب "	شوال "	تاحال
مولانا ابرار احمد دھلیوری صاحب "	" "	شعبان ۹۴ھ
مولانا عبدالعزیز سورتی صاحب (ناظم کتبخانہ)	رمضان "	ذیقعدہ ۸۹ھ
مولانا حیدر رسول صاحب (مدرس اردو و فارسی)	شوال "	رمضان ۹۳ھ
مولانا احمد دیولوی صاحب (مدرس اردو بعدہٗ عربی)	" ۸۹ھ	شعبان ۹۴ھ
مولانا غلام محمد صاحب نرولوی (مدرس عربی)	صفر ۹۰ھ	تاحال
مولانا ولی اللہ صاحب ابھچوڑی (مدرس اردو پھر فارسی)	شوال "	رمضان ۱۴۰۳ھ

	آمد	رفت
حافظ ابراہیم صاحب احمد ستو (مدرس حفظ)	جمادی الاخری سنہ ۹۰ھ	صفر سنہ ۱۴۰۲ھ میں انتقال ہوا
حافظ موسیٰ صاحب حاجی بلیسری "	شوال "	جمادی الاولی سنہ ۹۴ھ
مولانا یوسف صاحب کاوی (مدرس عربی و دارالافتاء)	" سنہ ۹۱ھ	تاحال
حافظ موسیٰ صاحب آنکروڈوی (مدرس حفظ)	" "	رجب سنہ ۹۸ھ
مختار احمد ملک صاحب کلرک اور انگریزی کے استاذ	جمادی الاولیٰ "	تاحال
قاری محمد علی صاحب سارودی (مدرس تجوید)	ذی الحجہ سنہ ۹۲ھ	تاحال
حافظ محمد صاحب آنکروڈوی (مدرس حفظ)	جمادی الاخری "	شعبان سنہ ۹۵ھ
مولانا شوکت علی صاحب اعظمی (مدرس عربی)	شوال سنہ ۹۳ھ	" سنہ ۱۴۰۳ھ
مولانا ابوبکر صاحب غازی پوری "	ربیع الآخر "	ذی الحجہ سنہ ۱۴۰۲ھ
مولانا موسیٰ آدم جی بسم اللہ صاحب (مدرس فارسی)	شوال "	رجب سنہ ۹۹ھ
مولانا ابراہیم عمر کاوی صاحب (مدرس اردو پھر فارسی و عربی)	" "	تاحال
مولانا فضل الرحمٰن اعظمی صاحب (مدرس عربی)	ذی الحجہ سنہ ۹۴ھ	تاحال
مولانا عبدالاول صاحب سامرودی (مدرس فارسی پھر عربی)	محرم "	رجب سنہ ۱۴۰۲ھ
مولانا ابراہیم اٹالوی صاحب (مدرس اردو)	شوال "	تاحال
قاری احمد اللہ صاحب بھاگلپوری (مدرس تجوید)	" "	تاحال (سنہ ۱۴۰۳ھ میں دیوبند رہے)۔
حافظ عبدالعزیز صاحب عمرواڑی (مدرس حفظ)	ذیقعدہ "	شعبان سنہ ۹۶ھ
مولانا رشید احمد صاحب بزرگ نائب مہتمم جامعہ	رجب سنہ ۱۳۹۳ھ	جمادی الاولیٰ سنہ ۹۴ھ
(دوبارہ مدرس حفظ و تجوید)	شوال سنہ ۹۴ھ	تاحال
احمد میاں کاتب صاحب احمد آبادی (معلم کتابت)	محرم "	رجب سنہ ۱۴۰۱ھ
حافظ محمد یوسف صاحب پٹیل (سفیر مدرسہ)	صفر سنہ ۹۶ھ	ذی الحجہ سنہ ۹۸ھ
حافظ یوسف صاحب [illegible] (مدرس حفظ)	شوال [illegible]	رجب سنہ ۹۹ھ

	آمد	رفت
حافظ ابراہیم صاحب بسم اللہ (مدرس حفظ)	محرم ۱۳۹۶ھ	۱۳۹۸ھ
حافظ عبدالمنان صاحب (بہاری) "	" "	شعبان ۱۳۹۷ھ
حافظ اسماعیل چاسوی صاحب (مدرس حفظ پھر عربی)	شوال ۱۳۹۷ھ	تاحال
حافظ سلیمان چوکسی صاحب " "	" "	"
حافظ اسماعیل پانڈور صاحب " بعدہٗ اردو	" ۱۳۹۸ھ	"
مولوی عثمان غنی تیلاڑوی (مدرس اردو بعدہٗ فارسی)	" ۱۳۹۹ھ	"
حافظ احمد محمد سعید بزرگ صاحب (مدرس حفظ)	" "	"
حافظ رشید احمد موٹا صاحب "	" "	"
حافظ فرید احمد نانا صاحب "	" ۱۴۰۰ھ	"
حافظ شبیر احمد ماکڑا صاحب بھوریا "	" ۱۴۰۱ھ	"
حافظ سلیمان بہتر صاحب نرولوی "	" ۱۴۰۲ھ	"
حافظ اسماعیل خانپوری صاحب "	۱۴۰۲ھ	۱۴۰۴ھ
مولانا واجد حسین صاحب (مدرس حدیث و عربی)	شوال ۱۴۰۳ھ	تاحال
مولانا موسیٰ کچھولوی صاحب (مدرس فارسی)	" "	"
مولانا عباس داؤد بسم اللہ صاحب (دار الافتاء)	" "	"
قاری محمد حنیف نرولوی صاحب (مدرس تجوید)	" "	"
قاری اسماعیل حتالا صاحب "	" "	۱۴۰۴ھ
قاری عبدالرحمٰن بزرگ صاحب "	" "	"
مولانا اکرام علی صاحب بھاگلپوری (شیخ الحدیث)	ذی الحجہ ۱۴۰۴ھ	تاحال

فضلاء ــــ قرّاء ــــ حفّاظ

ایک نظر میں

سنین	مہتمم	شیخ الحدیث	کل طلبہ	فضلاء	قراء	حفاظ قرآن
۱۳۴۵ھ	رجب ۱۳۴۶ھ سے ربیع الاول ۱۳۶۱ھ تک مولانا احمد بزرگ سملکی رح	۱۳۴۶ھ سے ۱۳۵۱ھ تک علامہ انور شاہ کشمیری رح	۳۰۵		ہر سال تعلیم کا نظم تھا لیکن قراء کی تعداد ضبط نہیں کی گئی۔	
۱۳۴۶ھ			۲۹۶			
۱۳۴۷ھ			۴۱۴	۵۹		
۱۳۴۸ھ			۴۰۶	۴۳		
۱۳۴۹ھ			۴۷۱	۵۲		
۱۳۵۰ھ			۳۹۱	۳۲		
۱۳۵۱ھ			۴۲۰	۴۶		
۱۳۵۲ھ		۱۳۵۲ھ سے ۱۳۵۸ھ تک مسلسل[1] مولانا شبیر احمد عثمانی رح	۴۲۴	۳۲		
۱۳۵۳ھ			۴۳۲	۳۸		۱۳۵۵ھ سے ۱۳۶۲ھ تک کل حفاظ ۲۹۵ ،، ،، ۱۳۶۳ھ تک
۱۳۵۴ھ			۴۷۰	۳۶		
۱۳۵۵ھ			۵۶۹	۴۲		
۱۳۵۶ھ			۵۰۵	۵۱		
۱۳۵۷ھ			۴۲۶	۸۴		
۱۳۵۸ھ			۴۶۵	۵۱		
۱۳۵۹ھ			۴۶۰	۴۹		

[1] مولانا عثمانی ۱۳۵۹ھ میں ایک ماہ کیلئے تشریف لائے تھے اور بخاری پڑھائی تھی۔

سنین	مہتمم	شیخ الحدیث	کل طلبہ	فضلاء	قراء	قرأت سبعہ و عشرہ	حفاظ قرآن
۱۳۶۰ھ		۱۳۵۹ھ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ تک مولانا عبد الرحمٰن امروہی	۴۱۳	۴۰			
۱۳۶۱ھ			۳۶۷	۳۳			
۱۳۶۲ھ	ربیع الاول ۱۳۶۱ھ سے ۱۳۷۶ھ تک مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ۔ سکریٹری عبد الحی ناظم، مولانا شمس الحق، مولانا محمد اسماعیل مطلوبا		۴۱۹	۷۲			
۱۳۶۳ھ		ربیع الاول ۱۳۶۲ھ سے مولانا عثمانی، مفتی محمد شفیع، مولانا ظفر احمد تھانوی، مولانا شمس الحق افغانی	۳۲۴	۵۱			
۱۳۶۴ھ			۳۰۷	۴۱			
۱۳۶۵ھ			۳۷۳	۴۸			
۱۳۶۶ھ			۳۲۴	۲۵			
۱۳۶۷ھ		ربیع الآخر سے مولانا محمد یوسف بنوری شعبان ۱۳۶۹ھ تک	۲۳۲	۱۴			
۱۳۶۸ھ			۲۵۱	۲۴			
۱۳۶۹ھ			۲۸۰	۱۹			
۱۳۷۰ھ		۱۳۷۰ھ سے مولانا عبد الجبار اعظمی شعبان ۱۳۷۲ھ تک	۲۷۷	۱۰			
۱۳۷۱ھ			۲۵۶	۱۴			
۱۳۷۲ھ			۲۴۳	۱۲			
۱۳۷۳ھ		۱۳۷۲ھ و ۱۳۷۳ھ میں مولانا عبد الرؤف صاحب پھر ربیع الاول ۱۳۷۳ھ سے مولانا شریف حسن دیوبندی شیخ الحدیث رہے ۱۳۷۵ھ تک ذیقعدہ ۱۳۷۵ھ اور ۱۳۷۶ھ میں مولانا عبد الحلیم صاحب۔	۱۸۱	۵			
۱۳۷۴ھ			۱۸۱	۶			
۱۳۷۵ھ			۲۲۹	۵			
۱۳۷۶ھ			۱۵۷	۳			
۱۳۷۷ھ	ربیع الآخر ۱۳۷۶ھ سے مولانا عبد الحی بسم اللہ		۱۵۲	۴			
۱۳۷۸ھ		۱۳۷۷ھ میں پھر مولانا شریف حسن صاحب شیخ الحدیث ہوئے شوال ۱۳۸۳ھ تک۔	۱۴۵	۶			
۱۳۷۹ھ			۲۷۵	۸			
۱۳۸۰ھ			۲۵۰	۱۰			

سنین	مہتمم	شیخ الحدیث	کل طلبہ	فضلاء	قراء	قرأت سبعہ/عشرہ	حفاظ قرآن
۱۳۸۱ھ	رجب ۱۳۸۱ھ سے مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہ العالی.	۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۱ھ سے مولانا محمد ایوب صاحب اعظمی شیخ الحدیث ہوئے شعبان ۱۴۰۱ھ تک.	۲۹۳	۵		۱۸ طلبہ کو قرأت سبعہ کی سند دی گئی بعض کو عشرہ کی بھی.	۷
۱۳۸۲ھ			۳۰۶	۸	۷		۲۰
۱۳۸۳ھ			۳۴۵	۶	۱۰		۱۸
۱۳۸۴ھ			۳۷۳	۵	۱۰		۱۰
۱۳۸۵ھ			۳۵۹	۱۲	۱۰		۲۲
۱۳۸۶ھ			۳۷۶	۱۲	۱۷		۲۱
۱۳۸۷ھ			۳۷۳	۱۰	۱۸		۲۴
۱۳۸۸ھ			۴۲۳	۱۵	۶		۲۵
۱۳۸۹ھ			۳۸۶	۱۵	۱۱		۲۰
۱۳۹۰ھ			۵۰۲	۱۸	۱۱		۲۳
۱۳۹۱ھ			۵۳۳	۱۳	۱۹		۱۸
۱۳۹۲ھ			۵۳۳	۱۷	۱۱		۴۰
۱۳۹۳ھ			۴۹۵	۲۸	۸		۳۱
۱۳۹۴ھ			۳۵۶	۱۵			۲۳
۱۳۹۵ھ			۴۰۸	۱۳			۲۱
۱۳۹۶ھ			۴۵۲	۱۵	۹		۲۵
۱۳۹۷ھ			۴۴۵	۹	۶		۳۲
۱۳۹۸ھ			۴۵۶	۵	۳		۳۰
۱۳۹۹ھ			۴۳۱	۲۱	۷		۲۹
۱۴۰۰ھ			۴۳۲	۱۰	۵		۳۰
۱۴۰۱ھ			۴۷۰	۲۱	۹		۱۹

سنین	مہتمم	شیخ الحدیث	کل طلبہ	فضلاء	قراء	قراءت سبعہ عشرہ	حفاظ قرآن
سنہ ۱۴۰۲ھ	مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہ العالی	مولانا اکرام علی صاحب بھاگلپوری ذی الحجہ سنہ ۱۴۰۲ھ سے	۴۷۶	۲۵	۷		۱۵
سنہ ۱۴۰۳ھ				۱۷			۲۸
سنہ ۱۴۰۴ھ			۵۱۱	۲۳	۸	۸	۲۸

فہرست فضلاء جامعہ

فضلاء سنہ ۱۳۴۷ھ

نمبر	نام	نمبر	نام
۱	مولوی محمد یوسف جلال آبادی (بنوری)	۱۲	مولوی بشیر احمد سنبھلی
۲	" عبد اللہ بخاری	۱۳	" بدر الحسن بلیاوی
۳	" بشیر الدین اعظم گڑھی	۱۴	" محمد ضیاء اللہ گجراتی
۴	" احمد حلیم باجوڑی	۱۵	" سلیم الحق بہاری
۵	" حمید الدین فیض آبادی	۱۶	" محبوب الٰہی منگلوری
۶	" محمد یوسف پشاوری	۱۷	" عبد الغفور مدراسی
۷	" ابراہیم داؤد سنجالی	۱۸	" عبد الحق ہزاروی
۸	" محمد محسن نہٹوری	۱۹	" غلام رسول نگینوی
۹	" صدیق احمد دھاکوی	۲۰	" برہان الدین اٹکی
۱۰	" اسماعیل حاجی یوسف گارڈی ڈابھیلی	۲۱	" عقیل اللہ کچھاروی
۱۱	" محمد موسیٰ پٹیل کفلیتوی	۲۲	" ابو المظفر چاٹگامی

۲۳	مولوی عبدالمالک بہاری
۲۴	" محمد ابراہیم ہوشیارپوری
۲۵	" خورشید عالم سندھی
۲۶	" عبدالغنی پشاوری
۲۷	" عبدالوہاب سندھی
۲۸	" محمد منصور الحق نواکھالی
۲۹	" محبوب شاہ کشمیری
۳۰	" عبدالعلیم چاٹگامی
۳۱	" محمد موسیٰ کاندھلوی
۳۲	" سیف اللہ عبداللہ سورتی
۳۳	" امان اللہ پشاوری
۳۴	" عبدالسلام خاں نجیب آبادی
۳۵	" محمد شفیع سیالکوٹی
۳۶	" محمد عابد علی کمرلائی
۳۷	" محمد علی مدراسی
۳۸	" اثیر الدین بجنوری
۳۹	" عبدالحیٔ لاجپوری
۴۰	" محمد ابراہیم کلاں ایکھلوایا ڈابھیلی
۴۱	" محمد امین اللہ نواکھالی
۴۲	" عبدالکریم دیوبندی
۴۳	" انظار الحق بہاری
۴۴	" مرتضیٰ علی نگینوی
۴۵	" عبدالشکور کاٹھیاواری
۴۶	مولوی عبدالغنی نواکھالی
۴۷	" شہاب الدین بجنوری
۴۸	" رحم الٰہی منگلوری
۴۹	" عزیز اللہ نواکھالی
۵۰	" نجم الحق کمرلائی
۵۱	" محمد عبداللہ مدراسی
۵۲	" عبدالعزیز رنگونی
۵۳	" شاہد اللہ پشاوری
۵۴	" عبدالواحد ہزاروی
۵۵	" عبدالرشید چینی
۵۶	" فضل الرحمٰن کابلی
۵۷	" عبدالولی بخاری
۵۸	" عبدالغفور کمرلائی
۵۹	" صالح احمد چاٹگامی

فضلاء سنہ ۱۳۴۸ھ

۶۰	" فضل کریم نواکھالی
۶۱	" صالح چاٹگامی
۶۲	" غلام محمد چترالوی
۶۳	" احمد شاہ ہزاروی
۶۴	" مقصود علی کمرلائی
۶۵	" عبدالعزیز "
۶۶	" علی اعظم عمرپوری

نمبر	نام
۶۷	مولوی ریاض الدین بگراوی
۶۸	" عبدالمجید (خورشید) لائل پوری
۶۹	" علی نواز میمن سنگی
۷۰	" عبدالاول سندھی
۷۱	" فضل الرحمن نواکھالی
۷۲	" مطیع اللہ ہزاروی
۷۳	" نعمت اللہ مرشدآبادی
۷۴	" منصور احمد نواکھالی
۷۵	" امین اللہ "
۷۶	" عبدالحی جونپوری
۷۷	" محمد اسماعیل لاجپوری
۷۸	" عبدالمجید نابینا لائل پوری
۷۹	" محمد قلندر شاہ پشاوری
۸۰	" مطلب الدین میمن سنگی
۸۱	" عبدالصمد کمرلائی
۸۲	" حامد حسن دیوبندی
۸۳	" علاؤالدین جودھپوری
۸۴	" علی اعظم رنگپوری
۸۵	" آفتاب الدین ڈھاکوی
۸۶	" محمد یوسف شرقی منگلوری
۸۷	" زین العابدین دیناجپوری
۸۸	" عبدالرشید بجنوری
۸۹	" محمود چاٹگامی
۹۰	مولوی عبدالکریم میمن سنگی
۹۱	" عبدالرب بریسالی
۹۲	" سراج الدین پکھاڑی
۹۳	" عبدالقادر افریقی
۹۴	" عبدالحی بنارسی
۹۵	" مقبول احمد بریسالی
۹۶	" رئیس الدین میمن سنگی
۹۷	" دلیل الدین بریسالی
۹۸	" محمد سعید لاجپوری
۹۹	" انجب الدین میمن سنگی
۱۰۰	" احمد ابراہیم کھلوڑی
۱۰۱	" عبدالحق میمن سنگی
۱۰۲	" عبدالعلی "

فضلاء ۱۳۴۹ھ

نمبر	نام
۱۰۳	" عبدالقدیر کامل پوری
۱۰۴	" احمد الرحمن چاٹگامی
۱۰۵	" عبدالوہاب جے پوری
۱۰۶	" ولی اللہ ڈھاکوی
۱۰۷	" محمد ہاشم بخاری
۱۰۸	" عبدالرحیم چینی
۱۰۹	" محمد ابراہیم اکھلوایہ خورد
۱۱۰	" ناصر جلیل سیوہاروی

نمبر	نام	نمبر	نام
۱۱۱	مولوی عبید اللہ نواکھالی	۱۳۴	مولوی امجد علی کمرلائی
۱۱۲	،، قاضی چترالوی	۱۳۵	،، محمد اطہر سلہٹی
۱۱۳	،، ممتاز الکریم نواکھالی	۱۳۶	،، محفوظ الحق نواکھالی
۱۱۴	،، سلطان احمد منگلوری	۱۳۷	،، منیر الزماں چاٹگامی
۱۱۵	،، نذیر احمد چاٹگامی	۱۳۸	،، حبیب اللہ نواکھالی
۱۱۶	،، شیخ محمود کوکنی	۱۳۹	،، محمد زبیر خاں علیگڈھی
۱۱۷	،، سراج الدین بریسالی	۱۴۰	،، سراج الاسلام کمرلائی
۱۱۸	،، عبد الحمید فرید پوری	۱۴۱	،، عبد اللطیف جھنگوی
۱۱۹	،، عبد الحکیم چاٹگامی	۱۴۲	،، عبد الواسع لدھیانوی
۱۲۰	،، محمد اسد اللہ مدراسی	۱۴۳	،، سید ابراہیم تربناگیری
۱۲۱	،، محمد ابراہیم مرشد آبادی	۱۴۴	،، غلام حسین میانوالی
۱۲۲	،، اسماعیل نانا سملکی	۱۴۵	،، خورشید علی سلہٹی
۱۲۳	،، عبد العزیز کاملپوری	۱۴۶	،، شمس الحق بریسالی
۱۲۴	،، عظیم الدین اکیابی	۱۴۷	،، ہدایت اللہ مظفر آبادی
۱۲۵	،، اشرف علی نواکھالی	۱۴۸	،، اختر شاہ بنوی
۱۲۶	،، حسن علی اکیابی	۱۴۹	،، رشید احمد سیتاپوری
۱۲۷	،، عبد الرشید بلخی	۱۵۰	،، عبد الرحیم بریسالی
۱۲۸	،، عبد الحلیم نواکھالی	۱۵۱	،، عثمان غنی کمرلائی
۱۲۹	،، محمد عثمان کھاری	۱۵۲	،، اسماعیل کارا لاجپوری
۱۳۰	،، لعل محمد چترالی	۱۵۳	،، عبد الحفیظ ،،
۱۳۱	،، محمد عمر میمن سنگی	۱۵۴	،، تراب علی چمپارنوی
۱۳۲	،، بشیر اللہ اکیابی		
۱۳۳	،، مظفر حسین نواکھالی		

فضلاء ۱۳۵۰ھ

نمبر	نام
۱۵۵	مولوی محمد نذیر چھپراوی
۱۵۶	" نورالاسلام ڈھاکوی
۱۵۷	" عبیداللہ انبالوی
۱۵۸	" زین العابدین اکیابی
۱۵۹	" عبدالشکور مرشدآبادی
۱۶۰	" محی الدین احمد نواکھالی
۱۶۱	" مصلح الدین کمرلائی
۱۶۲	" عبدالکریم نواکھالی
۱۶۳	" عبدالواحد کاملپوری
۱۶۴	" نورالکبیر چاٹگامی
۱۶۵	" غلام خان کیمل پوری
۱۶۶	" شمس الاسلام فریدپوری
۱۶۷	" شمس الدین میمن سنگھی
۱۶۸	" ریاض الدین "
۱۶۹	" دوست محمد میانوالی
۱۷۰	" عبدالرحمٰن کمرلائی
۱۷۱	" علی احمد سندیپی
۱۷۲	" علی اکبر نواکھالی
۱۷۳	" شفیع احمد بہاری
۱۷۴	" عبدالجبار نواکھالی
۱۷۵	" امین اللہ "
۱۷۶	مولوی عبدالنور سلہٹی
۱۷۷	" اسماعیل قاسم ڈابھیلی
۱۷۸	" محمد حنیف جسری
۱۷۹	" محمد یعقوب سندھی
۱۸۰	" عبدالمجید ڈھاکوی
۱۸۱	" احمد علی میمن سنگھی
۱۸۲	" عبدالمجید ثانی "
۱۸۳	" عبدالعظیم کھلوی
۱۸۴	" محمد سلیمان اسلام آبادی
۱۸۵	" محمود حسن ڈھاکوی
۱۸۶	" محمد حافظ ختنی

فضلاء ۱۳۵۱ھ

نمبر	نام
۱۸۷	مولوی محمد خلیل شاہ پوری
۱۸۸	" غلام احمد سیالکوٹی
۱۸۹	" میاں گل پشاوری
۱۹۰	" عبداللہ گجراتی
۱۹۱	" نذر شاہ "
۱۹۲	" عبدالحکیم شاہجہاں پوری
۱۹۳	" نذیر احمد چاٹگامی
۱۹۴	" محمد یعقوب افغانی
۱۹۵	" محمد رمضان جلال آبادی
۱۹۶	" سیف الرحمٰن گجراتی

نمبر	نام
۱۹۷	مولوی غلام مصطفیٰ کشمیری
۱۹۸	" محمد حق ہزاروی
۱۹۹	" نور محمد فیض آبادی
۲۰۰	" بہاؤالدین جلال آبادی
۲۰۱	" محمد حسن شاہ بلوچستانی
۲۰۲	" محمد حسین کیمل پوری
۲۰۳	" ولی محمد پالنپوری
۲۰۴	" ابوالہاشم چاٹگامی
۲۰۵	" مظفرالدین سلہٹی
۲۰۶	" عبدالعزیز شاہ سرگودھوی
۲۰۷	" عبدالعزیز سندھی
۲۰۸	" عبدالحق "
۲۰۹	" محمد ہاشم بخاری
۲۱۰	" میر حسن پشاوری
۲۱۱	" غلام فرید ڈیرہ اسماعیل خان
۲۱۲	" محمد احسن اعظمی
۲۱۳	" فضل الحق بنوی
۲۱۴	" فضل حسین گجراتی
۲۱۵	" عبدالسلام لاجپوری
۲۱۶	" ظہیر احمد چاٹگامی
۲۱۷	" عبدالسلام اکیابی
۲۱۸	" محی الدین احمد میمن سنگی
۲۱۹	" نعمت اللہ "
۲۲۰	مولوی امیرالدین میمن سنگی
۲۲۱	" عبدالرزاق نواکھالی
۲۲۲	" محمد فیض چاٹگامی
۲۲۳	" عرفان علی سلہٹی
۲۲۴	" علی اکبر نواکھالی
۲۲۵	" مظہر حسین مرشد آبادی
۲۲۶	" اقامت اللہ کمرلائی
۲۲۷	" موسیٰ ابراہیم نوساری
۲۲۸	" عبدالوارث پشاوری
۲۲۹	" عبدالرحیم بریسالی
۲۳۰	" اکبر شاہ پشاوری
۲۳۱	" محمد حنیف ہزاروی
۲۳۲	" محمد عیاض بلخی

فضلاء ۱۳۵۲ھ

نمبر	نام
۲۳۳	مولوی عبدالوحید فتح پوری
۲۳۴	" محمد ادریس پشاوری
۲۳۵	" دولت خواجہ بخاری
۲۳۶	" محمد عبدی بلخی
۲۳۷	" معتصر شاہ پشاوری
۲۳۸	" سید مسعود علی علیگڈھی
۲۳۹	" محمد باز گل پشاوری
۲۴۰	" عبداللطیف ہزاروی

نمبر	نام
۲۴۱	مولوی کمال الدین بلخی
۲۴۲	" جمال الدین مالیگانوی
۲۴۳	" حماد حسین کاملپوری
۲۴۴	" عبدالحفیظ اعظمی
۲۴۵	" عبداللہ کراچی
۲۴۶	" واصل علی سلہٹی
۲۴۷	" محمد سعید اون
۲۴۸	" قمرالدین "
۲۴۹	" علی محمد جان لاہوری
۲۵۰	" سلامت اللہ چاٹگامی
۲۵۱	" فضل الرحمٰن نواکھالی
۲۵۲	" عبیداللہ پشاوری
۲۵۳	" اظہرالدین بریسالی
۲۵۴	" محمد اسماعیل "
۲۵۵	" منصور احمد "
۲۵۶	" محمد علی کمرلائی
۲۵۷	" اسلام الدین بجنوری
۲۵۸	" محمد زاہد ڈھاکوی
۲۵۹	" عبدالستار سلہٹی
۲۶۰	" مفیض الدین بریسالی
۲۶۱	" اسماعیل محمود کاپودروی
۲۶۲	" غلام رسول سرہندی
۲۶۳	" محمد یوسف پشاوری

فضلاء ۱۳۵۲ھ

نمبر	نام
۲۶۴	مولوی رضی الرحمٰن دیوبندی
۲۶۵	" شمس الدین کمرلائی
۲۶۶	" حاجی عباس جاوی
۲۶۷	" محمد اسماعیل اکلیر اسورتی
۲۶۸	" محمد سلیمان نواکھالی
۲۶۹	" غلام حسین کشمیری
۲۷۰	" غلام جیلانی قندھاری
۲۷۱	" عبیدالرحمٰن چاٹگامی
۲۷۲	" غلام محمد کیمل پوری
۲۷۳	" عبداللہ ترکی
۲۷۴	" عبدالرحمٰن ہزاروی
۲۷۵	" عبداللہ شاہ کشمیری
۲۷۶	" نذیر احمد بہاولپوری
۲۷۷	" محمد فاضل ختنی
۲۷۸	" محمد شریف ہزاروی
۲۷۹	" عرفان علی کچھاڑوی
۲۸۰	" نور احمد چاٹگامی
۲۸۱	" شمس الحق میمن سنگی
۲۸۲	" اعظم علی ڈھاکوی
۲۸۳	" محمد رفیق عثمانی ڈابھیلی
۲۸۴	" ہدایت اللہ ملتانی

نمبر	نام
۲۸۵	مولوی نور علی بخاری
۲۸۶	" حبیب الرحمٰن اعظم گڑھی
۲۸۷	" مصباح الدین ڈھاکوی
۲۸۸	" سعید اللہ نواکھالی
۲۸۹	" مجیب الحق
۲۹۰	" عبد الجبار بریسالی
۲۹۱	" سعادت حسین نواکھالی
۲۹۲	" محمد امین ترکی
۲۹۳	" عبد الغنی سیوہاروی
۲۹۴	" نذیر احمد چاٹگامی
۲۹۵	" تاج الاسلام کمرلائی
۲۹۶	" جان محمد ملتانی
۲۹۷	" محمد رمضان "
۲۹۸	" گل محمد پنجابی
۲۹۹	" عبد الغفار ملتانی
۳۰۰	" مصطفیٰ خان اعظمی
۳۰۱	" خلیل احمد کشمیری

فضلاء ۱۳۵۳ھ

نمبر	نام
۳۰۲	مولوی محمد سعید جہلمی
۳۰۳	" بذل الرحمٰن چاٹگامی
۳۰۴	" احمد الدین کاملپوری
۳۰۵	" جلیل احسن اعظمی
۳۰۶	مولوی مزمل الحق بریسالی
۳۰۷	" شیخ عبد اللہ نومسلم کیمل پوری
۳۰۸	" فضل احمد کاملپوری
۳۰۹	" عبد الکریم نواکھالی
۳۱۰	" عین الدین میمن سنگی
۳۱۱	" مشرف حسین نواکھالی
۳۱۲	" عبد العلی اعظمی
۳۱۳	" محمود صالح بارڈولی
۳۱۴	" علی احمد کمرلائی
۳۱۵	" محمد ہارون رنگونی
۳۱۶	" ابراہیم سامرودی
۳۱۷	" محمد یعقوب بریسالی
۳۱۸	" عبد المنان ہزاری
۳۱۹	" علی محمد کمرلائی
۳۲۰	" غلام سرور بنوی
۳۲۱	" محمد یوسف رنگونی
۳۲۲	" منور حسین بریسالی
۳۲۳	" محمد داؤد پالنپوری
۳۲۴	" ضیاء الحق ڈھاکوی
۳۲۵	" ظہور الحق بجنوری
۳۲۶	" عبد الحی اعظمی
۳۲۷	" ممتاز الدین ڈھاکوی
۳۲۸	" نور الفتاح پشاوری

۳۲۹ مولوی عبدالحمید کرلائی
۳۳۰ " عبدالجلیل بستوی
۳۳۱ " سید صدر پشاوری
۳۳۲ " عبداللطیف مظفرپوری
۳۳۳ " عبدالحمید بلوچستانی
۳۳۴ " قدرۃ اللہ بستوی
۳۳۵ " عبدالکریم جہلمی
۳۳۶ " سراج الحق میمن سنگھی
۳۳۷ " سلیمان کاپودرا

فضلاء ۱۳۵۵ھ

۳۳۸ مولوی محمد داؤد رنگونی
۳۳۹ " احمد سعید پشاوری
۳۴۰ " غلام رسول کیمل پوری
۳۴۱ " رمضان سندھی
۳۴۲ " شمس الہدیٰ سلہٹی
۳۴۳ " محمد یٰسین سہارنپوری
۳۴۴ " احسن شاہ کشمیری
۳۴۵ " حمیدالدین پشاوری
۳۴۶ " عبداللہ ہزاری
۳۴۷ " محمد ادریس بستوی
۳۴۸ " علی محمد کیمل پوری
۳۴۹ " مولا بخش بہاری

۳۵۰ مولوی عبدالمتین ہزاری
۳۵۱ " سخاوت علی بستوی
۳۵۲ " عبدالقدوس اعظمی
۳۵۳ " محب اللہ پشاوری
۳۵۴ " احمد ابراہیم تاڈیر
۳۵۵ " اسماعیل احمد کفلیتوی
۳۵۶ " خلیل الرحمٰن ہزاری
۳۵۷ " محمد امین ترکی
۳۵۸ " غلام ربانی کیمل پوری
۳۵۹ " عبدالحق سلہٹی
۳۶۰ " صفدر احمد اسلام آبادی
۳۶۱ " محمد ادریس نواکھالی
۳۶۲ " محمد عمر برہمی
۳۶۳ " محمد صابر ترکی
۳۶۴ " محمد فضل جہنگوی
۳۶۵ " سعادت اللہ پشاوری
۳۶۶ " عبدالرشید کرلائی
۳۶۷ " عبدالرحیم انبالوی
۳۶۸ " احمد حسین ڈیروی
۳۶۹ " غلام ربانی ہزاری
۳۷۰ " عبدالقدوس بریسالی
۳۷۱ " عبدالغنی ترکی
۳۷۲ " احمد علی آسامی

نمبر	نام
۳۷۳	مولوی مقبول احمد سلہٹی
۳۷۴	״ جابر احمد چاٹگامی
۳۷۵	״ عبدالقادر بریسالی
۳۷۶	״ عبدالرحمٰن بہاری
۳۷۷	״ محمد عیسیٰ ترکی
۳۷۸	״ محمد احمد اکیابی
۳۷۹	״ شاہ مروان قل بخاری

فضلاء ۱۳۵۶ھ

نمبر	نام
۳۸۰	مولوی عبداللہ سندھی
۳۸۱	״ عبدالمجید مدراسی
۳۸۲	״ شمس الحق بہاری
۳۸۳	״ محمد آزاد غزنوی
۳۸۴	״ عبدالحیٔ ارکانی
۳۸۵	״ محمد اسماعیل جالندھری
۳۸۶	״ خدابخش ملتانی
۳۸۷	״ اللہ بخش ڈیروی
۳۸۸	״ علاؤالدین جالندھری
۳۸۹	״ شیر محمد ہراتی
۳۹۰	״ غلام اکبر کیمل پوری
۳۹۱	״ محمد زین پنجابی
۳۹۲	״ محمد صدیق سندھی
۳۹۳	״ احمد حسن کیمل پوری
۳۹۴	مولوی عبدالواحد پشاوری
۳۹۵	״ احمد حسن چاٹگامی
۳۹۶	״ عبدالرحیم سلہٹی
۳۹۷	״ نور محمد اکیابی
۳۹۸	״ محمد اکبر بخاری
۳۹۹	״ حبیب الحق بہاری
۴۰۰	״ احمد شاہجہانپوری
۴۰۱	״ راز محمد قندھاری
۴۰۲	״ محمد قاسم ترکی
۴۰۳	״ دل محمد ملتانی
۴۰۴	״ عبدالکریم ہزاری
۴۰۵	״ محمد شعیب پشاوری
۴۰۶	״ علی احمد چاٹگامی
۴۰۷	״ عبدالمنان کمرلائی
۴۰۸	״ محمد شریف چاٹگامی
۴۰۹	״ عین الدین سلہٹی
۴۱۰	״ ابوالبشر چاٹگامی
۴۱۱	״ صدیق احمد اسلام آبادی
۴۱۲	״ حبیب اللہ بلوچستانی
۴۱۳	״ محمد حسن ترکی
۴۱۴	״ عبدالقدوس پشاوری
۴۱۵	״ محمد تحسین نواکھالی
۴۱۶	״ عبدالودود اکیابی

نمبر	نام
۴۱۷	مولوی عبدالرحمٰن صواتی
۴۱۸	" سعید الزمان نصیر آبادی
۴۱۹	" عبدالرحمٰن میمن سنگی
۴۲۰	" عبدالحمید پٹیالوی
۴۲۱	" عبدالعزیز جالندھری
۴۲۲	" محمد نبی قندھاری
۴۲۳	" حبیب الرحمٰن سلجری
۴۲۴	" نصیر احمد بجنوری
۴۲۵	" عبدالرحمٰن بخاری
۴۲۶	" یوسف اسحاق جی
۴۲۷	" محمد داؤد کوساڑی
۴۲۸	" عبدالرزاق کابلی
۴۲۹	" ابوالقاسم ترکی
۴۳۰	" محمد قاسم بیلگامی

فضلاء ۱۳۵۷ھ

نمبر	نام
۴۳۱	مولوی فضل محمد لائل پوری
۴۳۲	" فتح شاہ کیمل پوری
۴۳۳	" عبدالصمد گورداسپوری
۴۳۴	" اللہ داد جموی
۴۳۵	" عبدالغفار راولپنڈی
۴۳۶	" محمد حسن شاہ کیمل پوری
۴۳۷	" نورالحق کرلائی
۴۳۸	مولوی محمد زماں میانوی
۴۳۹	" محمد اسماعیل لائل پوری
۴۴۰	" عبدالرحمٰن گجراتی
۴۴۱	" ثناء اللہ گوجرانولی
۴۴۲	" عزیز بخش جالندھری
۴۴۳	" شہاب الدین ڈھاکوی
۴۴۴	" محمد عیسیٰ اعظمی
۴۴۵	" محمد اسماعیل جالندھری
۴۴۶	" احمد اللہ سیالکوٹی
۴۴۷	" فیض احمد چاٹگامی
۴۴۸	" شمس الحق بستوی
۴۴۹	" غلام رسول لائل پوری
۴۵۰	" نور احمد چاٹگامی
۴۵۱	" محمد صدیق شیخپوری
۴۵۲	" اسماعیل گورا لوہاری
۴۵۳	" صالح محمد بلوچستانی
۴۵۴	" غلام محمد شاہ پوری
۴۵۵	" اللہ داد دیڑوی
۴۵۶	" ہاشم اسماعیل گورا ڈابھیلی
۴۵۷	" نورالدین سورتی
۴۵۸	" وجیہ الرحمٰن ہزاروی
۴۵۹	" حسین احمد سلہٹی
۴۶۰	" سکندر حسین نواکھالی

نمبر	نام
۴۶۱	مولوی محمد ابراہیم سندھی
۴۶۲	" غلام قادر لائل پوری
۴۶۳	" فضل الرحمٰن سلہٹی
۴۶۴	" محمد صادق پشاوری
۴۶۵	" یوسف محمد کاچھوی
۴۶۶	" محمد حسین جالندھری
۴۶۷	" عبدالمالک نواکھالی
۴۶۸	" فضل مولا پشاوری
۴۶۹	" محمد شفیع اکیابی
۴۷۰	" اظہار الحق اکیابی
۴۷۱	" محمد شریف جالندھری
۴۷۲	" عبدالحکیم مظفر گڈھی
۴۷۳	" عبدالرؤف جلال آبادی
۴۷۴	" عبدالحق کیمل پوری
۴۷۵	" ابوالقاسم اکیابی
۴۷۶	" محمد قاسم بستوی
۴۷۷	" شریف احمد کیرانوی
۴۷۸	" اسماعیل ستواڑھی
۴۷۹	" بشیر احمد سلہٹی
۴۸۰	" محمد حافظ ترکی
۴۸۱	" حشمت اللہ نواکھالی
۴۸۲	" عبدالجبار اعظمی
۴۸۳	" آزاد بخت سلہٹی
۴۸۴	مولوی ابوالحسن اکیابی
۴۸۵	" احمد قاسم کاچھوی
۴۸۶	" عبدالرحیم چاٹگامی
۴۸۷	" عبدالقادر ملک پوری
۴۸۸	" احمد دین ملتانی
۴۸۹	" ثابت علی ڈھاکوی
۴۹۰	" محمود ہاشم تراجوی
۴۹۱	" محمد ابراہیم لائل پوری
۴۹۲	" سید علیم الدین راندھیری
۴۹۳	" احمد موسیٰ ایشالوی
۴۹۴	" عبدالحمید بلوچستانی
۴۹۵	" فریدالدین فیض آبادی
۴۹۶	" محمد اسحاق سلہٹی
۴۹۷	" محمد سلیمان مونگیری
۴۹۸	" عبدالکریم افغانی
۴۹۹	" محی الاسلام لائل پوری
۵۰۰	" عزیز الرحمٰن ارکانی
۵۰۱	" عبدالرؤف سندھی
۵۰۲	" محمد عمر ترکی
۵۰۳	" یوسف اسماعیل تراجوی
۵۰۴	" بذل الرحمٰن کملائی
۵۰۵	" احمد ابراہیم
۵۰۶	" محمد قربان ترکی

نمبر	نام
۵۰۷	مولوی سید اکبر بخاری
۵۰۸	" موسیٰ احمد تراجری
۵۰۹	" احمد موسیٰ اکلیری
۵۱۰	" یوسف پانڈور ایٹالوی
۵۱۱	" فخر الحسن بستوی
۵۱۲	" حبیب الرحمٰن سلہٹی
۵۱۳	" برہان الدین بخاری
۵۱۴	" ابراہیم پالنوی

فضلاء ۱۳۵۸ھ

نمبر	نام
۵۱۵	مولوی شیرین خان دیڑوی
۵۱۶	" محمد حسن سہارنپوری
۵۱۷	" ضمیر الدین حیدرآبادی
۵۱۸	" محمد خلیل ملتانی
۵۱۹	" غلام رسول لدھیانوی
۵۲۰	" عبدالکریم ملتانی
۵۲۱	" محمد گل خان پشاوری
۵۲۲	" محمد حسن عراقی
۵۲۳	" ایقان الرحمٰن سہسوانی
۵۲۴	" سراج الدین بلوچستانی
۵۲۵	" غلام سرور ملتانی
۵۲۶	" محمد اکبر ہزاری
۵۲۷	" عبدالحق سلہٹی
۵۲۸	مولوی عبدالرحمٰن مظفرگڈھی
۵۲۹	" غلام محمد لوناواڑی
۵۳۰	" عبدالرحمٰن شیخوپوری
۵۳۱	" محمد رمضان ملتانی
۵۳۲	" ابراہیم احمد ٹیکلی کھلوڑی
۵۳۳	" محمد امیر مظفرگڈھی
۵۳۴	" نوراللہ بھاولپوری
۵۳۵	" سعید احمد چاٹگامی
۵۳۶	" عبدالرحمٰن ملتانی
۵۳۷	" محمود اللہ ارکانی
۵۳۸	" عبدالحیٔ کرلائی
۵۳۹	" موسیٰ آدم متوڑی
۵۴۰	" عبدالحق پشاوری
۵۴۱	" عبدالرحمٰن شگری
۵۴۲	" محمد عظیم خان ملتانی
۵۴۳	" حبیب احمد اکیابی
۵۴۴	" عبدالرحیم ہوشیارپوری
۵۴۵	" مظہر علی سلہٹی
۵۴۶	" نصیرالدین بخاری
۵۴۷	" یوسف احمد عمرواڑی
۵۴۸	" عبدالخالق شاہ پوری
۵۴۹	" عبدالقادر ترکی
۵۵۰	" محمد الیاس اعظمی

۵۵۱	مولوی موسیٰ محمد عمر واڑی
۵۵۲	" عبداللہ شاہ کشمیری
۵۵۳	" عبدالحق گوربندی
۵۵۴	" محمد امیر الدین سرگودی
۵۵۵	" محمد سلیمان سامرودی
۵۵۶	" میاں احمد گل کیمبلپوری
۵۵۷	" محمد نسیم ارکانی
۵۵۸	" محمد ابراہیم بلوچستانی
۵۵۹	" جمال الدین اکیابی
۵۶۰	" عبدالامین اکیابی
۵۶۱	" محمد ضمیران ہزاروی
۵۶۲	" عبدالغنی کیمبلپوری
۵۶۳	" عبدالواحد ترکی
۵۶۴	" عبدالقادر جنکاڑی
۵۶۵	" عبدالرحمٰن بستوی

فضلاء ۱۳۵۹ھ

۵۶۶	مولوی محمد علی اعظم نواکھالی
۵۶۷	" محمد جمال الدین ملباری
۵۶۸	" محمد شریف پشاوری
۵۶۹	" ذاکر اللہ "
۵۷۰	" غلام محمد جالندھری
۵۷۱	" محمد زمان ہزاروی
۵۷۲	مولوی عبدالمتین ہزاروی
۵۷۳	" ابراہیم آدم کاوی
۵۷۴	" فضل الرحمٰن ہزاروی
۵۷۵	" زین العابدین میانوالی
۵۷۶	" محمد یعقوب جاوی
۵۷۷	" عبدالرحمٰن ہزاروی
۵۷۸	" عبداللطیف سیالکوٹی
۵۷۹	" احمد داؤد کفلیتوی
۵۸۰	" علی محمد میانوالی
۵۸۱	" سیف الدین عثمانی ڈابھیلی
۵۸۲	" محمد سعید پشاوری
۵۸۳	" شمس الدین "
۵۸۴	" نور محمد منٹگمری
۵۸۵	" مرزا اعظم بیگ کیمبلپوری
۵۸۶	" محمد طاہر چاٹگامی
۵۸۷	" دوست محمد ڈیرہ غازی خاں
۵۸۸	" فضل ربی کابلی
۵۸۹	" نور مصطفیٰ نواکھالی
۵۹۰	" نور محمد راجوروی
۵۹۱	" محمد سعید مولانا احمد بزرگ سملکی
۵۹۲	" سعید الدین کمرلائی
۵۹۳	" عطاء اللہ گجراتی
۵۹۴	" ریاض الدین فیض آبادی

۵۹۵ مولوی جمال الدین کیمل پوری
۵۹۶ " محمد یٰسین رنگونی
۵۹۷ " اللہ بخش منٹگمری
۵۹۸ " عبدالستار کیمل پوری
۵۹۹ " اختر محمد بلوچستانی
۶۰۰ " عبدالعزیز میمن سنگی
۶۰۱ " فیض محمد بلوچستانی
۶۰۲ " محمد قاسم اکیابی
۶۰۳ " عبدالرشید چاٹگامی
۶۰۴ " لطف اللہ جالندھری
۶۰۵ " احمد سعید کفلیتوی
۶۰۶ " عبدالحی بارڈولی
۶۰۷ " امان اللہ بدخشانی
۶۰۸ " عبدالرشید فرید پوری
۶۰۹ " محمد پشاوری
۶۱۰ " معتصم باللہ کچاڑی
۶۱۱ " احمد سعید گراں
۶۱۲ " محمد جی ہزاروی
۶۱۳ " یوسف محمد کاسوجی لاجپوری
۶۱۴ " خدائے دوست بلوچستانی

فضلائے ۱۳۶۰ھ

۶۱۵ مولوی عبدالرزاق کوکنی
۶۱۶ مولوی فیض محمد بلوچستانی
۶۱۷ " غلام نبی جالندھری
۶۱۸ " محمد نواز کیمل پوری
۶۱۹ " محمد اشرف سلطانپوری
۶۲۰ " ظل حسن جونپوری
۶۲۱ " عبدالرقیب سلہٹی
۶۲۲ " نور محمد قندھاری
۶۲۳ " عبداللطیف بلوچستانی
۶۲۴ " یعقوب ابراہیم کاوی
۶۲۵ " عبدالغفار بدخشانی
۶۲۶ " سفیر الدین کمرلائی
۶۲۷ " عبدالحمید ہزاری
۶۲۸ " عبدالرب عرف محمد رب نواز میانوالی
۶۲۹ " شفیق الرحمٰن سلہٹی
۶۳۰ " قاسم حسین نوساری
۶۳۱ " عبدالرحمٰن سلطانپوری
۶۳۲ " عثمان غنی
۶۳۳ " محمد نیاز ترکی
۶۳۴ " محمد امین بہاولپوری
۶۳۵ " عبدالمنعم سلہٹی
۶۳۶ " سراج الدین میانوالی
۶۳۷ " عبدالباری ڈھاکوی
۶۳۸ " محمد نور الاسلام چاٹگامی

۶۳۹ مولوی عبدالصمد ایرانی
۶۴۰ " ولی اللہ نواکھالی
۶۴۱ " محمد سعید کالاکاچھوی
۶۴۲ " محمد علی لاجپوری
۶۴۳ " محمد مصطفیٰ بستوی
۶۴۴ " یوسف علی محمد ہنگلوئی
۶۴۵ " عبدالرحمٰن بہاری
۶۴۶ " عبدالغفور میمن سنگی
۶۴۷ " ابوالحسن میانوالی
۶۴۸ " غلام رسول جہلمی
۶۴۹ " غلام اکبر ارکانی
۶۵۰ " محمد اسماعیل فیض آبادی
۶۵۱ " محمد اسماعیل کوساڑی
۶۵۲ " محمد موسیٰ سلطانپوری
۶۵۳ " عطا محمد جالندھری
۶۵۴ " کے علی محی الدین ملباری

فضلاء ۱۳۶۱ھ

۶۵۵ مولوی بشیر الدین جہلمی
۶۵۶ " علی یوسف کاوی
۶۵۷ " قاسم محمد موسیٰ افریقی
۶۵۸ " عبدالغنی کاوی
۶۵۹ " آدم پالنپوری
۶۶۰ مولوی علی محمد کاوی
۶۶۱ " قطب الدین ہزاروی
۶۶۲ " اللہ داد میانوالی
۶۶۳ " سلیمان محمد جیتالی
۶۶۴ " محمد اسماعیل مہتا کوسمڑی
۶۶۵ " نظام الدین کیمل پوری
۶۶۶ " محمد الدین بڑچھوی
۶۶۷ " ابراہیم محمد دایہ ٹنکولی
۶۶۸ " عبدالکریم کجولی
۶۶۹ " عبدالحئی محمد تقی بسم اللہ ڈابھیلی
۶۷۰ " خلیل الرحمٰن چاٹگامی
۶۷۱ " فتح محمد میانوالی
۶۷۲ " حاتم علی سلہٹی
۶۷۳ " محمد اشرف کیمل پوری
۶۷۴ " عبدالخالق ہزاروی
۶۷۵ " غلام حسین سلیمان عمرواڑی
۶۷۶ " عبدالعزیز میسوری
۶۷۷ " عبداللہ ڈیرولی
۶۷۸ " احمد محمد گرطوا لاجپوری
۶۷۹ " نظام الدین ابراہیم جنگاری
۶۸۰ " عبدالمالک اترالوی
۶۸۱ " عمر حسین ملاں عالیپوری
۶۸۲ " محمد حسین چاٹگامی

۶۸۳	مولوی عبداللہ جالندھری
۶۸۴	،، غلام محمد سیلوت ترکیشوری
۶۸۵	،، عبدالرحیم بلوچستانی
۶۸۶	،، عبدالغفار پشاوری
۶۸۷	،، عبداللہ ملباری

فضلاء ۱۳۶۲ھ

۶۸۸	مولوی منظور احمد سیالکوٹیؒ
۶۸۹	،، محمد مالک کاندھلوی
۶۹۰	،، امدادالحق ہزاروی
۶۹۱	،، فضل الٰہی سرگودھی
۶۹۲	،، محمد عبداللہ گجراتی
۶۹۳	،، عبدالمعید لواکھالی
۶۹۴	،، محمد خالد کیرالوی
۶۹۵	،، احمد گل مسعودی
۶۹۶	،، محمد اشرف بدخشانی
۶۹۷	،، انیس الرحمٰن دربھنگوی
۶۹۸	،، عبدالرحمٰن گجراتی
۶۹۹	،، محمد اسلام کیمل پوری
۷۰۰	،، احمد مالک ہزاروی
۷۰۱	،، مسعود احمد شاہ آبادی
۷۰۲	،، محمد ادریس اعظمی
۷۰۳	،، محمد سعید خاں لکھیم پوری
۷۰۴	مولوی محمد شفیق پشاوری
۷۰۵	،، محمد کریم کشمیری
۷۰۶	،، محمد ابراہیم ختنی
۷۰۷	،، عطاءاللہ پنجابی
۷۰۸	،، زین العابدین صواتی
۷۰۹	،، شریف اللہ بدخشانی
۷۱۰	،، محمد علی ختنی
۷۱۱	،، میر زاہد مروانی
۷۱۲	،، نثار احمد اعظمی
۷۱۳	،، فخرالدین طالقانی
۷۱۴	،، رشید احمد لدھیانوی
۷۱۵	،، عبدالغنی سیتاپوری
۷۱۶	،، حبیب الرحمٰن پالنپوری
۷۱۷	،، عبدالمجید بستوی
۷۱۸	،، محمد سلیمان شاہ آبادی
۷۱۹	،، عبدالوہاب ،،
۷۲۰	،، قمرالدین حیدرآبادی
۷۲۱	،، رحمت اللہ شاہ آبادی
۷۲۲	،، شفیع اللہ بستوی
۷۲۳	،، عبدالحمید کرلائی
۷۲۴	،، سربلند خاں بستوی
۷۲۵	،، صاحب الدین مروانی
۷۲۶	،، کمال الدین مکرانی

۶۲۷ مولوی فضل واحد پشاوری
۶۲۸ " شوکت علی بستوی
۶۲۹ " حبیب اللہ فیروز پوری
۶۳۰ " عتیق الرحمٰن اعظمی
۶۳۱ " محمد نعمان کاندھلوی
۶۳۲ " نیاز محمد سمرقندی
۶۳۳ " محمد اسحاق اکیابی
۶۳۴ " محمد بخش ڈیرولی
۶۳۵ " محمد یونس خکندی
۶۳۶ " اصغر علی ڈھاکوی
۶۳۷ " روشن دین ہزاروی
۶۳۸ " ظہیر الدین کچھاڑوی
۶۳۹ " محمد ثابت ختنی
۶۴۰ " اسحاق قاسم پانولی
۶۴۱ " محمد سلیمان ثانی کوساڑی
۶۴۲ " خلیل الرحمٰن بیر بھومی
۶۴۳ " زین العابدین اکیابی
۶۴۴ " حبیب الرحمٰن بلیاوی
۶۴۵ " ابراہیم محمد ڈیسائی ترکیشوری
۶۴۶ " نصیر الدین بستوی
۶۴۷ " نظام الدین مونگیری
۶۴۸ " شیخ محمد اعظمی
۶۴۹ " نذیر احمد لدھیانوی
۶۵۰ مولوی سید محمد کوکنی
۶۵۱ " علاؤ الدین فرید پوری
۶۵۲ " سید غلام جیلانی خاندیشی
۶۵۳ " عبد الجبار نوا کھالی
۶۵۴ " نعمت اللہ بخاری
۶۵۵ " محمد خاں مردانی
۶۵۶ " وجیہ اللہ نوا کھالی
۶۵۷ " مسلم الدین میمن سنگی
۶۵۸ " مرزا غلام مصطفیٰ راندیری
۶۵۹ " فضل منان پشاوری

فضلاء ۱۳۶۳ھ

۶۶۰ مولوی عزیز الحق ڈھاکوی
۶۶۱ " الٰہی بخش مظفر گڈھی
۶۶۲ " محمد احمد پٹیل بھودھیلہ
۶۶۳ " مصدر علی کچھاڑوی
۶۶۴ " غلام نبی کاغذی انکلیشوی
۶۶۵ " عبد الغفور کشمیری
۶۶۶ " غلام غوث راولپنڈی
۶۶۷ " غلام حسین بدخشانی
۶۶۸ " غلام محمد یوسف ترکیشوری
۶۶۹ " عبد اللہ سعید محلدیپی
۶۷۰ " نور ہاشم کیمل پوری

نمبر	نام
۶۷۱	مولوی اسعد اللہ اکیابی
۶۷۲	" عبد القدیم بدخشانی
۶۷۳	" محمد ابو علی کمرلائی
۶۷۴	" خلیل الرحمٰن سلہٹی
۶۷۵	" شیر محمد جمنوی
۶۷۶	" غلام احمد بہاولپوری
۶۷۷	" محمد ابراہیم مدراسی
۶۷۸	" نظام الدین فیض آبادی
۶۷۹	" عباس عظمت عالی پوری
۶۸۰	" غلام محمد میانوالی
۶۸۱	" غلام نبی "
۶۸۲	" محمد سعید سلہٹی
۶۸۳	" ولی احمد اکیابی
۶۸۴	" ابوبکر ترکی
۶۸۵	" عباس کالو بیلیم دھرا
۶۸۶	" امیر " " "
۶۸۷	" امیر حسن شاہ کشمیری
۶۸۸	" فقیر محمد پشاوری
۶۸۹	" محمد انور ڈیرہ غازی خاں
۶۹۰	" عبد الہادی جاوی
۶۹۱	" محمد حسن لدھیانوی
۶۹۲	" عبد الرحمٰن ملایا
۶۹۳	" منیر احمد بہاری
۶۹۴	مولوی محمد ہاشم ختنی
۶۹۵	" محمد اکرم میانوالی
۶۹۶	" اسماعیل کانکریا
۶۹۷	" محمد ہاشم کاراتراجوی
۶۹۸	" محمد سعید ملایا
۶۹۹	" محمد علی "
۷۰۰	" امیر الرحمٰن صواتی
۷۰۱	" محمد منگیر ابلیشہری
۷۰۲	" عبد الواحد نواکھالی
۷۰۳	" سلامت اللہ "
۷۰۴	" ولی محمد لدھیانوی
۷۰۵	" فتح محمد لہرعالیپوری
۷۰۶	" علی بھائی اسماعیل تراجوی
۷۰۷	" محمد یوسف یعقوب جی "
۷۰۸	" ابراہیم موسیٰ راجہ کفلیتوی
۷۰۹	" احمد محمد ٹیمول تراجوی
۷۱۰	" ابراہیم محمود لاسا اٹالوی

فضلاء ۱۳۶۴ھ

نمبر	نام
۷۱۱	مولوی غلام محمد ہروی
۷۱۲	" امیر حسن شاہ پشاوری
۷۱۳	" محمد نور شاہ مظفر گڈھی
۷۱۴	" عبد الکریم ڈیروی

نمبر	نام
۴۱۵	مولوی محمد عبداللہ جبلی
۴۱۶	" قاضی محمد باجوری
۴۱۷	" محمد یوسف جالندھری
۴۱۸	" محمد عیسیٰ بلوچستانی
۴۱۹	" عبدالغنی مروانی
۴۲۰	" موسیٰ محمد پٹیل سامرودی
۴۲۱	" اسماعیل احمد واڑی لاجپور
۴۲۲	" غلام حیدر مکرانی
۴۲۳	" محمد اللہ یار منٹگمری
۴۲۴	" محمد طیب قصوری
۴۲۵	" حامد علی ڈیروی
۴۲۶	" نور الحق پشاوری
۴۲۷	" شیر احمد کشمیری
۴۲۸	" عبدالواحد گجراتی
۴۲۹	" ابوبکر چاٹگامی
۴۳۰	" موسیٰ عمرجی ہنگلوٹ
۴۳۱	" محمد صدیق پٹیالوی
۴۳۲	" عبدالسبحان چاٹگامی
۴۳۳	" داؤد یوسف گوراعمر واڑی
۴۳۴	" ابوالخیر چاٹگامی
۴۳۵	" مظفرالدین شاہ پوری
۴۳۶	" محمود قاسم بدخشانی
۴۳۷	" محمود انور گجرانوالہ
۴۳۸	مولوی محمود عبدالحی کفلیتوی
۴۳۹	" جان محمد فیروزپوری
۴۴۰	" قادر بخش ڈیروی
۴۴۱	" عبدالحی انگورا ڈابھیلی
۴۴۲	" عبدالمنان میمن سنگی
۴۴۳	" ابراہیم اسماعیل کھیرٹی مڈغاسکر
۴۴۴	" محمد صالح ایکھلوایا ڈابھیلی
۴۴۵	" محمد یحییٰ بستوی
۴۴۶	" عبدالغفور لکھنوی
۴۴۷	" منیر احمد چاٹگامی
۴۴۸	" عبدالحی بسم اللہ ڈابھیلی
۴۴۹	" غلام محی الدین ڈیروی
۴۵۰	" ابراہیم مصطفیٰ قاضی مانچ
۴۵۱	" ابراہیم محمد اناولی

فضلاء ۱۳۶۵ھ

نمبر	نام
۴۵۲	مولوی فضل قدوس پشاوری
۴۵۳	" قمر احمد عثمانی تھانوی
۴۵۴	" امیر شاہ بنوی
۴۵۵	" محمد انور باجوری
۴۵۶	" شیر محمد بہاولپوری
۴۵۷	" محمد یونس ہزاروی

۷۵۸	مولوی عبدالرحمٰن ہزاروی
۷۵۹	” محمد شریف گجرانوالہ
۷۶۰	” نعمت اللہ کیمل پوری
۷۶۱	” غلام قادر میانوالی
۷۶۲	” محمد فاروق کیمل پوری
۷۶۳	” عبدالحکیم منگمری
۷۶۴	” جلال احمد چاٹگامی
۷۶۵	” احمد سعید یوسف بھام جی خیرگامی
۷۶۶	” عبدالرزاق ہزاروی
۷۶۷	” غلام نبی مظفرآبادی
۷۶۸	” حبیب اللہ بنوی
۷۶۹	” عبدالحمید مظفرآبادی
۷۷۰	” عبدالحی محمد گڑوا لاجپوری
۷۷۱	” فیض رسول ڈیروی
۷۷۲	” اسماعیل آدم اکلیرا
۷۷۳	” عبدالرحمٰن ڈیروی
۷۷۴	” محمد صادق شیخوپوری
۷۷۵	” عبدالرزاق سلہٹی
۷۷۶	” عبدالقادر پونوی
۷۷۷	” عبدالکریم جھوزصلا
۷۷۸	” محمد یوسف پونوی
۷۷۹	” صالح محمد کیمل پوری
۷۸۰	” محمد مبارک مظفرگڑھی
۷۸۱	مولوی حمداللہ پشاوری
۷۸۲	” تمیزالدین چاٹگامی
۷۸۳	” رشید احمد ”
۷۸۴	” محمد الرحمٰن ”
۷۸۵	” محمد اسماعیل ہزاروی
۷۸۶	” فضل الرحمٰن ”
۷۸۷	” مولی داد ڈیروی
۷۸۸	” فرخ احمد چاٹگامی
۷۸۹	” ابوالحسن ”
۷۹۰	” شیر بہادر کیمل پوری
۷۹۱	” محمد سراج الاسلام چاٹگامی
۷۹۲	” بدیع احمد ”
۷۹۳	” محمد نسیم ”
۷۹۴	” جمال الدین کشمیری
۷۹۵	” علی احمد نواکھالی
۷۹۶	” عبداللہ ہزاروی
۷۹۷	” محمد زام باجوری
۷۹۸	” محمد خاں سرگودی
۷۹۹	” محمد یعقوب ہزاروی

فضلاء ۱۳۶۶ھ

۸۰۰	مولوی سلیمان غلام حسین نور گت ترکیشوری
۸۰۱	” عبدالرزاق پنجابی

نمبر	نام
۸۰۲	مولوی عبدالکریم پنجابی
۸۰۳	" سکندر الدین کیمل پوری
۸۰۴	" ابراہیم رسول گودھروی
۸۰۵	" محمود الحق نواکھالی
۸۰۶	" عبدالمتین "
۸۰۷	" محمد اسماعیل جسات مانگرولی
۸۰۸	" محمد ناظر چاٹگامی
۸۰۹	" قاسم ابراہیم ڈیسائی ترکیشوری
۸۱۰	" شفیق احمد چاٹگامی
۸۱۱	" علی احمد سلطانپوری
۸۱۲	" اسماعیل احمد مایت سرخائی
۸۱۳	" اسماعیل محمد بہادر چاسوی
۸۱۴	" فیض احمد چاٹگامی
۸۱۵	" محمد شرف میرپوری
۸۱۶	" عبدالرحیم آنندی
۸۱۷	" عبیداللہ نواکھالی
۸۱۸	" عبدالوہاب "
۸۱۹	" غلام محمد حصاروی
۸۲۰	" نوراللہ نواکھالی
۸۲۱	" احمد سعید ای بہراڈابھیلی
۸۲۲	" نورالصفا چاٹگامی
۸۲۳	" حفیظ اللہ "
۸۲۴	" شجاع الدین بنوی

فضلاء ۱۳۶۷ھ

نمبر	نام
۸۲۵	مولوی سید احمد کوکنی
۸۲۶	" محمود اللہ بریسالی
۸۲۷	" سید علی احمد کوکنی
۸۲۸	" مجمل الحق نواکھالی
۸۲۹	" عبداللطیف "
۸۳۰	" احمد کبیر چاٹگامی
۸۳۱	" محمد حسن اکیابی
۸۳۲	" بذل احمد چاٹگامی
۸۳۳	" اسماعیل یوسف صالح لوہاروی
۸۳۴	" شجاعت اللہ نواکھالی
۸۳۵	" عبداللہ محمد کاسوجی لاجپوری
۸۳۶	" زاہد الدین سلہٹی
۸۳۷	" محمد ابراہیم پٹیل نرولی
۸۳۸	" ابراہیم محمد راوت بھٹی

فضلاء ۱۳۶۸ھ

نمبر	نام
۸۳۹	مولوی ابراہیم اسماعیل نصیرپوری
۸۴۰	" یوسف محمود پیپاروالا کفلیتوی
۸۴۱	" فیض الحسن اعظمی
۸۴۲	" عبدالرحمٰن پالنپوری
۸۴۳	" نورالاسلام نواکھالی

نمبر	نام
۸۴۴	مولوی سراج الحق نواکھالی
۸۴۵	" محمد عثمان پونوی
۸۴۶	" محمد سلیم اعظمی
۸۴۷	" ابو الخیر محمد عبد الاول نواکھالی
۸۴۸	" عبد الوہاب مظفر پوری
۸۴۹	" عبد الرشید میمن سنگی
۸۵۰	" محمد عثمان حیدر آبادی
۸۵۱	" محمد طاہر نواکھالی
۸۵۲	" احمد سلیمان امین نواگامی
۸۵۳	" احمد سلیمان اصوات لاجپوری
۸۵۴	" محمود سلیمان نوسارکا کاچھوی
۸۵۵	" موسیٰ احمد کلنگ ڈابھیلی
۸۵۶	" محمد عبد الجلیل اکیابی
۸۵۷	" محمد ابراہیم ہجات بلیشوری
۸۵۸	" سلیمان اسماعیل ڈیسائی ترکیشوری
۸۵۹	" محمد رمیز محلہ پیی
۸۶۰	" محمد ابراہیم محمود نوسارکا کاچھوی
۸۶۱	" محمد عبد الاول آسامی

فضلاء ۱۳۶۹ھ

نمبر	نام
۸۶۲	مولوی عبد اللہ اسماعیل قاضی لاجپوری
۸۶۳	" محمود احمد گونڈوی
۸۶۴	" ابو الخیر نواکھالی
۸۶۵	مولوی کبیر احمد چاٹگامی
۸۶۶	" امداد الحق رنگونی
۸۶۷	" محمد اسلام اکیابی
۸۶۸	" اسماعیل محمود بسم اللہ ڈابھیلی
۸۶۹	" غلام محمد یوسف بانگلی کڑود
۸۷۰	" داؤد ولی ساردوی
۸۷۱	" عبد السلام چاٹگامی
۸۷۲	" اظہار الحق چاٹگامی
۸۷۳	" شرف الدین عبد القادر ڈابھیلی
۸۷۴	" احمد حسن منصور بوڑھانی
۸۷۵	" احمد اسماعیل بھولا بلیشوری
۸۷۶	" سلیمان ابراہیم بھولات ہتھورن
۸۷۷	" ابو طاہر چاٹگامی
۸۷۸	" عبد السلام بھروچی
۸۷۹	" جلال الدین بخاری
۸۸۰	" احمد اسحاق میمان مانگرولی

فضلاء ۱۳۷۰ھ

نمبر	نام
۸۸۱	مولوی عبد الرحمٰن پالنپوری
۸۸۲	" محمد احمد کرولیا عالی پور
۸۸۳	" محمد حنیف احمد ملک پوری
۸۸۴	" محمد احمد اعظمی
۸۸۵	" عبد الرزاق عبد الغنی بھودصلا

نمبر	نام
۸۸۶	مولوی عبدالرزاق رنگونی
۸۸۷	" یوسف سفلا بوڑھان
۸۸۸	" رشید احمد یوسف موسیٰ جی کفلیتوی
۸۸۹	" محمد ابراہیم اسحاق جی ڈابھیلی
۸۹۰	" حسین محمد عالی پوری

فضلاء ۱۳۷۱ھ

نمبر	نام
۸۹۱	مولوی حسن یوسف طائی بوڑھانی
۸۹۲	" اسماعیل اسحاق جی ڈابھیلی
۸۹۳	" شمس الحق بہاری
۸۹۴	" محمد یٰسین بستوی
۸۹۵	" ضمیر الدین چاٹگامی
۸۹۶	" محراب علی بستوی
۸۹۷	" سلطان احمد بریسالی
۸۹۸	" احمد اسماعیل کریا کوسرٹی
۸۹۹	" محمد صدیق اکیابی
۹۰۰	" احمد مجتبیٰ اعظمی
۹۰۱	" محمد چھوٹو بھیکن ترکیشوری
۹۰۲	" عباس علی بستوی
۹۰۳	" گوہر علی رنگ پوری
۹۰۴	" داؤد احمد چوہان ترکیشوری

فضلاء ۱۳۷۲ھ

نمبر	نام
۹۰۵	مولوی عبداللہ اسماعیل پٹیل کاپودری
۹۰۶	" عبدالمجید محمد داؤد پالنپوری
۹۰۷	" حبیب اللہ نصر اللہ بلیاوی
۹۰۸	" احمد سلیمان نورگت ترکیشوری
۹۰۹	" یوسف اسماعیل ڈیسائی "
۹۱۰	" عبدالسلام محمد یوسف اعظمی
۹۱۱	" محمد عباس عبداللہ پونوی
۹۱۲	" محمد اسماعیل محمود کولھاپوری
۹۱۳	" حبیب الرحمٰن محمد ابراہیم بردوانی
۹۱۴	" محمد ابراہیم جلالی پورنوی
۹۱۵	" منور حسین بستوی
۹۱۶	" موسیٰ ابراہیم ماکڑا ڈابھیلی

فضلاء ۱۳۷۳ھ

نمبر	نام
۹۱۷	مولوی محمد مبین اعظمی
۹۱۸	" واعظ الدین رنگونی
۹۱۹	" عبدالغنی "
۹۲۰	" احمد اسماعیل آبرت بلیشوری
۹۲۱	" یعقوب سلیمان پٹیل گورادروی

فضلاء ۱۳۷۴ھ

۹۲۲	مولوی روح الامین دھولیوری
۹۲۳	" محمد حنیف پالنپوری
۹۲۴	" عمر محمد جلاح دمنی
۹۲۵	" یوسف اسماعیل تھالوی
۹۲۶	" فضل الرحمٰن ارکانی
۹۲۷	" اسحاق آدم نورات آلونجوی

فضلاء ۱۳۷۵ھ

۹۲۸	مولوی عبد الغفور محمد یوسف دمنی
۹۲۹	" یوسف سلیمان چراک دلپوا
۹۳۰	" اسماعیل بنوطائی دھمڑاچھا
۹۳۱	" اسماعیل ابراہیم پانچ بھایا لوہاروی
۹۳۲	" محمد احمد شاہ جی

فضلاء ۱۳۷۶ھ

۹۳۳	مولوی یوسف احمد شاہ جی لوہاروی
۹۳۴	" عبد الرحمٰن پالنپوری
۹۳۵	" احمد یوسف بیمات مولدمرا

فضلاء ۱۳۷۷ھ

۹۳۶	مولوی علی شکری اکرمی بھٹکلی
۹۳۷	" عبد القادر داؤد دمنی
۹۳۸	" یوسف اسماعیل ملاں عمرواڑی
۹۳۹	" احمد سعید ترکیشوری

فضلاء ۱۳۷۸ھ

۹۴۰	مولوی ابراہیم قاسم سیوانی پوربندر
۹۴۱	" غلام نبی ابراہیم پالنپوری
۹۴۲	" یوسف خاں امریلی
۹۴۳	" یعقوب محمد بالا بہور دھلوی
۹۴۴	" احمد سعید موسیٰ پٹیل کفلیتوی
۹۴۵	" سلیمان احمد ڈیسائی ترکیشوری

فضلاء ۱۳۷۹ھ

۹۴۶	مولوی یعقوب سرگیت ڈڈھالوی
۹۴۷	" علی محمد گڑا
۹۴۸	" ایوب محمد قیدی دالا دیادرا
۹۴۹	" نور محمد گڑا

۹۵۰	مولوی عبداللہ غلام محمد گرٹا
۹۵۱	" آدم بھورا دیا دروی
۹۵۲	" عبدالغنی ابراہیم اٹالوی
۹۵۳	" محمد عثمان گرٹا

فضلاء ۱۳۸۰ھ

۹۵۴	مولوی احمد محمد ترکیشوری
۹۵۵	" اسماعیل سلیمان ڈاکٹر پکھاجنی
۹۵۶	" خلیل احمد عبدالصمد صوفی لاجپوری
۹۵۷	" رشید احمد اسماعیل کیات ڈابھیلی
۹۵۸	" محمد شہاب الدین دیوا
۹۵۹	" صالح اسماعیل بھولت ہرنگامی
۹۶۰	" عبدالودود عبدالغنی بہو دھلوی
۹۶۱	" غلام محمد احمد ملک ہتھوڑوی
۹۶۲	" محمد ہاشم بانگی ڈابھیلی
۹۶۳	" یعقوب آدم ابجی دیوا

فضلاء ۱۳۸۱ھ

۹۶۴	مولوی علی محمد موسیٰ اسجودی
۹۶۵	" عبدالقادر بھیگن ترکیشوری
۹۶۶	" یوسف سلیمان کوپا کوسمبی
۹۶۷	مولوی یوسف سلیمان نوسارکا کاچھوی
۹۶۸	" یوسف محمد ہانسرود گورا دروی

فضلاء ۱۳۸۲ھ

۹۶۹	مولوی مظہر الدین شجاع الدین دھلیوی
۹۷۰	" عبدالرحمٰن محمد ملاں تاڑپوری
۹۷۱	" سلیمان احمد وراچھیا سامرودی
۹۷۲	" عبداللہ ابراہیم پٹیل اکھیر
۹۷۳	" یعقوب محمد بےمات کرمالی
۹۷۴	" ایوب محمد غوری نواگامی
۹۷۵	" آدم اسماعیل ہانسرود کرمالی
۹۷۶	" سردار میاں محمد میاں ہتھوڑوی

فضلاء ۱۳۸۳ھ

۹۷۷	مولوی احمد اسماعیل رندیرا کوساڑی
۹۷۸	" عبدالحئی موسیٰ کفلیتوی
۹۷۹	" اسماعیل محمد رسول آنباواڑی
۹۸۰	" محمد مسلم عبداللہ بہاری
۹۸۱	" محمد غلام کبریا آسامی
۹۸۲	" محمد حنیف حبیب اللہ حیدرآبادی

فضلاء ۱۳۸۴ھ

۹۸۳	مولوی قاسم داؤد اصوات ترکیسری
۹۸۴	〃 ابراہیم محمد کویا ڈنگری
۹۸۵	〃 محمد صدیق عبدالصمد لاجپوری
۹۸۶	〃 اسماعیل ولی پٹیل سارودی
۹۸۷	〃 یوسف اسماعیل کیات ڈابھیلی

فضلاء ۱۳۸۵ھ

۹۸۸	مولوی ابرار احمد شجاع الدین دھلیوی
۹۸۹	〃 حیدر رسول سردار میاں ہتھوڑوی
۹۹۰	〃 غلام حسین یوسف سیدات بھادی
۹۹۱	〃 عبداللہ خاں نامدار خاں ایرن ڈولی
۹۹۲	〃 محمد عالم عبدالغفور چھپراوی
۹۹۳	〃 عبدالماجد محمد یونس بہاری
۹۹۴	〃 سعید الرحمٰن ابراہیم 〃
۹۹۵	〃 مظہر الاسلام حسن میاں قادری نندوباری
۹۹۶	〃 عبداللہ موسیٰ پانڈور سملکی
۹۹۷	〃 یعقوب ابراہیم بعیات بلیشوری
۹۹۸	〃 احمد ہاشم ملاں جوگواڑی
۹۹۹	〃 عبدالصمد مولوی سلیمان واڑاگامی

فضلاء ۱۳۸۶ھ

۱۰۰۰	مولوی عباس احمد موسیٰ کاوی
۱۰۰۱	〃 ابراہیم آدم راوت بھٹی
۱۰۰۲	〃 عثمان علاؤ الدین کاکوسی
۱۰۰۳	〃 اجلال احمد فروغ احمد دھولپوری
۱۰۰۴	〃 داود اسماعیل جبتر نرولوی
۱۰۰۵	〃 ایوب عبدالرحمٰن شیخ ترکیشوری
۱۰۰۶	〃 اختر انیس حکیم فخرالدین سورتی
۱۰۰۷	〃 محمد علی آدم ساردوی
۱۰۰۸	〃 اسماعیل محمد بے مات کرمالی
۱۰۰۹	〃 حبیب الرحمٰن محمد امین خیرآبادی
۱۰۱۰	〃 نثار احمد مشتاق احمد رائے بریلی
۱۰۱۱	〃 حبیب اللہ جلال الدین کاکوسی

فضلاء ۱۳۸۷ھ

۱۰۱۲	مولوی امین رشید محمد دمنی
۱۰۱۳	〃 ایوب محمد نور گت ویسراوی
۱۰۱۴	〃 ابراہیم موسیٰ ہانسرود گوراداروی
۱۰۱۵	〃 سلیمان اسماعیل دیولوی
۱۰۱۶	〃 عبداللہ عبدالرحمٰن میاں افریقی

۱۰۱۷ مولوی عبدالحمید حبیب اللہ طالعپوری
۱۰۱۸ " اسماعیل موسیٰ چوکسی کاوی
۱۰۱۹ " محمد ہارون عبداللہ دیورلوی
۱۰۲۰ " داؤد اسماعیل مالی ساروڈی
۱۰۲۱ " ابراہیم یوسف بھانا سملکی

فضلاء ۱۳۸۸ھ

۱۰۲۲ مولوی ابراہیم محمد پٹیل اٹالوی
۱۰۲۳ " امتیاز احمد ریاست علی بنارسی
۱۰۲۴ " حسین علی کوکنی
۱۰۲۵ " عزیز الرحمٰن عبدالرحیم مئوی
۱۰۲۶ " یعقوب محمد بھولا کفلیتوی
۱۰۲۷ " محمد چھوٹا عبدالکریم ترکیشوری
۱۰۲۸ " محمد اسماعیل صالح لوہاروی
۱۰۲۹ " عبدالجلیل عبدالرزاق ملک پوری
۱۰۳۰ " مصطفیٰ عبداللہ کاوی
۱۰۳۱ " محمد عمر عبدالرحیم سید صپوری
۱۰۳۲ " محمد علی نواب ساروڈی
۱۰۳۳ " یعقوب داؤد "
۱۰۳۴ " موسیٰ عیسیٰ جی ستریلوی
۱۰۳۵ " اسماعیل محمد بوریات ویسمہ
۱۰۳۶ " مختار احمد آدم ستریلوی

فضلاء ۱۳۸۹ھ

۱۰۳۷ مولوی احمد یعقوب دیولوی
۱۰۳۸ " ابراہیم احمد سلوڈا بھیلی
۱۰۳۹ " سید بشیر احمد حدادی کوکنی
۱۰۴۰ " بشیر احمد داؤد پالنپوری
۱۰۴۱ " عباس علی کوکنی
۱۰۴۲ " یوسف عبداللہ دیولوی
۱۰۴۳ " یوسف محمد لمباڈا نرولوی
۱۰۴۴ " عبدالخالق ولی محمد پالنپوری
۱۰۴۵ " محمد سلیمان "
۱۰۴۶ " اسماعیل محمود ڈابھیلی
۱۰۴۷ " محمد یونس قاری بندے الٰہی میرٹھی
۱۰۴۸ " احمد سعید محمد ڈاٹا واکانیری
۱۰۴۹ " احمد نور محمد کاکوسی
۱۰۵۰ " یعقوب عبدالرحمٰن شیخ ترکیشوری
۱۰۵۱ " عباس مولوی یعقوب کاوی

فضلاء ۱۳۹۰ھ

۱۰۵۲ مولوی موسیٰ محمد جی بسم اللہ ڈابھیلی
۱۰۵۳ " ابوالقاسم سلیمان دمنی

نمبر	نام
۱۰۵۴	مولوی عبدالرحمٰن عبدالرحیم کمال پوری
۱۰۵۵	" ابراہیم محمد عمر کاوی
۱۰۵۶	" محمد ہاشم عبداللہ مالدیبی
۱۰۵۷	" محمد شریف حبیب اللہ کالیڑوی
۱۰۵۸	" محمد انور مولوی غلام رسول بڑودوی
۱۰۵۹	" محمد حسان میمن جی بھاکری
۱۰۶۰	" علی محمد پٹیل دیولوی
۱۰۶۱	" محمد موسیٰ بھولا کوساڑی
۱۰۶۲	" یعقوب ولی موسیٰ کوٹھی
۱۰۶۳	" اسماعیل نور محمد بھاگلی
۱۰۶۴	" یوسف ابراہیم بدات نرولوی
۱۰۶۵	" علی حاجی عیسیٰ دیولوی
۱۰۶۶	" سلیمان احمد پانڈور ترکیشوری
۱۰۶۷	" یوسف محمود میاں افریقی
۱۰۶۸	" موسیٰ اسماعیل مہتر نرولوی
۱۰۶۹	" خلیل احمد محمود باڑدولی

فضلاء ۱۳۹۱ھ

نمبر	نام
۱۰۷۰	مولوی محمد ایوب قاری بندہ الٰہی میرٹھی
۱۰۷۱	" موسیٰ محمد احمد قاضی آنکروڈی
۱۰۷۲	" عثمان غلام رسول صوفی ہتھوڑوی
۱۰۷۳	" احمد سعید محمد احمد قاضی آنکروڈی
۱۰۷۴	مولوی عبدالرزاق داؤد مجادری
۱۰۷۵	" یعقوب یوسف علی آچھودی
۱۰۷۶	" محمد نعیم محمد عمر بمبوری
۱۰۷۷	" محمد اشرف نور محمد بھاگلوی
۱۰۷۸	" یعقوب احمد علی مہودھلوی
۱۰۷۹	" داؤد احمد موسیٰ ستپونی
۱۰۸۰	" ولی اسماعیل سیلدر
۱۰۸۱	" اسماعیل محمد حافظ جی وانکانیری
۱۰۸۲	" عباس یعقوب باپو بھرکودروی

فضلاء ۱۳۹۲ھ

نمبر	نام
۱۰۸۳	مولوی عبدالاول محمد سامرودی
۱۰۸۴	" محمد الیاس اسماعیل مہتر دیساوی
۱۰۸۵	" محمد علی محمد امین بھوپالی
۱۰۸۶	" اسماعیل جان محمد پالنپوری
۱۰۸۷	" محمد آدم حبیب اللہ "
۱۰۸۸	" ثناء اللہ خان ذکاء اللہ خان رام پوری
۱۰۸۹	" محمد الیاس فضل کریم احمد آبادی
۱۰۹۰	" عبدالرؤف عبدالقدوس صوفی لاجپوری
۱۰۹۱	" شبیر احمد ابراہیم بھاگلوی
۱۰۹۲	" غلام رسول سلیمان پالنپوری
۱۰۹۳	" شمس الحق احمد بھامجی اناولی

نمبر	نام
۱۰۹۴	مولوی ایوب آدم سوبا سیتپونی
۱۰۹۵	" عبدالرؤف عبدالرحیم پالنپوری
۱۰۹۶	" رشید احمد آیت افریقی
۱۰۹۷	" رشید احمد ابراہیم راجہ (کفلیتوی)
۱۰۹۸	" یعقوب احمد کاوی
۱۰۹۹	" عباد احمد حماد احمد نانوتوی

فضلاء ۱۳۹۳ھ

نمبر	نام
۱۱۰۰	مولوی ابراہیم غلام رسول صوفی (ہتھوڑوی)
۱۱۰۱	" فضل الرحمٰن مولانا آدم صاحب (طالعپوری)
۱۱۰۲	" محمد اکبر غلام رسول ودانی
۱۱۰۳	" محمد عثمان ابراہیم پالنپوری
۱۱۰۴	" عبداللہ فتح محمد "
۱۱۰۵	" محمد شریف عبدالخالق (کالیڑوی)
۱۱۰۶	" ابراہیم احمد سیٹھ اکھروی
۱۱۰۷	" زین العابدین کلیم الحق (رادھنپوری)
۱۱۰۸	" عبدالقیوم ابوبکر بھاگلوی
۱۱۰۹	مولوی عبدالکریم داؤد (رادھنپوری)
۱۱۱۰	" محمد زبیر عبدالقادر (رادھنپوری)
۱۱۱۱	" عبدالقادر ولی محمد بھاگلوی
۱۱۱۲	" عبدالحق غلام رسول "
۱۱۱۳	" یوسف آدم عمر خانپوری
۱۱۱۴	" علی حسن داؤد بھرکودروی
۱۱۱۵	" محمد علی احمد ستوڈا بھیلی
۱۱۱۶	" عبدالحق مولوی سلیمان (ودانی)
۱۱۱۷	" غلام حسین احمد مہتر نزولی
۱۱۱۸	" یعقوب حسن جیوا "
۱۱۱۹	" عبدالصمد اسماعیل جوگیات
۱۱۲۰	" ابراہیم محمد ڈاٹا وانکانیری
۱۱۲۱	" محمد رفیق عبدالغفور ویسماوی
۱۱۲۲	" داؤد عبداللہ پٹھان (سامرودی)
۱۱۲۳	" عبدالقادر غلام رسول بیگ (نزولی)
۱۱۲۴	" احمد آدم ٹیلر کاوی
۱۱۲۵	" محمد ابراہیم جناح افریقی
۱۱۲۶	" بشیر احمد عبدالصمد صوفی لاجپوری

نمبر	نام
۱۱۱۷	مولوی ریاض الدین ملک احمد پالوی

فضلاء ۱۳۹۴ھ

نمبر	نام
۱۱۱۸	مولوی ابراہیم وحید مخلرپی
۱۱۱۹	〃 حبیب الرحمٰن آدم کالیڑوی
۱۱۲۰	〃 محمد ابراہیم بھانا کوساڑی
۱۱۲۱	〃 ایوب اسماعیل احمدجی نزولی
۱۱۲۲	〃 عبدالحئی محمود پٹیل اٹاروی
۱۱۲۳	〃 محمد ابراہیم عبداللہ کشمیری
۱۱۲۴	〃 برکات احمد عبدالمجید مالیگانوی
۱۱۲۵	〃 اسماعیل محمد فقیر پٹیل جوگواڑی
۱۱۲۶	〃 اسماعیل عبدالملک سردار (ہتھوڑوی)
۱۱۲۷	〃 علی میاں فقہ محمد آرائی کوکنی
۱۱۲۸	〃 عبدالعظیم عبدالباری رادھنپوری
۱۱۲۹	〃 اسماعیل موسیٰ علی کھنڈالی
۱۱۳۰	〃 اسماعیل عبدالرحیم پٹھان (نزولی)
۱۱۳۱	〃 محمد امین عثمان جناح (دمنی)
۱۱۳۲	〃 عبدالواحد ابراہیم طلاں (ملیکپوری)

فضلاء ۱۳۹۵ھ

نمبر	نام
۱۱۳۳	مولوی عبداللطیف عبدالرحمٰن (مخلرپی)
۱۱۳۴	〃 ادریس حسین 〃
۱۱۳۵	〃 محمد شفیع اسماعیل ڈابھیلی
۱۱۳۶	〃 احمد عبدالحئی سرکار کفلیتوی
۱۱۳۷	〃 اسماعیل ابراہیم سیتپونی
۱۱۳۸	〃 محمد احمد بھولا کفلیتوی
۱۱۳۹	〃 عباس حسن تاندلجوی
۱۱۴۰	〃 محمد صادق احمد بھانا سملکی
۱۱۴۱	〃 نور محمد عثمان میاں نندآسنی
۱۱۴۲	〃 ابراہیم محمد یونس ڈابھیلی
۱۱۴۳	〃 ہاشم محمد پٹیل ویساوی
۱۱۴۴	〃 ابراہیم آدم کھروڈوی
۱۱۴۵	〃 اسماعیل یوسف سندھوی

فضلاء ۱۳۹۶ھ

نمبر	نام
۱۱۴۶	مولوی عبداللہ ولی کاوی
۱۱۴۷	〃 یوسف محمد جی بسم اللہ ڈابھیلی
۱۱۴۸	〃 اظہر حسین منظور الحق بہاری

نمبر	نام
۱۱۴۸	مولوی شبیر احمد سلیمان ہرنگامی
۱۱۴۹	" غلام محمد مولوی قاسم دیوان (عالی پوری)
۱۱۵۰	" یعقوب اسماعیل جناب کاوی
۱۱۵۱	" غلام محمد ابراہیم فینسی بارڈولی
۱۱۵۲	" ابراہیم داؤد بانسرود کرمالی
۱۱۵۳	" محمد قاسم عبدالقادر گوپانوی
۱۱۵۴	" ہاشم یوسف ترکی نزولی
۱۱۵۵	" عبدالرحیم عبدالعزیز بدنیری
۱۱۵۶	" یوسف احمدی کاچھوی
۱۱۵۷	" محمد یعقوب محمد حنیف گرہانوی

فضلاء ۱۳۹۷ھ

نمبر	نام
۱۱۵۸	مولوی سلیمان محمد چوکسی کاوی
۱۱۵۹	" عبدالشکور عبدالغفور شیخ (دھاروی)
۱۱۶۰	" نذیر احمد عبدالعزیز (انجن گانوی)
۱۱۶۱	" محمد علی غلام رسول ہتھوڑوی
۱۱۶۲	" محمد حمید محمد سعید موسالوی
۱۱۶۳	" ظہور احمد عبدالسلام دھاروی
۱۱۶۴	" عبدالحمید ابراہیم شیخ ابجھیلی
۱۱۶۵	مولوی عبدالحی احمد بسم اللہ (ڈابھیلی)
۱۱۶۶	" سلیمان صالح پٹیل ماکھنگوی

فضلاء ۱۳۹۸ھ

نمبر	نام
۱۱۶۷	مولوی اسماعیل محمد پانڈور سملکی
۱۱۶۸	" یعقوب خاں ابراہیم خاں (بورسدی)
۱۱۶۹	" عثمان غنی ہاشم عالی تیلاڑوی
۱۱۷۰	" احمد مولانا محمد سعید بزرگ سملکی
۱۱۷۱	" محمد حنیف غلام نبی پالنپوری
۱۱۷۲	" عبدالجلیل ابراہیم بھاگلی
۱۱۷۳	" سلیمان محمد منگیرا ڈابھیلی
۱۱۷۴	" عبدالقیوم مولانا عبدالقادر (مالیگانوی)
۱۱۷۵	" عبدالواحد عبدالرزاق سلوڈوی
۱۱۷۶	" عبداللہ محمد درویش افریقی
۱۱۷۷	" احمد سعید موسیٰ بھام جی خیرگامی
۱۱۷۸	" محمد صادق عبداللہ دیولوی
۱۱۷۹	" حسین عبدالرحمٰن محلدیپی
۱۱۸۰	" حسن موسیٰ
۱۱۸۱	" عبدالرحمٰن اسماعیل سملکی

فضلاء ۱۳۹۹ھ

1182 مولوی محمد سعید موسیٰ متالا افریقی

1183 ” داؤد محمد عمر جی کرماڈی

1184 ” یوسف احمد بھولا کفلیتوی

1185 ” عبداللہ عبدالغفار احمد آبادی

1186 ” ابراہیم اسماعیل پٹیل افریقی

1187 ” محمد فاروق قاری بندے الٰہی (اٹالوی)

1188 ” نثار احمد امانت خاں بہاری

1189 ” ابوبکر ابراہیم برات نرولوی

1190 ” عبدالحمید حسن علی بھڑکودروی

1191 ” عبدالحق عبدالمنان منی پوری

1192 ” رشید احمد سلیمان موٹا ڈابھیلی

1193 ” یوسف ابراہیم سکھی درس کاوی

1194 ” سلیمان اسماعیل مہتر نرولوی

1195 ” محبوب احمد عمر ویرگامی

1196 ” اسماعیل بیگ احمد بیگ نرولوی

1197 ” عبدالرحمٰن آدم بلالا کاوی

1198 ” محمد زکی عبدالحی لونت بارڈولی

1199 ” عبداللہ ابراہیم وسو کاوی

1200 ” موسیٰ حسن منشی خان پوری

1201 مولوی یوسف احمد قاضی انکرودی

1202 ” محمد ابراہیم بسم اللہ ڈابھیلی

فضلاء ۱۴۰۰ھ

1203 مولوی فرید احمد مولوی محمد رشید (سملکی)

1204 ” محمد احمد عابد حسین زید پوری

1205 ” عبدالکریم احمد میاں راجستھانی

1206 ” یوسف احمد اصرات ترکیشوری

1207 ” محمد یوسف مولوی عبدالقدوس (لاجپوری)

1208 ” محمد یٰسین مولانا عبداللہ شاہ (کچھی)

1209 ” محمد حسین فخرالدین بڑودوی

1210 ” عبدالعزیز حسن مہتر ٹاڑپوری

1211 ” محمد موسیٰ راوت نعیسرا پوری

1212 ” ابراہیم قاسم مولی کوساڑی

فضلاء ۱۴۰۱ھ

1213 مولوی عبدالصمد احمد ابراہیم ڈیسائی (افریقی)

۱۲۱۴	مولوی عثمان یوسف شیخ سندنی
۱۲۱۵	" اسماعیل ابراہیم منشی خانپوری
۱۲۱۶	" جمال الدین محمد سالار راجستھانی
۱۲۱۷	" عزیز الرحمٰن احمد سعید پٹیل افریقی
۱۲۱۸	" ہاشم ابراہیم راوت بھٹی
۱۲۱۹	" محمد احمد قاضی ویسٹ انڈیزی
۱۲۲۰	" محمود خاں عبد الغفار خاں (کھولاپوری)
۱۲۲۱	" یوسف سلیمان پالنپوری
۱۲۲۲	" سلیم احمد آدم چتیالی
۱۲۲۳	" محمد یعقوب چرکسی کاوی
۱۲۲۴	" ابراہیم عبد الکریم ہتھوڑوی
۱۲۲۵	" احمد مجتبیٰ ہنگلی
۱۲۲۶	" اسماعیل آدم پٹیل دیولوی
۱۲۲۷	" اکبر ابراہیم بدات کاچھوی
۱۲۲۸	" ایوب عبد اللہ آدم دیولوی
۱۲۲۹	" ہاشم آدم راوت تصیرپوری
۱۲۳۰	" شبیر احمد سلیمان خلیفہ مٹواڑی
۱۲۳۱	" شبیر احمد ابراہیم کیوریوی
۱۲۳۲	" اسماعیل ابراہیم بسم اللہ ڈابھیلی
۱۲۳۳	" ایوب احمد بھولا کفلیتوی

فضلاء ۱۴۰۲ھ

۱۲۳۴	مولوی عباس داؤد بسم اللہ ڈابھیلی
۱۲۳۵	" اسماعیل ابراہیم بھاناسارودی
۱۲۳۶	" ایوب محمد منگیرا افریقی
۱۲۳۷	" داؤد محمد قاسم "
۱۲۳۸	" یعقوب محمد منتی "
۱۲۳۹	" عبد الرحمٰن غلام انبیاء کوکنی
۱۲۴۰	" اسماعیل یعقوب منشی دیولوی
۱۲۴۱	" عبد الرشید علی سلیمان "
۱۲۴۲	" محمد حنیف داؤد ودانی
۱۲۴۳	" غلام محمد سلیمان پانڈور اٹالوی
۱۲۴۴	" اسماعیل محمد اسحاق افریقی
۱۲۴۵	" عبد الحمید خاں عبد المجید خاں اورنگ آبادی
۱۲۴۶	" مقبول حسین محمد ملاں آنباواڑی
۱۲۴۷	" عنایت اللہ عبد العلیم راجستھانی
۱۲۴۸	" ابرار خاں مقدر خاں آکولوی
۱۲۴۹	" محمد امین یوسف لاکھی لندنی
۱۲۵۰	" محمد یٰسین موسیٰ پانڈور اٹالوی
۱۲۵۱	" اسماعیل ابراہیم متالا سملکی
۱۲۵۲	" محمد رفیق غلام نبی شیخ گندیوی
۱۲۵۳	" یوسف احمد شیخ ایچیلی

نمبر	نام
١٢٥۴	مولوی محمد حنیف احمد پٹیل نزولوی
١٢٥٥	" محمد معصوم یوسف کڑیاڈابھیلی
١٢٥٦	" الیاس غلام اصوات لوہاروی
١٢٥٧	" محمد احمد میاں لندنی
١٢٥٨	" محمد حنیف عبداللہ پٹھان ساردوی

فضلاء ۱۴۰۳ھ

نمبر	نام
١٢٥٩	مولوی محمد اسعد اللہ ابوالخیر ازگامی
١٢٦٠	" شبیر احمد یعقوب دیولوی
١٢٦١	" الیاس احمد ابراہیم "
١٢٦٢	" غلام محمد سلیمان شیخ آکولوی
١٢٦٣	" نذیر احمد غلام نبی نندا سنی
١٢٦۴	" محمد جاوید عبدالغفور کوکنی
١٢٦٥	" عبدالرحمٰن مولانا محمد سعید بزرگ سملکی
١٢٦٦	" احمد یوسف پانڈور اٹالوی
١٢٦٧	" محمد جاوید محمد غوث جمشید پوری
١٢٦٨	" عزیز احمد مولانا محمد رشید سملکی
١٢٦٩	" سلیم محمد واجد ڈابھیلی
١٢٧٠	" اکبر علی محمد ودانی
١٢٧١	" یوسف محمد شیخ آنندی
١٢٧٢	" عبدالسلام محمد آدم سینہ گھنی
١٢٧٣	" احمد حسین عبداللہ مومن واسی
١٢٧۴	" عبدالحفیظ داؤد سیجلپوری
١٢٧٥	" ایوب ابراہیم ہتھوڑوی

فضلاء ۱۴۰۴ھ

نمبر	نام
١٢٧٦	مولوی اسماعیل مولوی عبدالخالق مالیگانوی
١٢٧٧	" محمد یعقوب یوسف دیولوی
١٢٧٨	" بشیر احمد دیولوی
١٢٧٩	" عبداللہ حسن آچھودی
١٢٨٠	" سید عارف الدین صدر الدین جالنوی
١٢٨١	" ایوب محمد ستادار دیولوی
١٢٨٢	" اسرار احمد غلام دستگیر اورنگ آبادی
١٢٨٣	" عباس علی محمد دیولوی
١٢٨۴	" عبدالمالک عبدالخالق مالیگانوی
١٢٨٥	" عبداللہ حسن خانپوری
١٢٨٦	" محمد موسیٰ خیر محمد راجستھانی
١٢٨٧	" نذیر محمد قاضی آچھودی
١٢٨٨	" عبدالرحمٰن غلام محمد شیخ گوٹھا
١٢٨٩	" یونس موسیٰ قاضی آنکروڈی
١٢٩٠	" محمد انور پیر بھائی پالوی
١٢٩١	" یوسف علی احمد راوت بھٹنی
١٢٩٢	" یوسف احمد میاں احمد آبادی
١٢٩٣	" عبدالقادر مولوی عبدالرحمٰن پالنپوری
١٢٩۴	" مظہر الحق محمد سلیم بہاری
١٢٩٥	" محمد سعید مولوی سلیمان نورگت ری یونینی
١٢٩٦	" محبوب احمد ایلولوی
١٢٩٧	" محمد عمر عبدالرحمٰن مستقلی احمد آبادی
١٢٩٨	" ایوب محمد خلیفہ لندنی

فضلاء سنہ ۱۴۰۵ھ

نمبر	نام
۱۳۹۹	مولوی زین العابدین پالنپوری
۱۴۰۰	〃 عبدالرشید احمد سیمی لندنی
۱۴۰۱	〃 اشرف علی حسن کوکنی
۱۴۰۲	〃 حفظ الرحمٰن حاجی احمد دیولوی
۱۴۰۳	〃 اقبال آدم بچہ ٹنکاروی
۱۴۰۴	〃 مبارک عیسیٰ آچھودی
۱۴۰۵	〃 عبداللہ یوسف نانا سملکی
۱۴۰۶	〃 محمد اسلم عبدالغفور کوکنی
۱۴۰۷	〃 ہاشم حافظ ابراہیم پھڑیا ڈابھیلی
۱۴۰۸	〃 ریاض احمد نذیر احمد امراوتی
۱۴۰۹	〃 عباس اسمٰعیل دلی بھڑکودروی
۱۴۱۰	〃 یحییٰ داؤد متارا سملکی
۱۴۱۱	〃 حسین مباشر احمد محلدیپی
۱۴۱۲	〃 اسماعیل محمد درویش افریقی
۱۴۱۳	〃 محمد طیب محمد عثمان شیخ دھرمپوری
۱۴۱۴	〃 عبدالعزیز مولوی آدم پالنپوری
۱۴۱۵	مولوی محمد حنیف یعقوب آدم دیولوی
۱۴۱۶	〃 احمد محمد پٹیل گودھروی
۱۴۱۷	〃 یوسف محمد کریم ہتھوڑوی
۱۴۱۸	〃 محمد افتخار حبیب اللہ بہاری
۱۴۱۹	〃 اسمٰعیل عبدالقادر باڑیا افریقی
۱۴۲۰	〃 شعیب ابراہیم راوت آسنوی
۱۴۲۱	〃 محمد الیاس یوسف پٹیل ماکھنگوی
۱۴۲۲	〃 محمد صادق عبدالحمید خانپوری
۱۴۲۳	〃 محمد یوسف مصطفیٰ افریقی
۱۴۲۴	〃 محمد مفیض الرحمٰن طیب الرحمٰن بہاری
۱۴۲۵	〃 عبدالحفیظ محمد حنیف پالنپوری
۱۴۲۶	〃 ابوالکلام یار محمد بلیاوی
۱۴۲۷	〃 رفیق علی یوسف علی افریقی